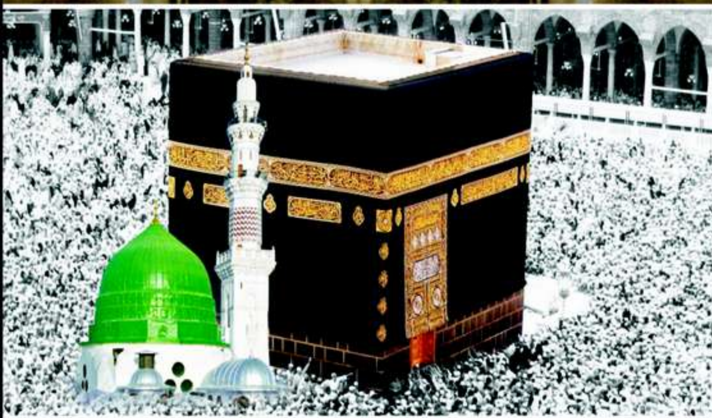
اللہ

کعبہ اور بندہ

(بیت اللہ اور روضہ رسولؐ کی چھاؤں میں بیٹھ کر لکھا گیا سفرنامہ حجاز)



ڈاکٹر آصف محمود جاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم



اللہ، کعبہ اور بندہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؕ

اللہ، کعبہ اور بندہ

ڈاکٹر آصف محمود جاہ

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40- اردو بازار، لاہور
فون 042-37223584-3752332-37232336

نام کتاب .... اللہ، کعبہ اور بندہ
مصنف .... ڈاکٹر آصف محمود جاہ
ناشر .... گل فراز احمد
علم و عرفان پبلشرز، لاہور
ٹائٹل و تصاویر: .... فضیل کیانی
کمپوزنگ .... ساجد بھٹی، طاہر علی
پرنٹر .... زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
پروف ریڈنگ .... عبدالستار عاصم، نعمان تاشفین، خواجہ ریاض احمد سکا
سن اشاعت 2013ء
قیمت .... -/700 روپے

ملنے کا پتہ
علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور
فون 042-37223584-3752332-37232336

انتساب!

خیر البشر، امام الانبیاء، سرورِ کائنات
ختم المرسلین حضورِ انور حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہدائے اُحد کے نام
جنہوں نے اُحد کے پہاڑ کے تلے اپنی جانیں
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کر دیں۔



کتاب میں یہ صفحہ خالی ہے

فہرست

کتاب میں یہ صفحہ خالی ہے

لائق صد تحسین اور بابرکت کاوش

یہ خانہ کعبہ ہے۔اس کی ظاہری برکات کا عالم یہ ہے کہ مکہ اور اس کے آس پاس ایک خشک ریگستان اور بنجر زمین ہونے کے باوجود اس میں ہمیشہ ہر موسم میں ہر طرح کے پھل اور ترکاریاں اور تمام ضروریات زندگی مہیا رہتی ہیں کہ صرف اہل مکہ کیلئے ہی نہیں بلکہ اطراف عالم سے آنے والوں کیلئے کافی ہو جاتی ہیں۔اور آنے والوں کا حال دنیا کو معلوم ہے کہ خاص موسم یعنی حج کے دنوں میں تو لاکھوں انسان اطراف عالم سے جمع ہوتے ہیں جن کی مردم شماری اہل مکہ سے چار گنا یا پانچ گنا ہو جاتی ہے۔ یہ ہجوم عظیم وہاں صرف دو چار روز نہیں بلکہ مہینوں ٹھہرتا ہے۔ایام حج کے علاوہ بھی کوئی وقت ایسا نہیں آتا جس میں باہر سے ہزاروں انسان نہ آتے جاتے رہتے ہوں۔ پھر خاص طور پر ایام حج جب کہ وہاں لاکھوں سے زائد انسانوں کا مجمع ہوتا ہے۔کبھی نہیں سنا گیا کہ بازار میں کسی وقت بھی اشیاء ضرورت ختم ہو گئیں، ملتی نہیں یا کمیاب ہیں۔ یہ تو ظاہری برکات کا حال ہے جو مقصود کی حیثیت نہیں رکھتیں لیکن معنوی، باطنی اور روحانی برکات تو اتنی ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

ہر مسلمان کی یہ زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے کہ وہ زندگی میں بے شک ایک بار ہی لیکن ضرور بر ضرور کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کرنے کا شرف حاصل کر لے اور دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کو یہ شرف ہر سال نصیب بھی ہوتا ہے لیکن ان روح پرور زیارتوں کو یادداشت یا سفرنامے کے طور پر محفوظ کر کے کتاب کی صورت میں شائع کر دینا بہت بڑا اجر کا کام ہے۔اور یہ کام زیر نظر کتاب کے مصنف نے بڑی خوش اسلوبی سے کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں۔"سامنے اللہ کا گھر ہے۔سب کے منہ کعبہ شریف کی طرف ہیں۔قرآن پاک کی تلاوت

جاری ہے۔ ذکر و اذکار کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ہر زائر کعبہ اپنی قسمت پر نازاں ہے۔ یا اللہ کیا شان ہے تیرے حرم کی۔ ہر طرف تو ہی تو ہے۔ مکان میں تو۔ لامکان میں تو۔ ہر طرف اللہ اکبر کی صدائیں ہیں۔ گناہ گاروں کی التجائیں ہیں۔ ہر آنے والے کی خواہش اور آرزو ہے کہ حرم میں خانہ کعبہ کے سامنے جگہ مل جائے۔ دوگانہ ادا ہو جائے۔ لاکھوں کا مجمع ہے۔ نور ہی نور ہے۔ عبادت اور مناسک حج ادا کرنا بڑی بات ہے۔ لیکن اس روح پرور موقع پر ایک مسلم کی زندگی کے حاصل لمحات کو اگر قرطاس کی زینت بنا دیا جائے تو کمال ہے اور یہ کمال عزیزم آصف محمود جاہ نے کیا اور زیر نظر کتاب تصنیف کی ہے۔ ملک میں سیلاب، زلزلہ، اور دیگر قدرتی آفات کے دنوں میں ان کا دل مجبور پاکستانی بہن بھائیوں کی مدد اور دلجوئی کیلئے بے تاب ہو جاتا ہے۔ یہ آفت زدہ علاقوں میں جا کر ہر طرح سے اپنے مصیبت زدہ بہن بھائیوں کی مدد کرنے پر ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ سماجی خادم ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ایک کہنہ مشق مصنف بھی ہیں۔ اکثر کتب تصنیف کرتے رہتے ہیں لیکن ان کی زیر نظر تصنیف ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' لائق صد تحسین اور بابرکت کاوش ہے۔ یقیناً اس کے ہر پڑھنے والے کو فیوض و برکات حاصل ہوں گی اور یقیناً ان فیوض و برکات کا لامتناہی سلسلہ مصنف کیلئے بھی باعث خیر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ مخلصانہ کوشش قبول فرمائے (آمین)

مجید نظامی

ایڈیٹر نوائے وقت

02 جنوری 2013ء

اللہ، کعبہ اور بندہ

پہلے یہ خط ملاحظہ فرمایئے۔

''محترم حسن نثار بھائی!

السلام علیکم۔ اللہ پاک کا شکر ہے جس نے اس سال حج کی توفیق عطا فرمائی۔ حج کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اللہ نے حاجیوں کے علاج اور خدمت کی سعادت بھی بخشی۔ ساری دوائیں ساتھ تھیں۔ لیکن دوبارہ لاہور سے بھی منگوانا پڑیں۔ مختلف ملکوں کے حاجی حضرات حرم میں، مکہ میں، مدینہ میں علاج کے لیے آتے رہے۔ انڈین مریض تو ہر وقت پاکستانی ڈاکٹر کی تلاش میں رہتے تھے۔ خانہ کعبہ، مسجد نبوی، غارِ حرا، غارِ ثور، ریاض الجنہ، احد و بدر کے مقامات، غزوہ خندق والے پہاڑوں، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کی سڑکوں، گلیوں، راہوں میں آپ کی نعت میرے ساتھ ساتھ تھی۔ میں بھی ارض پاک و مقدس پر یہی سوچتا رہا کہ کاش نبی ﷺ جی کے دور میں جنم لیا ہوتا۔ سبحان اللہ کیسی اتم، اچھوتی پاکیزہ خواہش اور انوکھا خیال ہے۔

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا
کوئی مجھ سا نہ دوسرا ہوتا

قدم قدم پر اس لازوال نعت کے شعر زبان پر رواں رہے۔ میری نئی کاوش...... ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' کوئی معلوماتی، واقعاتی کتاب یا سفرنامہ نہیں بلکہ مقدس مقامات جنہیں نبی ﷺ جی کے قدم چومنے کا شرف حاصل ہوا، ان جگہوں پر جا کر جو کچھ دل پر بیتا، آسان لفظوں میں لکھ دیا۔ سچ یہ ہے کہ اپنے احساسات بیان کرنے کے لیے مجھے تو الفاظ ہی نہ مل سکے۔ میں اپنی شریک حیات سے بار بار کہتا رہا کہ حسن بھائی کے سارے کام ایک طرف،

دوسرے پلڑے میں یہ نعت، تو یہ پلڑا بھاری رہے گا۔ آپ کے تبصرے بغیر میری کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔ اس کتاب کی تو روح ہی آپ کی نعت والی تمنا ہے۔

کسی غزوہ میں زخمی ہو کر میں
تیرے قدموں پہ جا گرا ہوتا
بچہ ہوتا غریب بیوہ کا
سر تری گود میں چھپا ہوتا
رستہ ہوتا ترے گزرنے کا
اور ترا رستہ دیکھتا ہوتا
تیری پاکیزہ زندگی کا میں
کوئی گمنام واقعہ ہوتا
میں کوئی جنگجو عرب ہوتا
جو ترے سامنے جھکا ہوتا
کاش احد میں شریک ہو سکتا
اور باقی نہ پھر بچا ہوتا

والسلام
آصف محمود جاہ"

قارئین!

کیا کوئی سوچ بھی سکتا ہے کہ یہ شخص سینئر بیوروکریٹ ہوگا؟ اک ایسا شخص جس نے اپنی زندگی کا ہر ہر پل خالق، اس کے محبوب ﷺ اور اس کی مخلوق کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ میں نے مکہ مدینہ کے معطر حوالہ سے بیشمار رودادیں پڑھیں لیکن ڈاکٹر آصف محمود جاہ پہلا حاجی ہے جو وہاں بھی مخلوق کی خدمت و مسیحائی میں مگن رہا اور یوں ایک حج کے دوران جانے کتنے حج کر گزرا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ خدمت کے ذریعہ بھی عبادت اس کی عادت ہے۔ پاکستان میں کہیں زلزلہ آ جائے۔ سیلاب چھا جائے یا کوئی اور آفت تو اللہ کا یہ بندہ اپنے جیسے دیوانوں کی ٹیم اور دواؤں کی گٹھڑی لے کر پہنچ جاتا ہے۔

"اللہ، کعبہ اور بندہ" پڑھتے وقت مجھے شدت سے احساس ہوا کہ حج کا یہ سفرنامہ ہاتھوں اور قلم سے نہیں، عاشقی کی انگلیوں سے، سرشاری کی سیاہی میں ڈبو کے لکھا گیا ہے۔

میں آپ اور اپنے مومن مسیحا کے درمیان دیوار بننے کا گنہگار نہیں ہونا چاہتا، سو صرف چند اقتباسات پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ آپ خود جان سکیں کہ ڈاکٹر آصف محمود جاہ کس جہان کی مخلوق ہیں۔

''سعودیہ میں امام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ بڑی مسجدوں کے امام صاحبان کو وی آئی پی رتبہ حاصل ہے۔ خاص طور پر حرمین اور خاص مساجد قبا، قبلتین وغیرہ۔ ان کے امام ہر نماز کے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ یعنی پانچ نمازوں کے پانچ امام۔ سارے امام چھوٹی مسجد کے ہوں یا بڑی مسجد کے، بیوروکریٹ لگتے ہیں۔ بہترین لباس، اعلیٰ گاڑی اور رہائش، شستہ اور مدلل انداز بیاں، تلاوت ایسی جو دلوں کو موہ لے اور پتھر جیسے دل کو بھی پھاڑ کر سینوں میں اتر جائے۔ قریبی مسجد کے امام سے دو تین مرتبہ مصافحہ ہوا۔ خوشی اور گرم جوشی سے مسکرا کر ملتے ہیں۔ غیر ملکیوں کو دیکھ کر چہرے پر ناگواری کے تاثرات نہیں ابھرتے۔ مسکراہٹ اور نورانیت اگر دیکھنی ہو تو یہاں کے امام صاحبان سے مصافحہ و معانقہ کر کے دیکھ لیں۔ صبح چار بجے تہجد کے لیے آنکھ کھل گئی۔ روم میٹس کو جگایا۔ ایسا لگا کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے ہاسٹل ہال روڈ کے کمرہ نمبر 330 میں مقیم ہیں۔''

''عزیزیہ اور اس کے گردونواح میں کام کرنے والے لاکھوں ہزاروں ورکرز دنیا کے مختلف گوشوں سے کام کی تلاش میں سعودی عرب قیام پذیر ہیں۔ کوئی قانونی ہے کوئی غیر قانونی۔ انڈین، بنگلہ دیشی، انڈونیشی، برمی، فلپینی، ملیشیائی غرضیکہ ہر ملک کے ورکرز یہاں موجود ہیں۔ بعض زائرین حج آتے ہی اس نیت سے ہیں اور حج کے بعد غائب ہو جاتے ہیں۔''

عبادت اور حاجیوں کی بے پناہ خدمت اور علاج کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر آصف جاہ کا مشاہدہ قابل داد ہے۔ سعودی عرب میں امام مسجد کے مقام سے لے کر حج کے سہارے رزق کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والے بھی مصنف کے مطالعہ اور تجزیہ کا موضوع ہیں۔ اسی طرح مندرجہ ذیل پیرا میں حج کی اقتصادی وسعت کی طرف بھی قابل غور اشارے موجود ہیں۔

''عرب نیوز کے مطابق اس سال احرام، عبایا اور اس کے ساتھ حج کے دوسرے لوازمات کی قیمتیں پچھلے سال کی نسبت 30 فیصد زیادہ ہو گئی ہیں۔ پچھلے سال احرام اور عبایا 55 سعودی ریال میں مل جاتا تھا جبکہ اس سال قیمت 100 سعودی ریال تک پہنچ چکی ہے۔ احرام کا کپڑا، عبایا، بیلٹ، ٹوپیاں اور دوسرے تحائف جو حجاج اپنے ملک لے جاتے ہیں، سب سے زیادہ چین سے درآمد کیے جا رہے ہیں۔''

''حج کے دنوں میں کھانے پینے کے برتن پلیٹیں، گلاس، چمچ، کانٹے، چاقو غرضیکہ ہر چیز ڈسپوزایبل ملتی ہے۔ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں یہ اشیاء روزانہ استعمال ہوتی ہیں۔ حرم میں کروڑوں گلاس استعمال ہوتے ہیں، پانی پئیں گلاس پھینک دیں۔ 50 لاکھ آدمی اگر روزانہ 10 گلاس پانی پئیں تو روزانہ 5 کروڑ گلاس بنتے ہیں۔''

اشارہ اس المیہ کی طرف ہے کہ عالم اسلام میں کوآرڈی نیشن ہی موجود نہیں ورنہ قربانی کے جانوروں سے اربوں روپے کی دیگر اشیاء تک ساری تجارت مسلم ممالک ہی کے درمیان کیوں نہیں ہو سکتی کہ مسلمانوں میں بدحالی کم ہو سکے۔

''مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین پر چلتا جاتا ہوں، چلتا جاتا ہوں۔ یہی وہ جگہیں ہیں جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام کے نقش پا ہیں۔ انہی گلیوں میں وہ آتے تھے۔ پتھروں کو دیکھ دیکھ ان پر رشک آ رہا ہے۔''

کتنے اقتباسات پیش کروں کہ اس کتاب کا مطالعہ اک ناقابل فراموش تجربہ ہے جس پر آصف جاہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ مسودے پر عنوان ہے ''اللہ، کعبہ اور بندہ''۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اس کتاب کا عنوان کچھ اس طرح ہوتا تو بہتر تھا۔

''اللہ، آقا، کعبہ اور بندہ''

حسن نثار

''چوراہا'' 4 جنوری 2013

روزنامہ ''دنیا''

''جب ہاتھ باتیں کریں گے، پاؤں گواہیاں دیں گے''

رب کعبہ نے سورہ یٰسین میں قیامت کے حوالے سے ارشاد کیا:

''ہم آج کے دن اُن کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے ہیں۔''

میں تصوّر کر سکتا ہوں کہ ڈاکٹر آصف جاہ کے ہاتھ اللہ تعالیٰ سے کیا باتیں کریں گے۔ یہی کہ......ہم نے بے حساب خلق خدا کے زخموں پر مرہم رکھی۔ آفت زدگوں، لاچاروں، بے کسوں اور بیماروں کو شفا دی، تیرے عیسیٰ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے مسیحائی کی......اور اُن کے پاؤں گواہیاں دیں گے کہ............ہم تیری مخلوق کی مدد کرنے، اُن کے دکھوں میں بغیر کسی ستائش کی تمنا کے شریک ہونے کے لیے کہاں کہاں نہیں پہنچے۔ کبھی آزاد کشمیر کے زلزلہ زدگان کی دور افتادہ کوہستانی بستیوں میں، کبھی سوات اور سندھ میں اور کبھی جہاں تیرا گھر ہے وہاں۔ جہاں تیرے گھر کے گرد طواف کرنے والے، تیرے عشق میں فنا لوگوں کے آزردہ اور بیمار بدنوں کو تیرے حکم سے شفا دینے......ہم کہاں کہاں نہیں پہنچے۔

میں نے ڈاکٹر آصف جاہ کی ہر کتاب کے بارے میں کچھ نہ کچھ لکھ کر اُن سے محبت اور یگانگت کا اظہار کیا ہے اور مجھے خدشہ سا لگا رہتا ہے کہ وہ ایک اور کتاب لکھتے ہوئے مجھے نہ بھلا دیں اور میں شکر گزار ہوں کہ وہ مجھے نہیں بھلاتے۔

''اللہ، کعبہ اور بندہ'' سفرِ حج کا ایک ایسا براہ راست، آنکھوں دیکھا حال ہے جس کے بارے میں میں ایک مختصر دیباچہ نہیں کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اسے پڑھتے ہوئے ایک کسک، ایک آرزو جنم لیتی ہے کہ کاش میری

آنکھیں آصف جاہ کی آنکھیں ہوتیں، وہ سب پُر نور، مجنوں خیز اور سرمدی مناظر جو اُن کی آنکھوں نے دیکھے میری آنکھیں بھی دیکھتیں۔

میں اس بیانیے کو ایک چھوٹا سا معجزہ کہوں گا۔ کہ ہم جیسوں نے توجہ سے واپس آکر سینکڑوں شبیں "منہ دل کعبے شریف" لکھتے ہوئے بسر کیں اور پھر بھی حق ادا نہ ہوا۔ جب کہ آصف جاہ نے خواب و خیال اور یادداشت سے ہماری طرح تصویر نہیں بنائی بلکہ براہ راست کبھی اللہ کے گھر کو نظر میں رکھتے ہوئے اور کبھی رسولؐ اللہ کے منبر، گنبد کو آنکھوں میں سموتے ہوئے.......... منٰی میں، عرفات اور مزدلفہ میں، ہر مقام پر جو دل پہ گزرتی تھی اُسے وہیں قلمبند کیا ہے۔ میں شکر گزار ہوں کہ جب وہ غار حرا کی زیارت کے لیے گئے تو انہوں نے میری کتاب "غار حرا میں ایک رات" کو یاد رکھا۔ اگرچہ میرا بنگالی بابا جو مجھے غار حرا سے لاہور سلام بھیجا کرتا تھا اب وہاں موجود نہیں ہے۔

بے شک سفر حج کے آج تک سینکڑوں نہیں ہزاروں سفرنامے لکھے گئے اور آئندہ زمانوں میں لکھے جاتے رہیں گے۔ لیکن "اللہ، کعبہ اور بندہ" بھی آصف جاہ کے ہاتھوں اور پاؤں کی باتوں کی گواہیوں کے باعث اپنے ایک الگ اور ممتاز مقام پر فائز رہے گا۔

مستنصر حسین تارڑ

''سجدوں کی سرزمین'' کا سفرنامہ

محترم ڈاکٹر آصف محمود جاہ کا شمار وطن عزیز کی ان بڑی اور بااعتماد شخصیت میں ہوتا ہے جو بنیادی طور پر تو بیوروکریٹ ہیں لیکن عام طور پر بے لوث سماجی شخصیات کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔ڈاکٹر آصف محمود جاہ کے فلاحی کاموں کو دیکھ کر رشک بھی آتا ہے اور یہ خواہش بھی پیدا ہوتی ہے کہ کاش پاکستان کے ہر بیوروکریٹ اور ہر بااثر پاکستانی کا جذبہ ڈاکٹر آصف محمود جاہ جیسا ہو جائے تو پھر یقیناً وطن عزیز چند سالوں میں دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہوسکتا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے تھوڑے ہی عرصے میں بہت زیادہ سماجی ،فلاحی کام کر ڈالے ہیں۔سیلاب زدگان، زلزلہ زدگان کے حوالے سے ان کی خدمات بے مثال ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ اپنی ابتدائی زندگی میں ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ کو حلف دیا تھا کہ اے باریٔ تعالیٰ اگر تو مجھے اچھی ملازمت دے دے تو میں میڈیکل کے شعبہ سے ایک پیسہ بھی اپنی ذات پر استعمال نہیں کروں گا۔پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت جلد ایک اعلیٰ عہدے پر فائز کر دیا اور انہوں نے اپنی تمام تر خدمات دُکھی انسانیت کے لئے وقف کر دیں۔وہ اب تک کئی کروڑ روپے دکھی انسانیت کی خدمت پر خرچ کر چکے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اندرون اور بیرون ممالک سے لوگ آنکھیں بند کر کے اپنے عطیات ان کے سپرد کر دیتے ہیں۔اور ڈاکٹر صاحب بھی ان عطیات کو مستحق لوگوں کی مشکلات آسان کرنے پر ہی صرف کرتے ہیں۔اب صورتحال یہ ہے کہ جس طرح پاکستان میں عبدالستار ایدھی پر لوگ اعتماد کرتے ہیں اسی طرح ڈاکٹر آصف محمود جاہ پر بھی مخیّر حضرات بھرپور اعتماد کرتے ہیں۔فلاحی کاموں کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب کا ذاتی مشاہدہ بھی تخلیقی نوعیت کا ہے۔تبھی تو ڈاکٹر صاحب نے جن علاقوں یا ملکوں میں فلاحی کام کیے، اپنی ان تمام

خدمات کو اپنی کتابوں میں سمو دیا ہے۔ زلزلہ زدگان، سیلاب زدگان کی طرح انہوں نے حرمین شریفین کے زائرین کی بھی مقدور بھر طبی خدمات سرانجام دیں اور ساتھ ساتھ ایک سفرنامہ "اللہ، کعبہ اور بندہ" تصنیف کر کے 14 صدیوں کی تاریخ کو 400 سو صفحات میں قلم بند کر دیا۔

یہ سفرنامہ ایک روحانی ڈاکومنٹری ہے۔ اس تصنیف کو پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ "اللہ، کعبہ اور بندہ" حقیقت میں ہر مسلمان کے دل کی ترجمان کتاب ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اب تک ہزاروں کتب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر لکھی جا چکی ہیں یہ غالباً تاریخ کی واحد کتاب ہے جو خانہ کعبہ اور مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بابرکت چھاؤں تلے بیٹھ کر لکھی گئی ہے۔ گویا جب کتاب لکھی جا رہی تھی تو کتاب ہٰذا کے ہر لفظ میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی تجلیات شامل ہو رہی تھیں اس لئے یہ کتاب رحمتوں، سعادتوں کا مجموعہ ہے۔ وہ مسلمان جو اللہ تعالیٰ کا گھر نہیں دیکھ سکتے۔ ان کے لئے بھی یہ انمول تحفہ ہے۔ حکومت پاکستان سے گزارش ہے کہ یہ کتاب پاکستان کے تمام تعلیمی اداروں کی لائبریریز میں رکھوانے کا خصوصی انتظام کیا جائے۔ اور دنیا بھر میں جہاں جہاں پاکستان کے سفارتخانے موجود ہیں وہاں بھی کثیر تعداد میں یہ کتاب رکھوانے کا انتظام کیا جائے۔ اس مقدس مشن سے ڈاکٹر صاحب کو خراج تحسین بھی پیش ہو جائے گا اور حرمین شریفین کا پیغام بھی دنیا بھر میں پھیل جائے گا کیونکہ اسی پیغام کے لئے تو حضرت انسان کو تخلیق کیا گیا ہے جبکہ پاکستان کی تخلیق بھی لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر ہوئی اور دنیا بھر کے ایک ارب 25 کروڑ مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز خانہ کعبہ اور انسانیت کی معراج کا استعارہ گنبد خضریٰ ہے۔ سجدوں کی اس سرزمین کا سفرنامہ "اللہ، کعبہ اور بندہ" واقعی بے مثال ہے۔

صہیب مرغوب

روزنامہ جنگ لاہور

16 جنوری 2013ء

با ایں پیری رہِ یثرب گرفتم

دیارِ حبیب اور خانہ خدا کی حاضری ایک ایسی آرزو ہے جس کے لیے ہر مسلمان کا دل دھڑکتا ہے۔ ایک تاریخ ہے جس میں اُس دیار کی جدائی میں رچی نعتیں اور اشیاء ہیں اور وہاں کی حاضری اگر نصیب ہو جائے تو اُن لذت اور کیف و سرور سے بھرے دنوں کی یاد میں تحریر کیے گئے سفرنامے، اشعار اور مضامین نظر آتے ہیں۔ سرکارِ دو عالمؐ کے دربار میں حاضری کی تمنا میں جو پراثر رباعیاں علامہ اقبال نے تحریر کی ہیں۔ وہ اس درد میں تڑپتے دل اور منتظر آنکھ کو اشکبار کر دیتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد آصف محمود جاہ کا یہ حجاز مقدس کا سفرنامہ پڑھتے ہوئے مجھے اقبال کی رباعیاں بہت یاد آئیں۔ ہر صفحے سے گزرتے ہوئے مجھے اقبال کی عشقِ رسول میں رچی شاعری یاد آتی رہی۔ روانگی کا منظر تو بالکل ایسا ہے۔

با ایں پیری رہِ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چوں آں مرغ کہ در صحرا سرِ شام
کشاید پر بہ فکرِ آشیانہ

اقبال فرماتے ہیں کہ میں اس بڑھاپے میں مدینے کے راستے کا مسافر بننے جا رہا ہوں۔ میں اس خوشی میں سرشار عاشقی کے نغمے گنگنا رہا ہوں۔ میری حالت اس پرندے جیسی ہے جو پورا دن صحرا میں گزارتا اور شام ہوتے ہی اپنے گھونسلے کی طرف لوٹنے کے لیے پر پھیلا لیتا ہے۔ خوش بخت ہوتے ہیں وہ لوگ کہ جنہیں یہ

سعادت حاصل ہوتی ہے اور صدیوں ان لوگوں کی خوش نصیبی پر لوگ رشک کرتے چلے آتے ہیں۔ دیارِ حبیب اور خانہ خدا وہ مقام ہیں کہ ان سے دور بسنے والے کبھی ہواؤں کے دوش پر اور کبھی اس دیار کے مسافر کے ہاتھ اپنی عرض داشتیں بھیجتے رہتے ہیں۔ امام زین العابدین کی نعت تو آغاز ہی اس شعر سے ہوتا ہے۔

اِن نِلت یَا ریحَ الصبا یوماَ الی ارض الحرم

بلّغ سلامی روضَۃً فیھا النبیُّ المحترم

"اے صبح کی ہوا اگر تو ارض حرم پہنچے تو روضہ، رسول پر نبی محترم کے حضور میرا اسلام عرض کر دینا۔" جامی نے بھی اس روایت میں کہا:

نسیما جانب بطحا گزر کن

ز احوالم محمدؐ را خبر کن

"اے بادِ نسیم اگر تیرا گزر دیارِ حبیب سے ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے حال (بے چینی) کی خبر کر دینا"

آصف محمود جاہ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنہیں دیارِ حبیب سے بلاوا آیا اور وہ اس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یوں یہ روحانی کیفیت ایسی ہوتی ہے جسے الفاظ کے جامے میں ڈھالنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے کہ لفظ اس کیفیت کا نہ تو بوجھ اٹھا پاتے ہیں اور نہ ہی کوئی حرف اس کی صحیح روح کو بیان کر سکتا ہے۔ لیکن اگر محمد آصف جاہ جیسی نظر اور ان کی طرح کا گداز دل رکھتا ہو تو پھر اللہ، کعبہ اور بندہ جیسا سفر نامہ حجاز جنم لیتا ہے۔ اس کے ہر صفحے پر ایک حیرت کا جہان ہے، بندگی کی ایک معراج ہے اور عشق کی سلگتی ہوئی چنگاریاں ہیں۔ یہ سفر نامہ ایک محرومِ دید کی آتشِ شوق میں اضافہ کرتا ہے اور وہاں جا کر لوٹ آنے والے کو پھر اس دیار کی ہڑک لگا دیتا ہے۔

اوریا مقبول جان

میری نظر سے

ڈاکٹر آصف محمود جاہ فلاحی مزاج کے ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ MBBS اور CSS کر کے کسٹمز میں آفیسر ہیں۔ وقار اور انکسار کے پیکر ڈاکٹر آصف محمود جاہ کی افسری سے میں واقف نہیں۔ مگر ان کی ڈگری کی ہنر مندی اور دردمندی کا ضرور معترف اور مداح ہوں۔ ماضی قریب میں وطن عزیز پاکستان میں انہوں نے زلزلہ اور سیلاب زدگان کے لئے کئی کیمپ بھی لگائے۔ ان کیمپوں میں متاثرین کا خود چیک اپ کر کے وہ اس طرح علاج کرتے رہے کہ خدمت اور علاج میں فرق مٹا دیا۔ پھر ان تجربوں اور رفاقتوں کے حوالہ سے کتابیں بھی لکھیں اور اس پر مستزاد یہ کہ کبھی نہیں کہا کہ میں ادیب ہوں جبکہ ان کے اسلوب تحریر کی محبوب کیفیتوں کی سادگی اور بے ساختگی نے مجھے سرشار کر دیا ہے۔ سال 2012ء میں موصوف کو حج بیت اللہ اور مسجد نبویؐ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اس مقدس سفر میں کائنات کے معزز ترین مقامات کی زیارات کے موقع پر انہوں نے ایک کتاب ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' تصنیف کی۔ اور نہ صرف یہ کتاب تصنیف کی بلکہ دل زدگان کے لئے مسجد نبویؐ اور خانہ کعبہ میں بھی زائرین کے لئے فری میڈیکل کیمپ لگائے اور وہ بھی اس طرح کہ عبادت اور علاج میں فرق مٹا دیا۔ یقیناً کوئی زلزلہ ڈاکٹر آصف محمود جاہ کے وجود میں بھی آیا ہوگا۔ تبھی تو یہ وجد کے ولولے ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' میں نظر آتے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ موصوف زیارات حرمین کے موقع پر زمینی اور دنیاوی حدود سے آگے نکل گئے تھے اور عقیدت اور مودت کا کوئی سحر اُن کے لہو میں گھل گیا تھا۔ تبھی تو قلب ونظر کے راستوں سے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک بحر بے کراں گزر گیا ہے۔ دل دریا واقعی سمندروں سے گہرا ہوتا ہے۔ اور اس گہرائی

کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

یہ بات بھی بڑی اہم ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے مسجد نبویؐ اور خانہ کعبہ میں بیٹھ کر یہ کتاب لکھی اور اُن کی شخصیت میں موجود جلال و جمال کے لاتعداد رنگ و روپ زیر نظر کتاب ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' میں منعکس ہو گئے۔ ماشاءاللہ۔

ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی
کالم نگار روزنامہ نوائے وقت
16 جنوری 2013

تخلیقی، منفرد اور پُر عجز کاوش

”طواف وداع کیا ہے۔شب ہجر ہے،شب فراق ہے،رلانے والا، اداس کردینے والا طواف کعبہ ہے۔ یہ 7 پھیرے آج رلا رہے ہیں۔اداس کررہے ہیں،آنسو تھم نہیں رہے۔ چیخ چیخ کر بتانا چاہتا ہوں۔اعلان کرنا چاہتا ہوں۔میں طواف وداع نہیں کررہا۔میں کیوں طوافِ وداع کروں، میرا کوئی ارادہ نہیں طواف وداع کرنے کا،طواف وداع تو وہ کرتے ہیں جو اللہ کے گھر سے جدا ہونا چاہتے ہوں۔واپسی کا اذن مانگنا چاہتے ہوں، میں تو اللہ کے گھر کا دیوانہ بن چکا ہوں۔اس کے عشق میں فنا ہو چکا ہوں۔اس بنگلہ دیشی بابے کی طرح جو سب کچھ بھول کر، ساری باتیں چھوڑ کر، دنیا و مافیہا کو تیاگ کر کعبہ کی طرف دوڑے جا رہا تھا......سب اس کا راستہ چھوڑ رہے تھے۔اس کے انگ انگ سے عشق و مستی کی خوشبو آرہی تھی۔میں تو اک ذرہ ہوں جو بیت اللہ کے ذروں میں جذب ہو چکا ہے۔میرے ہونٹ، میرے لب، میرا جسم، رخسار، خانہ کعبہ کی دیواروں میں پیوست ہو چکے ہیں۔سنو! سنو! یہ میرا طوافِ وداع نہیں ہے۔میں تو پھر آؤں گا، بار بار آتا رہوں گا۔دیوانوں کی طرح، بنگلہ دیشی بابے کی طرح سب کچھ بھول کر، دنیا کو تیاگ کر اس گھر کی طرف بڑھتا رہوں گا، چلتا رہوں گا۔میرے راستے میں کوئی نہ آئے اور نہ مجھے کوئی روکے۔اسماء نے پھر کہا، وقت گزر رہا ہے، چلو طواف وداع کرتے ہیں۔“

ہر حاجی کا طوافِ وداع اگر انہی جذبات اور ایسی ہی کیفیات سے ہو تو کیا عالم اسلام میں انقلاب نہ آجائے گا......یقیناً آجائے گا......اور پھر ہی آج کے عالم اسلام میں صالح قیادت پیدا ہوگی۔تبھی عالم اسلام کو کرۂ ارض پر اس کے شایانِ شان مقام ملے گا۔مجھے فخر ہے کہ سال 2012ء کے حج بیت اللہ کے عالمگیر تہوار میں ایک

ایسا زائر بھی حرمین شریفین کی مقدس گلیوں میں پھرتا رہا ہے جو عالمی سطح پر عالم اسلام کی معاشی و معاشرتی حالت کے تناظر میں نہ صرف اپنے خیالات کو صفحۂ قرطاس پر ساتھ ساتھ ہی منتقل کرتا رہا ہے بلکہ اپنے آپ کو عالمی حالات کے تناظر میں ایک باشعور انسان بھی ثابت کرتا رہا ہے۔ اس باشعور اور سچے مسلمان کا نام ڈاکٹر آصف محمود جاہ ہے اور اس عالمگیر تہوار یعنی حج بیت اللہ کے موقع پر اس کے ہاتھوں لکھے گئے روشن صفحات کا نام ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' ہے جن کو ترتیب دینے کے بعد شائع کر دیا گیا ہے۔ اور جو آپ کے ہاتھ میں موجود ہے۔ اس کتاب کی انفرادیت کا ثبوت یہ ہے کہ اس میں مصنف نے ایک زائر کعبہ اور زائر مسجد نبویؐ ہونے کے ناطے اپنے سچے والہانہ جذبات کا اظہار بھی کیا ہے۔

اور ایک اعلیٰ دماغ ہونے کے ناطے انہوں نے تمام تحقیقی و تخلیقی پہلوؤں سے بھی صرف نظر نہیں کیا۔ اور اس طرح ایک تخلیقی، منفرد اور پُر عجز نگارش ترتیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ برادرم عزیز ڈاکٹر آصف محمود جاہ کو زائرین کعبہ و مسجد نبویؐ کے جذبات کو اپنی زیر نظر کتاب ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' کے ذریعہ جلا بخشنے کا بھرپور صلہ عطا فرمائے۔

ملک مقبول احمد

مقبول اکیڈمی لاہور

01.01.2013

تقریظ

جناب ڈاکٹر آصف جاہ صاحب کی تحریر' اللہ بندہ کعبہ' نظروں کے سامنے ہے۔ یہ ۸۸-۱۹۸۷ء کی بات ہے کہ بندہ پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ پنجاب کی طرف سے ایم۔ فل کے لئے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں ہوتا تھا۔ کیا پتہ تھا کہ میڈیکل کالج کا طالب علم آصف جاہ کل اس حال کو پہنچنے والا ہے کہ اُس کی کتاب پر بندہ کو تقریظ لکھنا ہوگا۔

تحریر اُن کے حج کے سفر کے بارے میں ہے۔ حج کے موضوع پر تین طرح کی کتابیں عموماً لکھی جاتی ہیں۔ فضائل حج، مسائلِ حج اور احوالِ حج۔ فضائل پر تو حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآرا کتاب موجود ہے۔ جبکہ مسائلِ حج کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عاشق الٰہی بلند صاحب کی کتابیں بہت ہی معتبر ہیں۔ زبدۃ المناسک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مسائل کے بارے میں حرفِ آخر ہے۔ ظاہر ہے فضائل اور مسائل پر اہلِ علم ہی لکھ سکتے ہیں۔

رہ گئے احوالِ حج تو اس موضوع پر ہم لوگ بھی قلم اُٹھا سکتے ہیں۔ بندہ سے ایک مرتبہ ایک ڈاکٹر صاحب ملے اور بتایا کہ ہائی کورٹ کے دو جج حج کر کے آئے ہیں اور انہوں نے حج کے سفر کے لئے بہت نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کے الفاظ کو سن کر بندہ نے محسوس کیا کہ ان الفاظ سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ بندہ کا ذہن ان کلمات نے جھنجھوڑا۔ غور کرنے بیٹھ گیا۔ ایک دم یہ بات سامنے آئی کہ مناسک حج یعنی حج کے کاموں کے پیچھے کیا سوچ، کیا جذبہ اور ولولہ کارفرما ہونا چاہئے، ان حضرات کو اس کی سمجھ نہیں تھی۔ اس لئے یہ اتنے عظیم سفر سے نہ لطف اندوز ہو

سکے اور نہ ہی اپنے لئے دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور برکتوں کے دروازے کھلوا سکے۔ بلکہ عدالتِ عالیہ میں پیش ہوئے لیکن ہتکِ عدالت کا کیس اپنے ذمے لئے واپس ہوئے۔

اس سلسلہ میں بندہ نے ایک کتابچہ 'حج کی آسان اور مفید ترتیب' کے نام سے لکھ دیا۔ بندہ نے جن چیزوں کے محسوس کرنے کی نشاندہی کی تھی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اُن احساسات اور جذبات کو ہی قلم بند کیا ہے۔ عام، جدید انگریزی پڑھے لکھے لوگ کتاب کو پڑھیں تو بہت لطف اُٹھائیں گے۔ اپنی روداد کی شکل میں جناب آصف جاہ صاحب نے سب ضروری باتوں کو سمیٹا ہے۔ حج کرنے کا صحیح جذبہ اس کتاب کے ذریعے نصیب ہوگا اور وہاں اپنے وقت کو قیمتی سے قیمتی ترتیب پر استعمال کرنے کا لائحہ عمل سامنے آئے گا۔

بندہ کی دعا ہے کہ اللہ اُن کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں بار بار حاضری کی سعادت نصیب فرمائے۔ ایسے حضرات کا اُس ماحول میں ہونا باقیوں کے رحمت بنتا ہے کیونکہ یہ اپنے میڈیکل نالج سے پورا فائدہ اُٹھاتے ہوئے علاج معالجے کے سلسلے میں سب کی بھرپور مدد کرتے ہیں۔

ڈاکٹر فدا محمد
ریٹائرڈ پروفیسر و چیئرمین شعبہ اناٹومی،
خیبر میڈیکل کالج، پشاور،
پروفیسر و چیئرمین شعبہ اناٹومی،
کبیر میڈیکل کالج پشاور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج کا سفر اسلام کا خوبصورت ترین فریضہ ہے۔ یہ دراصل سفرِ عشق ہے۔ اس سفر کا حقیقی مزا وہی لے سکتا ہے۔ جس میں رگِ عشق ہو اور ڈاکٹر آصف جاہ کی تحریر میں وہ رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قارئین کے لیے مفید اور مشعل راہ بنائے۔

مولانا طارق جمیل

رائیونڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فریضۂ حج ایک ایسا فریضہ ہے۔ جس میں اسلام کی بنیادی تعلیمات کا ہر جزو شامل ہوتا ہے۔ جس کو یہ موقع مل جائے اور فریضہ حج ادا کرے وہ خوش نصیب ہے۔ بہت سے حضرات نے اپنے سفرِ حج کے تاثرات لکھے ہیں۔ ہر شخص ذاتی قلبی تاثرات کے تحت اپنے سفرِ حج کو بیان کرتا ہے۔ ڈاکٹر آصف جاہ کی تحریر بھی ان کے تاثرات کا آئینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو دوسروں کے لیے بھی نفع بخش بنائے۔

سید سلمان ندوی
پی ایچ ڈی (شکاگو)
پروفیسر آف اسلامک سٹڈیز
یونیورسٹی آف ڈربن، ساؤتھ افریقہ
5 جنوری 2013ء

از محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

24 صفر المظفر 1434ھ

نحمدہٗ نصلی علیٰ رسولہ الکریم

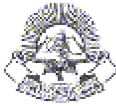
برادر عزیز ڈاکٹر محمد آصف محمود جاہ صاحب (حفظہٗ اللہ) سے ابھی لاہور ایئر پورٹ پر ملاقات ہوئی جبکہ میں کراچی واپسی کے لیے پابہ رکاب ہوں۔ یہ پہلی ملاقات ہے، اسی وقت مجھے انہوں نے اپنے دل کی آواز پر لکھی گئی کتاب "اللہ، کعبہ اور بندہ" عنایت فرمائی، حرمین شریفین اور زندگی کے پہلے حج کی روئداد، جذباتِ عقیدت و محبت کی زبانی، جہاز کی روانگی کے انتظار میں کہیں کہیں دل کھول کر دیکھا تو محبت کی زبان سے لطف اتنا آیا کہ دل کو مشکل ہی سے چھوڑنے پر آمادہ کر سکا۔ یہی حال ہر اُس ورق پر پیش آیا جو خود بخود ہی کھل کر سامنے آ گیا۔ یہ سطریں اسی حال میں لکھ رہا ہوں۔

جذباتِ محبت کی زبان اصطلاحی زبان کی پابند نہیں ہوتی۔ مگر جذبات کی ترجمانی جس خُو سے کرتی ہے۔ یہ کتاب اس کی ایک مثال ہے۔ قابلِ دید ہے، پڑھیے اور لطف اندوز ہوتے جائیے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ واللہ المستعان

مفتی محمد رفیع عثمانی

کراچی



الجامعۃ الاشرفیۃ

ASHRAFIA ISLAMIC UNIVERSITY
معہد ام القریٰ
UMMUL QURA INSTITUTE

Jamia Ashrafia, Ferozepur Road, Lahore-54600 — الجامعۃ الاشرفیۃ شارع فیروزپور لاہور۔ ۵۴۶۰۰ پاکستان
Tel: 042-37552712, 36114761 Fax: 042-37552583 E.Mail: ummulqura@brain.net.pk, muftiorlino@jamiaashrafia.org Web Page: http://www.jamiaashrafia.org

تاریخ: ________ بسم اللہ الرحمن الرحیم حوالہ: ________

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ۔۔۔۔ اما بعد!

زیر نظر کتاب "اللہ، کعبہ اور بندہ" جناب ڈاکٹر آصف محمود جاہ صاحب کی تالیف ہے۔ موصوف کی اب تک اور بھی تصانیف منظر عام پر آ چکی ہیں۔
موصوف کو اللہ تعالیٰ نے جہاں خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار کیا ہے وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فن تصنیف وتالیف میں بھی خوب مہارت دی ہے۔

سفر حرمین کی سعادت نصیب والے افراد ہی کے حصے میں آتی ہے اور اس سفر کے مراحل کو قلم بند کرنا مافی الضمیر تاثرات کو زیب قرطاس کرنا خاص عطاء خداوندی ہے اور یہ عطاء خاص جن مقتدر شخصیات کے مقدر میں آئی ان میں حکیم ناصر خسرو، شبلی نعمانی، ابن جبیر اندلسی، ابن بطوطہ، خواجہ معصوم سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، آغا شورش کاشمیری، مولانا ابوالحسن علی ندوی اور دوسرے بزرگان شامل ہیں جنہوں نے اپنے دلی تاثرات کو مختلف پیرائے میں بیان کیا ہے جیسا کہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی رقم طراز ہیں:

"سنتے چلے آتے تھے اور کتابوں میں بھی بار بار پڑھا تھا، کہ کعبہ تجلی گاہ جلال ہے۔ یہاں تجلیات قہری کا ورود ہے۔ روایتوں کا اثر دل میں بیٹھا ہوا تھا، ہیبت و دہشت کا غلبہ تھا۔ ہمت بار بار جواب دے رہی تھی اور دل یہ کہہ رہا تھا کہ سامنا کیوں کر کیا جائے گا؟ "زمین" کی زبان سے یہ مصرع بار بار نکل رہا تھا کہ:

تو مرا خراب کردی بہ نگاہ سجدہ ریزی!

دل دھڑک رہا ہے، دو رکعت نفل ادا کرنا کہیں یہ ندا اس وقت اسی مسجد حرم کی سرزمین سے تو نہیں آ رہی ہے؟ شاعری کی دنیا میں بارہا آواز کانوں میں پڑ چکی تھی۔

چہ بلا بہ کعبہ رفتم بہ حریم راز محرم تو برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی!

ڈاکٹر آصف محمود جاہ صاحب نے بھی اکابر کی اتباع میں اپنے سفر حرمین کی روداد، عاشقانہ کیفیات، والہانہ محبت کے تناظر اور سیرت نبی ﷺ سے چند گوشوں اور مقامات مقدسہ پر حاضری کو تاریخی حقائق میں سمو کر نئے رنگ میں تحریر کیا ہے۔

"اللہ، کعبہ اور بندہ" کا راقم نے بعض مقامات سے تفصیلی اور بعض جگہ سے سرسری مطالعہ کیا اور کتاب میں بعض عبارت کی اصلاح کے سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ مشاورت ہوئی اور موصوف کی رہنمائی بھی کی۔ سفر حرمین کے حوالے سے مذکورہ کتاب عمدہ تحریر ہے اس کتاب کے مطالعہ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب عازمین حج اور عمرہ خصوصاً کیلئے انتہائی مفید اور نفع بخش ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنی شان کے مطابق جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محنت و کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں کے لیے نافع اور مفید فرمائے۔ آمین

تاریخ اجراء
[illegible]
حافظ فضل الرحیم اشرفی
نائب مہتمم و ناظم تعلیمات، جامعہ اشرفیہ لاہور
موبائل: 0333-4210985

ایک خرد مند دیوانے کا احوال حج و زیارات حرمین

راقم نے بہت زیادہ کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ لاتعداد مصنفین، اہل علم و دانش اور دیوانگانِ عشق و مستی کی نگارشات پڑھی ہیں۔ کئی مجذوب درویشوں کے کردار و اقوال کا مشاہدہ کیا ہے۔ بڑے بڑے بیوروکریٹس کے احوال جانتا ہے۔ بے تحاشہ پڑھے لکھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ لیکن ڈاکٹر آصف محمود جاہ جیسا خرد مند دیوانہ، عاشق اللہ تعالیٰ اور محبِ محبوب کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہیں دیکھا۔ یہ کوئی مبالغہ آرائی بھی نہیں اور اگر کوئی اس امر کے اظہار کے باوجود راقم کے مندرجہ بالا خیالات کو مبالغہ آرائی تصور کرے تو اس احساس ازالہ کے لئے، اپنے مندرجہ بالا خیالات کی حقانیت کا ثبوت دینے کے لئے میں قارئین کی خدمت میں زیرِ نظر کتاب ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' پیش کروں گا۔ جس پر اس کی اشاعت سے قبل ہی پر ستائش اور مبنی بر حقائق تبصرہ کرتے ہوئے محترم جناب حسن نثار صاحب نے زیرِ نظر کتاب کو ایک منفرد تخلیقی سفرنامہ قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے محترم حسن نثار صاحب کی بے نظیر نعت ''تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا'' روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، گنبدِ خضریٰ، ریاض الجنہ، چبوترۂ صفہ، غارِ ثور، غارِ حراء، کوہِ ثور، کوہِ احد، جنت البقیع الغرض مدینۃ النبیؐ اور ملحقہ علاقوں میں جہاں جہاں بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع کو اپنے دل میں بھڑکیلی لو دیتے ہوئے پایا ہر اس مقام پر اپنے دل میں، اپنے ذہن میں اپنے عقیدہ و محبت کے اظہار میں دہرائی اور بار بار دہرائی۔ اور ہر بار تکرار اور اقرار کے ساتھ اس نعت کے اشعار کو اپنے جذبوں کا اظہار قرار دیا۔

اس کتاب میں مصنف نے خود کو کوئی سفرنامہ نگار، کمنٹیٹر یا واقعات و مقامات کی منظر کشی کرنے والا ایک

قلمکار نہیں ثابت کیا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اس سے بھی کہیں آگے جا کر خود کو ایک عاشق کعبۃ اللہ، عاشقِ رسول ؐ، محبِ وطن پاکستانی، ملت اسلام کا درد اپنے دل میں رکھنے والا، انسانیت کی خدمت کے لئے ہر حالت میں مقدور بھر کوشش کر کے خوش ہونے والا ایک عاجز اور (بقول ان کے ایک گنہگار) بندہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے ہی عاشقوں کے لئے کسی صوفی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

علماں والے اُرے اُرے عاشق جان اُگیرے

یعنی "علم والے لوگ ادھر ہی کہیں نزدیک ہی رہ جاتے ہیں (راستے میں رہ جاتے ہیں) لیکن جذبۂ عشق کے حامل آگے (یعنی منزل پر) پہنچ جاتے ہیں"

محترم ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اپنے عشق کے اظہار کی انتہا کر دی ہے۔ اس پاک سرزمین کے مٹی کے ذروں میں سما جانے، حرمین شریفین کی ہواؤں کو اپنے اندر سمو لینے، یہاں تک کہ حرمین شریفین پر پڑنے والے بارش کے قطروں کو اپنی روح تک میں جذب کر لینے کی کوششیں دیوانہ وار اور ہزار بار کی ہیں۔ اور ایسی ہر پوتر کوشش کا تذکرہ انہوں نے زیر نظر کتاب میں بھی لاتعداد بار کیا ہے۔ مذہب اور خاص مذہبی تہوار و مقام کے احوال اور روایتی اور فرضی واقعات و مقامات کو روایتی انداز میں نہیں لکھا بلکہ انہیں بھی کسی حد تک تخلیقی اور بے ساختہ کرتے ہوئے یوں رقم کیا ہے۔

"دھوپ چڑھ چکی ہے۔ سورج اپنی پوری حدت کے ساتھ چمک رہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی ہے۔ دن کے اجالے کے ساتھ ہی زائرین کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو گیا ہے۔ غار کے سامنے زائرین کی لمبی لائن لگ چکی ہے۔ واپسی کا سفر شروع کرنے ہی والے تھے کہ شفیق الرحمٰن بولے کہ اسی طرز کی ایک اور غار بھی ہے۔ جس کے متعلق شبہ ہے کہ شاید یہی اصلی غار ہے۔ اس پر بھی کسی پاکستانی، انڈین یا بنگلہ دیشی نے "غار ثور" لکھا ہوا تھا۔ حرا کی طرح غار ثور بھی کوئی صحیح معنوں میں "غار" نہیں ہے۔ بڑے بڑے پتھروں کے درمیان ایک اوٹ سی بنی ہے۔ جس کے اوپر ایک بڑے پتھر کی چھت ہے۔ دوسری غار میں جانے کے لئے جسم کو اکٹھا کر کے، سمٹا کر اور رینگ کر اندر جانا پڑتا ہے۔ ادھر لوگ کم تھے۔ جلد ہی اندر جانے کا موقع مل گیا۔ یہاں اندر جا کر نہ کسی قسم کی کوئی کیفیت طاری ہوئی نہ کوئی خاص احساس ہوا۔ غار ثور میں جا کر نورانیت کا احساس ہوا تھا۔ روحانی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ رگ و پے میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ رقت طاری ہو گئی تھی۔ پتھروں پر نظریں ٹک سی گئی تھیں۔ ایسے لگا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبرؓ ابھی ابھی ادھر سے سوئے مدینہ روانہ ہوئے ہیں۔ ایک اک پتھر کو دیکھ کر ایسے لگ رہا تھا کہ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیقؓ بیٹھے تھے، لیٹے تھے، ستائے تھے، دل چاہ رہا تھا، بیٹھا رہوں، اور ان پتھروں کو تکتا رہوں۔ وقت کی رفتار تھم جائے، اک لمحہ کے لئے یوں محسوس

ہوا کہ بس میں ہوں اور یہ غار ہے۔ نہ کوئی گائیڈ۔ نہ پیچھے زائرین کی لمبی قطار۔ مگر اگلے ہی لمحے آزاد کشمیر کے گائیڈ نے آواز دی "حاجی جلد کریں"۔ پیچھے بہت لوگ ہیں۔ میں نے اس جگہ کے چپے چپے کو آنکھوں میں بسا لیا۔ ذہن میں سجا لیا ہے۔ دل کے آئینے میں فٹ کر لیا ہے۔ مجھے دنیاوی تصویروں سے کیا غرض۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔۔۔

لفظ جب تک وضو نہیں کرتے
ہم تیری گفتگو نہیں کرتے

مصنف کتاب ہذا ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے بھی کتاب کے پہلے صفحہ کے پہلے حرف سے لے کر تمت بالخیر تک اپنے جذبات کی شدت و نزاکت کو، اپنے عشق خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک و طاہر سوز کو دہکائے ہی رکھا ہے۔ اور ساتھ ساتھ بار بار ایسی دیوانگی کے اظہار کے باوجود اپنے تخلیقی جذبات عقیدت کو بھی مُرجھانے نہیں دیا مثال کے طور پر وہ لکھتے ہیں:

"غار ثور کے اندر جا کر دل کی جو کیفیت ہوئی، بدن میں جو سنسنی دوڑی اس کو الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ جوتے اتار لیے۔ آہستہ آہستہ بیٹھ کر، جسم کو سمیٹ کر، عقیدت سے، احترام سے، درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے، آہستہ آہستہ ہولے ہولے اندر داخل ہوئے۔ یا اللہ وقت ٹھہر جائے۔ اندر ٹھہرنے کا زائد وقت مل جائے تاکہ میں اس غار کے گوشے گوشے کو آنکھوں میں بسا لوں۔ دماغ کے خانوں میں فٹ کر لوں۔ پیچھے سے آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ ہمیں بھی اندر آنا ہے۔ ہمارا بھی دل بے قرار ہے۔ جلدی کریں۔ جلدی کریں۔ بہت لوگوں نے دیدار کرنا ہے۔ غار ثور کے اک ایک پتھر سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ یہ کتنے بانصیب پتھر ہیں۔ کتنے عظیم ہیں۔ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تھے۔ لیٹے تھے۔ آرام فرمایا تھا۔ صدیقؓ بھی تھے۔ ہر لمحے، ہر گھڑی کے ساتھ صدیقؓ کا انتخاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے کیا تھا کہ ان جیسا مدبر، سوچنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح جانشین کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ غار ثور میں آ کر اپنا آپ بھول گیا۔ میں تو غار ثور کے پتھروں کا حصہ بن گیا ہوں میں تو اب ادھر ہی ہوں۔ پیچھے سے آوازیں آ رہی ہیں۔ کچھ آرام سے کہہ رہے ہیں۔ باہر آ جاؤ۔ کچھ غصے سے بھی کہہ رہے ہیں۔ یہ لوگ مجھے باہر نکالنا چاہتے تھے۔ میں تو غارِ ثور کا حصہ ہوں۔ میں تو غارِ ثور کا پتھر ہوں۔ مجھے کیسے کوئی غار ثور سے جدا کر سکتا ہے۔ آوازیں تیز ہو گئیں۔ غصے میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اندر

بیٹھا ایک شخص بھی کہنے لگا حاجی، آپ چلے جائیں۔ کیسے جاؤں، میں تو غار ثور میں ہوں...... بہر حال باہر نکلنا پڑا۔ پتھروں پر نظر ڈالی۔ عقیدت، سے احترام سے، رینگتے، سرکتے، پتھروں کا لمس لیتے باہر نکلنے کی سعی کی۔ نکلنے کے لئے بھی جسم کو سمیٹ کر...... بیٹھ کر باہر آنا پڑتا ہے۔"

پھر مصنف نے اپنے جسم و روح پر طاری مذکورہ بالا دیوانگی اور مجذوبیت کے باوجود اپنے آپ کو ایک باریک بین سیاح بھی ثابت کیا ہے۔ دنیا کے حالات، عالم اسلام کی زبوں حالی اور سعودی عرب کی عالم اسلام میں معاشی اور اخلاقی حیثیت کو بھی نہ صرف ڈسکس کیا ہے بلکہ غریب اسلامی ممالک کی غربت و جہالت کے خاتمہ کے لئے سعودی عرب کے تجارتی و معاشی کردار کو بھی مجوزہ شکل میں بیان کیا ہے۔ "اللہ آقا، کعبہ اور بندہ" ایک ایسا روحانی، علمی، تخلیقی سفرنامہ ہے جو غالباً واحد کتاب ہے جو خانہ کعبہ اور مسجد نبویؐ کے سایہ تلے لکھی گئی۔ یہ کتاب سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کی تفسیر بھی ہے۔ ڈاکٹر آصف محمود جاہ ایک دیانتدار بیوروکریٹ، مخلص سماجی رہنما، بے لاگ مصنف و تجزیہ نگار، دانش ور اور اللہ والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی تمام کتب عام و خاص میں مقبولیت کا مقام حاصل کر چکی ہیں۔ دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے ہر لحہ مصروف عمل ہیں۔ سیلاب زدگان کی بحالی کے لئے بلوچستان، پنجاب، آزاد کشمیر، سندھ میں ہزاروں لوگوں کو گھر اور دیگر سہولیات پہنچا کر تاریخ میں امر ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب پر ان کے احباب اور مخیر خواتین و حضرات آنکھیں بند کر کے اعتماد کرتے ہیں۔ اور اپنے عطیات ان کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کتاب کی آمدن بھی دکھی انسانیت کے لئے بھی وقف ہے۔ ڈاکٹر آصف محمود جاہ کی پُر انوار شخصیت اہل وطن کے لئے مشعل راہ ہے۔ اور ان کی شخصیت زندہ معاشروں کی ترجمانی کرتی ہے۔

القصہ "اللہ، کعبہ اور بندہ" محترم ڈاکٹر آصف محمود جاہ جیسے خردمند، سماجی کارکن کی منفرد تخلیق ہے۔ اور اس تخلیق میں ان کے ہاتھوں سرانجام پانے والے انسانیت کی خدمت کے سچے واقعات کے ذکر نے میری نظر میں نہ صرف زیرِ نظر کتاب کو بلکہ محترم ڈاکٹر آصف محمود جاہ کو اور زیادہ محترم کر دیا ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

علامہ عبدالستار عاصم

01.02.2013

حج کے ایک ساتھی کے تاثرات

ہم سب گداگر اُس رب کائنات کے

اس دو جہانوں کے مالک کا کن الفاظ سے شکر ادا کروں جس کے شایانِ شان الفاظ میرے پاس نہ ہیں جس نے بیش بہا عنایتوں سے نوازتے ہوئے مجھ جیسے فقیر کو موقع فراہم کرتے ہوئے آپ کے ساتھ فریضہ حج کی سعادت نصیب فرمائی۔ اللہ کے لیے دوستی اور اسی کے لیے دشمنی کو مدنظر رکھتے ہوئے جو لمحات ہم سب نے اللہ کے مہمان کی حیثیت سے اکٹھے گزارے ہم سب کے لیے بہت بڑا انمول اثاثہ ہیں۔ واپسی سفر پر میری طرف سے خلاف معمول خاموشی چند دوستوں نے محسوس بھی کی۔ میرا خیال تھا دورانِ حج میری طرف سے کسی کی دل آزاری ہوگئی ہو تو رضائے الٰہی کے لیے معافی تلافی کرلوں گا۔ کچھ اکٹھے مل کر دعا کرلیں گے۔ یقین جانیے ہمارے شب و روز جس انداز میں گزرے مکہ اور مدینہ شریف سے جدائی کا غم اتنا شدید اور مکمل طور پر اعصاب پر حاوی تھا کہ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ امید ہے آپ بھی ایسی ہی کیفیت سے دوچار ہوں گے۔

سفر کے آغاز سے لے کر واپسی لاہور ایئرپورٹ تک جو لمحات ہم نے اکٹھے گزارے ان میں سے کوئی ایک لمحہ بھی میری طرف سے آپ کے لیے خوشی کا باعث بنا ہو اس کے طفیل میرے اور میری بیگم کے لیے خصوصی دعا کردیں شاید یہی تعلق یہی دعا ہمارے لیے بخشش کا باعث بن جائے۔ میری اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ ہمیں ایسے مواقع بار بار دیکھنے نصیب ہوں۔ آمین۔ ثم آمین۔

جن کی وساطت سے یہ سب کچھ نصیب ہوا انعام الرحمٰن، ضیاء الرحمٰن، طارق فاروق شاہ۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین اور دنیا میں ترقی دے۔ یہاں ہمارے کشتی کے سوار ڈاکٹر آصف محمود جاہ جنہوں نے بلا تفریق رنگ و نسل ملک و قوم مریضوں کا علاج کیا، ذکر نہ کیا جائے تو زیادتی ہوگی۔ آخر میں میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔

احقر

محمد افضل کاشف، ساہیوال

دیباچہ

صبح چار بجے کا وقت ہے۔ محرم (1433ھ) کی دو تاریخ ہے۔ حرم پاک میں بیٹھا ہوں اور اللہ کا گھر سامنے ہے۔ آنکھیں اللہ کے گھر پر مرکوز ہیں اور قلم (زیرِ نظر) کتاب کا دیباچہ لکھنے میں مصروف ہے۔ ابھی ابھی طواف وداع کیا ہے۔ کیونکہ اللہ کے گھر میں مقررہ وقت گزر چکا۔ اب یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ اللہ کے حرم کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں جانا ہے۔ اللہ، بندہ اور کعبہ معلوماتی، واقعاتی یا مروجہ سفرناموں کی طرح کوئی کتاب نہیں۔ بلکہ یہ ایک تاثراتی تحریر ہے جس میں مکہ مکرمہ میں دوران حج، مقدس مقامات کے سفر اور آخر میں مدینہ المنورہ میں مختلف مقامات کی زیارت کے دوران جو کیفیات دل پہ وارد ہوئیں ان سب کا تذکرہ ہے۔ حرم میں نمازوں کے دوران طواف کے دوران سعی کرتے ہوئے یا پھر مختلف مناسک حج کے دوران جو کچھ دل پہ بیتا وہ عین اسی وقت ضبطِ تحریر میں لایا گیا۔ حرم اور مناسک حج کے علاوہ مکہ المکرمہ میں مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے ان مقامات پر دل کی جو کیفیت ہوئی وہ بھی اسی وقت احاطہ تحریر میں لائی گئی اور کوشش یہی کی گئی ہے کہ ان تمام مقدس اوقات کے ایک ایک لمحے کے لمحاتی تاثرات اور دل پہ گزری کیفیات کو محفوظ کر کے اسی لمحے قلم بند کر لیا جائے۔ اس کتاب میں آپ کو عشق، مستی، جنوں، وارفتگی، شوق، جنوں، جذبے، دیوانگی کی تماثیل ملیں گی۔ یہ سب دل کی باتیں ہیں۔ اندر کی باتیں ہیں، میرے جذبات ہیں۔ میری سسکیاں ہیں، آہیں ہیں، کرلاٹیں ہیں، چیخیں ہیں، جذبات کا الاؤ ہے جو کبھی ٹھنڈا نہیں ہو سکتا۔ جو کچھ دل پہ بیتا، ان سب باتوں کو میں نے احاطہ تحریر میں لانے کی کوشش کی ہے۔ کئی جگہوں پر مجھے اپنی کم علمی، کم مائیگی کا احساس بھی ہوا اور مجھے الفاظ ہی نہ ملے۔ کہ جن سے اپنا حال دل بیان کر سکوں۔ میں سیدھی سادھی اُردو لکھنے والا ایک عاجز سا لکھاری ہوں۔ کوئی قادر الکلام نہیں۔

لیکن کوشش پوری کی ہے کہ جذبات کو بیان کرتے ہوئے کوئی غلطی نہ ہو جائے، کوئی خطا نہ ہو جائے۔ حرم میں آئے ہوئے ایک مہینہ سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا۔ اس دوران میں صبح سے شام تک جو بیتا دل کی جو کیفیت ہوئی، دل میں جو احساسات آئے۔ وہ لکھ ڈالے فیصلہ قارئین کریں گے کہ میں اس میں کتنا کامیاب ہوا ہوں؟

اللہ کے حرم کی کیا بات ہے، بیت اللہ کی کیا شان ہے؟ کسی نے اگر رحمتوں، برکتوں، نعمتوں کا ڈائریکٹ نزول دیکھنا ہو تو بیت اللہ آ کر دیکھے۔ ان سب کی ایک جھلک آپ کو زیر نظر کتاب "اللہ، کعبہ اور بندہ" میں ملے گی۔

اس کتاب کو لکھنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ کتاب کے مطالعے کے بعد آپ میں اللہ کے گھر کو، حرم کو، دیکھنے کا، حج کرنے کا شوق اور اس کی لگن پیدا ہو جیسا کہ آپ جانتے ہیں میرا بنیادی کام علاج اور خدمت ہے، اور یہ خدمت میں نے یہاں بھی سرانجام دی۔ حرم، بیت اللہ کی مسلسل حاضری کے ساتھ ساتھ اللہ نے دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے حاجیوں کے علاج اور خدمت کی توفیق بھی دی۔ حرمین شریفین آتے ہوئے حاجیوں کی خدمت کا ٹھان کر دوائیوں کی بڑی کھیپ لے کر آیا تھا جو پہلے دنوں میں ختم ہو گئی۔ پھر دو دفعہ اور دوائیاں منگوانا پڑیں۔ حاجیوں کی خدمت کر کے واقعی بڑا مزا آیا۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ، مدینہ کے سفر پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں بھی مدینہ کے ایک سفر کا احوال درج ہے۔ مدینہ میں پہنچ کر بھی کتاب کے مختلف ابواب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیع و عریض ہال کے مختلف کونوں اور صحن، ریاض الجنہ، اصحاب صفہ کے چبوترے یا گنبد خضریٰ کے سامنے بیٹھ کر لکھے گئے۔ اس کے علاوہ مقدس جگہوں، تاریخی مقامات مثلاً جبل احد، جبل سلع اور حضور کے دور کی وادیاں دیکھ کر جو جذبات اور احساسات ہوئے ان سب کو اسی وقت قلم بند کر دیا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور گنبدِ خضریٰ کو دیکھ کر آدمی بے خود ہو جاتا ہے۔ اپنا آپ بھول جاتا ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ حاضری ہوتی ہے تو پھر بندے کو سمجھ نہیں آتی کہ کیا ہو گیا ہے۔ اتنے اچھے نصیب ہو گئے ہیں کہ روضہ الرسول پہ حاضری نصیب ہو گئی ہے۔ اللہ نے اصحاب صفہ کے چبوترے پہ بیٹھنے اور ریاض الجنہ میں وقت گزارنے کی سعادت بھی بخشی۔ ان دونوں جگہوں پہ بیٹھ کر جو دل پہ بیتی، دل میں جو جذبات امڈے، جو احساسات، خیالات ذہن میں آئے۔ تصور کی آنکھ سے، تاریخ کی آنکھ سے مناظر کو دیکھا اور اسی وقت قلم بند کر دیا۔ (جیسا کہ میں اس وقت ریاض الجنہ میں بیٹھا ہوں۔) ریاض الجنہ میں جنت کا سا ماحول ہے۔ ٹھنڈک ہے، خنکی ہے، مہک ہے، خوشبو ہے، روشنی ہے، نور ہے، روحانیت ہے، رومانیت ہے، پیار ہے، چین ہے، سکون ہے، میرا قلم، اور میری کتاب کے صفحات متبرک ہو گئے ہیں۔ یہیں جنت میں بیٹھا یہ سطریں قلم بند کر رہا ہوں۔ یہ بابرکت کتاب ہے۔ یہ بابرکت الفاظ ہیں جو جنت میں بیٹھ کر لکھے گئے۔ میری آرزوئیں امیدیں کوشش آج سب تمام ہو گئیں، پوری ہو گئیں۔ سو

نہیں رہا، خواب نہیں دیکھ رہا۔ کھلی آنکھوں سے، دل و دماغ کی توجہ کے ساتھ میں نے جنت میں نوافل پڑھے ہیں۔ جنت میں بیٹھا لکھ رہا ہوں۔ لوگ حیران ہو رہے ہیں۔ پریشان ہو رہے ہیں۔ کوئی نفل پڑھ رہا ہے۔ کوئی رو رہا ہے۔ کوئی تلاوت کر رہا ہے۔ کسی کی آہیں ہیں۔ کسی کی سسکیاں ہیں، چیخیں ہیں، مگر یہ عام سا سادہ سا بندہ لکھنے میں مستغرق ہے۔ شُرطے سب کو اٹھا رہے ہیں۔ جلدی کا کہہ رہے ہیں۔ میری طرف دیکھتے ہیں۔ دیکھ کر پلٹ جاتے ہیں، اس مجنوں کو اس سادے سے بندے کو نہ اٹھا رہے ہیں۔ نہ کچھ کہہ رہے ہیں۔ اللہ ان کو خوش رکھے، میں لکھتا جا رہا ہوں اور لکھتا جا رہا ہوں۔

ڈاکٹر آصف محمود جاہ۔ ریاض الجنہ

5 محرم الحرام

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدینہ منورہ۔ سعودی عرب

اظہار تشکر

اللہ کریم کا احسان ہے کہ جس نے فریضہ حج ادا کرنے کی توفیق عطا کی۔ حج ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ نے زیر کتاب ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' لکھنے کی سعادت بخشی۔ ان دونوں سعادتوں کے لیے میں مولا کریم کا جتنا شکر ادا کروں، کم ہے۔ اس کتاب کے لکھنے کے دوران میرے حج کے ساتھیوں خصوصاً طارق شاہ، محمد زاہد، شفیق الرحمان، بلال، افضل کاشف، ظفر اقبال، صابر بیگ وغیرہ نے ہمیشہ خیال رکھا اور ہر موقع پر ہمت بندھاتے رہے۔ سب سے بڑھ کر زندگی اور حج کی رفیق سفر نے حج کے مبارک سفر کے دوران ہر گھڑی، ہر آن، ہر ساعت میرا ساتھ دیا اور جہاں جہاں جس جس مقدس جگہ پر بیٹھ کر میں گھنٹوں لکھتا رہا وہ میرے ساتھ خاموش بیٹھی رہی اور مجھے بھرپور توجہ، سکون اور یکسوئی کے ساتھ لکھنے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے علاوہ حرمین شریفین کے محافظوں، نگرانوں اور شرطوں اور مقدس شہروں کے باسیوں کا شکریہ جنہوں نے بیت اللہ کے سامنے، حرم میں، مسجد نبویؐ، ریاض الجنہ، اصحاب صفہ کے چبوترے، جبل احد، جبل ثور، جبل حرا، روضہ رسولؐ اور دوسرے مقدس مقامات کے سامنے میرے پاس بیٹھ کر میرے لکھنے پہ کبھی بھی اعتراض نہ کیا بلکہ ہر جگہ مجھے یکسوئی، سکون اور آرام کے ساتھ لکھنے کا موقع فراہم کیا۔ جب میں لکھنے سے فارغ ہوتا تو استفسار ضرور کرتے کہ یا حاج! آپ کیا لکھ رہے ہو۔ ''حج کا سفرنامہ'' بتاتا تو خوش ہوتے۔ حج سے واپسی کے فوراً بعد مسودہ کی ٹائپنگ اور کمپوزنگ کے لیے طاہر علی اور ساجد بھٹی گذشتہ دو ماہ سے میرے ساتھ مصروف عمل رہے۔ ساتھی کولیگ نعمان تاشفین اور عزیز دوست اور کئی کتب کے مصنف علامہ عبدالستار عاصم، خواجہ ریاض احمد سکا نے مسودہ کو بار بار پڑھا اور غلطیوں کی نشاندہی کے علاوہ مفید مشورے بھی دیئے۔ 26 نومبر 2012ء سے 22 جنوری 2013ء تک گھر میں اسماء اور بچوں یمنیٰ حذیفہ اور ماہ نور نے مجھے یکسوئی کے ساتھ کتاب پر کام کرنے کا موقع دیا بلکہ یمنیٰ اور حذیفہ نے اپنی مما کے ساتھ کتاب کو بہتر سے بہتر بنانے میں مشورے بھی دیئے۔ ملک کے نامور کالم نگار، دانش ور جناب حسن نثار نے مسودہ پڑھ کر چھپنے سے پہلے ہی 4 جنوری

2013ء کو اللہ، کعبہ اور بندہ" کے نام سے کالم لکھا جس کی وجہ سے کتاب چھپنے سے پہلے ہی اس کی پذیرائی ہوگئی۔ آبروئے صحافت نوائے وقت کے چیف ایڈیٹر مجید نظامی صاحب نے بھی کتاب پر "لائق صد تحسین و بابرکت کاوش" کے عنوان سے تبصرہ لکھ کر حوصلہ افزائی کی۔ پاکستان کے نامور ادیب، مصنف اور سفرنامہ لکھنے میں ید طولیٰ رکھنے والے جناب مستنصر حسین تارڑ نے بھی اپنے تبصرے میں کتاب کو سراہا۔ بزرگ ادیب، کالم نگار، محقق ڈاکٹر انور سدید نے کتاب کا باریک بینی سے مطالعہ کیا اور اس پہ سیر حاصل مضمون لکھا جو تعارف کے نام سے اس میں شامل ہے۔ ان کے علاوہ جناب اوریا مقبول جان، عطاالحق قاسمی، صہیب مرغوب، ڈاکٹر اجمل نیازی، سی ایم رضوان، ڈاکٹر فدا محمد، ملک مقبول احمد، اسلم مروت نے مسودہ پڑھ کر اپنے نیک جذبات کا اظہار کیا جو کتاب میں شامل ہیں۔ کتاب کے سلسلہ میں علماء کرام سے بھی اصلاح لی۔ اس سلسلے میں جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا فضل رحیم، ساؤتھ افریقہ کے سید سلمان ندوی، کراچی کے مفتی رفیع احمد عثمانی اور مبلغ اسلام تبلیغی جماعت کے مولانا طارق جمیل صاحبان کا خاص طور پر شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب پڑھ کر کئی مقامات پر میری اصلاح کی اور اپنے شاندار اور ایمان پرور تبصرے سے بھی نوازا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں طارق شاہ، اسداللہ، محمد ارشاد، محمد احمد سومرو اور انیس بیگ نے کتاب لکھنے کی مناسبت سے کئی ایسے مقدس مقامات کی زیارت کروائی جن تک اکیلے رسائی ناممکن تھی۔

میرے پبلشر گل فراز صاحب نے بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ اس کتاب کو چھاپنے کا اہتمام کیا۔ میں ان تمام ساتھیوں، اسماء، بچوں یمنیٰ، حذیفہ، ماہ نور اور ملک کے نامور مصنفین، دانشوروں اور علماء کرام کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر دے۔

آخر میں آپ سے دست بستہ گذارش ہے کہ "اللہ، کعبہ اور بندہ" کا مطالعہ محبت اور عقیدت سے کریں اور اس کو پڑھنے کے بعد آپ اللہ کے گھر جاتے ہیں تو بیت اللہ کے سامنے جاتے ہوئے اور روضہ رسولؐ پر سلام پیش کرتے ہوئے اس خاکسار اور اہل خانہ کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

خاکسار

ڈاکٹر آصف محمود جاہ

ایڈیشنل کلکٹر کسٹمز

علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ، لاہور

فون: 042-99240483

موبائل: 0333-4242691

فیکس: 042-99240477

asifjahjah@yahoo.com

کسٹمز ہیلتھ کیئر سوسائٹی ہسپتال

449- جہاں زیب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

042-37801243

تعارف

ڈاکٹر آصف محمود جاہ کا نام آتا ہے تو مجھے سب سے پہلے عبدالستار ایدھی یاد آتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی خدمتِ خلق کے لیے وقف کر رکھی ہے اور جن کی دیانت و امانت پر پوری دُنیا کو اعتماد ہے۔ ڈاکٹر آصف جاہ سے ملاقات ہوئی تو مجھے ان کے کردار میں یہی صفات نمایاں نظر آئیں۔ آپ کے لیے یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہو گی کہ انہوں نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کے لیے ''میڈیکل'' (طبِ مغرب) کا شعبہ منتخب کیا، لیکن ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کرنے کے بعد زندگی کی کشتی محکمہ کسٹم کے سمندر میں ڈال دی۔ ان کا قیام لاہور میں متوسط طبقے کے عوام کی بستی اقبال ٹاؤن کے جہاں زیب بلاک سے ملحقہ سرکاری کالونی میں تھا۔ صبح اپنے دفتر کو جاتے اور شام کو واپس آتے تو دیکھتے کہ پردہ نشین خواتین اپنے بچوں کی علالت کے علاج کے لیے ڈاکٹروں کے پاس بھٹک رہی ہیں۔ ان مناظر نے آصف جاہ صاحب کو احساس دلایا کہ ان کی میڈیکل کی تعلیم خدمتِ خلق سے محروم ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے محکمہ کے تعاون سے اپنی کالونی کی مسجد کے زیرِ سایہ ایک مفت ڈسپنسری کا آغاز کیا، جہاں وہ دفتر کے سرکاری امور نمٹا کر آتے تو ''ڈاکٹر'' کی کرسی پر بیٹھ جاتے اور رات گئے تک خواتین اور ان کے بچوں کے علاوہ مریض مردوں کا علاج مفت کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خدمت قبول کی۔ معاشرے نے ان کی دیانت اور امانت پر اعتماد کیا اور اب ان کا پرانا چھوٹا سا ''کلینک'' پورا ہسپتال بن چکا ہے جس میں انسانی امراض کے علاج کے سب شعبے موجود ہیں اور ان میں ڈاکٹر آصف محمود جاہ کو مسیحا کا درجہ حاصل ہے۔ مجھے ان کی خدمتِ خلق کے جذبے کی وسعت کا اندازہ اس وقت ہوا جب شمالی علاقہ جات میں زلزلے نے تباہی برپا کر دی تو زلزلہ گزیدہ عوام کی خدمت اور علاج کے لیے آصف محمود جاہ ڈاکٹروں کی ایک ٹیم اور ادویات لے کر مانسہرہ سے مظفر آباد تک مختلف

مقامات پر کیمپ لگا کر علاج کرتے رہے۔ اس قسم کی متحرک طبی خدمات انہوں نے بلوچستان میں تربت کے زلزلے اور سندھ میں سیلاب کی تباہی میں بھی انجام دیں۔ اس خدمت کا قیمتی ثمر یہ تھا کہ عوام کی سطح پر قومی یک جہتی پیدا ہوئی۔ صوبائی عصبیت میں کمی آئی اور دوسرے صوبوں کو احساس ہوا کہ پنجاب ان کا بڑا بھائی اور ہمدرد ہے، جو مصیبت کی گھڑی میں ان کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر آصف محمود جاہ محکمہ کسٹم کے ایک بڑے افسر ہیں لیکن ان کو احساس ہے کہ میرا بنیادی کام علاج اور خدمت ہے اور یہ جذبہ انہیں دین اسلام نے دیا ہے۔ وراثت میں ملے ہوئے اس جذبے کو انہوں نے اپنے مطالعے سے وسعت دی اور آثار ظاہر کرتے ہیں کہ ان کی بے لوث انسانی خدمت کو رب کریم نے نہ صرف قبول کر لیا اور مکہ معظمہ میں حاضر ہونے کا بلاوا بھیج دیا بلکہ اس سفر مکہ کے لیے اسباب بھی فراہم کر دیئے۔ ان کی بیگم اسماء انہیں فریضہ حج ادا کرنے کے لیے کئی برسوں سے آمادہ کر رہی تھیں۔ اس ضمن میں انہوں نے لکھا ہے:

> ''حج فرض ہے لیکن اس سلسلے میں شرح صدر ہی نہیں ہو رہا تھا...... جب بھی حج کی بات ہوتی، دوست احباب یہ کہہ کر تسلی کرا دیتے کہ مخلوق خدا کی خدمت کر کے آپ جو کام کر رہے ہیں، یہ بھی تو حج ہے۔ اسی وجہ سے شرح صدر ہونے اور حج کا پروگرام بنانے میں سالوں بیت گئے۔

دوسری طرف ڈاکٹر آصف محمود جاہ کا ایقان یہ تھا:

> ''حج کا پروگرام بنایا نہیں جاتا، بنا بنایا نازل ہوتا ہے، اوپر سے آتا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اسماء کی سن لی، فریاد پہنچ گئی۔ کئی سالوں کی زیرِ التواء درخواست قبول ہو گئی۔''

اور جب درخواست قبول ہوئی تو حج کے اخراجات سفر کا انتظام ہو گیا۔ اجمال اس کا یہ ہے کہ ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے ''سوات، ہجرت اور خدمت'' کے عنوان سے جو کتاب لکھی تھی، اس کی دس ہزار جلدیں حکومت پنجاب نے خرید لیں اور یہ رزقِ حلال ہی وسیلہ حج بھی بن گیا۔ یہاں ڈاکٹر آصف محمود جاہ کے اس ایقان کا ذکر بھی ضروری ہے کہ

> ''حج کا پیسوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، پیسے والے تو ہزاروں لاکھوں پڑے رہ جاتے ہیں، ایسے ہی رہ جاتے ہیں، حج نصیب نہیں ہوتا۔ ریڑھی والوں، چھابڑی والوں، مزدوروں اور پائی پائی جوڑنے والوں کو نصیب ہو جاتا ہے۔ یہ نصیب کی بات ہے۔ بلاوے کی بات ہے، اس کے سچے دربار میں درخواست قبول ہونے کی بات ہے''۔

بہت سے لوگوں کو اب معلوم ہو چکا ہے کہ آصف محمود جاہ صاحب صرف کسٹم افسر اور مخلوق خدا کے خدمت گزار ڈاکٹر ہی نہیں، ان کے باطن میں ایک ادیب بھی موجود ہے جو اپنے مشاہدات کو ادبی اسلوب میں

الفاظ کو روپ دینے کا فن جانتا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ انہوں نے حج کے مقدس مشاہدات کو قلم بند کرنے کا ارادہ بھی احرام باندھنے کے ساتھ ہی کر لیا تھا۔ چنانچہ اس کتاب کے متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ارضِ حجاز کے جس مقامِ فضیلت پر بھی آنکھیں بچھانے کے لیے حاضر ہوتے، قلم و قرطاس ساتھ رکھتے اور جو تاثر مرتب ہوتا اسے الفاظ کا جامہ پہنا دیتے۔ میں ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' کے عنوان سے لکھے ہوئے ان کے حج نامے کو بھی معجزہ شمار کرتا ہوں کہ انہوں نے ''رودادِ سفر'' کی کاپی ایک بیگ میں رکھی تھی۔ طوافِ زیارت کے بعد حرم شریف سے منیٰ جاتے ہوئے یہ ہینڈ بیگ ٹیکسی ہی میں رہ گیا۔ لاکھوں حاجیوں کے اس ہجوم میں اب بیگ اور کاپی کا ملنا ناممکن تھا لیکن حسنِ اتفاق دیکھئے کہ ان کی دعا قبول ہوئی اور عرب ٹیکسی ڈرائیور کا اتہ پتہ مل گیا اور حج نامے کے ساتھ بیگ بھی بازیاب ہوگیا۔ اگر بیگ نہ ملتا تو شاید یہ حج نامہ لکھا نہ جاتا اور اگر لکھا جاتا تو تاثرات کی وہ صورت نہ ہوتی جو اَب ہے۔

حج دینِ اسلام کے ارکانِ خمسہ میں ایک اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی کا خواب ہر مسلمان زندگی بھر دیکھتا ہے اور جب اس فرض کی تکمیل ہو جاتی ہے تو محسوس کرتا ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں حاضری دے کر اس نے دینِ اسلام کے مرکزِ اوّل اور دینِ حق کے رہبرِ اعظم کے ساتھ براہِ راست تعلق کی سعادت حاصل کر لی ہے اور یوں اپنی عقیدت اور موّدت کے رشتے کو مضبوط بنا لیا ہے۔ ڈاکٹر آصف محمود جاہ کو سعادتِ حج نصیب ہوئی تو انہوں نے عشق و مستی، وارفتگی، شوق اور جذبہ وجنوں کی بے شمار کیفیات محسوس کیں، ان کی ہر کیفیت ان کے باطن میں پیدا کرنے والے تاثرات کے جوار بھاٹے کی آئینہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ''اللہ، بندہ اور کعبہ'' کو معلوماتی، واقعاتی، یا مروّجہ روایتی سفر ناموں جیسی کتاب شمار نہیں کیا، بلکہ اسے اپنے تاثرات کی ایسی کتاب شمار کیا ہے جس میں ان کے باطن کی باتیں ہیں، ان کے جذبات ہیں، ہر مقدس مقام کا منظر دل کو طہارت اور شدت سے سرفراز کرتا ہے۔ احساسات کا الاؤ سلگ پڑتا ہے، جو کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ تاثرات کو مقامِ نظر پر لکھنے لگتے ہیں تو بے بسی اور نارسائی اُبھر آتی ہے، عجز و انکسار عود کر آتا ہے، جو کبھی آہ بن جاتا ہے اور کبھی سسکی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ میں اس کتاب کو پڑھ رہا ہوں تو میں اپنے اس سفرِ مقدس کی تجدید کر رہا ہوں جو میں نے اپنے کنبے کے ساتھ جولائی 1989ء میں کیا تھا اور شیطان کو کنکریاں مارنے گیا تو وہ الٹا مجھ پر حملہ آور ہو گیا تھا اور میرے حج کے نکات کی کاپی چھین لی تھی، پھر یہ حج نامہ ضابطۂ تحریر میں نہ لایا جا سکا۔

اس حج نامے کا مجموعی تاثر بے پایاں مدت کا ہے۔ ڈاکٹر آصف محمود جاہ کو اس دیارِ مقدس کے ذرّے ذرّے سے نبی جی کی خوشبو آ رہی ہے اور وہ اپنے جسم و جاں کو اس خوشبو سے معطر کر رہے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہے کہ وہ ان راہوں پر قدم رکھ رہے ہیں جہاں سے کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تھے اور پیغامِ ربانی سنا رہے تھے۔ لکھتے ہیں:

''دور پہاڑوں کی اوٹ میں اللہ کا بندہ، اللہ کا پیغمبر، لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے......

''لا الہ الا اللہ'' یقین لے آئیں، کامیاب ہو جائیں گے۔ کچھ لوگ سنتے ہیں، کچھ ایمان لے آتے ہیں۔ باقی ٹھٹھہ اُڑاتے ہیں، مذاق کرتے ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا اللہ کا نبی آ رہا ہے جو کام اس کے ذمے لگا، اسے پورا کر کے اللہ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے، جنہوں نے نبی کی بات کو مانا، وہ کامیاب ہو گئے۔ مسجد خیف کے گرد و نواح میں انبیاء علیہ السلام آتے جا رہے ہیں، اپنا اپنا کام کر کے، اپنا فرض ادا کرتے جا رہے ہیں اور یہیں مسجد خیف کے گرد و نواح میں مدفون ہوتے جا رہے ہیں۔''

اس اقتباس میں قدیم تاریخ زمانہ حال کے آئینے سے منعکس ہو رہی ہے اور ڈاکٹر آصف محمود جاہ کیف میں ڈوبے ہوئے ہیں:

''مسجد خیف میں فجر کی نماز نے ایمان تازہ کر دیا ہے۔ امام صاحب نے پندرھویں سپارے کی سورۃ الاسریٰ کی تلاوت کی تو ایسا سماں بندھ گیا جیسے یہ آیتیں ابھی ابھی نازل ہوئی ہیں۔ ابھی ابھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر آسمانوں کی سیر کو گئے ہیں۔''

ڈاکٹر آصف محمود جاہ کے خیال کی آنکھوں نے ایک اور منظر دیکھا اور اپنے الفاظ میں ہمیں یوں دکھایا:

''میدانِ عرفات سجا ہوا ہے، آج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہیں۔ اللہ نے جو مشن، جو کام سونپا تھا، جس کام کے لیے آپ کی بعثت ہوئی تھی، جس مقصد کے لیے آپ کو دُنیا میں بھیجا گیا تھا...... وہ پورا ہو گیا ہے۔ اوپر سے اللہ تعالیٰ نے حکم بھی اُتار دیا ہے کہ الیوم...... میں نے آج دین پورا کر دیا اور آج تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا...... قصویٰ بھی آج لہک لہک کر چل رہی ہے۔ خوش کیوں نہ ہو، سوار کون ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پُرنور ختم المرسلین رحمت للعالمین کو صحابہ نے چار سو گھیرا ہوا ہے۔ دور دور تک جان نثار صحابہ ہی صحابہ نظر آ رہے ہیں۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رہتی دنیا تک سب سے بلند کر دیا ہے۔ اسلام خطہ عرب میں پھیل گیا ہے۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا شان دی ہے۔ اس میدان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جو خطبہ دیا، اس میں اسلام کے تمام زرّیں اصول بیان کر دیئے گئے۔ بنیادی باتوں کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ حجتہ الوداع اسلام کا ''میگنا کارٹا'' (Megna Carta) ہے۔ پڑھیے اور روحانی بالیدگی حاصل کریں۔''

اور اب ڈاکٹر آصف محمود جاہ کے ساتھ مسجد نبویؐ کی حاضری میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

''مسجد نبویؐ کے چاروں طرف روشنیاں ہی روشنیاں ہیں، ہر طرف لوگ ہی لوگ ہیں۔ اندر جانے کے شوقین...... گنبد خضریٰ کو دیکھنے کے لیے۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دینے کے لیے...... درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے...... رنگ و نور کا سیلاب ہے...... اندر سے مسجد بھر چکی ہے...... چھت پر چلے گئے...... مسجد نبوی میں فجر کی اذان گونجی...... مکہ میں جلال تھا...... کمال تھا۔ یہاں ٹھنڈک ہے...... جمال ہے...... نور ہے...... روشنی ہے...... لوگ بھی نرم مزاج ہیں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔ نمازِ فجر ہوئی۔ امام صاحب کی تلاوت نے سماں باندھ دیا۔ نماز کے بعد شاہ صاحب نے کہا ''چلو عمرہ کے لیے چلتے ہیں'' ...... ساتھ ہی حیران ہو کر کہنے لگے ''عمرہ کے لیے کہاں ہے...... بولے: ''مسجد قبا'' ...... شاہ صاحب نے صحیح کہا...... نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے''۔ مسجد قبا میں ''نفل پڑھنے کا ثواب مقبول عمرہ کے برابر ہے۔''

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے وقت ڈاکٹر آصف محمود جاہ کے دل کی کیفیت مختلف ہے۔ اب اُمت مسلمہ کا انتشار پریشان کر رہا ہے۔ تفرقوں کا عالم و منظر انہیں ملول کر رہا ہے...... خطائیں معاف کرانے کی درخواست ہاتھ میں ہے:

''عصر کی نماز کے بعد خود بخود پاؤں روضہ مبارک کی طرف اُٹھ گئے۔ شرمندگی ہو رہی تھی کہ ابھی تک حاضری کیوں نہ ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود وسلام کا نذرانہ پیش کیوں نہ کیا۔ شرمندگی اور پریشانی تو ویسے ہی ہے...... اپنے گناہوں کی، اپنی خطاؤں کی، اپنی لغزشوں کی...... آج تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پر جا کر عرض کرنا ہے۔

مولانا الطاف حسین حالی کی زبان میں:

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشانیاں ہیں، اُمت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ مسلمان پورے عالم میں پریشان ہیں۔ اغیار کی چیرہ دستیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اُمت، اُمت مرحومہ ہو چکی ہے۔ آپس میں بھی لڑائیاں اور اغیار تو تیرا نام لینے والوں کو مارے جا رہے ہیں، تہہ تیغ کرتے جا رہے ہیں۔

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں تفرقہ اب آ کے پڑا ہے

ڈاکٹر آصف محمود جاہ کے واحد متکلم نے اس سفرنامے کے ہر صفحے پر اپنے باطن پر وارد ہونے والی ہر

کیفیت کو صادق جذبے سے پیش کیا اور حضوری کی رفاقت پیدا کی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے خدمت مخلوق کے جذبے کو بھی مناسب فوقیت دی اور جگہ جگہ کلینک کھول کر مریضوں میں ادویات تقسیم کرنی شروع کر دیں۔ اس نوع کا ایک منظر یوں ہے:

''رحاب الروضہ ہوٹل میں ہمارے علاوہ کثیر تعداد میں انڈین، بنگلہ دیش اور دوسرے ممالک کے حجاج مقیم ہیں۔ پاکستانیوں کے علاوہ ہمارے علاج اور خدمت کی بھنک انڈین حاجیوں کو بھی پڑ گئی۔ رات 11 بجے انڈین حاجیوں کا پورا ٹولہ کمرے میں آن گھسا، لائٹ بند کر کے سونے کا ابھی ارادہ کیا ہی تھا کہ بہت سی انڈین خالائیں اور چاچات آ گئے۔ پانچ مریض اندر آ گئے۔ ظفر اقبال اور صابر بیگ نے اپنے بیڈ چھوڑ دیئے تا کہ مریض بیٹھ سکیں۔ چار مریض باہر کھڑے تھے۔ چار پانچ عورتیں اسماء کے کمرے میں بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگیں۔ کھانسی نے بے حال کر دیا ہے...... بخار ہے...... بلغم ہے...... چلا نہیں جاتا...... خارش ہے...... انڈین ڈسپنسری گئے تھے۔ دوائی ملی...... افاقہ نہیں ہوا۔'' یہ سارے حاجی بمبئی اور مدارس کے تھے۔ ایک بوڑھی اماں کا تو کھانس کھانس کر برا حال ہو رہا تھا۔ ایک بخار سے پھنک رہی تھی، فرداً فرداً سب کا چیک اَپ کیا۔ مریض کی چھاتی یا کمر پر جب تک اسٹیتھو سکوپ نہ لگے یا ڈاکٹر اس کی نبض پر ہاتھ نہ رکھے، اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ اس لیے اسٹیتھو سکوپ، بی پی آپریٹس ساتھ رکھ لیے تھے جن کا بہت فائدہ ہوا۔ سارے مریضوں کو اچھی طرح چیک اَپ کر کے دوائیاں دیں۔ ممبئی کی حاجن خالائیں دعائیں دیتی رخصت ہوئیں۔ شام کو ایبٹ آباد کے حاجیوں کا پورا گروپ آیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے گھر میں...... حرم پاک میں...... اپنے مہمانوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔''

خدمتِ خلق کا یہ زاویہ اس سفرنامے کی ایک خصوصی انفرادیت ہے اور ڈاکٹر آصف محمود جاہ صرف فریضہ حج ہی ادا نہیں کر رہے بلکہ ہر ملک کے مریضوں کا علاج کر کے پاکستان کی سفارت کاری کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ میں نے ''اردو ادب میں سفرنامہ'' کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس میں ایک باب حج کے سفرناموں پر بھی شامل ہے۔ میری ناچیز رائے میں شورش کاشمیری کا ''سب جائے کہ من بودم''...... ممتاز مفتی کا ''لبیک''۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کا ''رودادِ سفرِ حجاز''۔ غلام الثقلین نقوی کا ''ارضِ تمنا''۔ صادق قریشی کا ''پد سوئے حرم'' اور عبداللہ کا ''حدیث دل'' جدید سفرنامے کی چند روشن کرنیں ہیں۔ ان سفرناموں میں زائرین کا احساس تاریخ میں بھی سفر کرتا ہے اور جغرافیے میں بھی جادہ و پیما رہتا ہے لیکن وارداتِ قلبی ان کا ذاتی تجربہ ہے جو احساس کی مختلف صورتیں سامنے لاتا ہے۔ ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے حج ناموں کے اس تنوع میں اپنا چراغ الگ اسلوب میں جلایا ہے اور

ہمیں ارضِ مقدس پر گزرے ہوئے اپنے ہر لمحے میں شامل کیا ہے۔ ان کا آخری احساس یہ تھا کہ

"انسان بھی اللہ نے عجیب چیز بنائی ہے۔ احرام باندھے ہوئے روپ کچھ اور تھا۔ طواف کرتے ہوئے جذبات کچھ اور تھے۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر دیتے ہوئے انسان سب کچھ بھولا ہوا ہوتا ہے۔ کیفیت بدلی ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ سے واپس ہوتے ہوئے سب رو رہے تھے۔ آنسو بہا رہے تھے، مگر جدہ ایئر پورٹ پر واپسی پر جونہی بس سے اُترے تو تقریباً سب کی جون بدل گئی۔ سب کو ایک ہی فکر پڑ گئی۔ نمازوں کا خیال نہ رہا۔ میری کھجوریں کہاں ہیں؟ میں نے سامان بس نمبر ایک پر لوڈ (Load) کرایا تھا، اب اس میں موجود نہیں۔ چار بیگ مل گئے ہیں، پانچواں کہاں ہے؟...... عجیب نفسانفسی کا عالم ہے...... سارے حاجیوں نے خوب خریداری کی ہے۔ آب زم زم اور تحائف سے لدے پھندے واپس جدہ پہنچے ہیں۔ وزن کی مقررہ حد سے بشمول ہمارے سب نے تجاوز کیا ہوا تھا۔ اب کیا ہوگا؟ زیادہ وزن کس طرح ایڈجسٹ کروائیں...... ابلیس کے کارندے ادھر بھی پھر رہے ہیں...... حاجی کے کان میں چپکے سے سرگوشی...... پریشانی کی کوئی بات نہیں، میں مسئلہ حل کرا دیتا ہوں۔ 15 ریال، 25 ریال دیں، مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

جولائی 1988ء میں اس قسم کے مناظر میں بھی دیکھ چکا تھا۔ یہ حج نامہ پڑھ کر افسوس ہوا کہ طمع پسند انسان کی خصلت نہیں بدلی اور فریضہ حج کے بعد دنیاوی زندگی کے معمول کا نیا باب شروع ہو گیا ہے۔ یہ سفرنامہ انسانی فطرت کے اس منفی زاویے کا بھی عکاس ہے۔

ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے حج نامہ "اللہ، کعبہ اور بندہ" کے لیے ادبی اسلوب اور ڈائری کی ٹیکنیک استعمال کی ہے لیکن وقوعات کی تاریخیں درج نہیں کیں، ان کا بیانیہ رواں ہے اور وہ محسوسات کی کائنات منکشف کرتے ہیں تو اپنے داخل کی معنویت بھی قاری کو منتقل کر دیتے ہیں۔ بلاشبہ حج ناموں کی روایت میں "اللہ، کعبہ اور بندہ" ایک قیمتی اضافہ ہے۔ یہ ایک معالج کا بے مثل سفرنامہ حجاز ہے۔

انور سدید

کتاب میں یہ صفحہ خالی ہے

حصہ اوّل

جسے چاہا در پہ بلا لیا......

کتنی صدیوں سے انتظار تھا۔ سینکڑوں گھڑیاں، ان گنت سال بیت گئے۔ آخر 17 اکتوبر 2012ء کی وہ مبارک گھڑی آن پہنچی۔ پتہ نہیں کتنی صدیاں پہلے خلیل اللہؑ کی پکار کے جواب میں لبیک کہا تھا۔

یہ صدائے لبیک فضاؤں، ہواؤں کے لامتناہی سلسلہ میں رچ بس گئی تھی۔ پتہ نہیں تھا کب اس نے بار آور ہونا ہے؟ کب حاضری ہونی ہے؟ کب بلاوا آنا ہے؟ سوہنے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں کب جانا ہے؟ اسماء تو کئی سالوں سے کہہ رہی تھی۔ اس سال حج کر لیں۔ حج فرض ہے، لیکن اس سلسلے میں شرح صدر ہی نہیں ہو رہا تھا۔ دل میں بات ہی نہ آ رہی تھی۔ جب بھی حج کی بات ہوتی دوست احباب یہ کہہ کر تسلی کرا دیتے کہ مخلوق خدا کی خدمت کر کے آپ جو کام کر رہے ہو۔ یہ بھی تو حج ہے۔ اسی وجہ سے شرح صدر ہونے اور حج کا پروگرام بننے میں سالوں بیت گئے۔ لیکن اصل معاملہ کچھ اور ہے۔ حج کا پروگرام بنایا نہیں جاتا، بنا بنایا نازل ہوتا ہے، اوپر سے آتا ہے۔ آخر اللہ نے اسماء کی سن لی۔ فریاد پہنچ گئی، کئی سالوں کی زیرِ التوا درخواست قبول ہو گئی۔

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

جونہی عرضی قبول ہوئی۔ انتظام بھی ہو گیا۔ حج ہجرت ہے۔ سوہنے کے دربار کی طرف۔ دو جہانوں کے مالک کے گھر کی طرف۔ چند سال قبل راقم نے "سوات ہجرت اور خدمت" لکھی تو پتہ نہیں تھا یہ کتاب ہمارے حج کا باعث بنے گی۔ اللہ نے یوں انتظام کیا کہ پنجاب گورنمنٹ نے دس ہزار کتاب خرید لی۔ پیسوں کا انتظام ہو گیا۔

لیکن حج کا پیسوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کئی پیسے والوں کے ہزاروں لاکھوں روپے پڑے رہ جاتے ہیں۔ بعض مالدار ایسے ہی مر جاتے ہیں۔ حج نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن کئی ریڑھی والوں، چھابڑی والوں، مزدوروں اور پائی پائی جوڑنے والوں کو نصیب ہو جاتا ہے۔ یہ نصیب کی بات ہے۔ بلاوے کی بات ہے۔ اس کے سچے دربار میں درخواست قبول ہونے کی بات ہے۔

شیخ زاہد میرے ہجرت کے ساتھی ہیں۔ علاج اور خدمت کے سفروں میں ہمیشہ ہم رکاب رہتے ہیں۔ حج پہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ فوراً تیار ہو گئے۔ شیخ صاحب سمجھے۔ سوات جانا ہے یا ہنزہ جانا ہے یا نوشہرہ جانا ہے۔ کوئی بات نہیں حج بھی کر لیں گے۔

دو دن سے گھر میں ایک جشن کا سماں ہے۔ شرقپور سے، سرگودھا سے، راولپنڈی سے، کراچی سے، بلکہ ملک بھر سے کالز اور SMS کا سلسلہ رات بھر جاری رہا۔ جاننے والے اور نہ جاننے والے سب آ رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ سلام پہنچانے اور دعاؤں کی درخواست کر رہے ہیں۔ محبت سے، عقیدت سے مل رہے ہیں۔ حج سے پہلے ہی ہم متبرک اور مقدس ہو گئے ہیں۔

احرام کی اہمیت

حج ٹرمینل پہ عجب ایمان پرور اور روح پرور سماں ہے۔ ہزاروں کفن پوش، حاجی سفید ذروں کی صورت میں نظر آ رہے ہیں۔ حج کی ابتداء احرام یا کفن پہننے سے ہوتی ہے۔ احرام پہنتے ہی انسان سانپ کی کینچلی کی طرح اپنی سب غلاظتیں، کثافتیں، خباثتیں، قومیتیں، عصبیتیں اتار پھینکتا ہے۔ رنگ و نسل، امیری و غریبی، حسب و نسب اور عہدوں وغیرہ کے سب فرق مٹ جاتے ہیں۔ جس طرح کفن پہنا کر خالی ہاتھ قبر میں جانے کے لیے اچھی طرح تیار کر کے، نہلا دھلا کر، مردہ کو دو چادروں میں ملبوس کر کے روانہ کیا جاتا ہے بعینہٖ آپ اپنے گھر یا حج ٹرمینل پر اپنے دنیاوی امتیازوں کے بوجھ اتار کر کفن پوش ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی سرکار میں حاضری کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ گویا اس کی سرکار میں پہنچ کر سب ایک ہو جاتے ہیں۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

پوتر ہو جاتے ہیں۔ پاک طینت، نیک صورت بیبیاں عبائیں اور کالے چوغے پہنے، بعض حجاب میں اور بعض سر پہ سکارف اوڑھے کتنی مقدس لگ رہی ہیں۔ FIA، کسٹم اور PIA کا عملہ بھرپور طریقے سے حاجیوں کی آؤ بھگت کر رہا ہے۔ ہیڈ برسر طاہر کی بدولت جہاز میں بھی آؤ بھگت ہو رہی ہے۔ حج کا یہ سفر بڑا ہی مقدس لگ رہا

ہے۔ احرام باندھ کر یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جسم سے سب بوجھ اتر گئے ہیں۔ دنیا سے ناطہ ٹوٹ گیا ہے۔ تصور میں خیالوں میں اللہ کا گھر اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ رہے ہیں۔ تمام عازمین کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہیں۔

ظہر کا وقت ہو گیا۔ جہاز میں ہی اذان دی گئی۔ ظہر کی نماز جہاز میں ہی خالی جگہ پر قبلہ کا اندازے سے تعین کر کے ادا کی۔ دیکھا دیکھی دوسرے عازمین حج بھی آ گئے اور اگلے گھنٹے تک سب نماز کے لیے تیار تھے۔ پچھلے ہفتے سے دوست، احباب کولیگ اور مریض سبھی مل کر دعاؤں کی درخواست کر رہے تھے۔ اس سے پہلے جب بھی کوئی دوست حج کے لیے جاتا تو اس سے گزارش کرتے کہ ہمارے لیے بھی دعا کرنا۔ آج اللہ نے خود دعائیں کرنے والا بنا دیا۔ جونہی جہاز کے کپتان نے اعلان کیا کہ میقات آنے والا ہے۔ سب حاجی تیار ہو گئے۔ سب سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ لو جی! میقات آ گیا۔ جہاز کے در و دیوار **لبیک اللھم لبیک! لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد و النعمۃ لک والملک لاشریک لک**۔ یا اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ ساری تعریفیں اور ساری بڑائی تیرے لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں'' کے فلک شگاف نعروں سے گونجنے لگے۔ عازمین حج بڑے جذبے شوق اور وارفتگی سے اپنی اپنی حاضری لگوانے لگے۔ اللہ کے حضور بار بار حاضری کا اقرار کرنے لگے۔ تلبیہ تھوڑی دیر کے لیے رکتی تو کسی حاجی کی آواز سنائی دیتی **لبیک اللھم لبیک**..... تو پھر سب دوبارہ متوجہ ہو جاتے۔ لبیک لبیک کی صدائیں پھر جہاز میں گونجنے لگتیں، حاضری لگنا بھی بڑے نصیب کی بات ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔ حاضری لگ گئی۔ خلیل اللہ کی پکار کا جواب آ گیا۔ لبیک لبیک ''میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔'' تیرا گدا، تیرا سائل، تیرا فقیر، تیرے در کا سوالی، تیرے دربار پہ حاضر ہے۔ کوری سلیٹ کے ساتھ اپنی خطاؤں، لغزشوں، نافرمانیوں، کوتاہیوں اور پشیمانیوں کے ساتھ حاضر ہے۔ یا اللہ حاضری قبول کر!

لبیک اللھم لبیک

لبیک لبیک کہتے ہوئے آج اپنی کم مائیگی کے احساس کے ساتھ اپنے گناہوں، تقصیروں، غلطیوں پر شدت سے ندامت بھی ہو رہی ہے۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

مگر ساتھ ہی ایک تفاخر کا بھی احساس ہو رہا ہے کہ صدیوں پہلے کعبہ کے کچے در و دیوار پہ کھڑے ہو کر خلیل اللہؑ نے جو پکارا تھا اور اللہ نے اپنے خلیل سے وعدہ کیا تھا کہ یہ آواز ہر جگہ پہنچاؤں گا۔ عالم ارواح میں

روحوں نے لبیک کہا آج اپنی روح پہ نازاں وفرحاں فخر ہو رہا ہے کہ جس نے لبیک کہا اور آج اللہ کی توفیق سے حاضری ہوگئی۔ لبیک لبیک ہوگیا۔ سب سے بڑے در کا سب سے چھوٹا، سب سے حقیر سوالی، گناہوں سے بھرا، اس کے در پہ حاضر ہوگیا۔ مکہ کی گلیاں، مدینہ کی راہیں بلا رہی ہیں۔ مکہ قریب آ رہا ہے۔ جہاز کے در و دیوار لبیک لبیک کے ایمان افروز، فلک شگاف نعروں سے گونج رہے ہیں۔ سفر کٹتا جا رہا ہے۔ سب ساتھی سرگوشیوں میں مکہ اور مدینہ کی باتیں کر رہے ہیں۔ اللہ کے گھر اور روضۂ رسول ﷺ کو تصورات میں دیکھ رہے ہیں۔ جن کو پہلے حاضری کی توفیق ہوئی وہ اپنے تجربات اور احساسات سے آگاہ کر رہے ہیں۔ سفر کٹتا جا رہا ہے۔ کپتان نے اعلان کیا کہ جدہ آ گیا ہے۔

کنگ عبدالعزیز ایئر پورٹ جدہ پر جہاز رکا۔ تھکے ماندے مگر دمکتے پر سکون چہروں والے مسافر اترے۔ سب کو اپنے سامان کی فکر ہے۔ پہلے امیگریشن ہوگی اور اس کے بعد سامان ملے گا۔

ڈیرہ غازی خان کی اماں اور پولیو کے قطرے

ڈیرہ غازی خان کی اماں کو ایک ہی فکر دامن گیر ہے۔ بیٹا مجھے تو حفاظتی ٹیکہ نہ لگ سکا! کوئی بیماری تو نہیں ہوگی۔ نہیں اماں یہاں کچھ نہیں ہوگا۔ مگر اماں آخری وقت تک پوچھتی رہی کہ مجھے ٹیکہ نہیں لگا۔ بیمار تو نہ ہو جاؤں گی۔ ملتان کی اماں کہتی ہیں۔ کہ میرے گاؤں کا ترکھان ادھر رہتا ہے۔ اسے فون ملاؤ اور کہو ہمارے پاس آئے اور ہمارا خیال کرے۔ اماں اللہ کے گھر آئی ہو۔ جس کی مہمان ہو وہ خود ہی خیال رکھے گا۔ اچھا بیٹا عباس راں نے تو کہا تھا کہ اماں سعودی عرب میں فکر نہ کرنا میں آ جاؤں گا تیرے پاس اور تیرا ہر طرح سے خیال رکھوں گا۔

ننھا منا حاجی موٹے تازے سعودی اہلکار، الصبر جمیل

احمد اور آمنہ کا دو سالہ بیٹا، ننھا منا احرام باندھے پورے جہاز میں مرکزِ نگاہ رہا۔ ہر کوئی اسے دیکھتا خوش ہوتا۔ بچہ دنیا و مافیہا سے بے خبر احرام پہنے خوشی سے مسرور تھا۔ جو کوئی پیار کرتا اس کی طرف متوجہ ہوتا اور مسکرا کر جواب دیتا۔ احرام پہنے ننھا فرشتہ لگ رہا تھا۔ ایئر پورٹ داخل ہوتے ہی دو موٹے تازے سعودیوں نے حکم دیا کہ منہ کھولیے اور منہ میں پتہ نہیں کس چیز کے قطرے ڈال دیے۔ بعد میں عرب نیوز سے پتہ چلا کہ سعودی گورنمنٹ نے پاکستان، انڈیا، افغانستان، نائیجیریا اور دوسرے ممالک سے آنے والے 10 لاکھ عازمین حج کو پولیو کے قطرے پلائے ہیں اور وزارت صحت نے انفلوائنزا سے بچاؤ کی ویکسین لگوانے اور اس سے بچاؤ کی حفاظتی تدابیر اپنانے کا کہا ہے۔ حج کے دوران اور بعد میں تقریباً ہر عازمِ حج کو نزلہ کھانسی اور فلو کا ضرور سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حج پہ آ کر سعودیوں کے آگے بولنے، سوال پوچھنے، کریدنے، استفسار کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ جو کہے قبول۔

زبان کا پیچیدہ مسئلہ تو ہے ہی مگر انہیں غصہ آنے میں دیر نہیں لگتی۔

ایئر پورٹ پہ امیگریشن کلیرنس کے لیے لمبی قطاریں لگی ہیں۔ جن میں کھڑے لوگ اپنی اپنی باری کے منتظر ہیں۔ جس جس کاؤنٹر پر بڑی عمر یا ادھیڑ عمر کے لوگ تھے وہ بے رخی، بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے مگر جہاں نوجوان لڑکے ہوتے وہ مستعدی خوش دلی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ایک نوجوان نے تو بہت متاثر کیا۔ اہلاً و سہلاً یا حاجی السلام علیکم! کہہ کر استقبال کرتا۔ حاجی مضطرب ہوتے تو فوراً کہتا۔ ان اللہ مع الصابرین الصبر جمیل حاجی صاحب! صبر کریں، صبر اللہ کو پسند ہے۔ کام بھی نپٹاتا جاتا اور تربیت بھی کرتا۔ کام ختم کر کے تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھتا اور دعاؤں کی درخواست کرتا۔ امیگریشن سے فارغ ہو کر اپنا سامان خود ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ ریمپ پر ڈھیر لگا ہوتا ہے اب سمجھ آئی کہ شاہ صاحب کیوں بار بار کہہ رہے تھے کہ بیگ اور اٹیچی کیس پر دو رنگین رسیاں باندھ لیں تاکہ آسانی سے نشاندہی ہو سکے۔ شیخ صاحب کا بیگ گم ہو گیا۔ پریشانی ہو گئی۔ اللہ سے دعا کی، فوراً مل گیا۔ یہاں دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں۔

جدہ سے مکہ

جدہ ایئر پورٹ سے نکلے۔ جدہ سعودی عرب کا ایک عظیم الشان شہر ہے۔ بندرگاہ بھی ہے اور بڑا تجارتی مرکز بھی۔ ہر طرف بڑی بڑی، کئی منزلہ عمارتیں، نت نئے سٹورز، چکا چوند روشنیاں اور صاف کشادہ سڑکیں ہیں۔ سوڈانی ڈرائیور بڑی تمکنت سے بس میں بیٹھا۔ جب ساری سواریاں چڑھ گئیں تو خود براجمان ہوا۔ دیر تک گیان دھیان میں رہا۔ اللہ اللہ کر کے بس روانہ ہوئی۔ جدہ سے عازمِ مکہ ہوئے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا سفر ہے۔ مکہ کے در و دیوار نزدیک آنے لگے۔ گردشِ ایام پیچھے کی طرف لوٹ گئی۔ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت۔ غارِ حرا میں قیام، جبریلؑ کی آمد، حضرت خدیجہؓ کی تسلیاں، کفارِ مکہ کو دعوت اسلام، ساتھیوں کا ایمان لانا، مدینہ کی طرف ہجرت، سارے مناظر یاد آنے لگے۔ مکہ کو چھوڑتے وقت آپؐ کے الفاظ بھی یاد آئے۔ "اے مکہ اللہ کی قسم ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی سرزمین میں سب سے زیادہ دل پسند اور محبوب ہے اور اللہ کو بھی اپنی سرزمین میں تو ہی سب سے بڑھ کر پیارا اور محبوب ہے۔ اگر تیرے باسیوں اور باشندوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑ کر جاتا" جدہ شہر کی صاف و شفاف سڑکوں پر سفر کرتے، ایک گھنٹہ بیت گیا۔ وزارتِ حج کی عمارت کے قریب پہنچے تو گاڑی رکی۔ نوجوان و مستعد کارکنوں نے ہماری گاڑی کا گھیراؤ کر لیا۔ ایک دم یوں محسوس ہوا کہ بس ہائی جیک یا اغوا ہونے لگی ہے۔ جھٹ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے اور سب حاجیوں کی خدمت میں گفٹ پیکس، جائے نماز اور چھتریوں کے تحائف پیش کیے۔ آگے گئے تو کھجوروں اور زم زم کا تحفہ ملا۔

مکہ مکرمہ کے قریب پہنچتے ہی اعزاز و اکرام شروع ہو گیا۔ کیوں نہ ہو۔ اللہ کے مہمان جو ٹھہرے۔

سعودی حکومت اور ان کے اہل کار بشمول سعودی عوام بڑے ہی اہل دل اور اہل خیر ہیں۔ حاجیوں کو ہر طرح کی سہولیات بہم پہنچاتے ہیں اور قدم قدم پر تحائف کی بارش ہوتی ہے۔ یہ لوگ واقعی بجا طور پر حرمین شریفین کی حفاظت اور خدمت کے حقدار ہیں۔

مکہ، طائف نزدیک آ رہے ہیں۔ طائف کے بورڈ کی جانب نظر پڑی تو اہل طائف کی بیگانگی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے سلوک کا سارا نقشہ سامنے آ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتھر کھا کر بھی ان کے لیے دعا کی۔ سارا منظر آنکھوں کے آگے گھوم گیا۔ اوباش اور مسٹنڈے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ پتھر مار رہے ہیں۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے خون نکل آتا ہے۔ خون پاؤں مبارک تک آ جاتا ہے۔ زخموں سے چُور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انگور کے باغ میں آ کر آرام فرماتے ہیں۔ فرشتہ آتا ہے اور کہتا کہ اگر حکم ہو تو سامنے والا پہاڑ ان کے اوپر پلٹ دوں مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ اللعالمین ہیں، پتھر کھا کر بھی دعا دیتے ہیں کہ اگر ان کے نصیب میں ایمان نہیں، ان کی نسلیں ضرور ایمان لائیں گی۔ عزیزیہ پہنچتے پہنچتے رات کے گیارہ بج گئے۔ ایک دفعہ پھر سامان گاڑیوں سے اتارا گیا اور پھر سے تلاش شروع۔ لیکن شیخ صاحب آتے ہی لیٹ گئے۔ ہمت جواب دے گئی۔ بستر پہ لیٹتے ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ طارق شاہ اور انعام حاجیوں کا پورا پورا خیال رکھ رہے ہیں۔ ڈھلتی عمر کے باوجود طارق شاہ جوانوں کی طرح بھاگ بھاگ کر ساتھیوں کی مدد کرتے ہیں۔ کسی کا سامان اٹھا رہے ہیں اور کسی کو کچھ نہ کچھ سمجھا رہے ہیں۔

عزیزیہ میں ہوٹل کے کمرہ نمبر 303 میں قیام ہوا۔ شیخ صاحب کے علاوہ محمد خالد ہمارے ساتھ ہیں۔ دو روم میٹ ابھی اور آئیں گے۔ اسماء، باجی نجمہ اور دوسری خواتین کمرہ 304 میں ہمارے برابر مقیم ہیں۔ رات گئے سعودی فوڈ چین ''البیک'' سے کھانا آ گیا۔ البیک KFC اور میکڈونلڈ کی طرز کی سعودی فوڈ چین ہے۔ مگر اس کے کھانے کا ذائقہ دونوں سے بہتر لگا۔ طے شدہ پروگرام کے تحت تہجد کے وقت عمرہ کرنے کا ارادہ تھا۔ طارق شاہ نے بتایا کہ اب مشورہ سے طے پایا ہے کہ صبح 7 بجے عمرہ کے لیے حرم روانہ ہوں گے۔

عزیزیہ میں پہلا دن

کسی بھی نئی جگہ سفر کی تھکان اور ناآشنائی کے سبب تھکاوٹ سے جلدی نیند نہیں آتی۔ رات پہلو بدلتے اور کروٹیں لیتے گزر گئی۔ صبح صادق کا انتظار تھا۔ محمد خالد سے ٹائم پوچھا۔ چار بجے اٹھ کر نماز تہجد ادا کی۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ جس نے اپنے در پہ بلایا اور یہاں آ کر اپنے دربار میں حاضری کی توفیق دی۔ پاکستان کی سلامتی، بقا اور موجودہ اندرونی و بیرونی خطرات، آزمائشوں اور آفتوں سے نکلنے کی دعا کی۔ بچوں کی تعلیم، بہتری، ترقی اور جن

جن لوگوں نے دعا کے لیے کہا تھا ان سب کے لیے دعا کی کہ اللہ سب کے مسائل حل کرے۔ اللہ پاک کا اس سر زمین پہ خاص احسان ہے کہ ہر طرف خوش حالی ہی خوش حالی نظر آتی ہے۔ راستے میں پہاڑ نظر آئے تو نظر پھر گردش ایام کی طرف لوٹ گئی۔ یہ تو وہی پہاڑ ہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوما کرتے تھے۔ جن کے بیچوں بیچ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری چلتی تھی۔ خراماں خراماں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے جلو میں گھومتے تھے، دعوت اسلام دیتے تھے۔

فجر کی نماز کے لیے ملحقہ مسجد میں گئے۔ اگرچہ ابھی اذان فجر نہیں ہوئی مگر مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہے۔ عجب روحانی منظر ہے۔ مختلف قوموں، رنگ ونسل کے عازمین حج اور مقامی افراد ذکر واذکار تسبیحات میں مشغول ہیں۔ کچھ ٹیک لگائے قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہیں۔ جس کے لیے مسجد کی صفوں کے ساتھ فرشی صوفے لگے ہوئے ہیں۔ عزیزیہ سے نکل کر آج پہلے عمرے کے لیے جانے کا پروگرام ہے۔ اللہ کے گھر پہلی حاضری ہے۔ اس کے در کا سوالی اس کے در پہ جا رہا ہے۔ گناہوں کی پوٹلیاں لیے رحمت اور معافی کا طلب گار ہے۔ حرم کے لیے روانہ ہوئے۔ تلبیہ پڑھتے، لبیک اللھم لبیک کے نعرے لگاتے۔ دل دھڑک رہا ہے۔ سانس تیز تیز چل رہی ہے۔ آج حاضری ہے، اللہ کے گھر، اللہ کے سامنے۔

☆............☆

کعبہ پہ پہلی نظر

اللہ کا گھر، بیت اللہ، بالکل آنکھوں کے سامنے، کیا شان ہے۔ عظمتوں اور رفعتوں والے اللہ کے گھر کی۔ ساری زندگی پنج وقتہ نماز میں "منہ طرف خانہ کعبہ شریف دے" کی نیت کر کے نماز پڑھتے رہے۔ آج وہ بالکل سامنے ہے۔ اپنے جلال و کمال کے ساتھ سامنے کھڑا ہے۔ میرے اللہ کا گھر۔ عظمتوں والا، رفعتوں والا، کمال اور جلال والا، اللہ کا گھر جہاں اللہ آسمان سے اتر کر اپنے گھر میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔ اللہ کا گھر سامنے آیا۔ تو ہذیانی کیفیت ہوگئی، ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ دعائیں بھول گئیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے آپ پر تفاخر ہونے لگا۔ اپنی تخلیق واقعی احسن التقویم لگی۔ آج ساری آسیں، ساری مرادیں، ساری امیدیں، ساری حسرتیں، پوری ہوگئیں۔ اللہ کا گھر سامنے آیا تو کچھ یاد نہ رہا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ پہلے باب ملک عبدالعزیز کے جھروکے سے اللہ کے گھر کی اوٹ نظر آئی۔ پھر کیا تھا اللہ کا گھر۔ دنیا کے بتکدوں میں وہ پہلا گھر خدا کا۔ جس کو مرکز نگاہ بنا کر جس کی نیت کر کے ساری زندگی نمازیں پڑھتے رہے۔ وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ پہلے نگاہیں جھکیں، عقیدت سے احترام سے پھر اٹھیں اور اٹھی رہ گئیں۔ ایک ہی جگہ، ایک ہی نکتہ پر، اللہ کے گھر پہ ٹھہر گئیں، فوکس ہو گئیں، بدن میں جھرجھری سی لگی۔ بال کھڑے ہوگئے، سکتہ سا طاری ہوگیا۔ ایک لمحے کے لیے لگا یہ خواب ہے، خیال ہے، آنکھیں بند کیں، پھر کھولیں، پھر بند کیں، آنکھوں کو مل کر دیکھا۔ یقین آ گیا، جلال والا، کمال والا، گھر آنکھوں کے سامنے نظر آیا۔ نظر پڑی۔ پڑی رہ گئی۔ اب آنکھیں وہاں سے ہٹتی نہیں۔ کب سے دید کی منتظر تھیں۔ کب سے نظارہ کرنا چاہتی تھیں۔ کب سے اللہ کے گھر کو فوکس کرنا چاہتی تھیں۔ میرے پاس الفاظ کا ذخیرہ نہیں۔ میں قادر الکلام نہیں۔ اللہ کے اس گھر کی شان میں دنیا کے سارے سمندر روشنائی اور سارے درخت قلمیں بن جائیں تو اس کی شان بیان نہیں ہوسکتی۔ میں ناچیز کیا......اور میرا قلم کیا......

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء

ذہن کی کیفیت عجیب ہے۔ جسم کے روئیں روئیں سے، انگ انگ سے خوشی ٹپک رہی ہے۔ اللہ کے گھر

کو دیکھ کر اس کی دید کر کے اس کو آنکھوں میں بسا کے اپنی خوش بختی پہ فخر اور ناز محسوس ہو رہا ہے۔ وجد کی کیفیت ہے، نورانی کیفیت ہے، اللہ کے گھر کو دیکھ کر خود فراموشی سی ہو گئی ہے۔ مجھے اپنا آپ اپنا وجود اللہ کے گھر میں جذب ہوتا اور اس میں حلول ہوتا محسوس ہو رہا ہے۔ بقول شاعر ؂

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا
اپنا دیوانہ بنایا، میں تو اس قابل نہ تھا
گرد کعبے کے پھرایا، میں تو قابل نہ تھا

اللہ کے گھر کے ارد گرد سات چکر، سات پھیرے...... یہ کیسا نظام ہے۔ کیا عظیم الشان منظر ہے۔ دنیا کی ساری قوموں کے افراد، کالے، گورے، پیلے، زرد، ستواں ناک، چپٹے ناک، گول چہرے، چھوٹے، موٹے، سنہری، کالے، سفید اور گھنگھریالے بالوں والے، چھ، سات فٹ کے کڑیل جوان مرد اور عورتیں۔ تین چار فٹ کے بونے اور چھوٹے قد والے مرد اور عورتیں سب حاضر ہیں۔ یہ سارے تیرے در کے سوالی ہیں۔ سالوں سے منتظر تھے تیرے گھر کی دید کے، آج ان کی خواہش پوری ہوئی ہے۔ یا اللہ تیرے در پہ حاضر ہیں۔ سب اندر سے فرحاں، خوش، نازاں اور اپنے اپنے نصیب پر مطمئن ہیں۔ یہ کیسا مرکز ہے۔ کیسی کشش ثقل ہے۔ ایک ہی مرکز مسلمانوں کا نشان عالیشان۔ اسماء بار بار رو رو کر پکار رہی ہے۔ یا اللہ ہم نے سوچا بھی نہ تھا۔ اس قابل نہ تھے تیرا گھر یوں سامنے ہوگا، عیاں ہوگا۔ سب دریچے وا ہو گئے۔ سب پردے کھل گئے۔ اللہ تو خود آسمان سے اتر آیا ہے۔ وہ سامنے کھڑا اپنے گھر کے اندر مسکرا رہا ہے۔ اپنے بندوں کے لبیک لبیک کہنے پر خوش ہو رہا ہے۔ جواب دے رہا ہے۔ اللہ اپنے گھر میں اپنے بیت اللہ میں جلوہ افروز ہے۔ مجھے تو اللہ اپنے گھر میں بیٹھا، اپنے سارے چاہنے والوں کو سارے حج کرنے والوں کو خوشی سے پیار سے دیکھتا ہوا صاف نظر آ رہا ہے۔ یا اللہ یہ سارے تیرے بندے تیرے نام لیوا تیرے گھر کے پھیرے لگانے والے۔ آج مشکل میں ہیں۔ یا اللہ دستگیری فرما۔ سب سے زیادہ دعائیں پاکستان کے لیے، بچوں کے لیے اور جس جس نے کہا تھا۔ آج سارے یاد آ گئے۔ دادا کہا کرتے تھے میرا پوتا بڑا سول سرجن بنے گا۔ دادی جان، نانا، نانی، ماموں اور سب سے بڑھ کر محترمہ ساس صاحبہ جو ہمیشہ دعا دیتیں۔ اللہ کے گھر دیکھ کر تو سب بھول گیا تھا جونہی اوسان بحال ہوئے تو ساری دعائیں لبوں پہ آ گئیں۔

جنہوں نے دعا کے لیے کہا تھا سب یاد آ گئے مگر بے خودی اور خود فراموشی کی کیفیت آخری چکر تک برقرار رہی۔ یا اللہ میں کتنا خوش قسمت ہوں۔ یہ لفظ لکھنے کی سعادت اللہ کے گھر کے سامنے مسجد حرام کے صحن میں بیٹھے نصیب ہو رہی ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت قریب ہے اور مسجد حرام میں پہلی نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے دل بیتاب ہے۔

☆............☆

طواف کے سات چکر

جونہی باب الفتح یا کسی اور دروازے سے گزر کر آپ حرم کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ سامنے سے اندر نظر پڑتی ہے۔ جھروکوں سے سوہنے کے گھر کا ہلکا سا دیدار ہوتا ہے۔ تو دل کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ وہ بیان سے باہر ہے۔ پتھر سے پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے اور کفر پاش پاش ہو جاتا ہے۔ ہم خراماں خراماں ہجوم سے راستہ بناتے آگے پہنچے تو سارے پردے ایک دم وا ہو گئے۔ نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز۔ اللہ کا گھر، خانہ کعبہ بالکل آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ آنکھیں ساکت ہو گئیں۔ بیت اللہ پہ جم گئیں، ادھر اُدھر ہٹنے کا نام نہ لے رہی تھیں۔ زبان گنگ، عشق و مستی کے سفر کا یہ کلائمکس ہے۔ لاکھوں کا ہجوم حجرِ اسود کی طرف دیکھ کر سلام کرتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت بیان کرتا نظر آتا ہے۔

سات چکر کیوں؟

سات زمین اور سات آسمان، ماں کے پیٹ سے زمین کے پیٹ میں آنے تک زندگی کی منزلیں سات، قرآن کی منزلیں سات۔ سبع مثانی، یعنی قرآن کی قرأت سات طرح سے براعظم سات۔ ہفتے میں دن سات۔ سعی کے چکر سات۔ جمرات کو 7 کنکریاں 7 بار۔ 7 کا ہندسہ متبرک ہے، مقدس ہے، مقام والا ہے، اسی لیے طواف کے چکر بھی سات ہیں۔

عیدین کی تکبیریں سات ہیں اور سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دلانے کا حکم ہوا

ہے۔روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں سات مشکیزہ پانی سے غسل کرانے کے لیے فرمایا۔اللہ نے قوم عاد پر طوفانِ بادوباراں سات رات تک جاری رکھا۔اللہ نے صدقہ کا ثواب جو صدقہ کرنے والوں کو ملے گا۔سات بالیوں سے جو ایک دانہ سے اگتی ہیں جن میں سو سو دانے ہوں سے تشبیہ دی ہے اور صدقہ کا اجر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زائد سات کے ضرب کے ساتھ ملے گا۔جب حضرت یوسفؑ قید میں تھے تو بادشاہ نے کہا "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی فربہ گائیں ہیں جن کو سات لاغر دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیاں ہیں ہری ہری اور دوسری سات سوکھی ہوئیں اور بالکل خشک" (القرآن: یوسف 44) جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے کم از کم سات مرتبہ دھویا جائے جن میں سے ایک مرتبہ مٹی سے۔اونٹ کی قربانی میں سات حصہ دار ہو سکتے ہیں اسی طرح گائے کی قربانی میں سات حصہ دار ہو سکتے ہیں۔نمازیں بھی سات ہیں 5 نمازیں فرض ہیں اور 2 نمازیں نفل جن میں تہجد اور اشراق کی نماز شامل ہے۔حضرت سلیمانؑ کی مہر سات نوکدار ستاروں کی شکل میں تھی۔اس کے علاوہ 7 کے ہندسہ میں حکمت بھی ہے، فلسفہ بھی ہے، جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

پہلا چکر

اللہ کے گھر پہ نظر پڑتے ہی پہلے چکر میں انسان کعبۃ اللہ کو دیکھ کر مبہوت و مخمور ہو کر اپنا آپ بھول جاتا ہے۔دنیا کے خطے سے آئے تمام افراد اپنا وجود کھو دیتے ہیں۔وہ ایک ذرہ بن جاتے ہیں اور وہ ذرہ بن کر اللہ کے گھر میں جذب ہو جاتے ہیں۔لاکھوں لوگ ہوتے ہیں پر نہیں ہوتے۔ایک صرف اللہ کا گھر ہوتا ہے۔باقی سب فنا ہو جاتا ہے۔فنا فی بیت اللہ ہو جاتا ہے۔حل ہو جاتا ہے۔محلول میں سب حلول کر جاتا ہے۔کسی کو اپنی پہچان نہیں رہتی۔سب اللہ کے گھر میں آ کر اس کے دربار میں پہنچ کر اپنے آپ سے، اپنی ذات سے بے نیاز اور بیگانہ ہو جاتے ہیں۔بے خود ہو جاتے ہیں۔

دوسرا چکر

رکن یمانی سے دنیا اور آخرت میں بھلائی کی دعا کر کے آگے بڑھتے ہیں۔حجر اسود یعنی جنت کے اس کالے پتھر کی اتنی قدر و منزلت ہے کہ لاکھوں لوگ ہر سال اس کو بوسہ دینے، اس کو چوم لینے، اس پہ اپنے ہونٹ پیوست کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔اس کے لیے تگ و دو کرتے ہیں۔جان لڑاتے ہیں، اپنا آپ بھول جاتے ہیں لیکن موقع صرف نصیب والوں کو ملتا ہے۔اس کے لیے تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔جاں جوکھوں میں ڈالنا پڑتی ہے۔انڈین بابے کی طرح خون کی ندی پار کرنا پڑتی ہے۔اگر باری آ جائے تو آپ اس سے چمٹ جائیں۔ اپنا منہ اور سر بوسہ کے لیے اندر کر دیں کہ اللہ کا حکم اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔تو جلدی کریں

وہاں حضرت بلالؓ کی دنیا کے لوگ اس پتھر پہ اپنا حق سمجھتے ہوئے جو اس کے قریب آئے اسے بزور بازو پرے کر دیتے ہیں۔ پہلا چکر تو خانہ خدا میں جذب ہو کر گزرا۔ اپنا نصیب اتنا اچھا لگا۔ یا اللہ یہ تیرا عظموں اور رفعتوں والا گھر ہے۔ کیسا جمال ہے۔ کیا جلال ہے۔ نظریں ٹھہرتی نہیں۔ جھکتی نہیں۔ پھر اٹھتی ہیں۔ پھر دیکھتی ہیں۔ بار بار دیکھتی ہیں اور دیکھتی رہ جاتی ہیں۔ دل سے دعا نکلتی ہے۔ یا اللہ ادھر کہیں ہی جگہ دے دے، اپنے گھر میں بسیرا بنا دے۔ جونہی استلام ہوا یاد آ گیا کہ دعائیں مانگنے کا وقت ہے۔ رو رو کر گھگھیاں بندھ گئی ہیں۔ خوشی کے آنسو، شادی مرگ کی کیفیت، اس گھر کی طرف نیت کر کے صدیوں سے نماز پڑھتے رہے۔ وہ سب سامنے تھا۔ سب یاد آ گیا۔ اگلے پچھلے احباب۔

بابا نظام الدین، دادی اماں، نانا جان، ماں، ماموں، لاہور والی امی سب آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ یمنیٰ، حذیفہ، ماہ نور بھی نظر آ رہے ہیں اور یہیں کہیں ہیں۔ بابا میرے لیے دعا کرنا کہ میں پکا حافظ قرآن بن جاؤں۔ حاملِ قرآن بن جاؤں، میرے درویش بیٹے نے بس اتنی دعا کے لیے کہا۔ یمنیٰ! بابا میرے لیے خوب دعائیں کرنا۔ ماہ نور بولی! بابا میرے لیے سب کچھ مانگنا؟ سب کچھ مانگ رہا ہوں آج آپ کا بابا گدا ہے۔ اس کے در کا سوالی ہے۔ فقیر ہے، خالی جھولی ہے، آج بھیک مانگنے کا وقت ہے۔ اللہ سے بھیک مانگتا رہوں گا۔ جب تک جھولی نہیں بھرے گی۔ آپ کا بابا ادھر سے نہیں ہٹے گا۔ اللہ کے گھر کے چکر، بیت اللہ کے پھیرے لگاتا رہے گا۔ دیوانہ وار، مجنوں کی طرح، عاشق کی طرح، بنگالی بابے کی طرح، پاگلوں کی طرح چاہے، ان چکروں میں ہی زندگی کی شام ہو جائے، زندگی تمام ہو جائے۔ یا اللہ میرا پاکستان۔ تیرے نام پہ قائم ہوا۔ لا الہ الا اللہ کی بنیادوں پہ بنا۔ آج ہر طرف خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ اندرونی و بیرونی سازشیں اور ریشہ دوانیاں ہیں۔ اور سارے اغیار تیرے نام پہ بننے والے اس ملک کو مٹانے کے درپے ہیں۔ یا اللہ اسے قائم رکھ۔ یا اللہ اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کر دے۔

محبوب شاہ بھی یاد آ رہے ہیں۔ خدمت اور علاج کے سارے ساتھی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ بڑے دل والے عدیل ہاشمی، غلام احمد بمبل، خواجہ فیصل، سگا برادران سب یاد آ رہے ہیں۔ کعبۃ اللہ سے نظریں نہیں اٹھ رہیں۔ یا اللہ کرم فرما۔ پھر رکن یمانی آ گیا۔

تیسرا چکر

تیسرا چکر شروع ہو گیا۔ اللہ کے گھر کی طرف لاکھوں نگاہیں ہیں۔ اشکبار آنسوؤں کے ساتھ فریادیں ہیں۔ آہیں ہیں۔ سسکیاں ہیں۔ چیخیں مارتے، روتے، گڑگڑاتے دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے۔ دیوانے

مستانے ہیں۔ اپنی اپنی آوازوں میں اپنی اپنی اداؤں سے پکار رہے ہیں۔ لاکھوں لوگ ہیں۔ کوئی خاموشی سے، کوئی چلا کر، کوئی دیوانہ مستانہ ہو کر ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہے، تیرے گھر کے پھیرے لگا رہے ہیں۔ سانس بھی لے رہے ہیں۔ دھوپ تیز ہے۔ لیکن عجب روحانیت کا ماحول ہے۔ ذرا بھی کسی کی سانس لینے کی یا پسینے کی بو نہیں آ رہی۔ مست آنکھیں محبوب کے دیدار کی طرح ٹکٹکی باندھے تیرے گھر کو دیکھے جا رہی ہیں، تکے جا رہی ہیں۔ ابھی ابھی حذیفہ لگتا ہے میرے پاس تھا۔ اس درویش بچے نے کچھ نہ کہا بس اتنا کہا کہ میرے لیے یہ دعا کرنا بس پکا حامل قرآن بن جاؤں۔ اسماء بولی۔ دنیا اور آخرت میں بہتری کی دعا مانگ لیں۔ پھر رکن یمانی آ گیا ہے۔

چوتھا چکر

حجر اسود نظر نہیں آتا۔ تو اس کی طرف اشارہ کر کے دونوں ہاتھ اس کی طرف بلند کر کے چومتے ہیں۔ یہ بھی عقیدت کا عجیب مستانہ انداز ہے۔ استلام واجب ہے، نہیں کریں گے تو طواف مکمل نہ ہو گا۔ اللہ نے اس پتھر کو اتنی عزت دی۔

پہلے تین چکروں میں رمل کا حکم ہے۔ شانے چوڑے کر کے جوگنگ کے انداز میں چلیں تاکہ دشمن پر ہیبت طاری ہو۔ دشمن کو اپنی طاقت دکھانا مقصود ہے۔ کعبہ کے اردگرد پروانے دیوانہ وار گھوم رہے ہیں۔ واری جا رہے ہیں۔ اپنا دل، اپنی جان عقیدت کے پھول سب کچھ پیش کر رہے ہیں۔ اپنی اپنی خوش بختی پہ نازاں ہو رہے ہیں۔ اسماء نے پانچواں استلام کرتے ہوئے تسبیح کا ایک اور دانہ گھمایا۔ پانچواں چکر شروع ہونے کو ہے۔ آج سمجھ آئی کہ اس چھوٹی سی تسبیح کی کیا اہمیت ہے۔

پانچواں چکر

یہ دنیا کا واحد چھوٹا سا مستطیل و مکعب نما پیارا سا، جلال و کمال والا، اللہ کا گھر ہے جس کے اردگرد لاکھوں دیوانیاں، پروانے، دیوانے، مستانے سال کے 365 دن، ہفتہ کے سات دن اور سات دنوں میں ہر گھنٹے، ہر منٹ، ہر سیکنڈ گھومتے رہتے ہیں، "لبیک اللھم لبیک" کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ طواف کرتے ہوئے اللہ کے بندے اور بندیاں رب الٰہی کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کعبۃ اللہ کا طواف اس کے تعمیر ہونے سے لے کر اب تک جاری و ساری ہے اور نماز کے علاوہ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب طواف نہ ہو رہا ہو۔ اس طواف نے ابد تک رہنا ہے۔ جب طواف بند ہو گا تو قیامت آ جائے گی۔ نگاہیں پتھرا سی گئی ہیں۔ ایک ہی طرف ایک ہی تکتے پہ مرکوز ہیں۔ ہٹتی ہی نہیں۔ کیسے ہٹیں۔ صاحب جلال و کمال کا جلال و کمال والا گھر آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ وہی گھر ہے جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دوران نماز آیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش تھی کہ قبلہ خانہ کعبہ ہو جائے۔ بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی بات بھانپ لی اور

دوران نماز ہی تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابیوں کے ساتھ اللہ کے حکم سے اس گھر کی طرف مڑ گئے۔ اس وقت سے لے کر اب تک لاکھوں کروڑوں لوگ ہر وقت اسی کی طرف منہ کی نیت کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ پانچواں چکر ختم ہونے کو ہے۔ اسماء نے منی تسبیح کا ایک اور دانہ گرا دیا اور یاد کرایا۔ ابا جی، امی، بھائی، بہن سب میرے تصور میں میرے ساتھ ہیں۔ یمنیٰ، حذیفہ اور ماہ نور بھی ادھر تھے۔ شاہ صاحب، اعجاز ہِکا، غلام احمد بمبل، عدیل ہاشمی، ڈاکٹر طاہر، اشفاق، رفیق، توفیق، صفدر بھٹی، شفقت، حنیف عابد، امجد بھی ابھی یہاں تھے۔ آفتاب صاحب بھی آئے۔ روتی ہوئی ثوبیہ، دعاؤں کی درخواست لیے اور سب دوست احباب اس چکر میں میرے ساتھ ہیں۔ میرا پاکستان بھی میرے ساتھ طواف میں شامل ہے۔ سب کے لیے دعائیں نکل رہی ہیں۔ یا اللہ سب کی مشکلات حل کر۔ سب کے مسائل ختم کر اور سب کو خوش حال کر دے۔ جو جو خدمت اور علاج کے سفر میں ساتھی ہیں یہ سب ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، ہم رکاب ہیں۔ دنیا کے تمام خطوں برما، سری لنکا، انڈونیشیا، کوریا، جاپان، ترکی، انگلینڈ، امریکہ، برطانیہ، بوسنیا، پاغستان، صومالیہ، تھائی لینڈ، سوڈان، یمن، فلپائن، ملائیشیا، ایران، فلسطین، لبنان، موریطانیہ، افغانستان، کرغیزستان، میانمار، انڈیا، فن لینڈ، آسٹریا، آسٹریلیا، ہنگری، یونان، ترکمانستان وغیرہ سے لاکھوں عورتیں اور مرد یہاں حاضر ہیں۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں سے لوگ نہ پہنچے ہوں۔ سب اس کے دربار میں حاضر ہیں۔ اس کے گھر کا چکر لگا رہے ہیں۔ دنیا میں ہونے والا کوئی دوسرا ایونٹ یا مذہبی تہوار کعبہ کے طواف کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ یا اللہ مسلمانوں کو آج کے مجمع کی طرح ایک یونٹ بنا جو مل کر کافروں اور طاغوت کو شکست دے اور دنیا میں اسلام کو بلند مقام عطا فرما۔ اسماء بولی دنیا میں واپس آ جائیں۔ اللہ کے گھر کو دیکھیں تصورات سے نکل آئیں۔ میری نگاہیں تو ادھر ہی ہیں۔ میں تو ان لمحوں کو آنکھوں میں بسانا چاہتا ہوں۔ یا اللہ یہ لمحے یہ ساعتیں کبھی ختم نہ ہوں۔ کعبہ کا دیدار ہمیشہ کے لیے نصیب ہوتا رہے۔ اپنی خوش بختی پر نازاں ہوں۔ اسماء نے تسبیح کا ایک اور دانہ گرا دیا۔

چھٹا چکر

چھٹا چکر شروع ہو گیا۔ گرمی کی شدت میں کمی آ گئی۔ مگر پروانوں، مستانوں، دیوانوں اور دیوانیوں کو گرمی سے کیا غرض، یہ لاکھوں بھنورے شمع کعبہ کے گرد جل مرنے کو تیار ہیں۔ اس کے اندر جذب ہونے کو پر تول رہے ہیں۔ اس کا حصہ بننے کے لیے بے قرار ہیں۔

لاکھوں لوگ ہیں۔ گرمی ہے۔ حبس ہے۔ پسینے میں شرابور ہیں۔ دعاؤں سے زمین اور آسمان گونج رہے ہیں۔ اسماء کو تو دور سے ہی کسی کے پسینے کی بدبو آ جاتی تھی لیکن اب کہتی ہے کہ آج تو روحانیت ہی روحانیت ہے۔

ہر طرف خوشبو ہی خوشبو ہے۔ مہک ہی مہک ہے۔ چہروں پر طمانیت ہے، روشنی ہے نور ہے، نہ تھکاوٹ کے آثار، نہ بوریت۔ ہر چہرہ دمک رہا ہے، چمک رہا ہے، یہ حاضری کا نور ہے۔ یہ بلاوے کا کمال ہے۔ تسبیح کا ایک اور دانہ گرا۔

ساتواں چکر

ساتواں چکر شروع ہو گیا ہے۔ لبوں پہ دعاؤں کے ساتھ التجائیں، فریادیں بھی آنے لگیں۔ کرم مانگتا ہوں۔ فضل مانگتا ہوں۔ یا الٰہی میں تجھ سے ہر دعا مانگتا ہوں۔ اللہ کے گھر میں ایسی کشش ہے کہ ساری زندگی بھی لگ جائے تو بندہ اس کے گھر کے چکروں سے نہ نکلے۔ یا اللہ اس گھر کا سوالی رکھنا۔ اس در سے دھتکار نہ دینا۔ اس در کی طرف بار بار بلاتے رہنا۔ اسماء نے یاد دلایا کہ ساتواں چکر ختم ہوا۔ اب مقام ابراہیمؑ پہ دو رکعت نماز ادا کرنی ہے۔

حج کیا ہے؟ خلیل اللہؑ کی پکار کا جواب۔ خلیل اللہؑ کی پکار پہ لبیک کہنے کے لیے لاکھوں پروانے ہر سال تیار رہتے ہیں اور یہاں حاضری دیتے ہیں۔

ساری دعائیں التجائیں پھر سے لبوں پر آ گئیں۔ یا اللہ میری یمنٰی، حذیفہ، ماہ نور کو اعلیٰ تعلیم اور کامیابیاں عطا فرما۔ والدین کا سایہ دیر تک قائم رکھ اور پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھ اور اس کے دشمنوں کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دے۔

حرم میں نماز

نماز اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ پنج وقتہ نماز پڑھنا اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا ایک عاقل اور بالغ مسلمان کے لیے ضروری اور فرض ہے۔ پاکستان میں نماز کو مشکل اور انتہائی پیچیدہ بنا دیا گیا ہے۔ اس لیے مسجدوں میں خال خال نمازی نظر آتے ہیں۔ مگر یہاں جونہی اذان کی آواز آتی ہے تو دکانیں بند ہو جاتی ہیں۔ ہر کوئی کاروبار زندگی بند کر کے مسجد کی طرف دوڑتا ہے۔ اذان کے تھوڑی دیر بعد باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ مسجدوں میں پل بھر میں نمازیوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے ہیں۔ اذان سے پہلے ہی لوگ آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف روحانیت برستی ہے۔ لوگ ٹیک لگائے قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں یا پھر نوافل میں مصروف ہو جاتے ہیں یا گریہ آہ و زاری میں لگے ہوتے ہیں۔

اللہ کے گھر کے ارد گرد سات چکر پورے ہو گئے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہونے والا ہے۔ آج اپنے نصیب جاگے ہوئے ہیں۔ حرم کے وسیع و عریض صحن میں طواف کے لیے جانے والے اور طواف کر کے آنے والے صف بندی میں لگے ہوئے ہیں۔ عورتیں، مرد، بچے، نوجوان نماز کے انتظار میں ہیں۔ عجب سماں ہے۔ روحانیت برس

رہی ہے۔ ہر طرف نور ہی نور ہے۔ اپنی قسمت پر رشک آ رہا ہے۔ بقول شاعر:

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

حرم کے گوشوں سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے۔ تو ایک دم ہر طرف سکون سا ہو جاتا ہے۔ اللہ اکبر...... اللہ اکبر...... اللہ واقعی بڑا ہے۔ بہت بڑا ہے۔ اذان کے ختم ہوتے ہی نماز کے لیے صف بندی شروع ہو گئی۔ تکبیر ہوئی اور لاکھوں پروانے مستانے ایک پکار پر اپنی جبینیں اس کے در پر جھکانے کے لیے صف آراء کھڑے ہو گئے۔ اللہ اللہ کیا منظر ہے۔ ایمان والوں کا اجتماع ہے۔ یہاں پر تو ہر وقت رحمت برستی ہے۔ نور علیٰ نور کی صحیح تصویر اور تفسیر دیکھنی ہو تو یہاں آ کر دیکھو۔ حرم میں ایک نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ ثواب سے زیادہ جو روحانی بالیدگی، طمانیت، طہارت قلب، ذہنی آسودگی، تسلی و تشفی اور سکون یہاں نصیب ہوتا ہے۔ اس کا جواب نہیں۔ نماز ختم ہونے کے فوراً بعد امام کعبہ نے اعلان کیا کہ نماز جنازہ ہے۔ کون ہے؟ کہاں سے آیا؟ کتنا خوش نصیب ہے جس نے اللہ کے گھر میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ امام کعبہ نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں اور دنیا بھر سے آئے ہوئے لاکھوں عازمین حج جنازہ پڑھ رہے ہیں۔

☆............☆

آبِ زم زم، آبِ شفا

عمرہ کے سارے مرحلے ابھی پورے نہیں ہوئے۔ ابھی آب زم زم پینا ہے۔ جام بھر بھر کے، بہت سیر ہو کر پینا ہے۔ جسم پر انڈیلنا ہے۔ جسم کے روئیں روئیں کو اس سے مس کرنا ہے۔ یہ آبِ رحمت ہے، آبِ شفا ہے، اماں ہاجرہ کی طرف سے امت کے لیے رہتی دنیا تک کا تحفہ ہے۔ اماں ہاجرہ کے لیے ہی تو حج ہے۔ اماں کی قربانیوں کا ہی تو صلہ ہے۔ اماں ہاجرہ نے امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ کتنا احسان کیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی ایڑیوں کے زمین پہ رگڑے جانے اور فرشتے کے پر مارنے سے سے چاہ زم زم شروع ہوا۔ صدیاں بیت گئیں، یہ محبت کا، قربانی کا، ایثار کا، جذبے کا، سعی کا چشمہ جاری ہے۔ یہ عجب آب زم زم ہے۔ آب شفاء ہے۔ جس نیت سے پئیں گے۔ پوری ہوگی۔ بقول شاعر:

ع مدتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا
جام زم زم کا پلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

آبِ زم زم کے آب شفاء ہونے کے کئی قصے سنے۔ حال ہی میں سری لنکا میں فلپائن سے آئی ملازمہ نے 15 دن لگاتار آب زم زم پیا۔ اسے مرگی کی بیماری تھی۔ شفا ہوگئی، فوراً اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئی۔ شاہ فیصل نے بتایا کہ بچے کی آنکھ سوجی ہوئی تھی۔ ڈاکٹروں کے پاس کوئی علاج نہ تھا۔ عمرہ پہ لے گئے۔ بچے کی آنکھ کو بار بار آب زم زم سے دھویا۔ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ اپنے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ دو مہینے سے زبان پر زخم تھا۔ حج کے دوران زخم اور خراب ہوگیا۔ ہر طرح کی اینٹی بائیوٹک دوائیں اور جیل استعمال کر لیں۔ زخم ویسے کا ویسا ہی رہا بلکہ ادھر اُدھر پھیل گیا۔ حرم میں آب زم زم پیتے ہوئے اللہ سے دعا کی کہ اب اس کا علاج

صرف اور صرف آبِ زم زم پلا کر کرنا ہے۔ کسی قسم کی کوئی دوا یا جیل استعمال نہیں کرنی۔ اللہ کا شکر ہے کہ آبِ زم زم پینے سے زبان کا السر ٹھیک ہو گیا۔ بڑے بڑے جغادریوں نے ٹامک ٹوئیاں ماریں۔ Analysis کرنے کی ٹھانی۔ کیڑے نکالنے کی سعی کی۔ مگر ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ آبِ زم زم کا کنواں کب سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ سعودی حکومت اور آلِ سعود کو داد دینا پڑتی ہے کہ مشینیں اور پمپ لگا کر حرم کے مختلف حصوں میں پانی کے لیے ٹینکس بنوا دیئے ہیں۔ جہاں سے ہر وقت تازہ اور ٹھنڈا آبِ زم زم دستیاب ہوتا ہے۔ یہ ایسا چشمہ ہے جو کبھی سوکھے گا نہیں۔ پانی کبھی کم نہ ہو گا۔ اللہ اللہ کیا نعمتیں ہیں۔ اللہ کے گھر میں، یا اللہ تیرا شکر ہے۔ اتنا فضل تو نے کیا۔ اپنے گھر بلا لیا۔ تیرے در پہ حاضری کتنی بڑی سعادت ہے۔ اسماء تو دو سال سے کہہ رہی تھیں۔ حج کے لیے چلیں۔ حج کرنا ہے۔ اسماء بیگم بلاوا آئے گا تو چلے جائیں گے۔ آخر بلاوا آ ہی گیا اور پہنچ گئے اس کے دربار میں اس کے در کے سوالی بن کر۔ محتاج بن کر، گدا بن کر۔ اللہ کی رحمتوں کا ڈائریکٹ نزول دیکھنا ہے تو ادھر آ کر دیکھیں۔ اللہ کا نور برستا ہے تو یہاں برستا ہے۔ اگر مسلمانوں کی یک جہتی، ہم آہنگی کا نظارہ کرنا ہے تو ادھر آ کر کریں۔ لو جی آبِ زم زم آ گیا۔ پیئیں، جئیں، جام بھر بھر کے لنڈھائیں، مدہوش و مخمور ہو جائیں۔ عجب نشہ ہے۔ پیتے جائیں اور پیتے جائیں۔ اللہ نے کیا عجب چشمہ جاری کیا جس کا فیضان رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔

☆............☆

اماں ہاجرہ کی سعی

اب کیا رہ گیا۔ بیگم اسماء بھی، ابھی سعی باقی ہے۔ سعی کہاں کریں۔ اکیلے ہو گئے۔ طارق شاہ اور شیخ صاحب پتہ نہیں کہاں رہ گئے۔ سعی سے پہلے سعی ہو گئی۔

حرم کا علاقہ کئی کلومیٹر میں پھیلا ہوا ہے۔ چلتے جائیں اور چلتے جائیں، آخری کونے تک پہنچنا مشکل ہے۔ سعی کہاں سے کریں۔ بار بار خانہ کعبہ، خانہ خدا، اللہ کے گھر کی طرف نظریں اٹھتی ہیں۔ دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ یا اللہ تو نے کتنا کرم کیا۔ کتنا فضل کیا۔ یہاں بلا لیا۔ اسماء بیگم اتنے اچھے تو نہ تھے۔ گناہوں سے پر، غلاظتوں، کثافتوں سے لتھڑے ہوئے اللہ نے اپنے گھر میں بلا کر کتنا اجلا کر دیا، صاف و شفاف کر دیا۔ سعی کیا ہے؟ قرآن پاک میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ: ''صفاء اور مروہ کی سعی اللہ کے شعائر میں سے ہے''۔ اللہ اللہ! کیا مقام دیا اللہ نے اماں ہاجرہ کو۔ اماں ہاجرہ کی قربانی، اللہ کے حکم کے آگے سرنگوں ہونا۔ ابا حضور خلیل اللہؑ اماں ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو اس بے آب و گیاہ بستی میں چھوڑ کر جانے لگتے ہیں تو اماں بار بار پوچھتی ہیں۔ آخر میں اماں کے کہنے پر کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کو کہا ہے خلیل اللہ؟ ہاں میں جواب دیتے تو اماں کہتی ہیں کہ میرا اللہ میرا نگہبان ہوگا۔ اماں ہاجرہ اللہ والی تھیں، اللہ پہ پکا یقین تھا۔ ہاجرہ نہ ہوتیں تو کچھ نہ ہوتا۔ نہ اسمٰعیل ہوتے اور نہ اسلام ہوتا۔ نبیؐ نہ ہوتے تو واقعی کچھ نہ ہوتا۔ صفا کی پہاڑی تلاش کرنے کے لیے ہمیں سعی سے پہلے سعی کرنی پڑی۔ شُرطوں اور ہم وطنوں سے پوچھ پوچھ کر صفاء تک پہنچے۔ طارق شاہ سے بھی رابطہ ہو گیا۔ پوچھتے پوچھتے اماں ہاجرہ کی سعی شروع کرنے کی

جگہ صفا پر پہنچ گئے۔ گردش ایام پیچھے کی طرف لوٹ گئی۔ اماں ہاجرہ سامنے کھڑی ہیں۔ کوئی بھی نہیں ہے۔ اوپر آسمان آگ برساتا سورج، لق و دق صحرا، بے آب و گیاہ بستی۔ ایک اکیلی جان، نہ کھانے کے لیے کچھ، نہ پینے کے لیے۔ بچہ گود میں۔ خلیل اللہؑ نے کہا میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ گزارا کیسے ہوگا؟ بچے کو کیسے سنبھالوں گی۔ آپ جائیں میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ میری بھی حفاظت کرے گا۔ اور بچے کی بھی۔ اماں ذرا پریشان نہ ہوئیں۔ اماں کا اللہ پہ تقویٰ تھا۔ اللہ پہ تقویٰ کرنے والے کہاں پریشان ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اماں ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو اِس بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر پہاڑ کی اوٹ میں جا کر اللہ سے دعا کی:

ترجمہ: جب ابراہیمؑ نے کہا، اے پروردگار! تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہوں، پھلوں کی روزیاں دے۔ (القرآن: ابراہیم 36)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے آب و گیاہ بستی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تا کہ یہ شکر گزاری کریں۔ (القرآن: ابراہیم 38)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعائیں قبول فرمائیں، مکہ مکرمہ امن کا گہوارہ بھی ہے اور وادی غیر ذی زرع (غیر کھیتی والی) ہونے کے باوجود اس میں دنیا بھر کے پھل فروٹ اور ہر قسم کے غلے کی وہ فراوانی ہے جسے دیکھ کر انسان حیرت و تعجب میں ڈوب جاتا ہے۔ ہر سال حج کے موقع پر پچاس ساٹھ لاکھ افراد مکہ میں پہنچتے ہیں اُن کے لیے کھانے پینے کی چیزوں اور پھلوں کی سپلائی میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوتی۔

بچہ رونے لگا۔ اماں تھوڑا سا گھبرائیں، بچے کو پانی چاہیے، پانی کہیں نہیں، ہر طرف جنگل ہی جنگل، حشرات الارض اور سانپ، جسم پر دھول جماتی صحرا کی تپتی ریت، نوکیلی چٹانیں، ان حالات میں اماں ادھر ادھر سرگرداں ہیں۔ اماں نے سر اٹھا کر صفا کی پہاڑی کی طرف دیکھا۔ پہلے ادھر جاتی ہوں، بچے کو لٹایا۔ اماں بچے کو لٹاتے ہوئے تھوڑی سی گھبرائیں، بچے کو اکیلا چھوڑتے ہوئے خدشات آئے، انسانی فطرت کا تقاضا، ماں تھیں ناں، ماؤں کے دل بڑے نرم و نازک ہوتے ہیں۔ ہر وقت اولاد کی خیر کے لیے دھڑکتے ہیں۔ اماں نے اسمٰعیل کو لٹایا اور دوڑیں صفا سے مروہ کی طرف۔ اماں سرپٹ بھاگی جا رہی ہیں۔ صفا سے مروہ کی جانب نوکیلے پتھروں اور آگ برساتے سورج کی پروا کیے بغیر صحرا کی ریت سے جسم چھلنی ہو رہا ہے۔ پانی کی تلاش ہے۔ پانی نہیں مل رہا۔ ایک چکر، دوسرا چکر، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا چکر پورا کر کے دوبارہ صفا تک پہنچتی ہیں تو اللہ اللہ کیا نظارہ دیکھتی ہیں۔ اماں بھاگ رہی تھیں تو اسمٰعیلؑ بھی ادھر اُدھر پہلو بدل رہے تھے۔ کروٹیں لے رہے تھے۔ بے چین تھے۔

بچے نے زمین پر ایڑیاں ماریں، رگڑیں۔ اللہ کو اماں ہاجرہ کی سعی اتنی پسند آئی۔ چشمِ فلک سے لاکھوں فرشتے نظارہ کر رہے ہیں۔ اماں کی سعی کو داد بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اماں تھکی ہاری آخری چکر میں آ رہی ہیں۔ پسینے میں شرابور ہیں۔ سانسیں پھولی ہوئی ہیں۔ پریشان ہیں۔ پانی نہیں ملا۔ بھلا کیسے گزارا ہوگا؟ لیکن اماں کی سعی اللہ کو پسند آ چکی ہے۔ اماں کی ادا اللہ کو بھا گئی ہے۔ قبول ہو گئی ہے۔ فرشتے کو حکمِ الٰہی مل چکا ہے۔ فرشتہ صفا مروہ پہنچ گیا ہے۔ جہاں جہاں ننھے اسمٰعیل کی ایڑیاں لگیں وہیں جبرئیلؑ نے پر مارا۔ تھکی ہاری، پسینے میں شرابور، ہانپتی کانپتی، سانسوں کو درست کرتی اماں ہاجرہ واپس صفا پر پہنچیں مگر یہاں تو ماجرا ہی کچھ اور دیکھا۔ اسمٰعیلؑ کے اردگرد پانی ہی پانی ہے۔ ہر طرف سے پانی اُمڈ رہا ہے۔ اماں پھر بھاگیں۔ پانی میں بچہ نہ بہہ جائے۔ پانی کو چلو بھر بھر کر خود پی بھی رہی ہیں اور بچے کو پلا بھی رہی ہیں۔ پانی اُمڈتا آ رہا ہے۔ بند نہیں ہو رہا، اِدھر اُدھر سے پتھر لا کر بند باندھنے کی، منڈھیر بنانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اماں آخر زور سے چلا کر کہتی ہیں۔ ''زم زم'' پانی رک جا۔ اماں ہاجرہ کا حکم سن کر پانی رک گیا۔ ٹھہر گیا لیکن ابلتا رہا اس وقت سے ابل رہا ہے۔ اماں کی سعی اور اسمٰعیلؑ کی ایڑیوں سے نکلنے والا یہ چشمہ آبِ حیات کئی صدیاں بیت گئیں کروڑوں، اربوں انسانوں کی پیاس بجھا چکا ہے اور قیامت تک کروڑوں اربوں کو مزید سیراب کرے گا۔

سعی میں اماں ہاجرہ مجھے نظر آ رہی تھیں، ابھی تو میرے ساتھ تھیں۔ اسماء نے کہا بھی سعی شروع کریں۔ صفا کی پہاڑی آنکھوں کے سامنے تھی۔

طواف کے سات چکر!

سعی کے سات چکر!

سات کا ہندسہ بھی عجیب ہے، قسمت والا ہے، سات آسمان و زمین سات سمندر، سات براعظم، سات عجائبات عالم، ہفتہ میں سات دن، قرآن کی سات منزلیں اور سعی کے سات چکر۔ اللہ نے اماں ہاجرہ کی سعی کا قرآن میں ذکر کیا اور اس کو اپنا شعائر قرار دے دیا۔ جو ہاجرہ کی تقلید میں سعی نہیں کرے گا۔ اس کا عمرہ اور حج مکمل نہیں ہوگا۔ مبرور نہیں ہوگا۔ اللہ اللہ کیا شان ہے اماں ہاجرہ کی! طواف کے بھی سات چکر اور صفا و مروہ کی سعی بھی سات چکروں میں۔ لو جی! سعی شروع ہو گئی۔ صفا کی پتھریلی، نوکیلی پہاڑی کے کچھ آثار باقی ہیں۔ سعی کے راستے میں پہاڑیوں کے اوپر شاندار عمارت بنا دی گئی ہے۔ سبز لائٹ وہ راستہ ہے جس پہ اماں بہت تیز دوڑی تھیں۔ یہاں سب مردوں کو اماں کی طرح تیز چلنے یا دوڑنے کا حکم ہے۔ سعودیوں کا کمال ہے کہ ایک ایک چیز کو حاجیوں کی بہتری کے لیے، آسانی کے لیے آسان اور باکمال بنا دیا ہے۔ کہاں پتھروں اور نوکیلی چٹانوں میں سعی اور کہاں ایئر

کنڈیشنڈ ہال میں سعی۔

ہر چکر میں اماں ہاجرہ کا سراپا آنکھوں میں رہا۔ اسماء وہ دیکھیں۔ اللہ کا گھر نظر آ رہا ہے۔ اس پہ نظریں جمائیں۔ سعی کے دوران بھی کعبہ بار بار نظر آتا ہے۔ بار بار آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ آنکھیں ہٹتی نہیں، تھکتی نہیں۔ سعی کے سات چکر پورے ہو گئے۔ مروہ کے کچھ پتھر لے کر فرش پہ لگا دیے گئے ہیں۔ جہاں ہزاروں زائرین دو نفل پڑھ رہے تھے۔ ہر چکر میں کوشش کی، مگر جگہ نہ ملی۔ اماں ہاجرہ کی قوم کے مردوں اور عورتوں نے اپنا قبضہ جمایا ہوا تھا۔ سعی مکمل ہو گئی۔ عمرہ تقریباً مکمل ہو گیا۔ طارق شاہ ساتھ ہیں۔ قدم قدم پہ گائیڈ کر رہے ہیں۔

اور نجمہ باجی گم گئیں

لاکھوں کے مجمع میں کسی کا گم ہو جانا۔ ساتھیوں سے بچھڑ جانا، قافلے سے جدا ہو جانا، کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ یہ ہوتا ہے، ہر دفعہ ہوتا ہے۔ ساتھی بچھڑتے ہیں۔ خاص کر عورتیں۔ اس لیے طارق شاہ نے ہدایت کی تھی کہ اسماء کو جدا نہ کرنا، ازل کا ساتھ اللہ نے دیا ہے۔ جدا کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اللہ نے نیک روح ساتھ لگائی ہے۔ اس پر اللہ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔

باجی ڈاکٹر صاحب کا پلو پکڑے رکھنا۔ شیخ زاہد درویش منش انسان ہیں۔ اپنی دھن میں مگن رہتے ہیں۔ نجمہ باجی، اگرچہ عمر میں بڑی ہیں وہ اپنے سے زیادہ زاہد کا خیال رکھ رہی تھیں۔ زاہد کو دعائیں بتا رہی تھیں کہ ایک ریلا آیا۔ باجی ادھر سے ادھر ہو گئیں۔ نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ ادھر ادھر بھاگے۔ بہتیرا تلاش کیا مگر کچھ بن نہ پڑا۔ کیا کریں، پہلی دفعہ شیخ صاحب کو پریشان دیکھا۔ اسماء بار بار کہہ رہی ہیں۔ اب کیا ہوگا؟ وہ کیسے عمرہ کریں گی؟ گھر والوں نے میرے ساتھ بھیجا تھا۔ میں نے کیوں ان کا خیال نہ کیا۔ سارے ساتھی چلے گئے۔ طارق شاہ کے ساتھ باجی کی تلاش میں ادھر سے ادھر بھاگ رہے ہیں۔ سفید حجاب پہنے کئی خواتین پہ نجمہ باجی کا گمان ہوا مگر قریب جاتے تو کوئی اور ہوتا۔ پریشانی ہو گئی۔ زاہد کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ یہی طے ہوا پہلے عمرہ کرتے ہیں۔ پھر دوبارہ تلاش کریں گے۔

شیخ زاہد بھی گئے

سعی کے چار چکروں میں شیخ صاحب اور اللہ دیا ساتھ تھے۔ پانچویں چکر میں وہ بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اب کیا کریں۔ نجمہ باجی کی فکر کچھ کم تھی۔ سوچا ادھر ہی ٹھہر جائیں۔ شیخ صاحب اپنی دھن کے بندے ہیں، کہیں نہ کہیں رک گئے ہوں گے۔ اللہ دیا ان کے ساتھ ہیں جن کی بیوی بھی گم ہیں۔ مگر وہ اللہ والی بی بی تو خود گم ہوئی ہیں۔ طارق شاہ سے کہنے لگیں میرے ساتھ کوئی بات نہ کرے۔ میرے اور اللہ کے درمیان نہ آئیں۔ مجھے

گائیڈ نہ کریں۔ مجھے پتہ ہے کہ میں نے کیا کرنا ہے۔ کدھر جانا ہے، جو لایا ہے۔ جس نے بلایا ہے، جس کا گھر ہے۔ جس کا کعبہ ہے وہ خود ہی میرا نگہبان ہے۔ نہ مجھ سے کوئی بات کرے، نہ مشورہ دے۔ مجھے مشکل پیش آئی تو خود ہی اس سے پوچھ لوں گی۔ بزرگ مطمئن تھے کہ وہ اپنی دھن میں مست ہیں۔ گم ہو گئیں تو کیا، خود ہی مل جائیں گی۔ یہیں کہیں سے نمودار ہو کر پھر میرے ساتھ بحث و مباحثہ میں مشغول ہو جائیں گی۔ جتنی دیر اللہ کے گھر میں رہے اچھا ہے۔ میں اس وقت تک سکون میں ہوں۔ اس کی غیر موجودگی میں آرام سے عمرہ کر لوں گا۔

عزیزیہ واپسی

عمرہ کے ارکان تقریباً مکمل ہو گئے۔ مگر ابھی بال کٹوانے کا مرحلہ باقی تھا۔ حرم کے قریب نئے اور پرانے نائی اپنے استرے، قینچیاں اور مشینیں تیز کیے، پھر رہے ہوتے ہیں۔ سر گنجا کرنے کے لیے حرم کے ارد گرد حجام کی کئی دکانیں ہیں مگر طارق شاہ کہنے لگے۔ بس آنے والی ہے۔ ایک ساتھی کے پاس مشین ہے۔ سب کا حلق ہو جائے گا۔ رہائش گاہ پہنچے۔ عصر کا وقت قریب تھا۔ جلدی جلدی کھانا نوش کر کے مسجد پہنچے۔ اذان سے پہلے مسجد نمازیوں سے بھرنا شروع ہو جاتی ہے۔ نیچے مرد اور اوپر عورتیں نماز پڑھتی ہیں۔ عورتیں مسجد میں باجماعت نماز پڑھتی ہیں۔ باجماعت نماز کا لطف ہی الگ ہے۔ عزیزیہ کے ارد گرد ہوٹلوں، دفاتر، کمپنیوں میں زیادہ تر ترک، لبنانی اور ایرانی لوگوں کا بسیرا ہے۔ ترک بھی عجیب قوم ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے دنوں میں حرمین شریفین کی نگہبانی ترک خلیفہ کے سپرد تھی۔ انہوں نے اپنا فرض خوب نبھایا مگر آل سعود نے تو کمال ہی کر دیا۔ ایسی ایسی سہولتیں دیں۔ مقامات مقدسہ کو اتنا دیدہ زیب، دلکش، آرام دہ بنا دیا کہ زائرین کو ذرا تکلیف نہیں ہوتی۔

حرم کی صفائی

حرم کی صفائی، حرم کی حفاظت، ناگہانی صورت حال سے نپٹنے، ہجوم بے قابو پہ قابو کے لیے ہزاروں کی تعداد میں سٹاف ہے۔ سب اپنا اپنا کام بخوبی سرانجام دیتے ہیں۔ حرم کی صفائی کا بھی ان کا اپنا انداز ہے۔ آپ سعی کر رہے ہیں، نماز سے فارغ ہوئے ہیں یا آب زم زم پی رہے ہیں۔ ایک طرف اچانک شور ہوتا ہے۔ ہٹو، بچو کی طرح کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ مخصوص ایریا کو گور کر لیا جاتا ہے۔ مشینوں، وائپروں سے صفائی شروع ہو جاتی ہے صفائی کرنے والے پہلے فرش پر بوتلوں سے وم وغیرہ ڈالتے ہیں، پھر سارے کے سارے بڑے بڑے وائپر لیے بڑے شوق اور جذبے سے آوازیں لگاتے، چلاتے اور وائپر چلاتے ایک طرف سے دوسری طرف جاتے ہیں۔ وائپر لگانے کے بعد فرش کو صاف اور ڈرائی کرنے والی مشینیں آ جاتی ہیں۔ تھوڑی دیر میں اجلا اجلا فرش شیشے کی طرح صاف اور نمایاں ہو جاتا ہے۔ ایک داغ دھبہ نظر نہیں آتا۔ اگر اس صفائی والی جگہ میں آپ کی کوئی چیز

پڑی ہے تو وہ بھی ڈسٹ بن میں جائے گی۔ حرم کی صفائی، آبِ زم زم کی سپلائی، پانی کے کولروں میں ہر دم آبِ زم زم بھرنے کی ذمہ داری اور غسل خانوں وغیرہ کی صفائی پاکستان، بنگلہ دیش، انڈیا، ملائشیا، انڈونیشیا کے مسلمانوں کے سپرد ہے۔ جبکہ نگرانی کے فرائض زیادہ تر سعودی اور دوسرے عرب ممالک کے لوگ ادا کرتے ہیں۔ حرم اور مسجد نبویؐ کی صفائی، حفاظت اور انتظام و انصرام کا سارا کام بن لادن کمپنی کے ذمے ہے۔ یہاں کے سارے رنگ، سارے پیرہن، سارے انداز نرالے ہیں۔ ہر طرف نور کی بارش برستی ہے۔ آسمان سے بھی نور، زمین سے بھی نور، ادھر سے بھی نور، اُدھر سے بھی نور۔ اللہ اکبر کی صدائیں، سبحان اللہ کی صدائیں، استغفار کی التجائیں، لا الہ الا اللہ کی صدائیں ہر آن، ہر گھڑی بلند ہوتی رہتی ہیں۔

حلق کے لیے تگ و دو

عمرہ تو ہو گیا لیکن جب تک سر نہیں منڈوائیں گے، احرام نہیں کھول سکتے۔ ساتھی کی مشین خراب نکلی۔ کہنے لگا مشین ٹھیک بھی ہو جائے تو مجھے تجربہ نہیں۔ شاہ صاحب کو کہا کہ باہر نکل کر حجام کی دکان دیکھتے ہیں۔ اناڑی مشین سے کہیں سارے کے سروں پہ دنیا کے نقشے نہ بن جائیں، سارے لہولہان نہ ہو جائیں۔ ادھر ادھر سے پوچھا تو کہ پتہ چلا کہ ہیئر ڈریسر کی دکان اگلے چوک پہ ہے۔ وہاں تک پہنچنے میں آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔ تلاش کرتے کرتے منزل مل گئی۔ دو ترک بھائیوں کی دکان مل گئی۔ پانچ چھ ساتھیوں نے حلق کروا لیا۔ عمرہ مکمل ہو گیا۔ سارے لوازمات پورے ہو گئے۔ اب احرام کی پابندیاں ختم، مغرب کا وقت تھا۔ قریبی مسجد میں نماز ادا کی۔

احرام اور کفن

احرام کیا ہے؟ کفن ہے۔ کفن اور احرام میں بہت مماثلت ہے۔ کفن کی دو چادریں ہوتی ہیں۔ مردے کو اچھی طرح نہلا دھلا کر غسل دیتے ہیں۔ بدن کی صفائی کرتے ہیں۔ تمام آلائشوں سے پاک کر کے کفن کی چادریں پہناتے ہیں تاکہ قبر میں اتاریں تو وہ اللہ کے ہاں صاف و شفاف اور پاک ہو کر پیش ہو۔

احرام بھی کفن کی طرح ہے۔ اپنے بدن کو اچھی طرح صاف کریں۔ غسل کریں۔ ساری کثافتوں اور داغوں کو دھو ڈالیں۔ اصلی اور اجلی حالت میں احرام کی چادریں زیب تن کریں۔ احرام کی پابندیاں بھی اس لیے ہیں کہ بندہ اپنی اصلی حالت میں۔ اجلا اجلا، گناہوں سے دھلا بغیر کسی مصنوعی سہارے یعنی (خوشبو وغیرہ) کے اس کے دربار میں حاضری کے لیے تیار ہو۔ جب سوہنے کے دربار میں حاضری ہے تو پھر مصنوعی سہاروں کی کیا ضرورت۔

آتے ہی غسل کیا۔ حرم کی چادروں کو اتارا اور دوسرے کپڑے زیب تن کیے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا

جس نے اپنے دربار میں حاضری کی توفیق دی۔ یوں ہم "نکے حاجی" ہو گئے اگرچہ لوگوں نے پہلے سے ہی حاجی کہنا شروع کر دیا تھا۔ قدم قدم پہ لوگ یا حاجی کہہ کر پکارتے ہیں۔ یوں تو حرم میں داخل ہوتے ہی بلکہ مکہ المکرمہ میں آتے ہی آپ حاجی ہو جاتے ہیں اور جہاں جہاں آپ جاتے ہیں آپ کو متوجہ کرنے کے لیے، بلانے کے لیے یا حاج کا فقرہ بے دریغ استعمال ہوتا ہے۔

نجمہ باجی مل گئیں

اسماء بار بار پریشان ہو رہی تھیں۔ نجمہ باجی کہاں ہیں؟ کیسے ملیں گی؟ ان کے گھر والوں کو کیا جواب دوں گی؟ ان کو بلڈ پریشر بھی ہے۔ ان کی طبیعت خراب ہو گئی تو کیا کریں گی؟ نجمہ باجی کیا شیخ صاحب بھی گم ہیں۔ طارق شاہ بھاگے بھاگے آئے، نجمہ باجی کا فون آ گیا۔ میں خیریت سے ہوں۔ حرم میں ہوں۔ عمرہ بھی کر لیا۔ سب کچھ ہو گیا۔ اسماء کو بریکنگ نیوز دی۔ شاداں و فرحاں ہو گئیں۔

تھوڑی دیر بعد شیخ صاحب کا فون بھی آ گیا۔ ہم خیریت سے ہیں۔ حرم کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ بابا اللہ دیا بھی میرے ساتھ ہے۔ طارق شاہ سچے تھے۔ لوگ گم ہوتے ہیں تو مل بھی جاتے ہیں۔ خوشی خوشی ٹیکسی میں دوبارہ حرم کی طرف چلے۔ رات کے وقت حرم واقعی بقعۂ نور بنا ہوتا ہے۔ نور علیٰ نور دیکھنا ہو تو یہاں آ کر دیکھیں۔ صبح سے اب تک مجمع میں لاکھوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔ ٹیکسی حرم کی حدود کے قریب پہنچی تو اذان کی آواز آئی۔ طارق شاہ نے کہا جلدی بھاگیں۔ نماز میں شامل ہو جائیں۔ لاکھوں لوگوں کے ساتھ امام کعبہ کی امامت میں نماز ادا کی۔ یا اللہ کیا روح پرور منظر ہے۔ کیا حسین اور دلفریب نظارہ ہے۔ لاکھوں لوگ، جدا جدا رنگ، مختلف پیرہن، مختلف بولیاں، مختلف صدائیں، مگر ایک اللہ ایک رسولؐ کے ماننے والے، کعبہ کے گرد گھومنے والے۔ واری جانے والے قربان ہونے والے، پروانے، دیوانے، مستانے، ہزاروں میلوں کا سفر کر کے آئے ہیں۔ تھکن نام کو نہیں۔ ہر چہرہ پرسکون ہے، مطمئن ہے، ہر طرف سکون ہے، طمانیت ہے، چین ہے، راحت ہے۔ بڑے بڑے سینکڑوں پنکھے ٹھنڈی ہوا کے ساتھ پانی پھینک رہے ہیں۔ کولنگ کا اتنا جدید نظام ہے کہ آنکھیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ نماز پڑھ کر ہم بھی گم ہو گئے۔ طارق شاہ نہ ملے۔ صفوان ہوٹل کے قریب پھر رابطہ ہوا۔ مروہ کے پاس پہلے شیخ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بالکل ٹھیک۔ مطمئن پرسکون۔ عمرہ ہو گیا۔ ساری نمازیں حرم میں مل گئیں۔ صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ آب زم زم جام بھر بھر کے پیا۔ آب زم زم میں اتنی لذت، اتنی غذائیت اتنی شفا ہے کہ اس کو جس مقصد کے لیے پئیں فوری حاصل ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ رات کھانا بھی نہ کھایا تھا۔ صبح نفلی روزہ رکھنا تھا۔ سحری کا انتظام نہ تھا۔ چار پانچ گلاس آب زم زم کے پی لیے۔ طبیعت سیر ہو گئی اور افطاری تک ذرا احساس نہ ہوا کہ سحری میں کچھ کھایا نہیں۔ باجی کی خبر دی۔ اطمینان ہو گیا۔ پرسکون ہو گئے۔ دور سے اسماء کو باجی نظر آ گئیں۔ اسماء کو دیکھتے ہی گلے لگ گئیں۔

میں نے تو طواف قریب سے کیا۔ خانہ خدا سامنے تھا، سب نے ڈرایا تھا کہ کیسے چلیں گی۔ نہ درد رہا نہ تکلیف۔ سب کچھ ہو گیا۔ مزے سے عمرہ کیا۔ سعی کی اور آب زم زم پیا۔ نمازیں پڑھیں تو ایک ہالینڈ سے آئے ہوئے پاکستانی نے رابطہ کرا دیا۔ اللہ کے مہمان ہیں۔ اللہ رکھوالی کرتا ہے۔ اللہ دیا کی بیگم نہیں ملیں۔ مگر وہ ذرا پریشان نہ تھا۔ خود ہی آ جائیں گی۔ میری جانے بلا۔ خود ہی گم ہوئی ہیں۔ گاڑی میں بیٹھ کر واپس پہنچے اور جلد ہی نیند کی وادیوں میں کھو گئے۔ دو دن کے جگراتے کے باعث خوب میٹھی نیند آئی۔

☆............☆

سعودی عرب میں خدمت اور علاج

حج کی تیاری کرتے وقت سوچا تھا ساری دوائیں ساتھ لے کر جانا ہے۔ خدمت اور علاج اپنا شعار ہے۔ کئی سالوں سے اللہ نے نگر نگر بستی بستی جا کر اور خدمت اور علاج کی ہمت وتوفیق بخشی ہے۔ ارادہ تھا کہ ارضِ مقدس جا کر علاج اور خدمت کا سلسلہ جاری رہے۔ آتے ہی سب ساتھیوں کو بتا دیا کہ جس کسی کو کسی دوائی کی ضرورت ہو چیک اپ کروا کے دوا لے لے۔ جونہی ساتھیوں کو پتہ چلا۔ مریض آنا شروع ہو گئے۔ چیک اپ ہو رہا ہے، دوائیاں بٹ رہی ہیں۔ اللہ کے مہمانوں کی خدمت کر کے بڑا بہت مزا آ رہا ہے۔ ایک ساتھی کا پیٹ خراب ہے۔ دوسرے کو الرجی ہے۔ چلنے سے ٹانگوں میں کھلیاں پڑ گئی ہیں۔ ایک کو ٹائیفائیڈ بخار کا خدشہ ہے سب کو چیک اپ کر کے دوائیاں دیں۔ عازمین حیران رہ گئے کہ ہر قسم کی ادویات موجود ہیں۔

حرم میں جمعۃ المبارک

یہ قسمت کی بات ہے، نصیب کی بات ہے، حاضری کی سعادت ملی ہے۔ حرم میں بیٹھے ہیں۔ لاکھوں زائرین صبح سے صفیں بنائے بیٹھے ہیں تا کہ حرم میں جمعہ کی نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہو۔ ساتھ نائیجریا کا بھائی ہے۔ آگے کرغستان والے ہیں۔ ایک طرف ترکی والے ہیں۔ پیچھے انگلینڈ والے ہیں۔ ایک طرف ایرانی، پاغستانی ہیں۔ صومالیہ، تھائی لینڈ، فن لینڈ، الاسکا، جاپان غرضیکہ دنیا کے سارے رنگ، ساری نسلیں اور ساری قومیں، یہاں اکٹھی ہیں۔ رنگ جدا جدا، پیراہن وکھرے وکھرے مگر کلمہ سب کا ایک ہے۔

لبوں پہ لبیک...... اللہ میں حاضر ہوں۔ سامنے اللہ کا گھر ہے، سب کے منہ کعبہ شریف کی طرف ہیں مگر ایک طرف سے نہیں۔ یہاں تو چاروں طرف سے مسلمانوں نے خانہ کعبہ کو گھیرا ہوا ہے۔ آپ جس طرف بھی جائیں گے۔ خانہ خدا کو سامنے پائیں گے۔ قرآن کی تلاوت جاری ہے۔ ذکر و استغفار کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ہر کوئی اپنی قسمت پہ نازاں ہے۔ یا اللہ کیا شان ہے تیرے حرم کی۔ ہر طرف تو ہی تو ہے۔ مکان میں تو۔ لامکان میں تو۔ ہر طرف اللہ اکبر کی صدائیں ہیں۔ گناہ گاروں کی التجائیں ہیں۔ ہر آنے والے کی خواہش اور آرزو ہے کہ حرم میں خانہ کعبہ کے سامنے جگہ مل جائے۔ دوگانہ ادا ہو جائے۔ لاکھوں کا مجمع ہے۔ نور ہی نور ہے۔ طارق شاہ نے صبح سویرے جگا دیا۔ مسجد چلتے ہیں۔ پانچ بجے کے قریب پہنچے۔ مسجد اذان سے پہلے پُر ہو چکی تھی بڑی مشکل سے جگہ ملی۔ نماز ادا کی۔ یہاں کی ساری مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوتی ہیں۔ نماز پڑھنے کا لطف آ جاتا ہے۔ عرب امام تلاوت اس طرح کرتے ہیں کہ لگتا ہے اللہ کا کلام ابھی ابھی نازل ہو رہا ہے۔

ناشتہ آ گیا، تیاری کا بگل بجا، جلدی کریں، حرم پہ قبضہ ہو چکا ہوگا۔ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ عاشقانِ خدا تہجد سے ادھر موجود ہیں۔ ہلتے نہیں ہیں۔ پل بھر کے لیے حرم سے جدا ہونا نہیں چاہتے۔ ادھر ہی ٹکے بیٹھے ہیں۔ پہلی بس چلی گئی۔ اگلی بس کا انتظار نہیں کرنا، ورنہ گھنٹہ اور گزر جائے گا۔ ٹیکسی لی۔ رات والا بنگلہ دیشی ڈرائیور پھر مل گیا۔ 10 منٹ میں حرم پہنچا دیا۔ اندر پھر عجیب سماں ہے۔ حرم پہ رحمتیں نازل ہو رہی ہیں۔ دنیا کے کونے کونے سے کعبۃ اللہ کے پروانے، دیوانے امڈے چلے آ رہے ہیں۔ انسانوں کا ایک عظیم الشان حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا سمندر ہے۔ جدھر دیکھو مطمئن چہرے اور منتظر نگاہیں کعبۃ اللہ کا جلد سے جلد دیدار کرنا چاہتی ہیں۔ کوشش کر کے اندر داخل ہوئے۔ جگہ مل گئی۔ ایک صف میں خواتین کے بیچوں بیچ نجمہ اور اسماء نے جگہ بنا لی۔ بار بار قرآن پاک کی تلاوت کی مترنم آوازیں، سسکیوں آہوں کی صورت میں ندامت بھری آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ اس کے دربار میں پہنچے۔ سبھی ایک ہوئے۔ سارے کلمہ گو اکٹھے ہیں۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ بڑا ہے۔ سب سے بڑا۔ ہر جا تو ہے، ہر جا تیرے چرچے ہیں، ہر جا تیرا نور ہے۔ تیرے حرم میں تیرے عاشقان، تیرے آگے جھکنے والے لاکھوں بندے اور بندیاں جمع ہیں، تیرے حرم میں آ کر، تیری آغوش میں آ کر خوشی سے شاداں ہیں، فرحاں ہیں۔

بحرین کے دو بابے اور ہیجان

بحرین کے دو بابے لیٹے ہیں۔ ایک کے سر کو دبایا، سہلایا اور سر کا مساج کیا، خوش ہو کر ہاتھ چوم لیا۔ دوسرے نے اشارہ کیا۔ میرا سر بھی دبائیں۔ مجھے بھی مساج کریں۔ بحرین کے دوسرے بابے کی بھی خدمت کی۔ ساتھ ہی ایک نا بحرین بھائی، ایک طرف انڈیا سے آیا ہوا حاجی ہے۔ بمبئی سے آیا ہے۔ ایک پاکستانی بی بی قرآن پاک کی الماریاں اپنے پلو سے صاف کر رہی ہے۔ اگرچہ یہاں گرد کا شائبہ تک نہیں۔ وہ تو ثواب کما رہی ہے۔

ہزاروں نیک سیرت، نیک صورت، بیٹیاں، بیبیاں ہیں، مائیں بہنیں ہیں، نوجوان لڑکے، لڑکیاں ہیں۔ لیکن مجال ہے کسی کی کسی کی طرف نظر پڑے یا اٹھے۔ کوئی ہیجان برپا نہیں ہوتا۔ یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ تیرے گھر میں تیرے حرم میں یہ کیا ہے؟ کیسی جادوئی کشش ہے۔ جس نے ہر قسم کی نفسانی خواہشات کو ختم کر دیا ہے۔ نماز کا وقت قریب آتا جا رہا ہے۔ ہر کوئی زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹنے کے چکر میں ہے۔ جوں جوں نماز کا وقت آ رہا ہے۔ آہ و فغاں میں تیزی آ رہی ہے۔ استغفار کی کثرت ہو رہی ہے۔ وقت نماز آ گیا۔ حرم میں جمعہ کی اذان ابھی ابھی ہوئی ہے۔ فرزندانِ توحید کب سے نماز کے انتظار میں ہیں۔ ہر طرف سکوت طاری ہو گیا۔ تھکے چہروں پر تازگی آ گئی۔ اس کے دربار میں جھکنے کے لیے ہزاروں لاکھوں جبینیں بے تاب ہیں۔ تیار ہیں۔

پہلی اذان کے بعد دوسری اذان حرم میں گونجی۔ حرم میں اذان کی آواز گونجتی ہے تو عجب سماں ہوتا ہے۔ خطبہ شروع ہوا۔ امام کعبہ نے حمد و ثناء کے بعد درود شریف پڑھا۔ حج کی فضیلت کے بارے میں بات کی۔ عازمین حج کو مبارکباد دی۔ خادم الحرمین شریفین کو خراج تحسین پیش کیا۔ دیر تک دعا میں آہ و زاری کرتے رہے۔ مسلمانوں کی بہتری اور عالم اسلام کی یک جہتی اور اسلام کی سربلندی کے لیے دعائیں مانگی۔ امام صاحب کی دعاؤں کے ساتھ آمین آمین کی آوازیں گونجتی رہیں۔ لاکھوں کے مجمع کو مختصر نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورہ کوثر اور دوسری رکعت میں سورہ نصر۔ اسلام کی صحیح روح اور عملی تصویر دیکھنی ہو تو وہ کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملتی ہے۔

اکتوبر 2005ء کا زلزلہ، مانسہرہ اور محمد صادق

نماز کے بعد ہر کوئی اپنی دعاؤں میں مگن ہو گیا۔ مانسہرہ کا محمد صادق آہ و زاری کرتے کرتے ساتھ شامل ہو گیا۔ کتنے نصیب والے ہیں۔ آپ اور ہم سالوں سے "منہ ول" کعبہ شریف کرتے نماز پڑھتے رہے۔ دیکھ لو وہ سامنے ہے۔ وہ سامنے کھڑا ہے۔ پوری چمک کے ساتھ آب و تاب کے ساتھ جمال کے ساتھ، کیا شان ہے۔ اس کو دیکھو۔ اس سے آنکھیں نہ ہٹتی ہیں۔ نہ اس کو دیکھ دیکھ کر تھکتی ہیں۔ خانہ کعبہ کو دیکھ کر سب اہل خانہ، بچے، دوست احباب یاد آ رہے ہیں۔ سب کے لیے دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ سارے یاد آ رہے ہیں۔ یمنٰی، حذیفہ، ماہ نور ادھر ہی کہیں بیٹھے ہیں۔ ڈاکٹر نوید بھی کلینک سے آ کر میرے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ یہ اللہ کا بندہ صبح و شام خاندان کی بہتری کے لیے اور ماں باپ کی خدمت میں سرگرداں رہتا ہے۔ نیک دل والا نیک سیرت بھائی منیر احمد بھی ادھر ہے۔ ڈاکٹر اویس بھی ادھر ہے۔ امی ابو بھی یہیں کہیں ہیں۔ اسماء کے بھائی فرخ، فہیم اور ان کے بچے بھی ادھر گھوم رہے ہیں آنکھوں کے سامنے آ رہے ہیں۔ دعاؤں میں شامل ہو رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ اپنے نصیب پہ خوشی ہو رہی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ محبت و تقدیس بھری لائینیں مسجد

حرم میں بیٹھے لکھی جا رہی ہیں۔ بقول شاعر:

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

2005ء کے زلزلہ کے دوران مانسہرہ گئے تھے۔ خدمت اور علاج میں وقت گزارا تھا۔ محمد صادق نے کہا کہ آپ نے اس وقت ہماری اشک شوئی کی۔ مصیبت میں ہماری مدد کی۔ اللہ نے اس کے صلے میں اپنے گھر بلا لیا۔ ابھی ابھی شیخ زاہد سے یہی بات ہو رہی تھی کہ 2005ء سے آفت زدوں کی اکٹھے خدمت کر رہے ہیں اللہ نے اپنے گھر بلا لیا۔ واقعی خدمت سے خدا ملتا ہے۔ محمد صادق نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر جائیں تو پاؤں سے جوتے اتار لینا۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں چلتے تھے۔ میرا اسلام بھی پیش کرنا۔ میں پہلے جا رہا ہوں۔ آپ کا سلام پیش کروں گا۔ اللہ کا گھر اپنی پوری آب و تاب، شان و شوکت، جلال اور جمال کے ساتھ سامنے کھڑا ہے۔ آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ ایک ایک لمحہ کو ایک ایک منظر کو محفوظ کر رہی ہیں۔ گردشِ ایام پھر سے پیچھے کی طرف لوٹ گئی۔ وقت کا پہیہ گھوم گیا۔ خلیل اللہؑ کا دور ہے۔ اسمٰعیلؑ گارہ اور مٹی لا رہے ہیں۔ یہیں کہیں تو کھڑے تھے۔ وہ سامنے حجر اسود کے پاس یا میزاب رحمت کے نیچے، کچی اینٹوں اور گارے سے اللہ کا گھر بنا رہے ہیں۔ اس کے حکم سے گھر تو بنا رہے ہیں۔ خدشات خلیل اللہؑ کے ذہن میں آتے جا رہے ہیں۔ اس بے آب و گیاہ بستی، لق و دق صحرا، نوکیلے پہاڑوں میں کون آئے گا اس گھر کی عبادت کرنے۔ کیسے لوگ آئیں گے۔ اتنی دور، اللہ کا کلمہ کیسے بلند ہوگا۔ اللہ نے اپنے خلیلؑ سے ڈائریکٹ بات کی، تو نے اپنا کام کر دیا۔ اب تو آواز لگا۔ لوگوں کو اللہ کے گھر کی طرف بلا۔ میں تیری پکار چار سو پہنچاؤں گا۔ خلیل اللہؑ کی پکار کے جواب میں تو ہم ادھر ہیں۔

اسماء اور باجی نجمہ کہاں چلی گئیں؟

حج کے موقع پر ایک دوسرے کا ساتھ ہونا بہت ضروری ہے۔ اکٹھے رہنے کی کوشش کریں۔ عظیم الشان اور بڑے مجمع میں ادھر سے اُدھر ہو جانا۔ خطا ہو جانا، عام ہے۔ ذرا سا زاویہ نگاہ کا فرق ہوا۔ تو بندہ اوجھل۔ ایسا ہی ہمارے ساتھ ہوا۔ اللہ کے گھر میں ایسے محو ہوئے۔ ایسے کھبے کہ ارد گرد کو، اپنے آپ کو، اپنے وجود کو بھول گئے۔ صرف اللہ کا گھر تھا اور باقی کچھ نہیں تھا۔ اپنا آپ اس میں جذب ہو چکا تھا۔ اور باقی کچھ نہیں تھا۔ حل ہو چکا تھا۔ سرایت کر چکا تھا، شُرطے آ گئے، حاجی یہ راستہ چھوڑ دیں۔ "ھذا طریق" دوسروں کو پریشانی ہوتی ہے۔ ان کی بات پر فوراً لبیک کہنا پڑتا ہے۔ ورنہ ان کو غصہ آنے میں دیر نہیں لگتی۔ راستہ ایسا خطا ہوا کہ اگلے 6 گھنٹے حرم میں ایک باب سے دوسرے باب میں سعی کرتے گزر گئے، مگر بیبیاں کہیں نظر نہ آئیں۔ یا اللہ دونوں کہاں چلی گئیں۔ ابھی تو ادھر تھیں۔ اندازہ ہی نہ ہو رہا تھا۔ گھومتے جا رہے تھے۔ گول دائروں میں، کعبہ پہ نظریں پڑتیں تو رک جاتے۔ آخر کار

نمازِ عشاء کے قریب رابطہ ہوا تو پتہ چلا کہ انہیں جہاں چھوڑا تھا وہ اسی جگہ پہ موجود ہیں۔

حج میں صبر، برداشت، ایک دوسرے کی بات کا برا نہ ماننا بہت ضروری ہے۔ صبر کریں گے، برداشت کریں گے تو اللہ ساتھ ہوگا، حج آسان ہوگا۔ عصر کا وقت ہوگیا۔ نماز کے بعد پھر نماز جنازہ۔ یہاں کا معمول ہے کہ ہر نماز کے بعد نماز جنازہ ہوتی ہے۔ لوگ اپنے مردوں کو خصوصاً حج کے دنوں میں ادھر لانا فخر سمجھتے ہیں۔ کسی بھی مسلمان کے لیے بڑے نصیب کی بات ہے کہ اس کا جنازہ حرم میں ہو۔ امام کعبہ نماز پڑھائیں اور لاکھوں لوگ جنازہ پڑھیں۔ عصر اور مغرب کی نمازیں حرم میں ادا کیں۔ عشاء کے قریب اسماء سے رابطہ ہوگیا وہ تو وہیں تھیں، جہاں چھوڑا تھا۔ ہم سے خطا ہوئی۔ باب عبدالعزیز سے ذرا سا ادھر ہوئے۔ پورے دن کی محنت اور پریشانی اٹھانا پڑی۔ اس طرح کے واقعات عام ہوتے ہیں پریشان بالکل نہ ہوں۔ بلکہ اس طرح کے تجربات کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو کر حج کرنے جائیں۔ ایسی صورت حال میں موبائل بھی بیکار ہو جاتے ہیں۔ عشاء سے فارغ ہوئے۔ اللہ کے گھر پہ پھر نظریں ٹک گئیں۔ یا اللہ تیرا گھر کتنا حسین ہے۔ کتنا پاک ہے۔ بیت اللہ کے اوپر دور کہیں بیت معمور بھی نظر آ رہا ہے۔ لاکھوں فرشتوں کی قطاریں اس کے گرد طواف کر رہی ہیں۔ ایک فرشتہ کو صرف ایک دفعہ طواف نصیب ہوتا ہے۔ انسان کو اللہ نے اپنا خلیفہ بنایا۔ فرشتوں کو کہہ دیا تھا کہ میں اسے دنیا میں بھیج رہا ہوں کیونکہ مجھے غیب کا علم ہے جو تم نہیں جانتے۔ وہ میں جانتا ہوں۔ اسی بات کے پیش نظر آج بلکہ ازل سے لے کر آج تک لاکھوں فرزندانِ عشق اس کے گھر کے گرد بار بار طواف میں مگن رہتے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے انسان پر اپنے تفاخر کا اظہار کرتے ہیں۔

خلافت عثمانیہ اور خادم الحرمین شریفین

سامنے حرم ہے۔ ابھی پو نہیں پھٹی۔ سپیدۂ سحر نمودار نہیں ہوا۔ مکہ کی گلیاں اگرچہ روشن ہیں۔ رات کا پچھلا پہر ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہی وقت میں انہی پہاڑیوں سے نکلا کرتے تھے۔ ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ پہاڑوں پہ قدم قدم پہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کا گمان ہوتا ہے۔ خیال تھا کہ تہجد کے وقت نکلیں گے تو رش کم ہوگا طواف کا موقع ملے گا۔ جی بھر کے خانہ کعبہ کا دیدار ہوگا۔ حرم تو رات سے ہی انسانوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہر طرف پروانے اور دیوانے گھوم رہے ہیں۔ بس سے اتر کر جلدی جلدی دوڑے تا کہ حرم کے اندر جگہ مل جائے اس کے حضور صبح صبح حاضری ہو جائے مگر یہاں تو پہلے سے ہر جگہ، چار سو دیوانے اور دیوانیاں پہنچ چکی ہیں۔ رات سے ہی ہر جگہ دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمان جمع ہیں۔ اسماء نے حرم سے باہر ہی جائے نماز بچھالی۔ حرم کی حدود میں اللہ نے تہجد کی نماز ادا کرنے کا موقع دیا۔ خادم حرمین شریفین کی کوششوں، محنتوں کو لاکھوں سلام، انہوں

نے حرم کو خوبصورت، دیدہ زیب، دنیا بھر کی تمام سہولتوں سے مزین کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ دولت پانی کی طرح لٹائی ہے تاکہ اللہ کا گھر اور اللہ کا حرم خوبصورت نظر آئے اور حج و عمرہ کے دوران اللہ کے مہمانوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو۔ خلافت عثمانیہ میں ترکوں نے بھی حرم کو اپنے دور کے مطابق کھلا اور شاندار بنایا۔ ان پر بھی ایک ہی دھن سوار تھی کہ حرم اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جتنی توسیع ممکن ہے کر دی جائے۔ ابھی حرم سے فجر کی اذان بلند ہونے والی ہے۔ حرم سے اذان کی آواز آتی ہے۔ حضرت بلالؓ کی اذان یاد آ جاتی ہے۔ لو جی! وقت ہو گیا۔ مؤذن کی آواز آنے والی ہے۔ سب ہمہ تن گوش ہیں۔ نوافل، ذکر واذکار، تسبیح و تہلیل، استغفار میں مصروف ہیں۔ یہ مروہ کی پہاڑیوں کے متصل جگہ کے پاس بیٹھے ہیں۔ بتاتے ہیں کہ یہاں سے تھوڑی دیر وہ بلند پایہ، سعادت والی جگہ اور جنت ارضی کا ٹکڑا ہے۔ جہاں نبی پاک نے جنم لیا تھا۔ یہاں حسن نثار کی نعت بار بار یاد آ رہی ہے۔ پاکستان میں رہ کر اس کی سمجھ نہیں آتی۔ مگر یہاں بار بار دل مچلتا ہے کہ کاش! اس وقت، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیس میں جنم لیا ہوتا تو واقعی ہمارے جیسا کوئی دوسرا نہ ہوتا۔

حرم میں اذان اور نماز

کانوں میں رس گھولتی، روحانیت کی لپٹیں ہر سو پھیلاتی، حرم کے گوشوں سے اذان فجر کی صدا بلند ہو رہی ہے۔ لاکھوں فرزندانِ توحید ہمہ تن گوش ہیں۔ مؤذن کے ساتھ الفاظ اذان دہرا رہے ہیں۔ اللہ بڑا ہے۔ اللہ بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسولؐ ہیں۔ آؤ نماز کی طرف...... آؤ بھلائی کی طرف...... نماز نیند سے بہتر ہے۔ حرم کے ساتھ ساتھ کعبۃ اللہ کی کروڑوں بیٹیوں یعنی دنیا بھر کی مساجد سے بھی مختلف اوقات میں پانچ وقت یہ صدا بلند ہوتی ہے۔ یہ کیسی صدا ہے! یہ کیسی پکار ہے؟ جو خدا کی بزرگی و برتری اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ کامیابی اور نماز کی طرف آنے کی دعوت دیتی ہے۔ اور آخر میں اللہ کی بزرگی و برتری اور وحدانیت کی گواہی دیتی ہوئی ختم ہوتی ہے۔ اذان ختم ہوتے ہی لوگ کھڑے ہو گئے۔ سنتوں کے لیے، نماز حضوری کا نام ہے۔ کسی کے ہاتھ بندھے ہیں کسی کے کھلے ہیں۔ کوئی ہاتھ اوپر باندھ رہا ہے۔ کوئی نیچے رفع یدین ہو بھی رہی ہے، نہیں بھی ہو رہی۔ مگر سب اس کے دربار میں حاضر ہیں۔ اس کے در کے سوالی ہیں۔ سب اکٹھے ہیں۔ یکجا ہیں۔ اختلافات سمندر میں دفن ہو چکے۔ دنیا کے ایک کونے سے لے کر آخری کونے تک کے مسلمان، رنگ و نسل، علاقہ، حسب و نسب، امیری غریبی، گورے کالے کی تمیز کے بغیر اکٹھے کھڑے ہیں۔ اپنے رب کے حضور حاضر ہیں۔ جمع ہیں، اکٹھے ہیں۔ حرم میں نماز کا اپنا مزا ہے۔ پھر فجر کی نماز میں تو خاص کر برکتیں اور رحمتیں ڈائریکٹ نازل ہو رہی ہوتی ہیں۔ اللہ تو خود ادھر

ہے۔ یہیں کہیں ہے۔ کعبۃ اللہ میں ہے۔ اپنے گھر میں ہے۔ فرشتوں کے جلو میں اپنے گھر میں جلوہ افروز ہے۔ کن انکھیوں سے، اپنے گھر کی اوٹ سے، ملتزم سے اپنے بندوں کو اپنی بندیوں کو اپنے آگے جھکتا دیکھ رہا ہے۔ خوش ہو رہا ہے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر تفاخر کا اظہار کر رہا ہے۔ امام نے اللہ اکبر کہا ایک دم ہجوم میں خاموشی چھا گئی امام کی اللہ اکبر کی صدا نے ایسا ڈسپلن، تنظیم اور نظم پیدا کر دیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ اعلان ہوا کہ ٹھہریں نمازِ جنازہ ہونے والی ہے۔

ایک طواف اور سہی

اسماء نے کہا، فجر کا نور پیر کا ویلا اے۔ چلو اک طواف اور کرتے ہیں۔ ہجوم ہے، رش ہے، کھوے سے کھوا چھل رہا ہے۔ سانس لینا دوبھر ہوگا۔ کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ باب الملک عبدالعزیز سے سیدھا، مُطاف سے ہوتے کعبۃ اللہ کے سامنے آ گئے۔ ماشاء اللہ، سبحان اللہ، اللہ کا چمکتا، دمکتا، مسکراتا، روشن نور والا گھر سامنے، آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا منظر، روشن اور دمکتے چہروں والے لاکھوں دیوانے، مستانے بھنورے شمع کے گرد رقص کر رہے ہیں۔ دیوانہ وار گھوم رہے ہیں، گھومتے جا رہے ہیں، مدہوش ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ دیکھیں لمبی تڑنگی چھ چھ فٹ لمبی خواتین کا گروہ خانہ خدا پہ صرف اپنا حق جتاتے ہوئے کسی کو خاطر میں نہیں لا رہیں۔ یہ عورتیں سب کو روندتی جا رہی ہیں۔ ایرانیوں کا گروہ، بلند آواز میں تسبیح و تہلیل میں مصروف ہے۔ ملائیشین گروہ بھی اکٹھے ہیں۔ افریقی، تاجکستانی، انڈین، امریکی، برطانوی، ہسپانوی، پاکستانی، بوسنیائی، افغانستانی، صومالی، ملائیشیائی، انڈونیشین سب اپنے مخصوص انداز میں دعائیں مانگ رہے ہیں۔ التجائیں کر رہے ہیں، دل و جان واری کر رہے ہیں، کعبہ کے اوپر ہزاروں جانور بھی طواف میں مصروف ہیں۔

اسماء نے کہا۔ غور سے دیکھیں۔ یہ پرندے بھی ایک نظم کے تحت طواف کر رہے ہیں۔ اللہ کے گھر کے اوپر نہیں آتے بلکہ انسانوں کی طرح اللہ کے گھر کے اردگرد پھیرے لگاتے ہیں۔ پرندوں کو پھر دیکھا۔ غور سے دیکھا۔ بیت اللہ کے اوپر کبھی جہاز بھی اڑتا ہوا نظر نہیں آیا۔

☆............☆

ابابیل اور اللہ کا گھر

ارے یہ تو ابابیل ہیں!

وقت کا پہیہ پھر پیچھے کی طرف لوٹا۔

ابرہہ لشکر تیار کر رہا ہے۔

کعبہ کو گرانے کے ارادے ہیں۔

سالوں تیاری کرتا رہا۔

ہاتھیوں کو کھلایا پلایا۔

موٹا تازہ کیا۔

خوب خیال رکھا۔

جب ہاتھی مست ہو گئے۔

تیار ہو گئے۔ ہر شے کو روندنے

کے لیے۔ تو ہاتھیوں کی فوج

کو لے کر مکہ کی طرف بڑھا۔

ابرہہ کا لشکر ہاتھیوں کی فوج کے ساتھ کعبہ کے قریب پہنچ گیا۔

مکہ والے سہم گئے، ڈر گئے۔

اللہ کا گھر نہ رہا تو ہم نہ رہیں گے۔

ڈرانے کے لیے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے اونٹوں کو پکڑ لیا۔ عبدالمطلب مکے کے امیر تھے۔ جہاندیدہ شخصیت تھے، بھاگے بھاگے گئے، ابرہہ سے کہا۔ میرے اونٹ چھوڑ دے۔ لعین ابرہہ خبیث مسکراہٹ کے ساتھ بولا میں تو کعبہ گرانے آیا ہوں تجھے اپنے اونٹوں کی فکر پڑی ہوئی ہے۔ عبدالمطلب بولے۔ اونٹ میرے ہیں واپس کر دو! ''جس کا کعبہ ہے وہ خود اس کا نگہبان ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔''

اونٹوں کو بازیاب کرایا اور یہی کہیں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے بیچوں بیچ اپنے خاندان کو لے کر چلے گئے۔ ابابیل گھوم رہے ہیں۔ طواف کر رہے ہیں۔ ابھی ابھی عبدالمطلب ابرہہ سے مکالمہ کر کے گئے ہیں۔ ابھی پہاڑوں پر نہیں پہنچے۔ زبردست شور سنتے ہیں۔ پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو نقشہ ہی بدلا ہوا ہے۔ اللہ نے اپنے گھر کی خوب حفاظت کی۔ ہاتھی والوں کا بیڑا غرق ہو گیا۔ اللہ کے گھر کو گرانے آئے تھے۔ خود نیست و نابود ہو گئے۔ ''کیا تو نے نہیں دیکھا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ وہ کھائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے'' (القرآن: الفیل: 105) ابابیلوں نے ایسے میزائیل پھینکے کہ ہاتھی فنا ہو گئے۔ بھوسہ بن گئے۔ اللہ نے قیامت تک اس گھر کے دشمنوں کو اطلاع کر دی کہ جو اس گھر کی طرف بری نگاہ سے دیکھے گا۔ فنا ہو جائے گا، غرق ہو جائے گا۔ کھایا ہوا بھوسہ بن جائے گا۔ اللہ کے پاس لاکھوں کروڑوں ان گنت میزائل ہیں، ابابیلیں ہیں۔ دنیا کے میزائل ختم ہو سکتے ہیں مگر اللہ کے میزائل، اللہ کی ابابیلیں ختم نہیں ہو سکتیں۔

ابابیلیں بھی طواف کر رہی ہیں۔ پرندے بھی۔ دنیا بھر سے آئے ہوئے لاکھوں پروانے، مستانے، لال پیلے، اودھے، کالے، نیلے پیرہن پہنے مختلف رنگوں کی دیوانیاں مستانیاں بھی ہمہ تن محو طواف ہیں۔ احساس ہی نہیں ہو رہا کہ عورتیں اور مرد اکٹھے ہیں۔ کوئی کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ رہا۔ تین چکر ہو گئے۔ اسماء نے متوجہ کیا۔ میں تو گردشِ ایام میں گم تھا۔ چوتھا چکر شروع ہو گیا۔ طواف میں گھومنے کا، بار بار کعبہ کو دیکھنے کا، تکنے کا، آنکھوں میں بسانے کا، استغفار کرنے کا انوکھا مزا ہے۔ یہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اللہ سب کو یہ مزا لینے کی اور یہاں آنے کی توفیق دے۔ پانچویں چکر میں اجتماع بہت بڑھ گیا۔ گروہ در گروہ مزید شامل ہوتے جا رہے ہیں، ہوتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ کہیں کہیں سانس لینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ کئی پروانے، دیوانے اور مستانے تو دوران طواف ہی خانہ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر دو نفل پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ پرواہ نہیں کرتے کہ لاکھوں لوگ گزر رہے ہیں۔ حضرت بلالؓ کی قوم کے مرد اور عورتیں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ سمجھتے ہیں کعبہ پہ ان کا حق سب سے زیادہ ہے۔

ساتویں چکر کے آغاز سے لیکر آخر تک عجیب نشہ طاری ہو گیا۔ اتنی خوشی و فرحت تو طواف عمرہ کر کے بھی نہ ملی تھی۔ رکن یمانی سے رکن یمانی تک مسرت و انبساط کے کئی لمحے آئے۔ جسم کے روئیں روئیں سے روحانیت ٹپک رہی ہے۔ کعبہ چھوڑنے کو دل نہیں کر رہا ہے۔ مقامِ ابراہیمؑ پہ دو نفل ادا کیے۔

حج کے ساتھی

حج کے اس سفر میں پاکستان سے میر کارِرواں انعام صاحب اور طارق شاہ ہیں۔ ان کی اپنی ٹریول ایجنسی ہے۔ ٹریول ایجنسی والوں کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے۔ بکنگ سے پہلے اور بعد ان کے رویے بدل جاتے ہیں۔ حج کا ارادہ ہوا۔ دوستوں سے مشورہ ہوا۔ دیرینہ ساتھی محبوب علی شاہ نے سب سے پہلے طارق شاہ کا بتایا۔ طارق شاہ سے سرگودھا کے ڈاکٹر شاہد کے توسط سے بھی تعلق ہوا کہ وہ ان کے بھائی پروفیسر احمد شاہ کے برادر نسبتی ہیں۔ میٹنگ ہوگئی۔ طارق شاہ نے ہماری تربیت کے لیے بڑے جتن کیے، بڑا سمجھایا، لیکچرز، وڈیوز، کتابیں، لٹریچر کے باوجود مگر ہم کوری سلیٹ کے ساتھ ایئر پورٹ پہنچے۔ جامعہ اشرفیہ میں مولیٰنا یوسف خاں نے پورا دن لگا کر بڑے پیارے، آسان انداز میں تفصیل کے ساتھ مناسکِ حج کے بارے میں بتایا۔ مولیٰنا یوسف خاں کا اندازِ بیاں اتنا موثر، سادہ اور دل نشیں ہے کہ ساری باتیں دل میں فوراً گھر کر جاتی ہیں۔ ان کا بیان سن کر لگا کہ حج کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ احرام باندھنے میں بڑی دقت ہوئی۔ طارق شاہ نے ایسے ویسے باندھا، الوداع کہنے کے لیے ایئر پورٹ پہ کسٹم کے اے سی عمار اور بینش کے علاوہ دوسرے موجود تھے۔ شاہد بٹ، ناصر مرتضیٰ اور بشیر انسپکٹر تو سب پر بازی لے گئے۔ اشفاق اور اعجاز شاہین سامان لے کر صبح ہی پہنچ چکے تھے۔ FIA کے نیک دل اور ایماندار ڈپٹی ڈائریکٹر نوید عاطف نے سارے FIA والوں کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی کہ پورا خیال رکھنا ہے۔ دورانِ سفر بھی PIA کے ہیڈ بر سر طاہر بار بار پوچھتے رہے، مزید ار کافی بھی پلوائی۔ خالد صاحب روم میٹ ہیں۔ صابر بیگ صاحب، اللہ دیا، ظفر اقبال، نوید اسلم، اعجاز خان، ڈاکٹر شاہد، اقبال، عتیق الرحمٰن اور کئی دوسرے گروپ کے ساتھی ہیں۔

اللہ دیا، درویش منش آدمی ہے مگر بیگم سے بیزار اور تنگ، مانتی ہی نہیں۔ ہر کام اپنی مرضی سے کرتی ہے۔ حرم میں جائے گی وہیں ٹک جائے گی۔ تم جاؤ میں اللہ کے گھر سے اپنی مرضی سے جاؤں گی۔ میرے پیچھے مت آنا۔ طارق شاہ نے کہا ساتھ ساتھ رہنا، میرے معاملے میں مت بولیں، میرے اور اللہ کے درمیان نہ آنا۔ پہلے دن صبح سے رات تک نہ ملیں اور آج پھر غائب ہوگئیں۔ اللہ دیا نے کہا اس کو کچھ نہیں کہنا۔ نہ پتہ کرنا ہے۔ جہاں چاہتی ہے جائے میں اس کا پتہ نہیں کروں گا۔ تمہارے پتہ کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہونا ہے۔ میں ہوں۔ میرا اللہ ہے۔ میرے اللہ کا گھر ہے۔ مجھے تمہاری کیا پرواہ ہے اللہ دیا۔ میں اللہ کے گھر میں ہوں۔ اللہ میرا نگہبان ہے۔

حاجیوں کی خدمت اور علاج

خدمت اور علاج اپنا شعار ہے، حرم میں بھی حاجیوں کی خدمت بھی ہو رہی ہے۔ علاج بھی کعبہ کے سامنے افغانستان کا بابا بیٹھا ٹانگیں سہلا رہا تھا۔ بابا سے پوچھا کیا بات ہے۔ ٹانگوں میں درد ہے۔ بابا کی ٹانگیں

دبائیں۔ درد کی گولیاں دیں۔ شیخ صاحب پانی لے آئے۔ بابا نے دوائی لی۔ کعبہ کی طرف دیکھ کر دوا دی۔ بحرین کے بابا کا سر دبایا۔ ترکش خواتین کو زم زم بھر بھر کر دیا۔ جہاں موقع ملا حاجیوں کی مٹھی چاپی کی۔ بڑا مزا آیا۔ کمرے میں حاجیوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ کوئی درد کی دوا لینے کے لیے آ رہا ہے۔ کوئی پیٹ کی خرابی کی۔ حجاج کی خدمت کے لیے جو دوائیں رکھی تھیں۔ اسی مقصد کے لیے کام آ رہی ہیں۔

حرم پاک اور کعبہ کا نظارہ

آج 4 ذی الحج ہے۔ دنیا بھر سے حاجیوں کے گروہ در گروہ آتے جا رہے ہیں۔ حرم اندر سے فل، باہر سے فل۔ ہر طرف ایک ہی اللہ کے آگے جھکنے والی عورتیں اور مرد، اکٹھے اللہ کی یاد، اس کی عبادت اور اس کی بندگی میں مگن ہیں اور اپنے گناہوں سے مغفرت مانگ رہے ہیں، رو رہے ہیں اور آہ و زاریاں کر رہے ہیں۔ یہ کوئی واقعاتی حادثاتی سفرنامہ نہیں ہے۔ نہ معلوماتی کتابچہ ہے یہ تو دل کا معاملہ ہے۔ ارضِ مقدس میں آ کر جسم و جان اور دل و دماغ پر جو کیفیات طاری ہیں ان کا آسان لفظوں میں بیان ہے۔

اس شاندار منظر کو ذرا تصور کی آنکھ سے دیکھیں۔ حرم پاک۔ سامنے بیت اللہ، حرم پاک کا وہ حصہ جہاں صفا و مروہ کی پہاڑیاں ہیں۔ سعی ہو رہی ہے۔ مغرب کی نماز کا وقت ہے۔ پہلی رکعت میں امام تلاوت کر رہے ہیں۔ ان الصفاء و المروۃ .... ایسے لگ رہا ہے یہ آیتیں آج ہی نازل ہو رہی ہیں۔ اماں ہاجرہ صفا و مروہ پہ اسمٰعیلؑ کو لٹا کر دوڑے جا رہی ہیں۔ تھکتی نہیں ہیں، گھبرا کر پورے زور سے سعی کرتی ہیں۔ پورا زور لگا کر دوڑتی ہیں۔ تاکہ جلدی اسمٰعیلؑ کے پاس پہنچ جائیں۔ اس سعی کو اللہ نے قرآن میں امر کر کے اللہ کا شعار بنا دیا اور حاجیوں کو کہہ دیا کہ جب تک سعی نہیں ہوگی حج نہیں ہوگا۔

سامنے خانہ کعبہ ہے، اللہ کا حرم ہے، مُطاف ہے اور یہ لائنیں آپ کے لیے لکھی جا رہی ہیں۔ کوثر و تسنیم سے معطر یہ لائنیں حرم میں ہی وجود میں آ رہی ہیں۔ یہ سب اس کا کرم ہے۔ اس کی عطا ہے۔ اس کی شان کریمی ہے، کہ اس نے اس گدا کو، سوالی کو، رو سیاہ کو اپنے گھر، اپنے حرم بلایا اور خانہ کعبہ کے سامنے بٹھا کر یہ سطریں لکھوائیں کیونکہ اس کے امر کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔

انڈونیشیا، ملائیشیا اور پاکستان کے عالم اسلام

ملائیشین بابا کھانسے جا رہا تھا۔ بے حال ہو رہا تھا۔ تعارف کروایا، دوائی دی۔ بابا کے سانس بحال ہوئے۔ تشکر آمیز نظروں سے دیکھا۔ زبان سے کچھ نہ بولا۔ آنکھوں نے سب بتا دیا۔ ساتھ ہی شمس الدین بیٹھے ہیں۔ انڈونیشیا سے آئے ہیں۔ انگریزی جانتے ہیں۔ تبادلہ خیال ہوا۔ ملائیشین کو دوا دی تو جھٹ سے شمس الدین نے اپنی پوٹلی سے انڈونیشیائی حکمت آشکارا کر دی۔ یہ طاقت کا کیپسول آپ بھی چکھ لیں۔ توانائی آئے گی۔ حج

کے لیے انرجی ملے گی۔ کیپسول دل رکھنے کے لیے لینا پڑا۔ عالم اسلام کے حالات اور مسلمانوں کی حالت زار پر سیر حاصل بحث ہوئی۔ شمس الدین عالم اسلام اور تاریخ اسلام سے خوب واقف ہیں۔ دردمند مسلمانوں میں ایک تڑپ مشترک ہے کہ عالم اسلام کو لیڈ کرنے والا کوئی لیڈر مل جائے جو سب کو ایک پرچم تلے اکٹھا کرے تو پھر دنیا کی بڑی سے بڑی طاغوتی طاقت بھی مسلمانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

حرم میں عشاء کی نماز پڑھنے کا اپنا ہی مزا ہے۔ دن کی آخری نماز ہونے کے ناطے قرب وجوار سے عازمین امڈتے چلے آتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے لیے حرم میں داخل ہونے کی خواہش ہے تو کم از کم نماز سے ایک گھنٹہ پہلے حرم کی حدود میں آجائیں ورنہ سڑک پر نماز پڑھنا پڑے گی۔ حرم کے اندر باہر انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔ جہاں تک نظر ڈالیں لوگ ہی لوگ نظر آتے ہیں۔ نماز پڑھ کر حرم میں تلاوت کی سعادت حاصل ہوئی۔ مروہ کی پہاڑی پہ سارے ساتھی جمع تھے۔ اللہ دیا کی بیوی بھی مل گئی۔ مگر سخت غصے میں تھیں اور اس سے بات بھی نہ کر رہی تھی۔ اللہ دیا کے ساتھ شاہ صاحب بھی نشانے پر تھے۔ بولے جا رہی تھی۔ اللہ دیا مؤدب ہو کر سب کچھ سن رہا تھا۔ غصہ پی رہا تھا۔ آج انتہائی رش ہے۔ ہر طرف گاڑیوں کی قطاریں ہیں۔ قافلے قطار اندر قطار آتے چلے جا رہے ہیں۔ عزیزیہ سے ٹیکسی والے بھی حج کے دنوں میں لوگوں کی مجبوری اور جلدی جلدی حرم پہنچنے کا خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور منہ مانگا کرایہ وصول کرتے ہیں۔ کل ٹیکسی والے حرم کا 20 ریال کرایہ لے رہے تھے۔ آج 100 ریال میں مشکل سے راضی ہوئے۔ شاہ صاحب بتا رہے تھے کل تک یہ ریٹ 200 سے لے کر 300 ریال تک پہنچ جائے گا۔

☆..........☆

مکہ مکرمہ کا منظر۔ حج سے پہلے

عزیزیہ کی رونقیں

اللہ کے اس پاک نگر میں صبح سویرے تہجد کے وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔ دن بھر جتنی بھی تھکان اور تھکاوٹ ہو۔ صبح 4 بجے اٹھ جاتے ہیں۔ اگر کوئی سویا رہے تو طارق صاحب آن موجود ہوتے ہیں۔ رات 11 بجے مریض لے کر آئے تھے۔ صبح 4 بجے پھر آن موجود ہوئے۔ اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نگر میں ہر وقت رحمتیں برستی ہیں۔ اللہ کو نہ ماننے والوں کے ناپاک قدم اس دھرتی میں نہیں آسکتے۔ تہجد کے وقت اٹھ کر نماز ادا کی۔ سب سے بڑھ کر اپنے ملک، مادرِ وطن، پاکستان کی سلامتی، حفاظت، اندرونی و بیرونی خطرات سے بچاؤ کے لیے دعائیں کیں۔ بچوں اور اہل خانہ کے لیے خیر و عافیت کی دعائیں مانگیں۔ مسجد میں چار بجے ہی سے لوگ آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ عزیزیہ کے جس علاقے میں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہاں زیادہ تر دکانیں، سٹورز وغیرہ ترک لوگوں کے ہیں۔ حادثات کے دوران فوری امداد اور شکایات کا سرکاری دفتر بھی ہے۔

کئی منزلوں پر مشتمل ایک شاندار ترکی ہسپتال ہمارے پڑوس میں ہے۔ جس کے باہر درجنوں ایمبولینس گاڑیاں ہر وقت کھڑی رہتی ہیں۔ کل جب ادھر سے گزرے تو مریضوں کے چیک اپ کے بعد انہیں ادویات تقسیم کی جا رہی تھیں۔ ترک حاجیوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ترک مسلمان بڑے مضبوط، گورے چٹے، لمبے تڑنگے اور یورپین خدوخال کے ہیں۔ دور سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ عزیزیہ میں تو لگتا ہے ان کی حکومت ہے۔

حاجیوں کے آنے سے عزیزیہ کی رونقیں بحال ہو گئی ہیں۔ ہر طرف حاجی ہی حاجی نظر آتے ہیں۔ کسی

کسی جگہ تو پاکستانی علاقے کا گمان ہوتا ہے کیونکہ پاکستانیوں کے زیادہ تر حج گروپس یہاں قیام پذیر ہیں۔ مغربی ممالک کے عازمین حج بھی یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ معمولی درجے سے لے کر اعلیٰ درجے کی قیام گاہیں موجود ہیں۔ عام قیام گاہوں میں پیکیج 1200 سے 1300 ریال فی بیڈ ہے۔ زیادہ اچھی عمارتوں میں بات ہزاروں ریال تک پہنچتی ہے۔ طارق شاہ نے بتایا کہ بعض شارٹ حج پیکیج 20 سے 22 لاکھ روپے میں پڑتے ہیں۔

مسجد میں تلاوت، تسبیح وتہلیل، ذکر واذکار کی محفلیں جاری رہتی ہیں۔ ایسی محفلوں پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تفاخر کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ کی رحمت ڈائریکٹ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو بخش دیتے ہیں اور ان کے درجات بلند کرتے ہیں۔ اگرچہ سب لوگ اپنے اپنے طور پر نوافل پڑھ رہے ہیں اور تلاوت میں مصروف ہیں مگر کوئی شور سنائی نہیں دیتا۔ عجیب روحانی سکون ہوتا ہے۔ 5 بجے اذان ہوئی اور 5:15 پر نماز۔ نماز کے بعد اکثر لوگ چلے جاتے ہیں مگر ذکر واذکار اور تلاوت کا سلسلہ اشراق تک جاری رہتا ہے۔

پہاڑوں کی سیر

اشراق کی نماز ادا کر کے مکہ کی گلیوں کی طرف نکل گیا۔ ہر طرف بلند و بالا شاندار عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ پہاڑوں کا سینہ چیر کر اور انہیں مٹا کر جگہ حاصل کر کے دیدہ زیب شاندار، کئی کئی منزلوں پر مشتمل عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں۔ چلتے چلتے دور سے پہاڑیاں نظر آئیں۔ بے آب و گیاہ، نوکیلے پتھروں سے لیس، چٹیل، مٹیالے، بھورے پہاڑ دیکھ کر چشمِ تصور گردشِ ایام کی طرف لوٹ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ یاد آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی پہاڑوں پر چلتے تھے۔ مکہ والوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے۔ پہاڑوں کی اوٹ سے دو بلیاں نکلیں اور قریب سے گزرتے ہوئے ڈر کر بھاگ گئیں۔ ابو ہریرہؓ یاد آ گئے جن کے اردگرد بلیاں ہی بلیاں ہوتی تھیں۔ وہ ان کا اتنا خیال رکھتے تھے بلیوں سے اتنی محبت کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ہریرہؓ یعنی ”بلیوں کے باپ“ کا خطاب دے دیا۔

پہاڑوں کو دیکھ کر آنکھوں میں ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی۔ یہ وہی پہاڑ ہیں۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پڑے تھے۔ صحابہ کرامؓ بھی یہیں کہیں آیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ انہی پہاڑوں سے گزر کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے۔ پہاڑ ختم ہوتے جا رہے ہیں عمارتیں بنتی جا رہی ہیں۔ پہاڑوں کو دیکھ کر بار بار دل میں خیال آ رہا ہے کہ کاش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جنم لیا ہوتا۔ انہی پتھروں میں انہی راہوں میں وقت گزارا ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا پہ سر کے بل چلا ہوتا۔ حج کی آمد آمد ہے۔ دو دن بعد منٰی روانگی ہے۔ سارے عازمین تھکن

اتار رہے ہیں، سو رہے ہیں۔ توانائیاں بچا رہے ہیں۔ تاکہ میگا ایونٹ کے لیے تیار ہو جائیں۔ حرم جانے کے کچھ راستے بھی بند کر دیئے گئے ہیں۔ حرم تک پہنچنا ان دنوں کافی مشکل ہوتا ہے۔ عزیزیہ یا اس سے دور رہنے والے ان دنوں حرم جانے کی کوشش نہ کریں۔ ٹیکسی مالکان نے کرایوں میں کئی سو گنا اضافہ کر دیا ہے۔ کچھ راستے بھی بند ہیں۔ بہتر ہے میگا ایونٹ یعنی منٰی، عرفات اور مزدلفہ کے لیے تیاری کر لی جائے۔ طارق شاہ نے حج کے مناسک کے بارے میں تفصیلی بیان کے لیے علماء کو بلایا ہے۔ مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل علماء نے بڑے مدلل اور پُر اثر انداز میں مناسک حج بیان کیے۔ 8 ذوالحجہ سے 12 ذوالحجہ تک کے معمولات کے بارے میں تذکرہ کیا۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ خواتین حجاج کرام کے لیے علیحدہ سے نشست ہوئی۔ اسی اثناء میں ظہر کا وقت ہو گیا۔ اذان سے پہلے ہی مسجد بھر چکی تھی۔ چھت پر جگہ ملی۔ ایک طرف خواتین نماز پڑھ رہی ہیں۔ گرمی کا موسم ہے۔ مگر نماز ہوتے ہی ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو گئی۔

ٹور آپریٹرز اینڈ ٹریول ایجنٹس

ملک میں سینکڑوں ٹور آپریٹرز اور ٹریول ایجنٹس ہیں۔ ہر ایک کا مخصوص کوٹہ ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا کہ ٹور آپریٹرز کا رویہ بکنگ سے پہلے اور بکنگ کے بعد بالکل بدل جاتا ہے۔ بکنگ سے پہلے حرم کے قریب رہائش VIP انتظامات، بہترین کھانا وغیرہ کے دعوے کیے جاتے ہیں اور اخبارات میں اشتہار دے کر ترغیب دی جاتی ہے اور یوں بکنگ کر کے معصوم زائرین کو پھنسا لیا جاتا ہے۔ مکہ پہنچ کر تو ان کے تیور ہی بدل جاتے ہیں۔ لاکھ سوال کریں جواب ندارد تین گروپ کل سے آئے ہیں۔ حرم لے جانے کے لیے کوئی تیار نہیں۔ ٹیکسیوں کے کرایے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ ایک کمرے میں چھ سے سات لوگ ٹھونسا دیے گئے ہیں۔ باتھ روم خراب ہیں۔ کہیں پانی آ رہا ہے۔ کہیں نہیں۔ نمازوں کے اوقات میں باتھ روموں کے باہر عورتوں اور مردوں کی لائن لگی ہوتی ہے۔ ایک بوسیدہ سی لفٹ ہے۔ جو چار بندوں سے زیادہ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ اور بار بار خراب ہوتی ہے۔ اے سی کبھی چلتے ہیں اور کبھی بند ہو جاتے ہیں۔

16 مردوں اور عورتوں کے لیے ایک کامن باتھ روم ہے۔ گروپ لیڈر غائب ہے۔ کھانا اپنی مرضی سے دیتے ہیں۔ کوئی فکس ٹائم نہیں۔ کمرے میں نہ کوئی میز ہے نہ کپڑے لٹکانے کی کھونٹی۔ اگرچہ چائے اور پانی کا انتظام 24 گھنٹے کے لیے ہے۔ ٹور آپریٹرز کے لیے Code of Conduct یعنی ضابطۂ اخلاق کی انتہائی اشد ضرورت ہے۔ جن سہولتوں کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ وہ ہر صورت میں مہیا ہونی چاہئیں۔ حاجیوں کی مناسب شکایات کا ازالہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جو ٹور آپریٹرز اور ٹریول ایجنٹس ضروری سہولیات مہیا نہ کریں۔ ان کے لائسنس / انرولمنٹ نمبرز منسوخ کر دیئے جائیں۔

المستوصف الباکستانیۃ الدکتور آصف محمود جاہ

آج بیمار لوگ زیادہ آ رہے ہیں۔ شیخ صاحب بھی صبح سے ڈھیلے ہیں۔ خالد صاحب بھی آرام کر رہے ہیں۔ کھانسی، بخار، نزلے، فلو کے مریض آ رہے ہیں۔ چیک اپ کروا کے دوائیں لے جا رہے ہیں۔ دعائیں دے رہے ہیں۔ یہاں دوائیں خاصی مہنگی ہیں۔ ترکی ہسپتال والے چیک تو کر لیتے ہیں۔ مگر دواؤں کے لیے فارمیسی کی چٹ تھما دیتے ہیں۔ فارمیسی جا کر معمولی دوائی لینے کے لیے خاصے ریال دینے پڑتے ہیں۔ درد کی گولیوں کا پتہ دس ریال میں ملتا ہے۔ شیخ صاحب ہر خاص و عام کو بتا رہے ہیں کہ بیماری کی حالت میں پریشان نہ ہوں۔ ڈاکٹر بھی موجود ہے، دوائیاں بھی۔ اللہ دیا کی طبیعت رات سے خاصی خراب رہی۔ سانس اکھڑنے لگا۔ کچھ چلنے سے کچھ بیگم کے بولنے سے۔ رات دوائی دی اب بہتر لگ رہے ہیں۔ کمرہ نمبر 303 ایک ''پاکستان مستشفیٰ'' کا روپ دھار چکا ہے۔ حاجیوں کی خدمت کر کے ان کا علاج کر کے مزا آ رہا ہے۔ پانچواں دن ہے۔ دوائیوں کا ذخیرہ آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ شیخ صاحب کہہ رہے ہیں دیکھ بھال کر دوائیاں دیں۔ ایک دو خوراک سے زیادہ نہ دیں تو بہتر ہے۔ نوجوان کو کل سے بخار تھا۔ دوائیں دیں۔ طبیعت بحال ہوئی تو فیس کا پوچھا۔ فیس دعا ہے۔ حاجی خوش ہو جائے تو اللہ بھی راضی ہوگا اور اسی وجہ سے جلد دوبارہ بلاوا آئے گا۔

مکہ کے پہاڑ

کمرہ کی کھڑکی کھلی ہے۔ سامنے دور تک نوکیلے، مٹیالے، بے آب و گیاہ پہاڑوں کا لامتناہی سلسلہ ہے۔ یہ جلال اور کمال والے عظیم پہاڑ ہیں۔ میرے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے پہاڑ ہیں۔ یہ مقدس پہاڑ ہیں۔ یہ مقدس راہیں ہیں۔ ان پتھروں پہ چل کے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں 13 سال اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ گردش ایام کا پہیہ پھر چل رہا ہے۔ سامنے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت اسلام دے رہے ہیں۔ مکہ کے زعماء ہمہ تن گوش ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صادق و امین کہنے والے ان پہ بھروسہ کرنے والے سردار جمع ہیں۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اللہ پہ ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں۔ ایک اللہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ توحید کا نعرہ حق بلند کر رہے ہیں۔ صادق و امین کہنے والے سیخ پا ہو گئے۔ ''ہم اپنے بتوں کو کیسے چھوڑیں۔ یہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہہ رہا ہے'' سب ساتھ چھوڑ گئے۔ چھوٹے سے علیؓ سامنے آئے۔ عم زاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ٹانگیں پتلی ہیں۔ میں کمزور ہوں مگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پہ لبیک کہتا ہوں۔ یہیں کہیں شعب ابی طالب بھی ہے۔ غار ثور اور غار حرا بھی مکہ کے پہاڑوں میں ہے۔ سب جگہ جانا ہے حاضری دینی ہے۔ جہاں جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جان نثار صحابہ کرامؓ کے قدم پڑے ہیں۔ ان سب جگہوں پہ سر کے بل جانا ہے۔ آپؐ کے نقش پا کو آنکھوں میں بسانا ہے۔ اونچے مٹیالے، بھورے، پہاڑ کتنے

بھلے لگ رہے ہیں، کیوں نہ لگیں، ادھر کہیں میرے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا ہیں۔ انہی فضاؤں میں، ہواؤں میں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز گونج رہی ہے۔

مکہ میں رِم جھم برسات

جب سے مکہ آئے۔ گرمی کا موسم ہے۔ دھوپ میں حدت ہے تمازت ہے، لیکن آج ظہر سے ہی کالی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ موسم میں خنکی ہے۔ عصر کی نماز کے لیے ذرا لیٹ نکلے۔ اگرچہ اذان میں ابھی پانچ منٹ ہیں۔ مسجد بھر چکی ہے چھت پر بھی اچھے خاصے لوگ موجود ہیں۔ ترک خواتین بھی آ رہی ہیں۔ شہر کا موسم سہانا ہو رہا ہے۔ جونہی امام نے تکبیر اولیٰ کہی، گھنگھور گھٹائیں آ گئیں۔ رِم جھم بارش برسنے لگی۔ بارش کی بوندوں نے موسم سہانا کر دیا۔ نماز ختم ہونے کے بعد تک لوگ بیٹھے رہے۔ موسم کا مزا لیتے رہے۔ سوچا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں بارش کیسے ہوتی ہے۔ کالی کالی گھنگھور گھٹائیں پانی سے بھری ہوئی بدلیاں بہت بھلی لگ رہی ہیں۔ یہ وہی آسمان ہے جو کملی والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ فگن ہوتا تھا۔ اسی آسمان کے نیچے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ رہتے تھے۔ بارش کے قطرے جسم پر پڑتے ہی عجیب روحانیت اور رومانیت کا احساس ہو رہا تھا۔ ان قطروں کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیس سے ہے۔ بارش کے یہ قطرے انہی آسمانوں سے انہی بدلیوں سے آ رہے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ہوتی تھیں۔ نماز کے بعد عزیزیہ کی لمبی سیر کو نکل گئے۔ عزیزیہ یہاں کا ایک ڈسٹرکٹ ہے بلکہ ریاض، جدہ، مدینہ کے شہروں میں بھی عزیزیہ ہے۔ اس نام کی وجہ سے لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ یہاں اجنبی رہتے ہیں۔ مگر اس وقت یہاں اجنبیوں کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے۔ ترک لوگوں کا، پاکستانیوں کا، آسٹریلین کا، جرمنی والوں کا، بوسنیا والوں کا، ترکمانیوں کا، ایرانیوں کا، اندلس والوں کا، بنگلہ دیش والوں کا، انڈین کا، سوڈانیوں کا، افغانستانیوں کا غرضیکہ دنیا کے کونے کونے سے آئے بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے عازمین حج عزیزیہ کے گوشے گوشے پہ قابض ہو گئے ہیں۔ مقامی سعودی خال خال نظر آتے ہیں۔ گھروں میں ہیں یا دکانوں میں اشیاء سمیٹنے اور بیچنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اکثر سعودیوں نے اپنی رہائش گاہوں کو حج سنٹر میں بدل دیا ہے۔ خود کہیں اور شفٹ ہو گئے ہیں۔ سڑک کے دونوں طرف عازمین حج ہی نظر آتے ہیں۔

چلتے چلتے پیاس لگی تو دو ننھے منے بچے ہاتھوں میں منرل واٹر کی بوتلیں لیے سامنے آ گئے۔ سعودیوں کی مہمان نوازی بے مثال ہے۔ حکومت بھی مہمان نواز، بچے بھی مہمان نواز، بڑے بھی مہمان نواز، قدم قدم پر مہمان نوازی کے فقید المثال نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ہلکی ہلکی پھوار اور پہاڑوں پر برسنے والی بارش نے موسم انتہائی خوشگوار کر دیا ہے۔ سارے حاجی اپنے اپنے مکتبوں، ہوٹلوں، ہاؤسز سے باہر نکل آئے ہیں اور موسم سے لطف اندوز

ہو رہے ہیں۔ سڑک کے دونوں طرف پہاڑوں کا لامتناہی سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

ایک طرف عجیب منظر دیکھا۔ کالے پیلے، نیلے عبا پہنے سینکڑوں خواتین پہاڑوں پر جھکی پتہ نہیں کس کام میں لگی ہوئی تھیں۔ تجسس ہوا۔ قریب جا کر دیکھا تو پتہ چلا کنکریاں جمع ہو رہی ہیں۔ ابھی سے منٰی جانے کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔ کیونکہ اب جانے میں دو دن باقی ہیں۔ پہاڑوں سے نظر ہٹتی نہیں۔ یہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کے پہاڑ ہیں۔ انہی راستوں پہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ چلا کرتے تھے۔ میں انہی راستوں پہ انہی پتھروں پر دیوانہ وار چلا جا رہا ہوں اور چلا جا رہا ہوں۔ آگے بڑھتا جا رہا ہوں۔ واپس پلٹنے کو دل نہیں کر رہا۔

سرکاری حج سکیم اور پاکستانی حج مشن

راستے میں کئی پاکستانی ملے جو سرکاری حج سکیم کے تحت آئے ہوئے تھے۔ حرم کے قریب مکتبوں میں ٹھہرے تھے۔ کئی لوگوں کا انٹرویو کیا۔ سہولیات کا پوچھا۔ سب مطمئن تھے راضی تھے کہ ہمیں صحیح رہائش ملی ہے۔ حرم جانے کا بھی انتظام ہے۔ کمرے بھی مناسب ہیں۔ ایک ایک کمرے میں چھ چھ بیڈز ہیں۔ کھانے کا انتظام اگرچہ خود کرنا پڑتا ہے۔ قریب ہی لبنانی قلچوں (تمیز) کی دکان تھی جہاں لمبی لائن میں لگے لوگ روٹیوں کے منتظر تھے۔ پاکستانی عازمین حج سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ تسلی ہوئی کہ گزشتہ سالوں کی پریشانیوں کے برعکس اس دفعہ حالات مناسب ہیں۔ عازمین خوش اور مطمئن ہیں۔ حکومت پاکستان نے واقعی اس دفعہ حج کا انتظام وانصرام اچھے طریقے سے کیا اور کسی کو اسے ہائی جیک کرنے کی اجازت نہ دی۔

ہمارا پاکستانی مستوصف زبردست جا رہا ہے۔ ذرا سی دیر کے لیے کمرہ سے چلا جاؤں۔ مریضوں کی ایمرجنسی اور SOS کال آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر واپس مڑنا پڑتا ہے۔ دوائیں لینے اور چیک اپ کے لیے مریض ٹولیوں کی صورت میں آ رہے ہیں۔ رات کھانا دیر سے ملا۔ اسماء کے ساتھ باہر کا چکر لگایا۔ سعودیوں کو داد دینا پڑتی ہے کہ پہاڑوں کا سینہ چیر کر یا ان کو صاف کر کے عمارتیں بنائی ہیں اور پہاڑوں کے اندر سے سڑکوں کے لیے سرنگیں گزر رہی ہیں۔ ٹریفک کا رش زوروں پر ہے مگر ابھی تک یہ بے ہنگم یا بے قابو نہیں ہوئی۔ سڑک پہ جتنی مرضی گاڑیاں ہوں۔ عازمین حج سڑک پار کر رہے ہوں تو گاڑیاں ازراہ عقیدت رک جاتی ہیں۔ ڈرائیور خوشی سے عازمین کو راستہ دیتے ہیں۔ آج حرم کا چکر نہیں لگا۔ پورا دن تشنگی رہی۔ حذیفہ نے رات خواب میں کہا کہ بابا چلو حرم چلتے ہیں۔ یمنٰی اور ماہ نور بھی ساتھ تھے۔ بچوں کے ساتھ حرم جانے کا اپنا ہی مزا ہے۔ انشاء اللہ بچوں کے ساتھ دوبارہ آئیں گے۔

مسجدیں، امام، سعودی عرب

سعودیہ میں امام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ بڑی مسجدوں کے امام صاحبان کو VIP رتبہ حاصل ہے۔ خاص طور پر حرمین اور خاص مساجد قبا، قبلتین وغیرہ ان کے امام ہر نماز کے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ یعنی پانچ نمازوں کے پانچ امام ہوتے ہیں۔ سارے امام چھوٹی مسجد کے ہوں یا بڑی مسجد کے بیوروکریٹ لگتے ہیں۔ بہترین لباس، اعلیٰ گاڑی اور رہائش، شستہ اور مدلل انداز بیان، تلاوت ایسی جو دلوں کو موہ لے اور پتھر جیسے دل کو بھی پھاڑ کر سینوں میں اتر جائے۔ قریبی مسجد کے امام سے دو تین مرتبہ مصافحہ ہوا۔ خوشی سے گرم جوشی سے مسکرا کر ملتے ہیں۔ غیر ملکیوں کو دیکھ کر چہرے پر ناگواری کے تاثرات نہیں ابھرتے۔ مسکراہٹ اور نورانیت اگر دیکھنی ہو تو یہاں کی مساجد کے امام صاحبان سے مصافحہ اور معانقہ کر کے دیکھ لیں۔ صبح 4 بجے تہجد کے لیے آنکھ کھل گئی۔ روم میٹس کو جگایا۔ گردشِ ایام کا پہیہ پھر چلا۔ ایسے لگا کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے ہوسٹل ہال روڈ کے کمرہ نمبر 330 میں مقیم ہیں۔ صبح کا وقت ہے۔ ملک رشید لمبی تان کے سو رہا ہے۔ جلیل صاحب ساری رات حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنے کے بعد نیند کی وادیوں میں گم ہیں۔ ''ملک اٹھی نماز دا وقت اے'' ''سون دے مینوں رات بھر نیند نہیں آئی'' اکیلے ہی نماز کے لیے جانا پڑتا۔ اوہو! یہ تو سعودیہ ہے۔ ہم عزیزیہ میں ہیں حج کرنے آئے ہیں۔ خالد اور زاہد بھی اٹھ گئے۔ اسماء اور باجی نجمہ بھی تیار ہو گئیں۔ 4:30 بجے مسجد پہنچ گئے۔ آدھی سے زیادہ مسجد بھر چکی تھی۔ لوگ نوافل اور تلاوت کلام پاک میں مصروف تھے۔ اسماء اور باجی چھت پر چلی گئیں۔ خواتین کے لیے مسجد کا ایک علیحدہ گوشہ مخصوص ہے۔ جہاں خواتین وقت سے پہلے ہی پہنچ جاتی ہیں اور سکون سے فریضہ نماز ادا کرتی ہیں۔ نماز کے بعد طارق شاہ کے ساتھ مکہ کی گلیوں کی سیر کو چلے گئے۔

حضرت بلالؓ کے زخموں پر پھاہے رکھنا

ہر طرف اونچے، لانبے، بھورے، کالے، پتھریلے، سنگلاخ پہاڑ ہیں۔ سبزہ نام کو نہیں پہاڑوں پر بار بار نظر پڑتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ یاد آ جاتا ہے۔ ایسے ہی سنگلاخ پہاڑوں میں آگ برساتی سورج کی گرمی میں حضرت بلالؓ کو لٹا دیا جاتا ہے۔ ظالم سینے پر بھی بڑا پتھر رکھ دیتا اور کہتا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دے۔ عشق و مستی میں ڈوبا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں فنا بلال احد، احد پکارتا۔ کمر جل جاتی، سینہ گھٹ جاتا، سانس اکھڑنے لگتا۔ بند ہونے لگتا مگر احد احد کی پکار بند نہ ہوتی۔ اللہ اللہ کیا نظارہ ہوگا۔ فرشتے انگشت بدنداں ہوں گے۔ یا اللہ واقعی تو ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ سے ضرور عرض کرتے ہوں گے ہمیں کیا پتہ تھا کہ انسانوں میں بلالؓ جیسے دیوانے پروانے بھی ہوں گے۔ ایسے میں پھر خیال آیا۔ کاش نبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جنم لیا ہوتا۔ میں چشمِ تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ حضرت بلالؓ کو تپتی چٹانوں پر لٹا کر اُمیّہ بن خلف خود تھک گیا ہے۔ بلالؓ کی احد احد کی آوازیں آ رہی ہیں۔ کمر زخموں سے چور ہے۔ بلالؓ نیم بے ہوشی کی حالت میں ہیں۔ میں ادھر پہنچ گیا ہوں۔ اپنے سازوسامان کے ساتھ۔ میں حضرت بلالؓ کے زخموں پہ پھاہے رکھ رہا ہوں۔ زخم صاف کر رہا ہوں۔ ان کے جسم کو سہلا رہا ہوں۔ درد ختم ہونے کا انجکشن لگا رہا ہوں، مرہم پٹی کر رہا ہوں۔ لعین امیہ بن خلف کو بددعائیں دے رہا ہوں۔ انہی خیالوں میں گم تھا کہ طارق شاہ کی آواز آئی، آگے چلتے ہیں۔

پہاڑوں کے پاس سے گزرتے ہی ہر پتھر اور پہاڑ پہ گمان ہوتا ہے کہ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جان نثار صحابہؓ چلے ہوں گے، بیٹھے ہوں گے، ستائے ہوں گے۔ ان پتھروں اور پہاڑوں پر پیار آتا ہے۔ ان سے لپٹ جانے اور ان پتھروں پہ زندگی بتانے کو جی چاہتا ہے۔ راستے میں ایک افغانی نان بائی کی دکان آ گئی۔ جہاں بڑی بڑی گرما گرم روٹیاں لگائی جا رہی ہیں۔ شاہ صاحب نے دو روٹیاں اور دال لی۔ تازہ رس بھرے انگور خریدے۔ اسماء اور باجی نجمہ کو جگایا۔ طارق شاہ کہیں سے مکھن اور چائے لے آئے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رزق کی فراوانی ہے۔ ہر شے میں برکت ہے۔ ایک پلیٹ اور دو روٹیوں میں چار پانچ بندوں نے پیٹ بھر کر ناشتہ کر لیا۔ صبح صبح ناشتے کا مزا آ گیا۔ ناشتے کے فوراً بعد مریضوں کی آمدورفت شروع ہو گئی۔ دوائیوں کی مقدار کم ہوتی جا رہی ہے۔ اشفاق سے کہا ہے کہ آج حج کی آخری فلائٹ کے ذریعے مزید دوائیں بھیج دے۔

☆............☆

حج اور اسلامی معیشت

''احرام'' اور تحائف کی قیمتیں

عرب نیوز کے مطابق اس سال احرام، عبایا اور اس کے ساتھ حج کے دوسرے لوازمات کی قیمتیں پچھلے سال کی نسبت 30 فیصد زیادہ ہو گئی ہیں۔ پچھلے سال احرام اور عبایا 55 سعودی ریال میں مل جاتا تھا جبکہ اس سال ان کی قیمت 100 سعودی ریال تک پہنچ چکی ہے۔ احرام کا کپڑا، عبایا، بیلٹ، ٹوپیاں اور دوسرے تحائف جو حجاج کرام اپنے ملک لے جاتے ہیں۔ سب سے زیادہ چین سے درآمد کیے جارہے ہیں۔ عرب نیوز کے مطابق احرام اور دوسرے آئٹم کی قیمتوں میں اضافے کی بنیادی وجہ کپڑے کی قیمتوں میں اضافہ ہے۔ حج کے دوران استعمال ہونے والی مختلف مصنوعات مثلاً بیڈ شیٹس، تولیہ، احرام، جائے نماز، ٹوپیاں، تسبیح وغیرہ پاکستان میں بھی بنائی جاتی ہیں۔ جن کا بہت تھوڑا حصہ سعودی عرب بھجوایا جاتا ہے۔ اسلامی ممالک میں بہتر کوآرڈی نیشن ہو تو کروڑوں اربوں ریال کی آپس میں تجارت ہو سکتی ہے جس سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت سنواری جا سکتی ہے۔

کروڑوں گلاسوں کی روزانہ کھپت

حج کے دنوں میں کھانے پینے کے برتن پلیٹیں، گلاس، چمچ، کانٹے، چاقو، غرضیکہ ہر چیز ڈسپوزایبل ملتی ہے۔ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں روزانہ استعمال ہوتی ہیں۔ حرم میں روزانہ لاکھوں بلکہ کروڑوں گلاس استعمال ہوتے ہیں۔ پانی پئیں، گلاس پھینک دیں۔ دوسری دفعہ پئیں پھر پھینک دیں۔ 50 لاکھ آدمی اگر روزانہ 10 گلاس

پانی پئیں تو روزانہ 5 کروڑ گلاس بنتے ہیں۔ لاکھوں لوگ کروڑوں گلاسوں میں روزانہ آب زم زم سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور صدیوں سے پیے جا رہے ہیں مگر اماں ہاجرہ کی سعی کی وجہ سے عطا کیا ہوا یہ سرچشمہ آب حیات جاری وساری ہے۔ ہر سال لاکھوں پروانوں، مستانوں کی پیاس بجھاتا ہے اور تا ابد بجھاتا رہے گا۔ سعودی گورنمنٹ نے انتظامات میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ہر چیز وافر ہے۔ ہر شے مہیا ہے۔ حرم میں کئی مقامات پر زم زم کے لیے واٹر ٹینکس لگے ہوئے ہیں اور بیسیوں مقامات پر بڑے بڑے کولر پڑے ہیں۔ جن پر ورکرز تعینات ہیں۔ وہ پانی کبھی کم ہونے نہیں دیتے۔ کولروں میں پانی ختم ہونے سے پہلے ہی بھر دیتے ہیں۔ استعمال شدہ گلاس اٹھا لیتے ہیں اور نئے رکھ دیتے ہیں۔ طارق شاہ نے بتایا کہ سعودی عرب میں سمندری پانی صاف کرنے کا دنیا کا سب سے بڑا پلانٹ لگا ہوا ہے۔ مساجد بھی صاف ستھری اور اجلی اجلی سی ہیں۔ ان مساجد کے اندر جا کر پاکیزگی اور طہارت کا احساس ہوتا ہے۔ بیٹھنے اور عبادت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ لوگ پانی کی بوتلوں کے ٹرک بھجوا دیتے ہیں۔ بڑے بڑے فریج پڑے ہیں۔ بوتل نکالیں، پانی پئیں، پیاس بجھائیں اور مزے سے نماز پڑھیں۔

ویزہ قوانین کی خلاف ورزی پر واپسی کی راہ

عزیزیہ اور اس کے گرد و نواح میں کام کرنے والے ہزاروں لاکھوں ورکرز دنیا کے گوشوں گوشوں سے کام کی تلاش میں سعودی عرب میں قیام پذیر ہیں۔ کوئی قانونی ہے کوئی غیر قانونی۔ انڈین، بنگلہ دیشی، انڈونیشی، برمی، فلپائنی، ملیشیائی غرضیکہ ہر ملک کے ورکرز یہاں موجود ہیں۔ بعض زائرین حج آتے ہی اس نیت سے ہیں اور حج کے بعد غائب ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک حکام کی نظروں سے بچے رہیں۔ چھپ چھپا کر کام کرتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات اسی طرح سالوں بیت جاتے ہیں۔ عورتیں بھی آ جاتی ہیں بچے بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر جب حکام کی نظر پڑ جائے تو چھوڑتے نہیں۔ جیل جانا پڑتا ہے اور اس کے بعد بیوی بچوں سمیت اپنے اپنے ملک واپس بھیج دیا جاتا ہے۔

پچھلے تین دن میں 2230 انڈونیشائی بچوں، مردوں اور عورتوں کو ویزا قوانین کی خلاف ورزی پر واپس بھیجا گیا۔ ایئرپورٹ پر ہی ایک انڈونیشی خاتون نے بچے کو جنم دیا۔ جس کی وجہ سے اس کی روانگی کچھ دن کے لیے موخر کر دی گئی۔ نہ صرف مرد ورکرز یہاں آ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ بلکہ پورے پورے خاندان آ کر کہیں کھو جاتے ہیں اور پھر ڈھونڈنے سے نہیں ملتے جب مل جائیں تو پھر واپسی کی راہ دیکھنا پڑتی ہے۔



سب قافلے سوئے حرم

پوری رات اور صبح سے اب تک ہزاروں کی تعداد میں عاشقانِ خدا کے قافلے آ رہے ہیں۔ سب قافلے سوئے حرم روانہ ہیں۔ ایک ہی منزل ہے ایک ہی راستہ ہے۔ ایک ہی آرزو ہے۔ ایک ہی جستجو ہے۔ مسلمان کی بیت اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا اور منزل ہی کیا ہو سکتی ہے۔ ظہر کی نماز میں حرم میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اوپر نیچے ہر طرف نمازی ہی نمازی، عورتوں والی مخصوص جگہ پر مرد آ گئے ہیں۔ بعض کو واپس جانا پڑا۔ یہاں ایک اور بھی اچھی بات ہے کہ اگر مسجد میں جماعت کی نماز ہو گئی ہو تو تین چار لوگ اکٹھے ہو کر ایک کو آگے کر لیتے ہیں اور یوں با جماعت نماز ادا ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا ہے کوئی چھوٹا ہے یا بڑا، داڑھی ہے کہ نہیں۔ یہاں جزئیات میں نہیں پڑا جاتا، فرائض کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ہم جزئیات میں پڑ کر دین کی اصل کو بھول جاتے ہیں۔ آج پھر سوئے حرم جانا ہے۔ کھانے کے انتظار میں روانگی میں تھوڑی سی تاخیر ضرور ہوئی ہے۔

سبحان اللہ ہم اللہ کے گھر میں ہیں

حرم پاک، اللہ کا گھر سامنے، لاکھوں فرزندانِ توحید، دیوانے، پروانے، مستانے، عاشق دیوانہ وار جھومتے ہوئے اللہ کے گھر کے چکر پہ چکر لگائے جا رہے ہیں۔ اللہ اکبر کی صدائیں گونج رہی ہیں اور عرش تک پہنچ رہی ہیں۔ فرشتے ساتوں آسمانوں سے منظر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں، حیران ہو رہے ہیں۔ اللہ پاک اپنی احسن التقویم بنائی ہوئی مخلوق پر خوش ہو رہے ہیں۔ یعنی فرشتوں میں تفاخر کا اظہار کر رہے ہیں۔ عصر کی نماز امام کعبہ کے پیچھے پڑھنے کی سعادت ملی۔ کعبے کے چاروں طرف منہ کر کے نماز ادا کی جا رہی ہے۔ کعبہ کا تصور کر کے اس کی سمت

کا تعین کر کے صدیوں نماز پڑھتے رہے۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اللہ کا گھر، بیت العتیق، یوں آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ کوئی پردہ حائل نہ ہوگا۔ سامنے منہ کر لیں۔ کعبہ کے دائیں یا بائیں طرف منہ کر لیں، پچھلے کونے کی طرف منہ کر لیں۔ حرم کی تعمیر اس طرح کی گئی ہے کہ طواف کی طرح چاروں سائیڈز کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جاتی ہے۔ نماز کے وقت نمازی گول دائرہ میں بیت اللہ کے گرد کھڑے ہوتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے سامنے جب بھی نماز پڑھتے ہیں تو نگاہیں خانہ خدا پہ ہی ٹکی رہتی ہیں۔ دھیان بھی خانہ خدا ہی کی طرف رہتا ہے۔ نماز کے دوران بھی نگاہ ادھر ہی ٹکی رہی۔

مزار شریف افغانستان سے آئے دو بابے (بزرگ) مسلسل کھانس رہے تھے۔ بیگ سے نکال کر چوسنے والی گولیاں دیں، خوش ہو گئے۔ دعائیں دیتے رخصت ہوئے۔ اللہ کے گھر کو تکنے، دیکھنے اور دیکھتے جانے اور آنکھوں میں بسانے کا عجب مزا ہے۔ جسم کے روئیں روئیں اور انگ انگ سے مسرت و انبساط کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ ایک دم روحانیت طاری ہو جاتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ نگاہیں بس ٹھہر جائیں ایک جگہ پر مرکوز ہو جائیں۔ اسی طرف لگی رہیں اور یوں دیکھتے دیکھتے زندگی کی شام ہو جائے۔ آج ہر طرف عازمین حج کی رونق لگی ہوئی ہے۔ عزیزیہ کی سڑکوں پر گاڑیوں اور لوگوں کا اژدہام ہے۔ حرم میں پہنچ کر بڑی مشکل سے جگہ ملی۔ اللہ کا شکر ہے نماز تسلی سے ادا ہوئی۔

اللہ کا گھر ہے، حرم ہے، لاکھوں لوگ ہیں، مختلف رنگ و نسل، مختلف قومیں، مختلف براعظم مگر سب ایک ہی سمت میں ایک ہی مرکز کے گرد گھوم رہے ہیں۔ جھوم رہے ہیں۔ روحانیت ٹپک رہی ہے، برس رہی ہے، ایسے لگ رہا ہے اللہ خود آسمان سے اتر آیا ہے۔ سامنے اللہ کا گھر ہے، اوپر نیچے ہزاروں نہیں لاکھوں پروانے شمع کے گرد طواف میں مصروف ہیں۔ کچھ خاموشی سے کچھ اونچی آواز میں، عربی میں، اپنی اپنی زبانوں میں الگ الگ یا گروپوں کی صورت میں اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔ مؤذن نے حرم سے مغرب کی اذان کی صدا دی۔ ایک سکوت طاری ہو گیا۔ مغرب کی نماز حرم میں ادا کی۔ حرم میں نماز کی شان ہی علیحدہ ہوتی ہے۔ ایک نماز کا ثواب، ایک لاکھ نمازیں، مغرب ختم ہوئی۔ ہزاروں بندگان خدا مغرب کے بعد عشاء کی نماز کے لیے ابھی سے صف آراء ہیں۔ اپنی اپنی جگہوں پر جمے بیٹھے ہیں۔ ذرا سے اِدھر اُدھر ہوئے تو پھر جگہ نہ ملے گی۔ باہمی یک جہتی، ہم آہنگی، اسلامی بھائی چارے کا عجب نظارہ ہے۔ ایک طرف انڈین فیملی بیٹھی ہے۔ دوسری طرف پاغستان سے آئے میاں بیوی اور بیٹی بیٹھے ہیں۔ سب یادِ الٰہی میں محو ہیں۔ اپنی اپنی قسمت پہ نازاں ہیں۔ کچھ اپنے اپنے ممالک میں اپنے گھر والوں، رشتے داروں اور عزیزوں سے بات کر رہے ہیں۔ اپنی اپنی زبان میں حرم کی نورانیت کا ذکر کر رہے ہیں۔ اپنے نصیب پر شاداں ہو رہے ہیں۔ عزیزوں سے دعا کی

درخواستیں اکٹھی کر رہے ہیں۔ تاکہ سب کے لیے دعائیں مانگیں کہ ان کی بھی اس بڑے گھر پہ اس نرالے در پہ حاضری ہو جائے۔ شیخ زاہد اور نجمہ باجی ہمت کر کے طواف کے لیے چلے گئے ہیں۔ نجمہ باجی کو چلنے میں دشواری ہوتی ہے۔ مگر طواف کا سن کر آنکھوں میں چمک آ گئی۔ جھٹ سے تیار ہو گئیں اور طواف شروع کر دیا۔

طواف کے ایمان پرور اور روح پرور مناظر

خانہ کعبہ کے طواف کا منظر بڑا ہی خوش کن، حیران کن، آنکھوں کو خیرہ کرنے والا ہے۔ نیچے بھی طواف ہو رہا ہے اوپر بھی۔ بچے بھی طواف کر رہے ہیں، 80-70 سالہ معذور بوڑھے بھی۔ فرمانبردار بیٹے بیٹیاں اپنے اپنے والدین کو وہیل چیئروں پر بٹھائے خوشی سے طواف کروا رہی ہیں۔ یہاں ہر قسم کی وہیل چیئرز نظر آتی ہیں۔ عام وہیل چیئر، موٹر سے چلنے والی جدید وہیل چیئر، بعض 100 سالہ بزرگ اور انتہائی بیمار مریض بھی طواف کر رہے ہیں۔ غرضیکہ عجب نظارہ ہے۔ گناہوں کو بخشوانے، صاف وشفاف اور پوتر ہونے کا وقت ہے۔

حرم میں بیٹھے، وقت کا احساس نہیں ہوتا۔ ایک نماز ختم ہوتی ہے تو لگتا ہے پل بھر میں دوسری نماز کا وقت آ گیا۔ نورانیت ایسے برستی ہے جیسے لگاتار موسلا دھار بارش یا چکا چوند روشنی۔ عشاء کا وقت ہونے کو ہے۔ ابھی ابھی کسی مغربی ملک کے عازمین حج جن میں نوجوان، مرد اور عورتوں کے ساتھ بوڑھی عورتیں اور مرد بھی شامل ہیں۔ طواف سے فارغ ہو کر سامنے بیٹھے ہیں اور بڑی بے قراری، خود فراموشی کے انداز میں آبِ حیات، آبِ زم زم کے جام لنڈھا رہے ہیں۔ رحمتیں اور عنایتیں سمیٹ رہے ہیں۔ عشاء کی جماعت ہوا ہی چاہتی ہے۔ جی چاہتا ہے حرم میں بیٹھے رہیں۔ مولا کو پکارتے رہیں۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ اس کے گھر کو دیکھتے جائیں۔ آنکھوں میں بساتے جائیں۔ بیشتر ساتھیوں نے کہا کہ آج ریسٹ کر لیں۔ میگا ایونٹ کے لیے تیاری کر لیں مگر رہ نور دِ شوق ٹھہرنے نہیں دے رہا تھا۔ شیخ زاہد اور نجمہ تو کب سے طواف کے لیے روانہ ہو چکے۔ اسماء آس پاس کی انڈیا اور دوسرے ممالک سے آئی ہوئی خواتین کے ساتھ تبادلہ خیال میں مصروف ہیں۔ لا الہ الا اللہ کا ایسا رشتہ ہے کہ جو مختلف رنگوں، قوموں، قبیلوں اور نسلوں کے تمام لوگوں کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔ کائنات کے سارے رنگ یہاں جمع ہیں۔ کالے، پیلے، زرد، سفید، سرخ وسفید، مٹیالے، بھورے، سرمئی یعنی قوسِ قزح کے سارے رنگ اور پیرہن موجود ہیں۔ عشاء کی نماز شروع ہوئی۔ امام صاحب ایسے دلنشیں انداز میں تلاوت کرتے ہیں کہ انگ انگ میں قرآن اترتا محسوس ہوتا ہے اور پھر آپ تصور کریں کہ حرم کی نماز، سامنے خانہ کعبہ، جب آمین کہنے کی باری آتی ہے تو سارے جسم میں سنسنی سی چھا جاتی ہے اور کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ آمین کی فلک شگاف آواز پورے حرم میں گونجتی ہے تو فرشتوں کی آواز میں بھی آمین سنائی دیتی ہے۔ اپنے نصیب کے کیا کہنے اگر آپ کی آمین میں فرشتے بھی شامل ہو جائیں۔ عشاء کی نماز ختم ہوئی۔ بیت اللہ کو پھر قریب سے دیکھا۔ آنکھوں سے

پھر آنسوؤں کی جھڑی لگی۔ پاکستان اور اہل خانہ کے لیے دعائیں خود بخود لبوں پر آتی رہیں۔ آنسوؤں کے نذرانے پیش ہوتے رہے۔ چلیں اسماء کی آواز نے سکوت توڑا۔ ہر طرف انسانوں کا سمندر ہے۔ تل دھرنے کو جگہ خالی نہیں۔ مگر اللہ اللہ کیا انتظامات ہیں کوئی ہنگامہ نہیں ہوتا۔ فرزندگان توحید چل رہے ہیں۔ اللہ کا ذکر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ بلند ہو رہا ہے۔ ایک گھنٹہ میں حرم سے نکلے۔ شیخ صاحب اور باجی نجمہ بھی طواف کر کے مروہ کی پہاڑیوں پر آ گئے۔ آج تو حدِ نگاہ تک آدم ہی آدم نظر آ رہا ہے۔ واپسی کیسے ہوگی؟ اللہ کا نام لے کر چلے، تھکن سے چور، پسینے میں شرابور اسماء پھر گھبرا گئیں۔ دو تین کلومیٹر پیدل چل کر اجیز یہ پہنچے۔ آج رائے ونڈ تبلیغی اجتماع سے واپسی جیسا منظر تھا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں مرد و زن پیدل رواں دواں تھے۔ ٹیکسی والے بات ہی نہیں سن رہے تھے۔ بڑی بڑی ویگنوں نے پاکستان کی طرح اندر باہر گاڑی کے اوپر اور پیچھے جانوروں کی طرح لوگ ٹھونسا لیے تھے اور کرایہ میں من مرضی کے ریال مانگ رہے تھے۔ ایک پرانی سی ویگن جس میں پہلے ہی آٹھ دس لوگ تھے کے مالک نے ہم پر ترس کھا کر بٹھا لیا۔ مگر کرایہ 15 ریال فی آدمی سے کم پر راضی نہ ہوا۔ جبکہ عام دنوں میں عزیزیہ سے حرم تک فل ٹیکسی کا کرایہ 15 سے 20 ریال ہے۔

☆............☆

سب کا نام محمد۔ ورفعنا لک ذکرک

یہاں ایک اور مشاہدہ ہوا کہ جس شخص کا نام نہ پتہ ہو تو اس کو محمد کہہ کر بلاتے ہیں۔ کئی دفعہ ٹیکسی میں سوار ہوتے، اترتے، راستہ میں جاتے، یا محمد، یا محمد کی آوازیں سنیں۔ شروع میں تو لگا کسی اور کو بلا رہے ہیں۔ دو چار دنوں بعد اس بات کی سمجھ آئی کہ سعودیوں کے خیال میں محمد کے بغیر کوئی نام ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے زیادہ بابرکت نام نہ دنیا میں پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لیے سارے مسلمانوں کا نام محمد ہے۔ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سب سے بلند کر دیا۔ ورفعنا لک ذکرک۔ شیخ جمیل نے پوچھا آپ نے کہاں جانا ہے۔ بڑی مشکل سے اور اپنی پرانی سیکھی ہوئی عربی زبان کا سہارا لے کر سمجھایا کہ حوادث المرور یا ''المستشفیٰ ترکی'' کے پاس اترنا ہے۔ ڈرائیور نے راستے میں ہی 80 ریال کا مطالبہ کر دیا۔ بات 70 ریال پر فائنل ہوئی۔ اللہ کا شکر ادا کیا جس نے حرم میں تین نمازیں باجماعت پڑھنے کی سعادت بخشی۔

عزیزیہ، پہاڑ اور حرم

طارق شاہ کا کمال ہے کہ رات چاہے دو بجے سوئیں صبح 4 یا 4:30 بجے آ کر دستک دیتے ہیں۔ بھائیو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اٹھیں اور اس کے دربار میں حاضری دیں۔ پہلے کی طرح مسجد اذان سے پہلے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اوپر جگہ ملی۔ تھوڑا سا لیٹ ہو جاتے تو اوپر بھی نہ ملتی۔ نماز کے بعد مکہ کے پہاڑوں کا دیدار کرنے اور مکہ کی سہانی، روحانی صبح کا مزہ لینے کے لیے عزیزیہ کی طرف نکل گئے۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی ہے۔ لمبے لمبے سانس لے کر

یہاں کی گھٹاؤں اور فضاؤں کو اپنے اندر بسایا۔ کسی نہ کسی ہوا میں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا سانس رچا بسا ہوگا۔ ان کی مہک ہوگی۔ تھوڑا سانس مل گیا تو نصیب بدل جائے گا۔ قسمت کھل جائے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی راہوں پر چلتے تھے۔ انہی فضاؤں اور ہواؤں میں سانس لیتے تھے۔ چلتے چلتے خیال ہی نہ آیا کہ رستہ بھول گئے تو کیا ہوگا؟ 2005ء سے نگر نگر گھوم کر آفت زدگان کی خدمت میں لگے ہیں مگر یہاں گھومنے کا، چلنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ کوئی تو جگہ مل جائے گی جہاں میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا ہوں گے۔

کمرے میں دو اور روم میٹ آ گئے ہیں۔ ڈاکٹر عمر علوی اور سلیم لطیف صاحب لاہور سے آئے ہیں۔ سلیم صاحب ادویات لے کر آئے ہیں۔ ڈاکٹر احسن اور اشفاق نے ادویات بھجوادی ہیں۔ دواؤں کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے کیونکہ حجاج کرام کی تعداد کے ساتھ مریضوں کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے۔ صبح سویرے اور رات گئے مریض آتے جا رہے ہیں۔ شاہ صاحب نے کمرہ نمبر 304 کو "المستشفیٰ الباکستانی، الدکتور آصف محمود جاہ الباکستانی" ڈکلیئر کر دیا ہے۔ پہاڑوں پر بلیاں نظر آئیں۔ ان کو پچکارا۔ بلایا تو ٹھہر گئیں جیسے جائزہ لے رہی ہوں، چیک کر رہی ہوں کہ یہ ابوہریرہ کی طرح ہیں یا کوئی اور۔ کل کی تھکاوٹ کے باعث شیخ صاحب لمبی تان کر سو رہے ہیں۔ رات آنے والے سلیم صاحب اور ان کے ساتھی عمرہ کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔ بالکل آخری دنوں اور آخری فلائٹ میں آنے والے عازمین حج کو بڑی مشکل ہوتی ہے۔ عمرہ بھی کرنا ہے اور آج ہی منیٰ کے لیے روانہ ہونا ہے۔ صحیح طریقے سے مناسک ادا نہیں ہو پاتے۔ اس لیے آخری فلائٹوں سے احتراز ہی کرنا چاہیے۔ عزیزیہ گھومتے گھومتے خاصی دیر ہوگئی۔ ہر طرف حاجیوں کے میلے لگے ہوئے تھے کوئی گلی، سڑک، مکان ایسا نہ تھا جہاں حاجیوں کا بسیرا نہ ہو۔ مقامی لوگ پتہ نہیں کہاں چلے گئے۔ عرب نیوز سے پتہ چلا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے ملحقہ علاقوں میں کرایہ کے لیے عمارتیں 10 ماہ کے لیے دی جاتی ہیں اور دو ماہ کے لیے عازمین حج کو بسانے کے لیے خالی کروالی جاتی ہیں۔ واپسی کی راہ لی تو سڑکیں ایک جیسی، چوک ایک جیسے، پہاڑوں کا اندازہ کر کے مین روڈ پر آ کر ایک شیخ سے راستہ پوچھا۔ جس نے بڑی محبت سے سمجھایا۔ عربی زبان سے تھوڑی بہت سدھ بدھ بہت کام آ رہی ہے۔ مگر یہاں آ کر حرم میں نمازیں پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ عربی زبان سے مکمل شناسائی کتنی اہم ہے۔ ویسے بھی اسلام کی صحیح روح اور قرآن کریم کو سمجھنے اور اس کے پیغام کو ذہن نشین کرنے کے لیے عربی زبان سیکھنا بہت ضروری ہے۔

دوائیں اور علاج

دوائیوں کے ساتھ مریضوں کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوگیا ہے۔ نیوٹن کا کلیہ یہاں سچ ثابت ہو

رہا ہے۔ دوائیاں آنے کے عمل سے مریضوں کا ردِعمل شروع ہو گیا ہے۔ شیخ صاحب کسٹمز ہیلتھ کیئر سوسائٹی کے صحیح ترجمان کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ صبح شام ہوٹل کے باہر تھڑا لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور ہر خاص و عام کو چیک اپ کروانے اور دوائیں لینے کی دعوت عام دیتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے مریض بہتر ہو رہے ہیں اور یہ فیض عام اللہ کے گھر میں جاری ہے۔ اللہ دیا کی بیگم دو دن پہلے دوا لے کر گئی تھی۔ آج پھر آ گئیں، ڈر لگا کہ کہیں اللہ دیا کی طرح اپنی اپنی چارج شیٹ تو نہیں ایشو ہونے جا رہی۔ دوا نے غلط اثر یا ری ایکشن تو نہیں کر دیا۔ مگر خیریت رہی۔ پیٹ کی خرابی کی شکایت کی اور ساتھ ہی کہا میں نے منٰی جانے سے پہلے اللہ کا گھر دیکھنا ہے۔ مجھے کوئی نہ روکے۔ میرا ساتھ دیں۔ ان کو مجبور کریں۔ تین دن ہو گئے ہیں۔ اللہ کا گھر نہیں دیکھا۔ یہاں کمروں میں سونے تو نہیں آئے۔ خارش بھی ہے، داڑھ میں درد ہے، دیکھ بھال کر اور دعا کر کے دوا دینا۔ خارش کی کریم دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ دوا لے کر چلتی بنی، چلتے چلتے پھر یاد دلا گئی کہ میں نے منٰی سے پہلے حرم جانا ہے۔

5700 کلومیٹر کا فاصلہ 314 دنوں میں

یہ عالم عشق و مستی کا دیکھا نہ جائے! ''اللہ نے مجھے اپنے گھر بلایا۔ میں نے اللہ کے گھر آنے کے لیے 5700 کلومیٹر کا فاصلہ پیدل چل کر 314 دنوں میں طے کیا۔ اس دوران میں بوسنیا، سربیا، بلغاریہ، ترکی، شام، اردن اور مکہ کے علاقوں سے گزرا، تمام راستوں میں اللہ رہنمائی کرتا رہا۔ خواب میں بتایا گیا کہ عراق کی بجائے شام کے راستے سے جاؤ۔ سارے راستے مجھے کسی نے نہیں روکا۔ بلکہ جب پتہ چلتا حج کے لیے جا رہا ہوں تو سب خوش ہوتے اور مدد کرتے۔ اس سفر کے دوران گرم اور سرد موسم دونوں سے واسطہ رہا۔ بلغاریہ میں درجہ حرارت 34°C- تھا جبکہ اردن میں 44°C، ترکی اور سعودیہ میں انٹری ویزا کے لیے دو دو مہینے رکنا پڑا۔''

19 اکتوبر 2012ء بروز ہفتہ مکہ پہنچنے والے بوسنیا کے Senad Hadzic نے یہ بیان دیا۔ ''میں نے یہ سفر اللہ، اسلام، بوسنیا، والدین اور اپنی بہن کی خاطر کیا۔'' عشق و مستی کا یہ عالم کہیں اور نہیں ہو سکتا کوئی اور ایسی وارفتگی اور جنوں کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ بوسنیا کا سینڈ ہاڈزک ابھی مکہ میں ہے۔ اللہ کے گھر میں جھولیاں بھر بھر کے ثواب سمیٹ رہا ہے اور حج کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ پتہ نہیں واپسی کے ارادے بھی پیدل جانے کے ہیں۔

12 حاجیوں کی اوپن ہارٹ سرجری

حج کے دنوں میں حاجی خوب بیمار ہوتے ہیں۔ فلو، چیسٹ انفیکشن، کھانسی، انفلوائنزا، خارش، پیٹ خرابی، جسم میں درد، معدے میں تیزابیت کی شکایات عام ہیں۔ عورتوں کے لیے سب سے اہم مسئلہ یہی ہوتا ہے کہ

وہ اپنے مخصوص ایام کو کسی نہ کسی طرح دوائیاں کھا کر موخر کر لیں۔ تا کہ حج کے تمام مناسک بلا کسی توقف کے ادا کر سکیں۔ عرب نیوز کے مطابق ابھی تک 12 عازمین حج کے دل کے آپریشن (اوپن ہارٹ سرجری) کیے گئے ہیں۔ دل کے مریضوں میں سب سے زیادہ بوڑھے مریض کی عمر 91 سال اور چھوٹے کی 16 سال ہے۔ سعودی عرب میں محکمہ صحت نے 25 ہسپتالوں میں حاجیوں کی خدمت کے لیے 200 بیڈز مختص کیے ہیں۔ اس کے علاوہ مقدس شہروں میں 141 ڈسپنسریاں بنائی گئی ہیں لیکن حاجیوں کی صحت کی حفاظت کے لیے معلم اور مکتب والوں نے کوئی خاص انتظام نہیں کیا۔ ذرا سی بیماری سر درد، کھانسی، نزلہ اور زکام کے لیے باہر جانا پڑتا ہے۔ ابھی ابھی ایک دوست نے بتایا کہ وہ ایک ہسپتال میں تین گھنٹہ بیٹھا انتظار کرتا رہا۔ پھر بھی باری نہ آئی تو وہ پھر ہسپتال چھوڑ کر ہمارے پاس آ گیا۔ فوراً چیک اپ کر کے دوائی دی، خوش ہو گیا اور اللہ نے اسے دوسرے دن ہی ٹھیک کر دیا۔ اب وہ روزانہ پانچ، سات مریضوں کو ساتھ لے کر آتا ہے۔ سب کو چیک کر کے دوا دیتے ہیں اور دعائیں لیتے ہیں۔

اشاروں، کنایوں کی زبان

دنیا کے تمام خطوں سے آئے اور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے زائرین حج اور مقامی دکانداروں اور ٹیکسی ڈرائیورز نے ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے اشاروں، کنایوں کی زبان بنا کر اپنا لی ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور انگلیوں سے یا کیلکولیٹر سے کرایہ کا بتاتے ہیں۔ مسافر انگوٹھا نیچے کر کے کرایہ کم کرنے کا کہتے ہیں۔ عرب ڈرائیور ہاتھ کے اشارے سے کہتے ہیں کہ اس سے کم نہیں ہوگا۔ مان جائیں تو ہاتھ کے اشارے سے کہیں گے ٹھیک ہے۔ ایک ترک عورت ساتھ کھڑی پاکستانی عورت کو ہاتھ کو مختلف زاویوں سے موڑ کر سمجھا رہی ہے کہ ابھی نماز عشاء میں ½ گھنٹہ باقی ہے۔ ایک بوسنیائی عورت دکان سے تسبیح خریدتے وقت دکاندار کو بتا رہی ہے کہ یہ بہت مہنگی ہے۔ اس کی قیمت کم کرو۔ دکاندار مان نہیں رہا اور ہاتھ ہلا کر سمجھا رہا ہے کہ کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔ ایک افریقی عورت پاکستانی عورت کو سمجھانے کی سعی کر رہی ہے کہ آپ یہاں سے ہٹ جائیں مجھے آپ کے کھڑے ہونے کی وجہ سے اللہ کا گھر صحیح نظر نہیں آ رہا۔ حرم کے قریب کے دکاندار بتاتے ہیں کہ اگرچہ ہمیں عربی کے علاوہ کوئی زبان نہیں آتی مگر ہم عازمین حج کے اشاروں، کنایوں اور حرکات و سکنات **Body Language** سے سب سمجھ لیتے ہیں اور انہیں سمجھا بھی لیتے ہیں۔ حرم میں صفائی، انتظامی امور کی نگرانی کرنے والے، خفیہ ایجنسی کے اہلکاروں کا بتانے اور سمجھانے کا اپنا انداز ہے۔ کوئی راستہ پوچھ لے تو اسے بعض تو اپنے انداز میں سمجھانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ کچھ بن نہ پڑے تو خلاص کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں۔ برما سے آئے ہوئے ایک دکاندار نے بتایا کہ میں 17 سال سے یہاں قیام پذیر ہوں اور 10 زبانیں جانتا ہوں۔ جس زبان کا پتہ نہ چلے تو اشاروں کنایوں کی

زبان سے کام چلاتا ہوں۔ میرا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ جدہ ٹرمینل پر مستعد، نوجوان، خوش شکل، خوش گفتار اور زیادہ تر مستعد اہل کار اپنے اپنے انداز میں عازمین کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حرم میں یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ اکثر جگہ معلومات، ہدایات عربی، انگلش کے علاوہ اُردو میں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ میگا ایونٹ کی تیاری کے لیے صبح سے تیاریاں جاری ہیں۔ اسماء نے منیٰ کے لیے منی بیگ تیار کرلیا ہے۔ ضروری اشیاء کے ساتھ میڈیسن بھی رکھ لی ہیں تاکہ مناسک حج کے ساتھ ساتھ عازمین حج کی خدمت بھی ہوتی رہے۔ مسجد میں نمازیوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا ہے۔ نئے آنے والے عازمین بھی جان گئے ہیں کہ اذان سے پہلے آئیں گے تو جگہ ملے گی۔ ڈاکٹر عمر اور سلیم لطیف ابھی ابھی عمرہ کر کے واپس لوٹے ہیں۔

اللہ دیا، گرما اور گرما گرم بحث

اللہ دیا صبح سے پریشان بیٹھا تھا۔ بھوک سے ستایا ہوا تھا۔ ایک ساتھی کہیں سے گرما لے آیا۔ طارق شاہ کا پتہ نہیں چل رہا تھا۔ پتہ نہیں کھانا کب ملے گا۔ گرما دیکھ کر اشتہا بڑھ گئی۔ منہ میں پانی آ گیا۔ عامر نے ابھی قاش علیحدہ کر کے اللہ دیا کو دینے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ بیگم آ گئیں۔ کیا ہوگیا ہے۔ تمہیں، فقیر ہو گئے ہو؟ مانگے کا گرما کھا رہے ہو۔ روٹی کا انتظار نہیں کر سکتے۔ عامر نے لاکھ کہا کہ تحفہ ملا ہے۔ ساتھیوں نے دیا ہے۔ وہ نہ مانی۔ عامر کو جان چھڑا کر کمرے سے نکلنا پڑا۔ اللہ دیا کے ہاتھ سے پلیٹ چھین لی۔ بے چارے کو گرما چکھنے بھی نہ دیا۔ اس کے بعد وہ ہنگامہ ہوا کہ اللہ کی پناہ، اللہ دیا کے روم میٹس نے کہہ دیا کہ ہمیں کہیں اور شفٹ کر دیں۔ لڑ جھگڑ کر کہنے لگیں چار دن سے اللہ کا گھر نہیں دیکھا میں تو منیٰ سے پہلے حرم جاؤں گی۔ کوئی جائے نہ جائے۔ میں اپنا انتظام خود کرلوں گی۔

☆............☆

حج کی شروعات، منیٰ کا سفر

میگا ایونٹ کی تیاری

عشاء کی نماز کے بعد میگا ایونٹ کی تیاری کے لیے ہدایات جاری ہونا شروع ہو گئیں۔ آج رات گئے، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں منیٰ روانگی ہے۔ منیٰ میں خیمے لگ چکے۔ شہر بس چکا۔ عاشقانِ خدا و رسولؐ اپنے قافلوں میں، بسوں میں سوار ہو کر یا پیدل منیٰ کی طرف کشاں کشاں روانہ ہیں۔ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے ہیں۔ جذبات امڈ رہے ہیں۔ نورانیت برس رہی ہے۔ انہی راہوں پہ کہیں قصویٰ کے نقش پا ہیں۔ قصویٰ پہ بیٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ آئے تھے۔ کل یوم الترویہ ہے۔ منیٰ میں شام تک قیام ہوگا۔ دیوانے پروانے آ رہے ہیں، آتے جا رہے ہیں۔ قصویٰ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کو تلاش کر رہے ہیں۔ کون خوش نصیب ہوگا۔ جسے قصویٰ کا نقش پا مل جائے گا وہ اسے آنکھوں میں بسائے گا دل میں بٹھائے گا۔ حسن نثار کی نعت یاد آ رہی ہے۔

ے تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا

اگر اس دور میں جنم لیا ہوتا تو اللہ اللہ کیا کیا نظارے ہوتے، کیا جلوے ہوتے۔ حضور کا جلال و کمال، نور علیٰ نور صحابہؓ کی سرشاری اور وارفتگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ حجتہ الوداع، اسلام کا میگنا کارٹا، اقوام عالم کا دستور سننے، سب کچھ دیکھنے، آنکھوں میں بسانے، ایک ایک لمحہ کو محفوظ کرنے کا موقع ملتا۔ اے کاش ایسا ہوتا......!

منیٰ کا شہر

آج یوم الترویہ ہے۔ حج کے مناسک کا پہلا دن، گزشتہ رات سے تیاریاں شروع تھیں۔ رات 12 بجے

کے بعد بس آئی۔ آج سب کی منزل منٰی ہے۔ منٰی میں پورا شہر بسا ہوا ہے۔ خیموں کا شہر اور اب لاکھوں دیوانوں، مستانوں، فرزانوں اور نیک طینت بیبیوں، بیٹیوں، ماؤں، بہنوں کا مسکن ہے۔ اگرچہ رات کے 12:30 بج چکے ہیں مگر نئی صبح کا آغاز ہو گیا، پورا شہر جاگ رہا ہے۔ اللہ کے مہمانوں کی خدمت کے لیے، انھیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قصویٰ کے نقشِ پا کی خاک کی تلاش میں منٰی پہنچانا ہے۔ کفن پوش عازمین ہر طرف، ہر جا نظر آ رہے ہیں۔ چاروں طرف سفید ذرات، رینگتے، سرکتے، چلتے نظر آ رہے ہیں۔ ایسے لگ رہا ہے کہ عزیزیہ سے منٰی تک سڑکوں کو لمبی سفید چادر نے ڈھانپ لیا ہے۔ سفید چادر پہ مختلف رنگوں کی خوبصورت پٹیاں اور دھاریاں بھی نظر آ رہی ہیں۔ سب ایک ہی منزل تک پہنچنے کے لیے بیتاب ہیں۔ منٰی کا شہر بسا ہوا ہے۔ ہر طرف سفید پیرہن، سیاہ لبادے اور بڑے بڑے خیمے برف پوش پہاڑیوں کی طرح کھڑے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ کب سے مکینوں کے منتظر ہیں۔ کتنے دن لگے ہوں گے اس شہرِ بے مثال کو بسانے میں عزیزیہ سے نکلیں تو منٰی کے 4-3 کلو میٹر کے راستے میں جدھر نگاہ ڈالیں گاڑیاں ہی گاڑیاں نظر آ رہی ہیں اس کے علاوہ پیدل جانے والے عازمین حج اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی تقلید میں قصویٰ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ منٰی کے قریب پہنچیں تو سڑک کے دونوں طرف، راہداریوں میں، فٹ پاتھوں پر، چوراہوں پر، اور دور اوپر پہاڑوں پر جہاں کسی کو ذرا سی جگہ ملی غرضیکہ ہر جگہ لوگ بیٹھے، لیٹے یا چلتے نظر آ رہے ہیں۔ رات کا پچھلا پہر بیت چکا ہے مگر یہاں زندگی اپنی پوری دلفریبیوں اور رعنائیوں، راحتوں، مسرتوں کے ساتھ رواں دواں ہے۔ دمکتے، مسکراتے، چمکتے چہرے کفن پہنے منٰی کی طرف کشاں کشاں اپنے اپنے مکتب اور خیموں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت زندہ کرنے کی تڑپ ہے۔ منٰی میں قیام سے مناسک حج کا آغاز ہوتا ہے۔ لو جی! منٰی کی خیمہ بستی آ گئی۔ یہ تو ایسے لگتا ہے لاہور ریلوے اسٹیشن پر آ گئے ہیں۔ ہر طرف پاکستانی ہی پاکستانی آتے اور امڈتے نظر آ رہے ہیں۔ ہر کوئی اپنے اپنے مکتب اور خیموں کی تلاش میں ہے۔

منٰی میں آپ کو بڑے خیمے زیادہ ملتے ہیں جہاں زیادہ سے زیادہ لوگ ٹھونسا دیے جاتے ہیں۔ ایک ڈیڑھ فٹ کا گدا دیا جاتا ہے۔ جس پر آدمی صرف کمر ہی سیدھی کر سکتا ہے۔ کروٹ لی تو دوسرے پر گرے گا۔ لیکن اس کے علاوہ نئے دیدہ زیب، ایئر کنڈیشنڈ، ڈبل بیڈ اٹیچ باتھ والے خیمے بھی ہیں۔ جہاں امیر امراء اور زیادہ خرچ کر کے آنے والے مقیم ہیں۔ جس نے جتنا زیادہ مہنگا پیکیج لیا اسی کے حساب سے خیمہ یا خیمہ نما کمرہ ملے گا۔

پیغمبروںؑ کا مقام اور مدفن، مسجد الخیف

شیخ صاحب یوم الترویہ کا کتاب میں دیکھ کر بتا رہے تھے کہ لکھا ہے کہ منٰی میں قیام کے دوران ہو سکے تو مسجد الخیف میں ضرور نماز پڑھیں۔ کیونکہ اس مسجد میں 70 سے زیادہ انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی اور 70 سے

زیادہ پیغمبرؑ اس کے قرب و جوار میں مدفون ہیں۔ انبیاءؑ کی مسجد اور مدفن کا ذکر سن کر دل بے چین اور بے قرار ہو گیا۔

طارق شاہ اور افضل کاشف صاحب کے ساتھ باہر نکلے۔ پوچھنے پر کسی نے بتایا کہ وہ سامنے مسجد الخیف کے مینار نظر آ رہے ہیں۔ اگرچہ رات کے دو بج چکے تھے مگر دل میں تڑپ تھی، کسک تھی، شوق تھا کہ ابھی مسجد الخیف پہنچ جائیں۔ اوپر پل سے منیٰ کے دل فریب نظاروں نے روح خوش کر دی۔ دور حدِ نگاہ تک، پہاڑوں پر خیمے ہی خیمے نظر آ رہے تھے۔ حد نگاہ تک سفید احرام میں ملبوس کفن پوش چلے جا رہے ہیں۔ کفن اور احرام میں کوئی خاص فرق نہیں۔ اسماء نے نواں نکور احرام نکال کر دیا تھا۔ دو اجلی اجلی چادروں میں کفن پوش، سمٹی سمٹائی مخلوق ایسے ہی نظر آ رہی ہے کہ جیسے سب راہی ملک عدم یا فنا فی اللہ ہو رہے ہیں۔ سڑکوں، فٹ پاتھوں، دالانوں، راہداریوں پر لیٹے زائرین کو دیکھ کر ایسے ہی لگ رہا ہے کہ مردوں کو نہلا دھلا کر، صاف ستھرا، پوتر کر کے اللہ کی راہ میں پیش کرنے کے لیے تیار کر دیا گیا ہے یا وہ پیش ہو گئے ہیں۔ اسی لیے تو لاکھوں رہ نوردان شوق **لبیک اللھم لبیک** کی صدائیں لگاتے منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ رات بیت چکی ہے مگر روشنیوں اور سفید پیرہنوں نے دن کا سماں کر رکھا ہے۔ دور سے مسجد الخیف کے مینار نظر آئے تو دل تڑپ اٹھا، مچل اٹھا۔ رات بیتتی جا رہی ہے۔ چند گھنٹے باقی ہیں۔ طارق شاہ کا اللہ بھلا کرے کہ خود ہی کہہ دیا کہ چلو مسجد الخیف چلتے ہیں۔ شُرطوں سے راستہ پوچھ کر آگے بڑھے ہر قدم پر شُرطے، فوجی جوان، گائیڈ اور دوسرے منتظمین اپنی اپنی ڈیوٹیاں سنبھالے کھڑے ہیں۔ ایک نے بتایا کہ آپ پہلے اوپر سے نیچے اتریں پھر راستہ ملے گا۔ آگے جا کر دوسرے سے پوچھا اس نے کہا "ھذا طریق مستقیم" سیدھا جا کر یمین (دائیں) طرف مڑ جائیں۔ آگے مسجد آ جائے گی۔ 1 کلو میٹر چل کر آگے مسجد الخیف کے مینار نظر آ گئے۔ قریب پہنچے تو یہاں ہر طرف لوگ ہی لوگ، مسجد کے باہر فٹ پاتھ، سڑک کے دونوں کناروں، دالانوں، تھڑوں پہ اپنے اپنے سامان کے ساتھ بیٹھے نظر آئے۔ مین گیٹ سے اندر داخل ہوئے۔ اللہ اکبر وسیع و عریض، صاف ستھری اجلی اجلی مسجد دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مسجد میں ہر طرف روحانیت ٹپک رہی ہے۔ پہاڑوں کی طرف نگاہ اٹھی تو گردشِ ایام کا پہیہ پھر پیچھے کی طرف چل نکلا۔

پیغمبروں کی دعوت

سامنے پہاڑوں کی اوٹ میں اللہ کا بندہ، اللہ کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہے۔ لا الہ الا اللہ پہ یقین لے آئیں۔ کامیاب ہو جائیں گے۔ کچھ لوگ سنتے ہیں، کچھ ایمان لاتے ہیں، باقی ٹھٹھہ کرتے ہیں، مذاق کرتے ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا اللہ کا نبیؑ آ رہا ہے۔ جو جو کام اس کے ذمے لگا۔ وہ پورا کر کے اللہ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے۔ جنھوں نے نبیؑ کی بات کو مانا وہ کامیاب ہو گئے۔ مسجد الخیف کے گرد و نواح میں انبیاء علیہم السلام آتے جا رہے ہیں۔ اپنا اپنا کام کر کے اپنا فرض ادا کر کے جاتے جا رہے ہیں اور یہیں مسجد

الخیف کے گردونواح میں مدفون ہوتے جا رہے ہیں۔ مسجد میں AC چل رہے ہیں۔ باہر قدرے گرمی تھی مگر اندر داخل ہوتے ہی ٹھنڈک اور سردی کا احساس ہونے لگا۔ وضو کیا، نوافل ادا کیے، اللہ کا شکر ادا کیا۔ مسجد میں ہزاروں لوگ ہیں، سینکڑوں سو رہے ہیں اور سینکڑوں ابھی تک نوافل، تسبیح و تہلیل اور ذکر و اذکار میں مشغول ہیں۔ شاہ صاحب نے کہا کہ خیموں میں جانے کی بجائے اِدھر ہی کچھ دیر آرام کرتے ہیں۔ فجر کی نماز بھی ادھر ہی پڑھ لیں گے۔ رات کے چند گھنٹے باقی تھے۔ حرم کی دو چادروں میں ملبوس سینکڑوں افراد لیٹے ہوئے بالکل ایسے لگ رہے ہیں کہ جیسے کفن پوش مردے قبر میں اتارے جانے کے لیے تیار ہیں اور ان کے جنازے قطار اندر قطار رکھے ہوئے ہیں۔ مسجد الخیف میں عجیب طرز کی روحانیت کا احساس ہو رہا ہے۔ ٹھنڈک رگ و پے میں سرایت کر رہی ہے۔ چند گھنٹے کے لیے لیٹ گئے۔ نورانیت کی فضا میں ایسی مزے کی نیند آئی کہ گرد و پیش کی خبر نہ رہی۔ ہر دم تازہ شاہ صاحب نے صبح 4:30 بجے پھر جگا دیا۔ آنکھیں کھولیں تو سمجھ میں نہ آیا کہ کہاں ہیں؟ ایک دو دفعہ آنکھیں بند کر کے اور آنکھوں کو مل کر دیکھا تو سمجھ آئی کہ مسجد الخیف میں ہیں۔ یہاں فجر کی نماز نے تو ایمان تازہ کر دیا۔ امام صاحب نے پندرھویں سیپارے کی سورۃ الاسریٰ کی تلاوت کی تو ایسا سماں بندھ گیا کہ جیسے یہ آیتیں ابھی ابھی نازل ہوئی ہوں۔ ابھی ابھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر آسمانوں کی سیر کو گئے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹتے ہیں۔ معراج کا بتاتے ہیں۔ کفارِ مکہ اندر سے خوش ہیں۔ ٹھٹھہ کرنے کا ایک اور موقع مل گیا۔ بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے۔ دوڑے دوڑے ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے۔ معتبر مانے جاتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے باوجود لوگ ان کی قدر کرتے تھے۔ جا کر بتایا۔ (نعوذ باللہ) ان کو کچھ ہو گیا ہے جو ایسی انہونی باتیں کر رہے ہیں۔ عاشقِ رسولؐ نے کہا میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کہا وہ سچ ہے۔ وہ جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ کفار ناکام اور نامراد لوٹے۔ اس دن سے یارِ غارؓ نے صدیق کا لقب پایا۔

نماز کے بعد اپنے خیمے کی طرف لوٹے۔ یہاں اب کہہ سکتے ہیں کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ دنیا کے تمام رنگ ادھر موجود ہیں مگر سب سفید کفن پوش ہیں۔ مگر نیک سیرت، نیک طینت بیبیوں کے پیرہن جدا جدا ہیں لیکن سب میں پاکیزگی ہے۔ تقدس ہے، عزت ہے، احترام ہے، روحانی بالیدگی ہے۔ سنت کی پیروی میں آج کا سارا دن منیٰ ہی میں گزرے گا۔

منیٰ میں علاج اور خدمت

اللہ کے کرم سے منیٰ میں بھی خدمت اور علاج کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے۔ منیٰ میں خیمے کے چاروں طرف لکھ کر لگا دیا ہے کہ مفت خدمت اور علاج کے لیے رابطہ کریں۔ چیک اپ بھی کروائیں، دوائیں بھی لیں۔ سارے خیموں میں ہماری ڈاکٹری کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی ہے۔ مریضوں کی آمد شروع ہو گئی ہے۔ یہ اللہ کا خاص کرم

ہے۔اس کی عطا ہے، دین ہے، مہربانی ہے کہ اس نے اپنی پاک سرزمین پہ اپنے پاک بندوں کی خدمت کے لیے مامور کر دیا ہے۔اس سے زیادہ نصیب کی کیا بات ہوگی۔ مریضوں کا تانتا بندھ گیا ہے۔ تھکے ہارے عازمین حج ٹانگوں میں درد، کھانسی، نزلہ، فلو، خارش اور ڈائریا وغیرہ کی تکالیف کے ساتھ آ رہے ہیں۔ دوائیں لے رہے ہیں۔ دعائیں دے رہے ہیں۔

منٰی میں محبت عقیدت، وارفتگی، پیار میں ڈوبے، ہم آہنگی، بھائی چارے، مساوات، انسانی عظمت اور روحانیت سے سرشار قافلے ہر لمحے، ہر سکینڈ، ہر منٹ، ہر گھڑی آتے جا رہے ہیں اور اپنے اپنے خیموں میں سماتے جا رہے ہیں۔ فرزندانِ توحید حج کے مناسک ادا کرنے کے لیے اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں۔ ہر طرف لبیک اللھم لبیک، استغفار، تسبیح و تہلیل کی صدائیں، التجائیں اور دعاؤں کی آوازیں گونج رہی ہیں۔

منٰی، خیمے اور مریض

منٰی میں خیموں سے باہر عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ باتھ روم ہیں۔ اگرچہ کافی تعداد میں ہیں مگر اتنے بھی نہیں جو سارے عازمین کو آسانی سے بھگتا سکیں۔ لمبی لمبی قطاریں لگنا شروع ہو گئی ہیں۔ ایک آدھ منٹ کے بعد آپ جس حالت میں اندر ہوں باہر سے ٹھک ٹھک شروع ہو جاتی ہے۔ اپنی اپنی زبان میں تبصرے شروع ہو جاتے ہیں جیسے: بھائی کب تک بیٹھو گے، چھاؤنی لگائے بیٹھا ہے! باہر لائن لگ گئی ہے! مگر اندر والا اپنی مرضی سے باہر آتا ہے۔ احرام اتاریں۔ غسل کریں۔ مزیدار گرما گرم پانی ساری تھکان اتار دیتا ہے۔ حاجیوں کے انتظام وانصرام کے لیے سعودی گورنمنٹ کو داد دینا پڑتی ہے۔ ہر لحاظ سے ہر طرح فول پروف انتظامات ہیں۔ پولیس، فوج، صفائی والے، سکیورٹی والے، پیدل، موٹر سائیکلوں، کاروں، جیپوں پر اپنی اپنی ڈیوٹیاں سرانجام دے رہے ہیں۔ صبح سے فضا میں ہیلی کاپٹر فضائی نگرانی کے لیے مسلسل چکر لگا رہے ہیں۔ باہر نکل کر جدھر نظر دوڑائیں ہر طرف کفن پوش لوگ نظر آ رہے ہیں۔ سنگلاخ، ٹمیالے، بھورے، کالے، پہاڑوں پر لگتا ہے۔ سفید سفید پودے اگ آئے ہیں۔ وہ ذروں کی طرح مسلسل حرکت میں ہیں۔ دور سے وہ سارے ذرے ہی نظر آتے ہیں۔ آج عالم اسلام کے سارے ذرے اپنے آپ کو فراموش کر کے اپنی حیثیت کو بھول کر مقدس سرزمین، آدمؑ کی سرزمین، خلیل اللہؑ کی زمین، ہزاروں دوسرے انبیاءؑ کی سرزمین منٰی میں جذب ہو چکے ہیں، سرایت کر چکے ہیں۔ ان ذروں سے مسلسل لبیک اللھم لبیک اور لا الہ الا اللہ کی صدائیں آ رہی ہیں۔ جس سے پہاڑ لرز رہے ہیں۔ کانپ رہے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے نصیب پر خوش بھی ہیں کہ ہر سال لاکھوں فرزندانِ توحید یہاں آ کر خالق کائنات کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔ ظہر کی نماز خیمے میں ادا کی۔ چھوٹے سے خیمے میں 17-16 عازمین حج سمٹے سمٹائے سمائے ہوئے ہیں۔ منٰی میں آنے کا فلسفہ بھی عجیب فلسفہ ہے۔ یہاں آ کر انسان اپنے من میں ڈوب کر اپنے آپ

کو بھلا کر دنیاوی آسائشوں کو بھلا کر ساری دنیا کو تیاگ کر احرام کی دو چادروں میں کفن پوش ہو کر رہتا ہے۔ یہاں آ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان ہر وقت، ہر دم، ہر گھڑی، ہر آن اللہ کی راہ میں اپنی جان اپنے مال کا نذرانہ دینے کے لیے تیار ہے۔ اللہ کی ہر پکار پر سچے مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنی جان پیش کرے۔ اپنا دل پیش کرے اور عرض کرے اے میرے رب تیری راہ میں اور کیا پیش کروں؟

مریضوں کی آمد و رفت جاری ہے۔ عبادت کے ساتھ علاج اور خدمت کا سفر منٰی کی مقدس دھرتی، انبیاء کی سرزمین میں بھی جاری ہے۔ ابھی ابھی افغانستان کی ایک بوڑھی اماں آئی۔ اسے چیک کیا، دوائیں دیں، دوائیں لے کر مطمئن ہوئی۔ دعائیں دے کر رخصت ہوئی۔ حج کے مقدس فریضے کی ادائیگی کے ساتھ یہاں کے مقدس ساتھیوں، اللہ کے مہمانوں کی خدمت اور علاج کر کے روحانی خوشی ہو رہی ہے۔ اللہ کرے علاج اور خدمت کا ہمارا سفر ساری دنیا میں جاری و ساری رہے۔ (آمین)

خیمہ نمبر 73 کے مکین

خیمہ نمبر 73 میں ساتھی بھی بہت اچھے ہیں۔ جاوید اشرف صاحب کہتے ہیں کہ آپ نے اللہ سے بزنس کر رکھا ہے۔ اللہ سے شاندار تجارت کی ہے۔ خالد صاحب بولے یہ پہلے سے نگر نگر پھرتے رہتے ہیں، تجربہ کار ہیں۔ افضل کاشف ڈسپنسر بن گئے ہیں۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مریضوں کو لا رہے ہیں۔ غیر موجودگی میں ڈاکٹر عمر علوی مریضوں کو دیکھ رہے ہیں۔ علی اختر صاحب SGS میں انجینئر ہیں۔ سلیم لطیف لاہور سے دوائیاں لے کر آئے ہیں۔ کمرہ نمبر 304 میں بھی روم میٹ تھے اور یہاں بھی ساتھی ہیں۔ دوائیاں لانے کا ثواب ان کے ساتھ ڈاکٹر احسن اور اشفاق کو بھی مل رہا ہے۔ عرب نیوز کے مطابق مکہ اور مدینہ میں ہزاروں سعودی جوانوں نے عازمین کی بوقت ضرورت کام آنے کے لیے ہزاروں خون کی بوتلوں کا عطیہ دیا ہے۔ یہاں اپنا خون کا پیاسا، اسلم مروت بہت یاد آ رہا ہے۔ ادھر ہوتا تو یہیں خون کے بیگ بھرنا شروع کر دیتا اور ہزاروں لاکھوں بوتلیں اکٹھی کر کے دنیا بھر میں تھیلیسیمیا (Thaelesemia) کے بچوں کو بھیجتا۔

عصر کی نماز خیمے میں ہی ادا کی۔ فجر کی نماز، مسجد الخیف میں ادا ہوئی تھی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ مسجد الخیف میں یوم الترویہ کے دن نماز ضرور پڑھنا چاہیے۔ مگر ساتھی بتا رہے تھے کہ اب وہاں پہنچنا اور وہاں سے واپس آنا بہت مشکل ہے۔ مسجد پہ مکمل قبضہ ہے۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ مختلف لوگوں نے مسجد کے چپے چپے پر اپنے اڈے لگا رکھے ہیں۔ خالد، زاہد کے ساتھ عصر کے بعد نکلے۔ منٰی کا شہر اپنے جوبن پر ہے۔ ہمارا مسکن مکتب نمبر 11، خیمہ نمبر 73 گزارے والا ہے، بعض مسکن یا خیمے تو بہت ہی اچھے اور دیدہ زیب ہیں۔ دیکھنے کے لائق ہیں۔ چھوٹے بڑے تمام خیموں میں اے سی لگے ہوئے ہیں۔ منٰی میں دنیا کے خطے خطے، گوشے گوشے سے آئے ہوئے

رنگ برنگے مسلمانوں کی کہکشاں ہے۔جس کے رنگ اگرچہ وکھرے وکھرے ہیں مگر کفن پوش ہو کر سب ایک ہو گئے ہیں۔مرکز اور دل ایک ہیں۔سب کے لبوں پہ ایک ہی نعرہ ہے لبیک اللھم لبیک میرے اللہ میں حاضر ہوں۔تیری بارگاہ میں تیرے در پہ، تیرے دربار میں، تیرے حرم میں۔جوں جوں وقت گزر رہا ہے لبیک اللھم لبیک کی صداؤں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔کافی کوشش کر کے، لوگوں کو پھلانگ کر لیکن پھونک پھونک کر قدم رکھ کر۔تاکہ کسی نازک آبگینے کو ٹھیس نہ لگ جائے۔مسجد الخیف کے اندر پہنچے۔شیخ زاہد کو ایک سری لنکن نے جگہ دے دی۔دوسری طرف بنگلہ دیشی اور مصری تھے۔ایک عرب بھائی نے ہم پر کرم کیا۔"اجلس شیخ ھناک" یہاں بیٹھ جائیں۔جگہ ملی تو جان میں جان آئی۔اللہ کا شکر ادا کیا کہ پیغمبروں والی مسجد اور ان کے مدفن کی جگہ میں ایک اور نماز پڑھنے کا موقع ملا۔منٰی کیا ہے؟ شوق و سرمستی میں ڈوبے فرزانوں اور دیوانوں کی سرزمین۔خلیل اللہؑ منٰی میں ہی تو آئے تھے۔اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے، اپنے خواب کو سچ کرنے کے لیے، شیطان نے مقدور بھر کوشش کی تھی۔پیچھے ہٹانے کی، ورغلانے کی، فرشتے انگشت بدنداں تھے، آسمان رک سا گیا تھا۔چشم تصور میں وہ منظر نظر آ رہا ہے۔منٰی میں ہر چیز جامد ہو گئی ہے، رک سی گئی ہے۔یا اللہ کیا ماجرا ہے؟ خلیل اللہؑ اپنے پیارے بیٹے کو ذبح کرنے جا رہے ہیں۔شیطان اپنے تئیں کوشش کر چکا۔ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو لٹایا تو اللہ نے دنبہ بھیج دیا اور اس کی یاد میں رہتی دنیا تک خلیل اللہؑ کی قربانی کی سنت کو امر بنایا۔لاکھوں، کروڑوں مسلمان ہر سال ان کی یاد میں قربانی کرتے ہیں۔

دیوانہ عرب، تلبیہ اور مسجد الخیف

مسجد میں ہر سو لبیک اللھم لبیک کی آوازیں آ رہی ہیں۔ایک اردنی بڑی عاجزی، وارفتگی، شوق اور جذبے سے ہاتھ ہلا ہلا کر بلند آواز میں سب کو تلبیہ پڑھا رہا ہے۔سب اس کے ساتھ شوق سے، جذبے سے، وارفتگی سے اللہ کے حضور حاضری کا ببانگ دہل اعلان کرتے جا رہے ہیں۔یا اللہ میں حاضر ہوں۔میں حاضر ہوں۔تیرے دربار میں حاضر ہوں۔ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔تیرا کوئی شریک نہیں۔اردن کا مجنوں بولے جا رہا ہے۔اور بولے جا رہا ہے۔اس کی آواز بلند ہوتے جا رہی ہے۔اس کی آواز میں جنوں ہے۔موسیقیت ہے، حاضری کی خوشبو ہے۔اس نے سب کو مجنوں بنا دیا ہے۔سب اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔سب دیوانہ وار اللہ کے دربار میں حاضری لگوا رہے ہیں۔تلبیہ پڑھتے پڑھاتے اردنی پہ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی ہے۔اس کے گرد نور کا ہالہ سا آ گیا ہے۔ایسے لگ رہا ہے اس کی حاضری قبول ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ ہم سب کی بھی۔صحابہ کرامؓ اتنی زور سے اور بار بار تلبیہ پڑھتے تھے کہ ان کی آواز بیٹھ جاتی۔اردنی بھائی کی طرح اپنے خیمے 73 میں تلبیہ پڑھنے اور پڑھانے میں افضل کاشف سب سے زیادہ سرگرم ہے۔افضل کاشف بھی عجیب سرفروش اور خود فراموش آدمی ہے۔اس پر ہمیشہ مختلف کیفیات طاری رہتی ہیں۔سب کا حال پوچھتا ہے۔دوست و احباب کی خبر گیری کرتا ہے۔

پاکستان والوں کو فرداً فرداً فون کر کے دعا دیتا ہے۔ زور زور سے تلبیہ خود بھی پڑھ رہے ہیں اور دوسروں کو اس کی تلقین بھی کر رہے ہیں اور زبردستی پڑھا بھی رہے ہیں بلکہ جو مریض آتا ہے اس کو دوائی لینے سے پہلے تین دفعہ تلبیہ پڑھنے کو کہتے ہیں۔ مغرب کی نماز پڑھنے کی سعادت مسجد الخیف میں نصیب ہوئی۔ امام صاحب اتنے پیارے اور دل نشیں انداز میں تلاوت فرماتے ہیں کہ سماں بندھ جاتا ہے۔ امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۃ الم نشرح پڑھی۔ جب ورفعنا لک ذکرک پر پہنچے تو ایسے لگا جیسے ساری دنیا کو بتا رہے ہیں۔ بانگ دہل اعلان کر رہے ہیں۔ اللہ کے دشمنوں کو۔ آج کے کفار مکہ کو بتا رہے ہیں کہ دیکھو کہ میرے اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کتنا بلند کیا ہے۔ اتنا بلند کیا ہے جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ واپسی کا سفر بڑا ہی مشکل تھا۔ لاکھوں لوگ نماز پڑھ کر لوٹ رہے تھے۔ ادھر خیمہ میں غیر حاضری کے دوران بہت سے مریض آئے۔ کہاں چلا گیا، ڈاکٹر! اسے ادھر ہی ٹھہرنا چاہیے تھا۔ آتے ہی مریض پھر آنا شروع ہو گئے۔ چیک اپ کر کے دوائیں دیں۔ کاشف الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ جیسے ادھر منٰی میں دنیا بھر کے رنگ برنگے لوگ اکٹھے ہیں ایسے ہی جنت میں بھی منٰی جیسا منظر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ رنگ اور منظر بار بار دکھائے۔

☆............☆

عرفات کی طرف

عشاء کی نماز خیمے میں ادا کی۔ اس کے بعد میدان عرفات جانے کے لیے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ ایک چٹائی، ایک چادر، جانماز، کنکریوں کی تھالی، جوتوں کی تھالی وغیرہ رکھیں۔ چھوٹا بیگ رکھیں تاکہ آسانی رہے مشکل پیش نہ آئے۔ طارق شاہ بار بار ہدایات دے رہے تھے۔ میدان عرفات میں وقوف حج کا سب سے اہم رکن ہے۔ اس کی بہت فضیلت ہے۔ عشاء کے بعد اکٹھے بیٹھ کر سب خیمے والوں نے دسترخوان بچھا کر سنت کے مطابق کھانا کھایا۔ اس کے بعد جانے کا انتظار شروع ہو گیا۔ رات گئے 11:30 بجے خیمہ چھوڑنے اور آگے بڑھنے کا اعلان ہوا۔ افریقی گائیڈ سب سے آگے ہے۔ باہر فرزندان توحید کا جم غفیر ہے۔ سارے قافلے سوئے عرفات رواں دواں ہیں۔ ہر ٹور آپریٹر نے اپنا اپنا گائیڈ رکھا ہوا ہے۔ ذوق و شوق، عشق و مستی میں ڈوبے قافلے سوئے عرفات رواں دواں ہیں۔ بالکل اسی طرح گروہ در گروہ قافلے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ بنگلہ دیشی گروپ ہے۔ ادھر انڈیا والے ہیں، ادھر ایران والے ہیں، ادھر آسٹریلیا، انگلینڈ کے گروپ۔ سب ایک ہی منزل ایک ہی راستے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آدھ گھنٹہ سفر کے بعد مسجد الخیف کے قریب پہنچے۔ ایک دفعہ پھر پیغمبروں کی مسجد اور مدفن کو جی بھر کر دیکھا۔ آگے بڑھے، سعودیوں نے پہاڑوں کو کاٹ کر بلڈنگز بنائیں اور پہاڑوں کے اوپر ریلوے ٹریک بنا کر میٹرو ریل چلا دی۔ جو بھی سعودی حکمران آتا ہے۔ اس کی پہلی ترجیح ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے مقامات مقدسہ کی توسیع اور زائرین حج کی سہولت اور آسانی کے لیے کوئی نہ کوئی نیا کام کر

جائے۔ان کے نزدیک یہی زندگی کا مقصد ہے۔اس وجہ سے یہ لوگ بجا طور پر خادمین الحرمین شریفین کہنے کے لائق اور قابل ہیں۔

جہاں جہاں سے بھی ٹیکنالوجی کی مدد حاصل ہوتی ہے۔مال و دولت اور وقت کی پرواہ کیے بغیر سعودی حکمران حجاج کرام کی آسانی کے لیے کوئی نہ کوئی نیا منصوبہ بناتے رہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ یہ ان کی زندگی میں ہی پایہ تکمیل پا جائے۔ٹرین تک پہنچنے کے لیے الیکٹرک سیڑھیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔سیڑھی پہ احتیاط سے قدم رکھیں۔ پہلے Escalator سے اوپر آئیں۔ عازمین الیکٹرک سیڑھیوں کے ذریعے کوئی چھ منزلیں عبور کرلیں تو سامنے سٹیشن نظر آتا ہے۔جہاں سے قطار میں Scanner کے سامنے اپنا ٹکٹ کر کے اندر داخل ہوں۔اس کے بعد چلتے جائیں، چلتے جائیں اور چلتے جائیں۔عازمین حج 3 گھنٹے چلتے چلتے بے حال ہوگئے۔بوڑھے عازمین کی حالت غیر ہونے لگی۔عورتیں شکایت کرنے لگیں۔ بہت بوڑھے اور معذور زائرین کے لیے شٹل سروس ہے۔لیکن باقی سب پیدل چلتے جارہے ہیں۔ہانپ رہے ہیں، کانپ رہے ہیں، تھکن سے چور، پسینے میں شرابور، سانس اکھڑے ہوئے ہیں۔لیکن لبوں پہ حرف شکایت نہیں، کہیں حج خراب نہ ہو جائے۔ ابھی اور چلنا ہے۔ابھی اور آگے جانا ہے۔

3:30 گھنٹے کے لگاتار سفر کے بعد تھکے ماندے عازمین پلیٹ فارم پر پہنچے۔نئی نویلی ٹرین نظر آئی تو سب کی جان میں جان آئی۔ٹرین رکی اور فوراً عازمین کو لے کر چل پڑی۔پہلی گاڑی روانہ ہوئی۔ساتھ ہی دوسری اور تیسری، چوتھی میں جگہ ملی۔صاف و شفاف، جدید ترین ٹرین میں آپ کو کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ بیٹھنے کی جگہ نہیں۔ کھڑے ہو کر کسی شے کا سہارا لے لیں۔ جہاں جھٹکا لگا۔ نیچے گرنے کا کافی امکان ہے۔ٹرین اپنی منزل پہ پہنچی سب نے سکھ کا سانس لیا۔ابھی اپنا مکتب ڈھونڈنا ہے۔اور آگے جانا ہے۔یا اللہ مدد کر۔عرفات کے قریب پہنچے۔تو جان میں جان آئی۔

ایک دن کا شہر

عرفات ایک دن کا شہر ہے۔ایک دن کے لیے بلکہ چند گھنٹوں کے لیے پورے شہر کو تیار کرنا پڑتا ہے تاکہ عازمین حج آسانی سے وقوف عرفات کر سکیں۔اس کے لیے سارے لوازمات، زائرین کے لیے تمام سہولتوں کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔تھوڑا سا قریب پہنچے تو یہاں بھی منیٰ سے بڑی بستی نظر آئی بلکہ صحیح کہیں تو عرفات بین الاقوامی مرکز بن چکا ہے۔دنیا کے سارے خطوں، سارے براعظموں، ساری قوموں سے مسلمان ایک ہی مرکز کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تھکے ہوئے ہیں، سرگودھا کا بابا کہنے لگا۔ٹرین تک پہنچنے کے سفر نے ''جند ماردی'' لیکن کوئی

بات نہیں۔ آگے بھی مشکل اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔ اللہ ہمت دے گا۔ بابا مزے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیس کی، مدینہ کی پیاری باتیں سنا رہا تھا کہ جھٹکا لگا اور بابا اپنے پورے وزن اور منحنی وجود کے ساتھ میرے اوپر آ گرا۔ شاہ صاحب نے بار بار کہا تھا کہ بیگ ہلکا رکھنا ہے جب چل چل کر اور بھاری بیگ اٹھا کر ہاتھ اور کندھے شل ہو گئے تو خیال آیا شاہ صاحب ٹھیک ہی تو کہتے تھے ان کی بات پر کیوں عمل نہ کیا۔ مکتب 11 کا گائیڈ ادھر ہی مل گیا۔ لے کر چلتا جا رہا تھا۔ مکتب کے کوئی آثار نہ تھے۔ 6 کے بعد 7 مکتب اس کے بعد 43 مکتب آ گیا۔ 11 کہاں گیا کہ اسماء کی نظر پڑ گئی جان میں جان آئی۔ خیمے کا بھی پتہ چل گیا۔ رات 12 بجے کے چلے ہوئے تھکن سے چور زائرین صبح 4 بجے کے قریب عرفات پہنچے۔ یہاں مشترکہ خیمہ لگا ہوا تھا۔ طارق شاہ نے اِدھر اُدھر سے چادریں مانگ کر لٹکا دیں۔ یوں عورتوں اور مردوں کا پورشن علیحدہ علیحدہ ہو گیا۔ ایک ایک قدم سو سو من کا لگ رہا تھا۔ اپنے آپ کو کھینچ کر بلکہ گھسیٹ کر باتھ روم تک پہنچے۔ وضو کیا اور صلوٰۃ تہجد ادا کی۔ اس کے ایسی آنکھ لگی کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی لیکن ایک گھنٹہ بعد پھر نمازِ فجر کے لیے اٹھا دیا گیا۔

فجر کی نماز کے لیے اٹھے تو وضو، واش روم ہر جگہ لمبی لائینیں لگی ہوئی تھیں۔ منٰی کی نسبت یہاں واش روم اور وضو کی سہولتیں تھوڑا کم نظر آئیں۔ ایک دو کو دیکھا کہ پینے والے پانی کے کولر سے وضو کر رہے ہیں۔ تھی تو بے اصولی مگر مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق ادھر ہی وضو کرنا پڑا۔ انعام الرحمٰن کی اقتداء میں نمازِ فجر ادا کی۔ انعام کی پرسوز اور پراثر قرأت نے بہت متاثر کیا۔ نماز کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور پھر تین گھنٹے کے لیے خواب خرگوش کے مزے لوٹے۔

واش روم۔ تبصرے

وضو اور غسل کے لیے واش روم کا رخ کیا۔ لیکن واش روم اور وضو کی جگہ پر لمبی لائینیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک لائن میں کھڑے ہو گئے جس میں آگے انڈین، پیچھے پشاور اور بنگلہ دیش کے لوگ تھے۔ لائن میں لگے لوگ اندر جانے والوں پر بڑے دلچسپ انداز میں تبصرے کر رہے تھے۔

← اندر جا کر جم کے بیٹھ گیا ہے۔

← بھئی کیا کر رہے ہو اتنی دیر سے!

← دروازہ کھٹکھٹاؤ۔

← آرام گاہ میں بیٹھا ہے جلدی کیسے آئے گا؟

← ادھر سے چار لوگ نکل آئے یہ ابھی تک اندر ہے۔

← اندر کچھ ہو تو نہیں گیا۔ کپڑے تو نہیں دھو رہا۔

← اندر جانے والے کے حمایتی بھی خود بخود وجود میں آجاتے ہیں۔

← حج پہ آئے ہو کسی کی تکلیف کو سمجھو، بلاوجہ تبصرے نہ کرو۔

← ایسے مت بولو، دروازہ مت کھٹکھٹاؤ۔

← ضرورت کے تحت ہی واش روم جایا جاتا ہے۔

← حج صبر کا نام ہے، صبر کرو، اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔

اس دلچسپ گفتگو/تبصروں سے تھوڑی بہت تھکن اتر گئی۔ 19 افراد کے بعد باری آئی۔ ہر کام جلدی جلدی نپٹایا تا کہ اوپر والے تبصرے اپنے اوپر فٹ نہ ہو جائیں۔ اللہ کی خاص کرم نوازی ہے کہ علاج اور خدمت کا سلسلہ مقام عرفات کے کیمپ میں بھی شروع ہو گیا ہے۔ لوگوں کو پتہ چل گیا ہے۔ میڈیکل ایڈوائس کے لیے فون بھی آ رہے ہیں اور لوگ چیک اپ کروانے بھی آ رہے ہیں۔ دوائیں لے رہے ہیں اور دعائیں دے رہے ہیں۔

وقوفِ عرفات

اسلم مروت اور یونس خان سے ابھی ابھی بات ہوئی ہے۔ آج رونے کا دن ہے۔ گڑگڑانے کا وقت ہے۔ جو کچھ مانگنا ہے۔ اس سے مانگ لو۔ رو رو کر، عاجزی کر کے، چیخ چیخ کر دیوانوں، مستانوں کی طرح، اپنے آپ کو بھول کر، فراموش کر کے مانگو، یہ موقع پھر پتہ نہیں کب ملے؟ طارق شاہ نے بتایا کہ پچھلے سالوں میں بس میں بیٹھ کر عرفات پہنچ جاتے تھے۔ کوئی مسئلہ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن آج ٹرین تک پہنچنے کے سفر نے سب کو تھکا دیا۔ ضروری ہے کہ آئندہ کے لیے ٹرین تک پہنچانے کے لیے زائرین کے لیے شٹل سروس شروع کی جائے اور معلم حضرات کو پابند کیا جائے کہ وہ منٰی سے لوگوں کو بس یا شٹل سروس کے ذریعے میٹرو سٹیشن پہنچائیں۔ الیکٹرک سیڑھیوں کے ذریعے اوپر چڑھتے وقت کافی خواتین زخمی بھی ہوئیں۔ اس کے لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ معلم لوگوں کو اس کے بارے میں ضروری آگاہی دیں۔

خیمے سے نکل کر باہر کا جائزہ لیا۔ یوم عرفات کے دن آج یہاں کافی گرمی ہے۔ پسینے بار بار چھوٹ رہے ہیں۔ لیکن باہر ہوا چلنے کی وجہ سے گزارا ہو رہا ہے۔ سینکڑوں گاڑیاں آتی جا رہی ہیں اور عازمین حج کو لاتی جا رہی ہیں۔ ہزاروں سکیورٹی والے پولیس والے، فوج والے، ٹریفک والے حالات کو کنٹرول کر رہے ہیں اوپر فضا میں ہیلی کاپٹرز مسلسل گردش میں ہیں۔ ایک حشر برپا ہے۔ دیوانوں اور مستانوں کا۔ یوم عرفات کو عرفات کیوں کہتے ہیں۔ کیونکہ اس سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اسی میدان عرفات میں اماں حوا اور حضرت آدمؑ کی جنت سے نکلنے کے بعد پہلی دفعہ ملاقات ہوئی۔ حج کے لیے آنے والے عازمین کا تعلق مختلف ممالک سے ہوتا ہے۔ اس لیے یہ آپس میں تعارف کا بھی دن ہے۔ سب سے بڑھ کر یوم حشر بھی میدان عرفات میں بپا ہوگا۔ امام کعبہ کا خطبہ جاری

ہے۔ مسجد نمرہ یہاں سے کافی دور ہے۔ امام مسلمانوں کو اللہ پر یقین باہمی آہنگی، محبت، بھائی چارے اور اختلافات کو بلا کر دنیا کا مقابلہ کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ مسجد نمرہ کے پاس جا کر امام صاحب کا خطبہ سننے کی بڑی حسرت تھی۔ مگر یہاں کے انتظامات کے باعث ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ لیکن انعام اور طارق شاہ نے خطبہ سننے کے انتظامات ادھر ہی کر دیئے۔ سڑک پر ہزاروں گاڑیاں کھڑی ہیں۔ دور تک چکر لگایا۔ مقام عرفات پہ بھی دوسری جگہوں کی طرح یہاں متمول لوگ جوس، آئس کریم، پھل، ناشتے کے ڈبوں کے بڑے بڑے کینٹینر لے کر آتے ہیں اور عازمین حج کو بڑی عزت اور احترام سے دیتے ہیں۔ ''لبن'' یہاں کی خاص لسی ہے۔ جسے پی کر لاہور کی لسی بھول جاتی ہے۔ دو تین بوتل پینے سے آدمی مدہوش ہو جاتا ہے۔ لسی پیتے جائیں مزا لیتے رہیں۔ پانی بھی مل رہا ہے۔ پھل بھی مل رہے ہیں۔ جوس بھی مل رہا ہے۔ عربوں کی مہمان نوازی واقعی ضرب المثل ہے۔ ادھر آ کر اس کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ نے ایسے ہی اس سرزمین میں لاکھوں انبیاء علیہم السلام نہیں بھیجے۔ یہ مقدس سرزمین ہے۔ پاک دھرتی ہے۔ یہاں انبیاء کے قدم پڑے، اس میدان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے۔ قصوئ پر سوار ہو کر...... گردش ایام کا پہیہ چلا۔

☆............☆

خطبہ حجۃ الوداع، اسلام کا میگنا کارٹا

میدان عرفات سجا ہوا ہے۔ آج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہیں۔ اللہ نے جو مشن، جو کام سونپا تھا۔ جس کام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی۔ جس مقصد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں بھیجا تھا۔ وہ پورا ہو گیا ہے اوپر سے اللہ نے حکم بھی اتار دیا کہ "میں نے آج دین پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔" (القرآن)

قصویٰ بھی آج لہک لہک کر چل رہی ہے۔ خوش کیوں نہ ہو۔ سوار کون ہے۔ حضور پُرنور ختم المرسلین رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہؓ نے چار سو گھیرا ہوا ہے۔ دور دور تک جان نثار صحابہؓ ہی صحابہؓ نظر آ رہے ہیں۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رہتی دنیا تک سب سے بلند کر دیا۔ اسلام خطہ عرب میں پھیل گیا ہے۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا شان دی۔ اس میدان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جو خطبہ دیا اس میں اسلام کے تمام زریں اصول بیان کر دیئے گئے۔ بنیادی باتوں کا تذکرہ کر دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع اسلام کا Magna Carta ہے۔ پڑھیے اور روحانی بالیدگی حاصل کریں۔

(1) لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

(2) لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک

دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

(3) لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔
جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے، یعنی ابن ربیعہ بن الحارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا، میں چھوڑتا ہوں۔
جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیامیٹ کر دیا گیا، پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے وہ سارے کا سارا چھوڑ دیا گیا۔

(4) لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (کہ اس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو انہیں ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ۔

(5) لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

(6) لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو۔ مالوں کی زکوۃ نہایت خوشی کے ساتھ دیا کرو۔ خانہ خدا کا حج بجا لاؤ اور اپنے اولیائے امور و حکام کی اطاعت کرو۔ جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہو گے۔

(7) لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا۔ مجھے ذرا بتاؤ کہ تم کیا جواب دو گے؟
سب نے کہا۔ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ:
آپ نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیے۔
آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔
آپ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت، اچھی طرح بتا دیا۔
(اس وقت) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا، آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے۔
(فرماتے تھے) اے خدا سن لے (تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں)
اے خدا گواہ رہنا (کہ یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں) اے خدا شاہد رہ (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر

رہے ہیں)

(8) دیکھو! جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو، جو موجود نہیں ہیں، اس کی تبلیغ کرتے رہیں، ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں۔ جس پر تبلیغ کی جائے۔

یہی ہیں وہ اصول و احکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دنیا اور دین میں سربلند کرسکتا ہے اور جن کا ترک عمل انہیں خسر الدنیا و الاخرۃ کا مصداق بناتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً۔ ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کردیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر میں فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اگلی دفعہ میں آپ میں نہ (ناں) ہوں، صحابہؓ کا دل چور چور ہوجاتا ہے۔ وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لمحے کے لیے جدا ہونے کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن سمجھ گئے کہ اب وقت وداع آن پہنچا ہے۔

مسجد نمرہ سے خطبہ حج ختم ہوا۔ امام صاحب نے وہی بنیادی باتیں کیں جو آج سے 1423 سال پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خطبہ میں کہہ چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جتنے بھی حج کے خطبے ہوئے ہیں ان سب کو جمع کرلیا جائے تو پتہ چل جائے گا کہ سب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں سے ہی مدد لی ہے۔ انہی کو مشعل راہ بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہی ہوئی باتوں کو لے کر آگے بڑھے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع اصل میں عالمی امن بھائی چارے، مساوات اور ہم آہنگی کا دستور ہے۔ اس کو مشعل راہ بنا کر آج بھی دنیا میں ہونے والی لڑائیاں اور جنگیں ختم کی جاسکتی ہیں۔ خطبہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی میں جو مناسک حج میں شامل ہے ظہر، عصر کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کیں۔ کہ آج ایسا کرنے کا حکم ہے اور مسلمان نام ہے اللہ کے حکم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر سر تسلیم خم کرنے کا۔ باہر سے پھلوں، منرل واٹر، آب زم زم، کھانے پینے کے مسلسل تحفے آرہے ہیں۔ کنگ ایڈورڈ کے پرانے ساتھی ڈاکٹر اعجاز سلطان سے ملاقات ہوئی۔ دعائیں دیں اور دعائیں لیں۔ ابھی وقت دعا ہے۔ مانگنے کا وقت ہے۔

☆..........☆

دعائیں مانگنے اور رونے کا وقت

عرفات میں تمام جگہیں عازمین حج سے بھر چکی ہیں۔ سڑکوں، فٹ پاتھوں، دالانوں، راہداریوں اور خیموں کے درمیان میں جو جو جگہ خالی تھی وہ پُر ہو چکی ہے۔ سب لوگ تسبیح و تہلیل، ذکر واذکار اور دعاؤں میں مشغول ہیں۔ کچھ چپ چاپ ہیں، کچھ آہ وزاری کر رہے ہیں، رو رہے ہیں، گڑگڑا رہے ہیں۔ آج مانگنے کا وقت ہے، چلانے کا وقت ہے، گڑگڑانے، رونے، گناہوں سے، لغزشوں سے، غلطیوں سے۔ دیدہ و نادیدہ، خواستہ و ناخواستہ گناہوں سے استغفار مانگنے کا وقت ہے۔ فرزندانِ توحید عرفات کے کونے کونے میں، میدانوں میں، درختوں کے ساتھ، کھلے میدانوں میں کھڑے ہیں۔ آہوں اور سسکیوں میں رو رو کر گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے ہیں، مغفرت چاہ رہے ہیں۔ اللہ خود فرشتوں کے جلو میں آسمان سے مقام عرفات پہ اتر آئے ہیں اور جہاں جہاں اس کے بندے اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں۔ فرشتوں کو ملاحظہ کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ تفاخر کا اظہار کر رہے ہیں اور فرشتوں کو بتاتے جا رہے ہیں کہ جو جو آج مجھ سے مغفرت مانگ رہا ہے، میں نے ان سب کو بخش دیا ہے، معاف کر دیا ہے، ان کی التجائیں قبول کر لی ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی اور دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زائد بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہیں۔ یعنی جتنی کثیر مقدار کو عرفہ کے دن خلاصی ہوتی ہے اتنی کثیر تعداد کسی اور دن نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ شانہ دنیا کے قریب ہوتے ہیں پھر فخر کے طور پر فرماتے ہیں، یہ بندے کیا چاہتے ہیں۔ اس دن اللہ فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ میں نے سب کے گناہ معاف

کر دیئے ہیں۔ طارق شاہ صاحب نے بتایا کہ عرفات پہلے ایک چٹیل میدان تھا۔ کوئی سبزہ نہ تھا۔ پاکستان کے سابق صدر ضیاء الحق مرحوم یہاں آئے تو انہوں نے پاکستان سے مٹی اور پودے بھجوائے اور یوں یہاں سبزے اور درختوں کا آغاز ہوا۔ یہ سن کر مجھے اپنے وطن کی مٹی جو سونے سے بھی اچھی ہے اور بھلی اور مقدس لگی کیونکہ یہ مٹی عرفات کی مٹی میں مل گئی ہے۔ پوتر بن گئی ہے۔ پاک ہو گئی ہے، امر ہو گئی ہے۔

شام ہونے والی ہے۔ عرفات کے پہاڑ سامنے ہیں۔ پہاڑ کے اوپر ہزاروں سفید ذرے رینگتے سرکتے نظر آ رہے ہیں۔ پہاڑ کے نیچے سفید ذرے ہیں۔ سفید ذروں کے ساتھ لاکھوں سیاہ ذرے بھی ہیں۔ کالے اور سفید ذرے عرفات میں جذب ہو گئے ہیں۔ اپنا آپ بھول کر مقام عرفات میں کھو گئے ہیں۔ حشر کا میدان حشر سے پہلے ہی سج گیا ہے۔ اللہ فرشتوں کے جلو میں نیچے آ گیا ہے اللہ نے سب کو معاف کر دیا ہے۔ سب کی بخشش کر دی ہے۔ یہاں آنے والے خوش قسمت ہیں۔ خوش نصیب ہیں۔

عرفات۔ سفید اور کالے ذرّات

مقام عرفات میں پہاڑوں پہ تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ ساری جگہ سفید اور کالے ذروں نے پُر کر دی ہے۔ سبیلیں لگی ہوئی ہیں۔ پانی، دودھ، لسی، آئس کریم، جوس اور کھجوریں تقسیم ہو رہی ہیں۔ سعودی عرب والوں کی دریا دلی، فیاضی اور سخاوت کے سرِ عام مظاہرے ہو رہے ہیں۔ مہمان نوازی اور سخاوت مکہ شہر کے باسیوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ ان کے چھوٹے بھی خدمت گزار اور مہمان نواز ہیں اور بڑے بھی۔ حاجیوں کی خدمت ہو رہی ہے۔ کھانے تقسیم ہو رہے ہیں۔ وقوف عرفات اصل میں دعائیں مانگنے، یادِ الٰہی میں مستغرق ہونے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے اور گڑگڑانے کا وقت ہے۔ شیخ زاہد بھی گڑگڑا رہے ہیں۔ رو رہے ہیں۔ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اپنی بھی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔ لبوں پہ درخواست ہے، دعا ہے، التجاء ہے۔ مقام عرفات میں ساری دعائیں یاد آ رہی ہیں۔ یمنٰی، حذیفہ، ماہ نور، اہل خانہ، خدمت اور علاج کے محبین، مخلصین اور معاونین سبھی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اپنا پیارا پاکستان تو ہر وقت دعاؤں میں شامل رہتا ہے۔ یا اللہ کرم کا، فضل کا معاملہ فرما اور ہماری سب دعاؤں کو قبول فرما۔ سب نے اللہ سے لو لگائی ہے۔ اس کا کرم، اس کی عطا مانگ رہے ہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے۔ سورج غروب ہونے کو ہے، دعاؤں میں، التجاؤں میں، آہوں میں، سسکیوں میں، چیخوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ لوگ رو رہے ہیں۔ چیخ رہے ہیں، کرلا رہے ہیں۔ لگتا ہے آج تو ادھر ہی فنا ہو جائیں گے، بکھر جائیں گے، عرفات کی مٹی میں مل جائیں گے، حشر سے پہلے حشر برپا ہے۔ عرفات کا ایک دن کا شہر اگلے سال تک کے لیے پھر سے ویران ہونے کو ہے۔ پھر سے سکوت طاری ہو گا۔ گاڑیاں اپنی

منزل کی طرف بڑھنے کے لیے تیار ہیں۔ ایک دن کا شہر بسانے میں کتنی محنت ہوئی۔ کتنا پیسہ لگا۔ مگر اللہ کا حکم ہوا تو شہر بسا لیا۔ حکم پورا ہوا تو چھوڑ دیا اب اگلی منزل کی طرف تیاری ہے۔ حکم یہی ہے کہ وقوف عرفات مغرب تک ہے۔ پھر مزدلفہ جانا ہے۔ اب ساری توجہ ساری نگاہیں عرفات سے مزدلفہ کی طرف ہیں۔ کیونکہ یہی حکم ہے۔

عرفات سے واپسی

بسیں روانہ ہونے والی ہیں۔ شاہ صاحب نے کہا واش روم جانا ہے تو ہو آئیں۔ شیخ زاہد صبح سے جانے سے بچ رہے ہیں۔ لمبی لائنیں ہیں۔ ایک طرف دیکھا تو ہجوم تھا۔ دوسری طرف کم لوگ تھے۔ ادھر ورائٹی زیادہ نظر آئی۔ واش روم کے باہر مصری، سعودی، پاکستانی اور لبنانی لوگوں کی لائن لگی ہوئی ہے۔ یہاں بھی اندر جانے والوں پر اپنی اپنی زبان میں تبصرے ہو رہے ہیں۔

← واللہ حاجی جلدی!

← بھئی آ بھی جاؤ۔

← کتنی دیر لگاؤ گے۔

سعودی منتظم بھاگا بھاگا آیا لائن میں تو لگ گیا مگر ہاتھ کے اشارے سے کہا مجھے جلدی ہے۔ 6 لوگ بھگت چکے اسے اجازت دی تو پیچھے سے مصری بابا پیٹ پہ ہاتھ رکھ کر بولا اذن (اجازت) ہم نے کہا نو پرابلم آپ جایئے اپنی خیر اے۔ داخل ہوتے ہی جسم پر پانی ڈالا، گرم پانی جسم پر پڑنے سے سارے مسام کھل گئے۔ تھکاوٹ ہوا ہوگئی۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ 8 بجے تک نکلیں گے۔ پھر وہی ڈرل، پہلے سٹیشن، پھر میٹرو گاڑی اور پھر مزدلفہ۔ مغرب کی اذانیں ہو چکی ہیں مگر آج حاجیوں کے لیے ابھی مغرب پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی مزدلفہ میں پڑھی جائینگی۔

سر تسلیم خم ہیں جو مزاج یار میں آئے

حج دنیا کا ایک ایسا Unique، منفرد، لاثانی ایونٹ ہے جس میں دنیا بھر سے تمام مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ عرفات میں مقیم لاکھوں لوگ اور مناسک حج ادا کرتے ہیں۔ دنیا کے تمام دوسرے مذاہب کے مذہبی تہوار اکٹھے بھی ہو جائیں تو وہ حج کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مزدلفہ جانے کے انتظار میں لوگ اپنا سامان سمیٹ رہے ہیں۔ خیمے اور ٹینٹ اتر رہے ہیں۔ پانی کے کولر اور قالین اٹھائے جا رہے ہیں۔ شو ختم ہو چکا۔ خیموں سے باہر مقامی لوگوں کے خاصے گروہ موجود تھے۔ وہ بھی اپنا اپنا سامان اٹھائے، اگلی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

سوڈانی عشاق، درود و سلام اور افضل کا شف

مگر ہمارے خیمے کے باہر سوڈانی عشاق کا ایسا گروہ ہے۔ جو جم کر بیٹھا ہے اور آس پاس کی سرگرمیوں،

ہلچل سے بے نیاز اپنی دھن میں مگن ہے۔ یہ سرفروش اور عشق و مستی میں ڈوبے خود فراموش لوگ ہیں جو درود و سلام کی محفل سجائے بیٹھے ہیں۔ خوبصورت اور منفرد انداز میں ہاتھ اوپر اٹھا کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کر رہے ہیں۔ ان پہ درود و سلام بھیج رہے ہیں۔ بڑے پیارے انداز میں نعتیں پڑھ رہے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آتا ہے تو ان کی وارفتگی، ان کا جنوں، ان کا شوق دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اپنے ساتھی افضل کاشف کچھ دیر انہیں بغور دیکھتے رہے، دیکھتے دیکھتے وہ ان کی طرف سرکتے گئے اور اب ان میں شامل ہو گئے ہیں۔ مجنوؤں میں شامل ہو کر خود مجنوں بن گئے ہیں۔ افضل صاحب کو کچھ کچھ سمجھ تو آ رہی ہے کہ وہ پڑھنے والے اور دوسرے ساتھیوں کی باڈی لینگویج دیکھ کر اور جانچ کر خود بھی ویسی ہی حرکات و سکنات کر رہے ہیں۔ سوڈانی ساتھی عشق و مستی میں ڈوبے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کر رہے ہیں اور افضل کاشف بھرپور طریقے سے ان کا ساتھ دیتے جا رہے ہیں۔ عجب روحانی منظر ہے۔ جب ورفعنا لک ذکرک کی آیت آتی ہے۔ تو سب خوشی سے مستی سے ہاتھ بلند کرتے ہیں۔ واقعی اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر چار سو بلند سے بلند تر کیا ہے۔ ورفعنا لک ذکرک.

☆............☆

مزدلفہ کا میدان

رات ساڑھے آٹھ بجے مزدلفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ عرفات سے جانے والی ہزاروں بسوں کی وجہ سے ٹریفک کا نظام بالکل جامد ہو چکا ہے۔ سڑکوں پہ تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ پیدل چلنے والوں کے لیے بھی راستہ نہیں اس لیے منتظمین نے فیصلہ کیا ہے کہ رات 8:30 بجے مزدلفہ کے لیے روانگی ہوگی۔

کھلا آسمان ہے، سامنے مزدلفہ کے بے آب و گیاہ، لمبے چوڑے، اونچے، لانبے، مٹیالے، کٹے پھٹے، ریتلے اور پتھریلے پہاڑ ہیں۔ سفید احرام میں کفن پوش زائرین حج آتے جارہے ہیں۔ سامنے پہاڑیوں پر سڑک کے دونوں جانب اور اب تمام راستوں پر لوگ ہی لوگ ہیں۔ اللہ کا حکم اور خلیل اللہؑ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پوری کرنے کے لیے اور اپنے حج کو مبرور بنانے کے لیے سب یہاں موجود ہیں۔ ہر طرف سے لوگ کھلے آسمان تلے، پلیٹ فارم کے راستوں میں، دالانوں میں آتے جارہے ہیں۔ راستے پُر ہوتے جارہے ہیں۔ پہاڑوں پر سفید اور کالے ذرے اڑتے رینگتے، سرکتے نظر آرہے ہیں۔ عازمین کنکریوں کی تلاش میں ہیں۔ تھیلیاں بھر رہے ہیں۔ تاکہ شیطان کو مارنے کے لیے کنکریاں لے لیں۔ مزدلفہ کے پہاڑوں سے ہر سال لاکھوں زائرین کنکریاں چنتے ہیں اور یہ عمل سینکڑوں سالوں سے جاری ہے مگر کنکریاں نہ ختم ہوتی ہیں نہ کم ہوتی ہیں۔ ہر سائز کی کنکریاں موجود ہیں۔ ہر سال اوسطاً 2800 کروڑ کنکریاں اکٹھی کی جاتی ہیں۔ مزدلفہ کے پہاڑ آج بھی صدیوں پہلے جیسے ہیں۔ نہ ان کا سائز کم ہوا ہے اور نہ اس کی پتھریاں۔ عقلِ انسانی اس کی توجیح کرنے سے قاصر ہے۔ اگرچہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر سال جمرات سے کنکریاں اٹھا کر یہاں ڈال دی جاتی ہیں۔ یہ سب میرے اللہ

کے معجزے ہیں اور خلیل اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرامات ہیں۔ رات کا پچھلا پہر بیت چکا۔ لاکھوں زائرین میں سے کچھ سو رہے ہیں۔ کیونکہ مزدلفہ میں رات قیام کرنے کا حکم ہے۔ کئی لوگ ابھی تک جاگ رہے ہیں۔ صبح کے انتظار میں ہیں۔ منیٰ میں تو خیمے تھے، باتھ روم تھے، عرفات میں بھی سہولتوں والا شہر بسا ہوا تھا۔ یہاں نیچے پتھریلی سڑک ہے۔ اوپر کھلا آسمان امیر غریب، کالے گورے، افسر، چپڑاسی، وزیر، مشیر غرضیکہ ہر کوئی زمین پر چادر یا چٹائی بچھائے بیٹھا یا لیٹا ہے۔ منیٰ اور عرفات میں پیکیج کے لحاظ سے خیمے مختلف تھے۔ تھوڑا سا امتیاز یا فرق کا گمان ہوتا تھا کہ زیادہ پیسے والے ہر جگہ آسانی تلاش کر لیتے ہیں مگر ادھر کوئی فرق نہیں اس کی سرکار میں پہنچ کر سب ایک ہیں۔ سب نے یہاں آ کر اللہ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی تقلید میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھے ایک تکبیر کے ساتھ ادا کی ہیں۔ سب اللہ کے حکم کے تحت کھلے آسمان تلے بغیر کسی ٹینٹ خیمے یا سہولت کے مزدلفہ کے میدان میں موجود ہیں۔ یہاں رنگ ونسل، حسب ونسب، عصبیت، قوم، عہدے، امیری و غریبی وغیرہ کے سارے فرق مٹ گئے ہیں۔ انسانوں کے ایک ہونے کا، ایک آدم کی اولاد ہونے کا اور انسانوں کی برابری کا، اگر کسی نے مظاہرہ دیکھنا ہو تو وہ یہاں آج مزدلفہ کے میدان کی طرف دیکھے۔

عرفات سے 8:00 بجے نکلے تھے۔ پل بھر میں شہر عرفات خالی ہو گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد ہی قافلوں نے واپسی کا رخ کر لیا تھا۔ یہاں ایک بدحواسی ہو گئی۔ منیٰ میں معلم کا کارڈ خیمے میں ہی رہ گیا۔ بے چارے طارق شاہ 3-2 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کارڈ تلاش کرنے کے لیے دوڑے دوڑے خیمے کی طرف گئے مگر سب سامان اٹھایا جا چکا تھا اس لیے کارڈ نہ ملا۔ میٹرو ٹرین کا سفر پھر درپیش تھا۔ دو تین کلومیٹر پیدل چل کر سٹیشن پر پہنچے۔ دس منٹ کے بعد ٹرین آ گئی۔ جھٹ سے ٹرین میں سوار ہوئے اور مزدلفہ سٹیشن پر اتر گئے۔ مزدلفہ میں لاکھوں فرزندان توحید جمع ہیں۔ دور پہاڑوں پہ کنکریاں چنتے مرد اور عورت نظر آ رہے ہیں۔ ٹرین آتی جا رہی ہے۔ زبردست رش ہے۔ لوگ ہی لوگ ہیں۔ ٹرین کے آنے جانے اور شور مچانے کا یہ سلسلہ ساری رات جاری رہے گا۔

مزدلفہ کی رات

یہ مزدلفہ کی رات ہے۔ رات کے تین بجنے والے ہیں۔ مگر سب بندگانِ خدا کھلے آسمان تلے بغیر چھت بغیر سائے کے بیٹھے ہیں، لیٹے ہیں، سستا رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، پھر رہے ہیں، وضو کر رہے ہیں یا پھر کنکریوں کی تلاش میں ہیں۔ لاکھوں سو بھی رہے ہیں۔ یا اللہ تیرے یہ سادہ لوح بندے اگرچہ گناہگار ہیں، بدکار ہیں، سیاہ کار ہیں، تجھے بھول کر دنیاوی دلدلوں میں دھنسے رہتے ہیں، پھنسے رہتے ہیں مگر یا اللہ یہاں تو تیرے ایک ایک حکم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک سنت پہ واری جا رہے ہیں۔ اس کو اپنا رہے ہیں۔ خوشی خوشی قبول کر رہے ہیں۔ کھلا آسمان ہے، ریتلی زمین ہے اور سنگلاخ چٹیل پتھریلے، ریتلے، بے آب و گیاہ پہاڑ ہیں مگر

کسی کو کوئی فکر نہیں۔ نہ اپنی حیثیت کی، قوم کی، مقام کی اور نہ اپنے عہدے کی تیری سرکار میں پہنچ کر تیرے دربار میں آ کر سب گدا ہیں۔ سوالی ہیں۔ یا اللہ یہ تیرے بندے یہ اسلام کے شیدائی یہ تیری پکار پہ لبیک کہنے والے، تجھے والہانہ طور پر پکار رہے ہیں اور تجھ سے التجا کر رہے ہیں کہ یا اللہ کرم کا، فضل کا، رحم کا معاملہ فرما۔ مزدلفہ کے سنگلاخ چٹیل، بھورے، مٹیالے پہاڑوں اور ریتلی زمین اور سڑک اور پلیٹ فارم کے دالانوں، راہداریوں جہاں جہاں جگہ ملی وہاں پڑے سوتے، جاگتے تجھ سے ایک ہی التجا کر رہے ہیں ایک ہی استدعا کر رہے ہیں کہ تیرے سوہنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت آج پریشان ہے، بکھری ہوئی ہے، زوال پذیر ہے، تجھے نہ ماننے والوں نے تیری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہ کرنے والوں نے ان کا جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔ ان کے بچوں کو مار رہے ہیں۔ ان کی عورتوں کی بے حرمتی کر رہے ہیں ان کے شہر، ان کے ملک تباہ کر رہے ہیں۔ یا اللہ ان کی دستگیری فرما۔ یا اللہ طاغوتی قوتوں کو نیست و نابود فرما۔ یا اللہ یہ تیرے 40 لاکھ بندے تیرے سامنے بدست دعا ہیں، فریاد کر رہے ہیں، التجا کر رہے ہیں، گڑگڑا رہے ہیں۔ یا اللہ دستگیری فرما، مدد فرما۔ پھر سے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ مسلمانوں کو صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے پسندیدہ دین اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اسلام کو پھر سے غلبہ عطا فرما۔ عجیب منظر ہے۔ آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا، بندگانِ خدا اپنے رب کا حکم پورا کرنے پر شاداں وفرحاں ہیں۔ اسماء اور نجمہ ابھی ابھی اٹھ کر گئی ہیں کہ شاید کوئی گوشہ مل جائے جہاں تھوڑی سی نیند کر لیں۔ پو پھٹنے والی ہے۔ تہجد کی نماز کے نوافل جاری ہیں۔ لوگ سونے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ پھر اٹھ بیٹھتے ہیں پھر لیٹتے ہیں۔ پھر بیٹھ کر منظر دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ مزدلفہ کے پہاڑ آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یا اللہ ان پہاڑوں پر پیغمبر کیسے چلتے ہوں گے۔ خلیل اللہ انہی پہاڑوں پر چل کر جاتے ہوں گے۔ شیطان کو کیسے بھگایا ہوگا؟ اس کی چالیں ناکام ہوگئیں۔ ناکام و نامراد ہوا۔ سر پیٹتا رہ گیا۔ ابراہیم خلیل اللہ امر ہوگئے۔ انہی کی سنت کو زندہ کرنے کے لیے کل مسلمانانِ عالم اللہ کی راہ میں قربانی کریں گے اور اس بات کا ثبوت دیں گے کہ وہ اللہ کے حکم پر ہر وقت، ہر لمحہ، ہر گھڑی، ہر آن، اپنی جان، مال اور وقت قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ لائنیں لکھنے کی سعادت کسی اور جگہ نہیں۔ مکہ معظمہ کی پاک سرزمین میں، مزدلفہ کے مقام پر مل رہی ہے۔ یہ کوئی ایسا ویسا واقعاتی یا معلوماتی سفرنامہ نہیں ہے۔ یہ تو دل کی آوازیں ہیں۔ مقدس مقامات پر پہنچ کر جو جو کیفیات دل پہ وارد ہوئیں۔ جو جو مناظر آنکھوں نے دیکھے اور جو جو تاثرات ذہن میں آئے وہ سب اُسی وقت اسی لمحے قلم بند کر دیے۔ تاکہ آپ بھی مقامات مقدسہ کے اس سفر میں، ان مبارک ساعتوں میں میرے ساتھ شامل ہوں۔ اللہ آپ کو اپنے گھر بار بار بلائے کیونکہ حج ایک لازمی مذہبی فریضہ ہے جسے ادا کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، مال کی فکر مت کریں۔ ارادہ کر لیں اور دعائیں کرنا شروع کر دیں۔ اللہ اسباب پیدا کر دے گا اور بلاوہ بھی جلد آ جائے گا۔ آپ کا کام ہے

ارادہ کرنا۔ دل سے ارادہ کرنا اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا اللہ کے ذمے ہے۔

مزدلفہ پہاڑ پر دھاری دار سفید چادر

رات ختم ہونے کو ہے۔ چند ساعتیں چند گھڑیاں مزید باقی ہیں۔ بندگان خدا کی آمد جاری ہے۔ سٹیشن سے ہر لمحے گاڑیوں کی آمد اور روانگی کے اعلانات ہو رہے ہیں۔ سعودیوں نے پہاڑوں کو کاٹ کر میٹرو ٹرین چلائی ہے۔ اس پہ اربوں ڈالر خرچ کیے تاکہ حاجیوں کا منیٰ سے عرفات اور عرفات سے مزدلفہ اور پھر منیٰ کا سفر آسان رہے۔ عشق و مستی، جذبے سے سرشار، یہ تحریر پڑھ کر اگر آپ میں ارض مقدس آنے کی آرزو پیدا ہوتی ہے اور اللہ آپ کو وہاں لے جاتا ہے تو وہاں کے چپے چپے کو وہاں کی فضاؤں، ہواؤں، پہاڑوں کو اس سائل کا، اس گدا کا سلام پہنچانا نہ بھولیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضری ہو تو آپ سے دست بستہ گزارش ہے کہ اس خاکسار کا سلام ضرور پہنچایئے۔ اس کے در پہ پڑا رہنے سے کچھ ملتا ہے۔ دنیا کا کوئی اور مذہب کوئی اور مذہبی تہوار، ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے کہ 30-40 لاکھ بندگانِ خدا کھلے آسمان تلے پہاڑوں پر، ریتلی زمین پر اور سڑکوں پر بیٹھے اپنے رب کو یاد کر رہے ہوں۔

جوں جوں نماز کا وقت قریب آتا جا رہا ہے۔ ہجوم کی ساری توجہ وضو پہ ہے۔ جہاں جہاں جگہ ملتی ہے، پانی لے کر سڑک پر وضو کر رہے ہیں۔ آس پاس کی کوئی پرواہ نہیں۔ چھینٹے اڑ رہے ہیں کپڑوں پر پڑ رہے ہیں۔

اسماء دو تین دفعہ آ کر کہہ چکی ہیں کہ آپ کے کپڑے خراب ہو رہے ہیں۔ ادھر سے اٹھ جائیں۔ اٹھ کر وضو کے لیے پانی لینے کی کوشش کی۔ وہاں لائن لگی ہوئی تھی۔ بڑی مشکل سے جگہ ملی۔ انڈین بابا بولا۔ حاجی پہلے پانی مجھے دو۔ اماں نے لوٹا پکڑا دیا۔ ایک بی بی نے بوتلیں آگے کر دیں۔ دوسری نے اپنا جگ، سب کو پانی دے کر پانی لیا اور وضو کیا۔ فجر کی نماز مزدلفہ کے وسیع و عریض میدان میں لوگوں نے ٹکڑیوں کی شکل میں ادا کی۔ نماز کے بعد اب اگلی منزل کی تیاری ہے کیونکہ حکم ہے کہ جب سپیدہ سحر نمودار ہونے لگے تو مزدلفہ چھوڑ دیں۔ ٹرین میں بیٹھے تو کھڑکی سے باہر حدِ نگاہ تک پہاڑوں، سڑکوں اور ہر طرف لاکھوں سفید ذرے اور کالے پیرہن رینگتے سرکتے نظر آئے۔ ابھی سپیدہ سحر پوری طرح نمودار نہیں ہوا۔ پورا مزدلفہ شہر روشنیوں سے بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ مگر دور مزدلفہ کے پہاڑوں کی چوٹیوں سے لے کر نیچے تک سفید اور کالے، پیلے اور نیلے ذرات روشنی میں مزید سفید اور روشن نظر آ رہے ہیں۔ مزدلفہ پہاڑ نے سفید چادر اوڑھ لی ہے جس پہ کالی، پیلی، نیلی، سیاہ دھاریاں بنی ہوئی ہیں۔ سفید چادر والے ذرات کفن پوش حجاج ہیں اور نیلی پیلی دھاریاں مختلف رنگوں کے پیرہن پہنے نیک دل، نیک سیرت، مقدس بیبیاں ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی سے لے کر نیچے تک سفید چادر نے تاحدِ نگاہ سارے مزدلفہ پہاڑ کو ڈھانپ لیا ہے۔ حدِ نگاہ تک پھیلا پہاڑ نظر نہیں آ رہا مگر آہستہ آہستہ رینگتے، سرکتے اور چلتے ذرات نظر آ رہے ہیں۔ میٹرو ٹرین

پہاڑوں کے بیچوں بیچ رواں دواں ہے۔ سامنے سورج نکلنے کا خوبصورت منظر نظر آ رہا ہے۔ پہاڑوں کی اوٹ سے سر اٹھاتا اور آہستہ آہستہ نکلتا اور سنہری شعاعیں بکھیرتا سورج بہت ہی پیارا اور بھلا لگ رہا ہے۔ یہاں کے سارے منظر، سارے راستے خوش کن اور متاثر کرنے والے ہیں۔ منیٰ 11 میں ذرا سی دیر کے لیے ٹرین رکی تو عربوں کا پورا دستہ ٹرین میں گھس آیا جو ہر ایک کو تہ و بالا کرنے پہ تلا ہوا تھا۔ انڈین حاجی نے کہا آپ نے مضبوط رہنا ہے تا کہ میری عورتیں دھکا لگنے سے محفوظ رہیں۔ اللہ نے ہمت دی۔ ٹرین کا دروازہ بند ہوا تو گروپ کے لیڈر (عرب) نے ہمیں خوب صلواتیں سنائیں۔ کیوں میرے ساتھیوں کو گھسنے نہیں دیا۔ جمرات میں لاکھوں کا ہجوم ہے۔ لاکھوں ٹرین پر آئے ہیں اور باقی گاڑیوں پر یا پیدل آ رہے ہیں۔ ساتھیوں کا انتظار کرنے کے لیے شاہ صاحب نے جمرات سٹیشن کے باہر بٹھالیا ہے۔

لوگ آتے جا رہے ہیں۔ آتے ہی جا رہے ہیں، لاکھوں لوگ ہیں۔ لبیک اللھم لبیک کا کلمہ پھر بلند ہو رہا ہے۔ اللہ کی تسبیح وحمد وثناء بیان کی جا رہی ہے۔ سب خوش ہیں کہ اللہ نے اپنے حضور حاضری کی توفیق دی اپنے در پہ بلایا۔ دھوپ نکلی ہوئی ہے۔ گرمی ہے، پسینے آ رہے ہیں۔ مگر اللہ کا شکر ہے جس نے حج کے ابھی تک تمام مناسک صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج شیطان کو کنکریاں مارنی ہیں۔ پھر قربانی کرنی ہے اس کے بعد حلق یعنی سر منڈوانا۔

مزدلفہ میں قیام کی حکمت

مزدلفہ میں ٹھہرنا حج کا اہم مناسک ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ مگر اس کی اصل حکمت وہاں مزدلفہ کے وسیع و عریض میدان میں کھلے آسمان تلے پہاڑوں کے سائے میں رات گزار کر سمجھ آئی۔ مزدلفہ میں رات کا قیام سارے فرق مٹا دیتا ہے۔ منیٰ اور عرفات کے برعکس مزدلفہ میں کسی طرح کے کوئی خیمے نہیں ہوتے۔ یہاں تو کھلا آسمان ہے۔ ریتلی سرزمین ہے۔ پتھریلے، نوکیلے، چٹیل، بے آب وگیاہ پہاڑ ہیں۔ یہاں سارے کفن پوش (احرام کی دو چادروں میں ملبوس) اور اپنے اپنے پیرہنوں میں ملبوس عفت مآب خواتین پہاڑ کے اوپر، پہاڑ کے نیچے کھلے آسمان تلے ایک چادر یا چٹائی بچھائے اللہ کے حکم کی تعمیل اور نبی کی سنت کی پیروی میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ مزدلفہ میں قیام اصل میں انسان کی برابری اور مساوات کا مظہر ہے۔ اللہ نے سب انسانوں کو ایک جیسا پیدا کیا ہے۔ سب برابر ہیں۔ جس طرح احرام پہن کر سارے عازمین حج کفن پوش ہوئے تھے۔ رنگ و نسل، امیری وغریبی، عہدے، حیثیت، مرتبے کے سارے فرق مٹ گئے تھے اسی طرح مزدلفہ میں پہنچ کر بھی سارے فرق مٹ جاتے ہیں۔ سب اس کی سرکار میں پہنچ کر ایک ہو جاتے ہیں، نیک ہو جاتے ہیں۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

حج برداشت ہے

حج میں مشقت بھی ہے۔ برداشت بھی ہے، ہمت سے کام لینا پڑتا ہے۔ راستے کی سختیوں، تکلیفوں، پریشانیوں کو خندہ پیشانی اور صبر کے ساتھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ راستے میں مشکلات بھی آتی ہیں۔ سختیاں بھی آتی ہیں۔ ساتھی بچھڑ جاتے ہیں، گم ہو جاتے ہیں، ملتے نہیں، ایک دو دن بعد ملتے ہیں۔ اللہ دیا کی بیگم دو دن سے زیادہ گم رہیں، وہ ذرا پریشان نہ ہوا اور کہا خود ہی آ جائے گی۔ میں کیا کروں؟ وہ خود آ بھی گئی۔ ان سب باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے صبر، خندہ پیشانی، ہمت کر کے، بغیر کسی کو تکلیف پہنچائے، بغیر کسی کو ایذا دیئے، دوسروں کا خیال کر کے، ساتھیوں کی خاطر قربانی کر کے، ہر ایک کے کام آ کر اور دوسروں کی خدمت کر کے حج کر لیا جائے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا حج مقبول اور مبرور ہوتا ہے۔ گناہ دھل جاتے ہیں اور درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

مزدلفہ سے آ کر سٹیشن پر بیٹھے ہیں، گرمی بڑھتی جا رہی ہے، جمرات جانا ہے، شیطان لعین کو کنکریاں مارنی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سب کے پاس بھاری بیگ ہیں۔ کہیں بیگوں کی وجہ سے جمرات جانے سے روک نہ دیا جائے۔ طارق شاہ کی واضح اور غیر مبہم ہدایات کے باوجود ہمارے سمیت تقریباً سب نے اپنی مرضی کی۔ اسماء نے بھی اور ہم نے بھی بھاری بیگ بنا لیا۔ چیزیں زیادہ رکھ لیں۔ مجبوری تھی۔ دوائیاں رکھنا ضروری تھا۔ کیونکہ اس پاک سرزمین پہ اللہ نے اپنے بندوں کی خدمت کا جو موقع دیا تھا اسے جاری رکھنا تھا۔ بڑے بیگ کی وجہ سے سارے راستے پریشانی رہی۔ میلوں کا سفر، بھاری بوجھ اور احرام مشکل سے اٹھاتے رہے، اب جمرات جانا تھا۔ ٹرین سے تو اتر گئے۔ بھاری بیگ لے کر آگے کیسے جائیں گے۔ رحیم یار خان کے ظفر کی بہن ساتھ تھی۔ چلنے سے معذور، وہیل چیئر پہ تھی۔ شاہ صاحب نے بہترین حل نکالا کہ ہمارے بیگ ان کی وہیل چیئر کے پیچھے لٹکا دیئے۔ میٹرو کے سٹیشن پر ایک گھنٹہ ساتھیوں کا انتظار کیا۔ جب سب اکٹھے ہو گئے۔ تو منزل کی جانب بڑھے۔ آج کی منزل عجیب منزل ہے۔ آج شیطان کو کنکریاں مارنے کا دن ہے۔

☆............☆

جمرات، کنکریاں اور شیطان

مزدلفہ سے کنکریاں اکٹھی کرنا اور پھر انہیں جا کر جمرات عقبہ کو مارنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ خلیل اللہؑ نے شیطان کو ایسے ہی مارا تھا اور ایسے ہی دور بھگایا تھا۔ اصل میں شیطان کو کنکریاں مارنا ایک استعارہ ہے۔ ایک نشان ہے۔ اللہ کی طرف سے ایک ایسا حکم ہے جس میں انسان اصل میں اپنے اندر کے شیطان کو مارتا ہے۔ اسے بھگاتا ہے۔ اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی اپنے تئیں کوشش کرتا ہے۔ اصل میں یہ اعلان ہے، یاد دہانی ہے کہ یہاں سے کنکریاں مار کر جب اپنا دل مطمئن ہو جائے تو پھر اپنے گھر جا کر چوبیس گھنٹے کی زندگی کو اللہ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کے مطابق گزارنا ہے۔ شیطانی قوتوں کو شکست دینی ہے۔ شیطان سے قدم قدم پہ پنجہ آزمائی ہوگی۔ راستے میں آئے گا۔ بہکائے گا۔ ورغلائے گا۔ سبز باغ دکھلائے گا۔ دنیا اور اس کی آسائشوں کو پرکشش بنا کر دکھلائے گا۔ قدم قدم پر اپنی مرضی پر لانے کی اور راہ مستقیم سے بھٹکانے کی کوشش کرے گا تو بھائی یہاں جو آپ کنکریاں مار کر جا رہے ہو۔ تو یہ وقت آپ کو یاد دلائے گا کہ آپ نے لاکھوں لوگوں کے درمیان یہ عزم کیا تھا، ارادہ کیا تھا۔ اللہ کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا کہ میں شیطان کو کنکریاں مار کر اس بات کا عہد کرتا ہوں۔ اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ شیطان لعین جتنی مرضی کوشش کر لے میں تو اپنی زندگی رب کے حکم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق گزاروں گا۔ شیطان سے پنجہ آزمائی کرنے اس سے دو دو ہاتھ کرنے کا وقت آن پہنچا۔ شاہ صاحب، زاہد، نجمہ باجی اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ لاکھوں کا مجمع آگے پیچھے، لاکھوں دیوانے، مستانے اور دیوانیاں، مستانیاں، ایک ریلا آیا۔ سب جدا

ہو گئے۔ صرف اسماء رہ گئی۔ پہلا شیطان، دوسرا شیطان، تیسرا آ گیا۔ آج اسی کو نشانہ بنانا تھا۔ یہی آج کا ٹارگٹ ہے۔ اسی نے آج کروڑوں پتھر کھانے ہیں۔ لاکھوں ہزاروں بندگان خدا اس پہ تف کر رہے تھے۔ کنکریاں پھینک کر اپنے غصے کا اظہار کر رہے تھے۔ عجیب وارفتگی کا، مقابلہ کا منظر تھا۔ سامنے شیطان کو دیکھ فرزانے، دیوانے، مستانے، اللہ کی دیوانیاں، مائیں، بہنیں، بیبیاں، بیٹیاں سب جوش میں تھیں۔ تھوڑا سا قریب پہنچے۔ سات چکر کعبہ کے طواف کے وقت، 7 دفعہ صفا اور مروہ کی سعی اور یہاں بھی شیطان کو 7 کنکریاں، پہلی کنکری کے ساتھ اللہ کا کلمہ بلند کیا اور پوری قوت سے شیطان کو دے ماری۔ دوسری اور تیسری کنکری شیطان کو ماری مگر اندر سے اپنے من کے شیطان کو نکال باہر کیا۔ چوتھی اور پانچویں کنکری مارنے کے ساتھ عہد کیا کہ جو بھی ہو جائے آئندہ زندگی میں نیکی کا ساتھ دوں گا۔ شیطان کی چالوں میں نہ آؤں گا۔ اپنی زندگی اللہ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں پر گزرے گی۔ چھٹی اور ساتویں کنکری پھینکی۔ اصل میں یہ کنکریاں اپنے آپ کو ماریں۔ نفس امارہ کو اس سے لہولہان کیا۔ اسماء پریشان ہو گئیں۔ میری کنکریوں میں اتنی جان نہیں تھی کہ وہ آگے تک پہنچتیں۔ وہ تو شیطان تک نہیں پہنچیں، اب کیا ہوگا؟

راستہ بھول گئے

شیطان تو کھڑا مسکرا رہا ہے۔ رقص ابلیس لاکھوں کنکریاں کھانے کے باوجود جاری ہے۔ باہر نکلے تو ایک عرب اور سوڈانی آپس میں لہولہان تھے۔ گالیاں بک رہے تھے، رقص ابلیس ابھی بھی جاری ہے۔ چلتے چلتے ہم بھٹک گئے۔ راستہ خطا ہو گیا۔ منزل کھو گئی۔ کوئی راستہ نہ بتا رہا تھا۔ پریشانی بڑھ رہی تھی۔ کوئی مدد نہ کر رہا تھا۔ کوئی ساتھ نہ دے رہا تھا۔ کیا کریں۔ کدھر جائیں، رقصِ ابلیس جاری تھا۔ لعین کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ہنس رہا تھا۔ آئے تھے میرا مقابلہ کرنے، مجھ سے دو دو ہاتھ کرنے۔ میں نے راستہ بھلا دیا۔ اب ڈھونڈو راستہ!

دو گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد خیموں کے علاقوں میں داخل ہوئے۔ مگر مکتب 11 کہاں ہے۔ سعودیوں سے پوچھا، افریقیوں سے پوچھا، پاکستانیوں سے پوچھا، لبنانیوں سے پوچھا اور بنگلہ دیشیوں سے پوچھا، سب سے پوچھا کسی نے جو راستہ بتایا۔ ادھر چل پڑے مگر مکتب 11 نہ ملنا تھا۔ نہ ملا۔ کیا کریں، اسماء کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ ہمت جواب دے گئی، تھکن سے چور، پسینے میں شرابور، کیا کریں۔ کدھر جائیں۔ سلیم لطیف کہہ رہے تھے کہ کنکریاں ماری تھیں۔ اس نے راستہ بھلا دیا۔ اپنا بدلہ لے لیا۔ اب کیا کریں۔ گروپ کے بعض ساتھی بھی مل گئے وہ بھی بچھڑے ہوئے تھے۔ گردش میں تھے، کیا کریں، کہاں جائیں۔ ایک سے پوچھا، دوسرے سے، تیسرے سے، چوتھے سے لیکن کچھ بن نہ پڑا۔ ایک انڈین ملا۔ پہلے توجہ سے بات سنی، اللہ اسے خوش رکھے۔ نقشہ نکالا۔ راستہ بتایا کہ یہ گلی نمبر 204 ہے آگے جاتے جائیں، مڑتے جائیں، گلی نمبر 56 آ جائے تو ناک کی سیدھ میں آگے جائیں

اور پول نمبر 8 پر پہنچیں۔ انڈین بھائی نے ابلیس کو شکست دے دی۔ رقصِ ابلیس ختم ہوگیا۔ اس نے بڑے اچھے طریقے سے سمجھایا۔ گلی نمبر 62 پہنچے۔ چلتے گئے۔ آگے 56 آئی اور پول نمبر 8 آیا تو جان میں جان آئی۔ بازو کا کڑا بھی نہیں۔ کارڈ بھی گم۔ اسماء کے پاس بھی کچھ نہیں۔ افریقی چوکیدار نے روک لیا۔ غصے سے باہر نکالنے ہی لگا تھا رقصِ ابلیس پھر جاری ہونے کو تھا کہ ایک پاکستانی نے آگے بڑھ کر تعارف کرایا۔ یوں تھکے ماندے، مگر نفس مطمئنہ اور پرمسرت دل کے ساتھ خیمہ 73 میں لوٹے۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ خیمے میں پہلے پہنچنے والے ساتھیوں کو مبارکباد دی اور ان سے وصول کی۔

قربانی، حلق اور نقشے

آج 10 ذی الحجہ ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ کی یاد میں قربانی کا دن ہے۔ پہلی عید ہے جو بچوں اور ماں باپ اور اہل خانہ کے بغیر گزر رہی ہے۔ سب یاد آ رہے ہیں، مگر دل میں سکون ہے۔ اطمینان ہے۔ انعام صاحب نے اطلاع دی کہ قربانی ہوگئی ہے۔ سعودیہ میں لاکھوں قربانیاں ہوتی ہیں۔ بنک میں پیسے جمع کرا کے رسید لے لیں یا اپنے معلم کے پاس رقم جمع کرا دیں۔ مقررہ وقت پر آپ کو بتا دیا جاتا ہے کہ آپ کے جانور کی قربانی ہوگئی ہے۔ اب حلق کروانا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک اور سنت کو زندہ کرنا تھا۔ ڈاکٹر عمر علوی کے ساتھ حجام کی تلاش میں نکلے۔ مکتب میں ہی ایک طرف دسیوں دو تین دن کے حجام استرے، شیونگ بلیڈ لیے حاجیوں کے سر گنجے کر رہے تھے۔ بعض کے سروں پر دنیا کا نقشہ بن رہا تھا۔ کچھ کے ماتھے اور سر لہولہان تھا۔ ایک کے سامنے بیٹھے سر پہ پانی لگایا۔ اسے کہا نیا بلیڈ لگا لو۔ نیا بلیڈ نہیں ہے کروانا ہے تو کروائیں ورنہ دوسرا تیار۔ عجب منظر تھا۔ جن کے سروں پر نقشے بنے ہوئے تھے ان کے ساتھی زخم سہلا رہے تھے۔ انڈیا کا صدیق طارق پروفیشنل حجام لگا۔ میرے سے زخم لگا تو دس ریال مت دینا۔ ہر دفعہ بلیڈ بھی نیا استعمال کر رہا تھا۔ اس کے سامنے سر جھکا دیا۔ بالوں میں پانی لگایا۔ استرا چلایا اور پل بھر میں ہم ٹنڈے ہوگئے۔ پہلی دفعہ ٹنڈ کے ساتھ سر پہ ہاتھ پھیرا تو عجیب سا لگا۔ سلیم صاحب کہنے لگے جس طرح شرارتی بچوں کی ٹنڈ کرائی جاتی ہے۔ آج ہماری بھی ٹنڈ ہوگئی ہے۔ یا اللہ اب تو معاف کر دے۔ خطائیں بخش دے۔ رات سے بھوکے تھے۔ کچھ نہ کھایا تھا، کھانا آیا تو اس پہ ٹوٹ پڑے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد لمبی تان کر سو گئے۔ 3:30 بجے عصر کا وقت ہوگیا۔ جس پہ سلیم لطیف نے برجستہ کہا کہ یہاں تو دھڑا دھڑ نمازیں پڑھنی پڑتی ہیں۔ علاج اور خدمت کا سلسلہ عرفات اور مزدلفہ میں بھی جاری رہا اور یہاں بھی جاری ہے۔ مریض آ رہے ہیں۔ چیک اپ ہو رہا ہے۔ دوائیں لیتے جا رہے ہیں۔ دعائیں دیتے جا رہے ہیں۔ غسل خانہ خالی ہوتے ہی اس میں گھس گئے۔ گرم پانی سے غسل کیا۔ گرم گرم پانی نئی نویلی ٹنڈ پر پڑا تو ایسے لگا کہ سر ہے ہی نہیں۔ مگر پانی سر پہ پڑتے ہی رگ و پے میں تازگی آ گئی۔ احرام کی چادریں اتاریں۔ شلوار قمیض پہنا اور یوں ہم پکے حاجی

ہو گئے۔

شیطان کو پھر کنکریاں مارنا

شاہ صاحب خیمہ خیمہ پھر کر خبردار کر رہے تھے دو بجے گیٹ بند ہونے والا ہے۔ جلدی جلدی سب کھانا کھا کر باہر نکلیں۔ تا کہ پہلے رمی کر لی جائے اور اس کے بعد طواف زیارت۔

آدھے سے زیادہ گروپ نے جانا تھا۔ آج پھر جمرات پہنچ کر شیطان کو مارنا تھا۔ بھگانا تھا، مقابلہ کرنا تھا، دو دو ہاتھ کرنے تھے۔ کل چھوٹے شیطان کو مارا تھا۔ آج بڑے، درمیانے اور چھوٹے کو کنکریاں مارنا تھی۔ اللہ دیا کل سے پریشان تھا۔ یار کنکریاں تو بیگم نے مار لیں لیکن وہ پتہ نہیں شیطان کے ساتھ کیوں ہم کلام تھی۔ میں گھسیٹ کر اسے پرے لایا۔ مگر وہ بولے جا رہی تھی۔ پتہ نہیں کیا راز و نیاز کر رہی تھی یا گالیاں دے رہی تھی۔ مکتب سے نکلے تو لاکھوں لوگ جمرات کی طرف رواں دواں تھے۔ سڑکیں، گلیاں، راہداریاں خالی بوتلوں، جوس، دودھ اور کھانے کے خالی ڈبوں سے اٹی پڑی تھیں۔ آج راستے کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ طارق شاہ اور دوسرے ساتھی ساتھ تھے۔ اس لیے جلدی جمرات پہنچ گئے۔ باہر تو گرمی تھی۔ لیکن اندر زبردست ٹھنڈک۔ جمرات میں اے سی لگے ہوئے ہیں اور ماحول انتہائی خوش گوار ہے۔ لاکھوں کنکریاں کھانے کے باوجود شیطان تکبر سے کھڑا اپنے زخم سہلا رہا تھا اور مسکرا بھی رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ وہ کہہ رہا ہے، میرے کارندے تو ہر وقت ہر صورت میں تمہارے ساتھ ہیں تمہاری رگوں میں خون کی طرح گردش کر رہے ہیں۔ مجھے کنکریاں مار کر تم مجھ پہ کیسے قابو پا سکتے ہو۔ حجاج کرام کی آسانی کے لیے جمرات چار منزلہ کر دی گئی ہے۔ کل چوتھی منزل سے چھوٹے شیطان کا مقابلہ کیا تھا۔ آج تو تینوں کو مارنا تھا۔ 7-7 کنکریاں مار کر سنت ابراہیمی کو زندہ کرنا تھا۔ پہلے جمرہ کے قریب پہنچے، جمرات کو کنکریاں مارنے کا بڑا ٹیکنیکل طریقہ شاہ صاحب نے بتایا کہ قریب پہنچ کر آگے چلتے جائیں۔ آخر میں خاصی جگہ مل جائے گی۔ ایسے ہی کیا۔ آخری حصہ بالکل خالی تھا۔ یہاں شیطان کو اتنے زیادہ زخم نہیں لگے تھے۔ پہلی کنکری، دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں زور سے ماری۔ شیطان نے آنکھ ماری، مسکرایا، چھٹی اور ساتویں کھا کر زیر ہوا۔ اس دفعہ اسماء کی کنکریاں بھی ڈائریکٹ شیطان کو لگیں۔ مگر شیطان ہے نہ آخر اتنی کنکریاں کھا کر بھی شرمندہ نہ ہوا۔ دوسرا جمرہ آیا اس کے ساتھ بھی پہلے شیطان جیسا سلوک کیا۔ یعنی سات کنکریاں ماریں۔ تیسرے پہ پہنچے تو پھر آخر میں گئے۔ وہاں ایک افغانی غلیل کی طرح کنکری پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ناکام ہوتا تو خونخوار نگاہوں سے شیطان کو گھورتا۔ وہ لعین اس کو اس حالت میں دیکھ کر مسکرا دیتا۔ خوش ہوتا۔ افغانی بھی پکا نشانے باز تھا۔ وہ تاک باندھ کر نشانے پہ نشانہ لگائے جا رہا تھا۔ تینوں شیطانوں سے نبرد آزمائی کر کے آج بڑی آسانی سے فارغ ہو گئے۔ اور سوئے حرم چلے۔

ایک ہفتے سے حرم نہ جانا ہوا۔ اللہ کے گھر کی زیارت نہ ہوئی۔ دل مچل رہا تھا، جمرات سے فارغ ہو کر بڑھے، آنے اور جانے والوں کا جم غفیر تھا۔ لاکھوں لوگ مناسک حج پورے کر کے آ جا رہے تھے۔

بچوں کے بغیر عید

پاکستان ہمارا پیارا وطن ہے۔ اسی دھرتی کے باعث ساری عزت اور مقام ہے، پاکستان ہے تو ہم ہیں۔ پاکستان کے بغیر ہماری کچھ حیثیت نہیں۔ اس لیے مقدس سرزمین میں داخل ہونے سے لے کر اب تک سب سے پہلے پاکستان کی سلامتی، اندرونی اور بیرونی خطرات سے حفاظت کی دعا کی۔ یا اللہ میرے پاکستان کو سلامت رکھ! اس کے دشمنوں کو ملیا میٹ کر دے۔ یا اللہ سب پاکستانیوں کو اپنے ذاتی مفادات بالائے طاق رکھ کر ملکی مفاد کی خاطر کام کرنے کی توفیق عطا فرما۔ پاکستان میں آج عید الاضحیٰ ہے۔ بچے کل ہی امی اور باجی شہناز کے ساتھ سرگودھا روانہ ہو چکے ہیں۔ پہلا موقع ہے کہ بچوں اور گھر والوں کے بغیر عید گزرے گی۔ یمنٰی، حذیفہ اور ماہ نور یاد آ رہے ہیں۔ والدین، بہن بھائی اور ان کے بچے بھی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ فجر کی نماز خیمے میں ادا کی۔ وطن عزیز، اہل خانہ، دوستوں خدمت اور علاج کے محبین، مخلصین اور معاونین کے لیے دعا کی۔

اشراق کا وقت ہوا۔ اشراق پڑھ کر پھر وطن عزیز کے لیے دعا کی۔ خیمہ کے اکثر ساتھی استراحت فرما رہے ہیں۔ انہوں نے ساری رات حرم میں رحمتیں اور برکتیں سمیٹیں۔ اِک بے قراری ہے، بے چینی ہے، بے کلی ہے کہ کب جلدی سے حرم پہنچیں۔ کعبہ کو دیکھیں۔ اسے آنکھوں میں بسائیں، دیکھتے جائیں اور دیکھتے دیکھتے زندگی کی شام ہو جائے۔ لا الہ الا اللہ کا عجیب رشتہ ہے، عجیب بندھن ہے۔ ایسا اٹوٹ بندھن ہے جو مرتے دم تک رہتا ہے۔ انجان چہرے، انجان قومیتیں، زندگی میں پہلی اور آخری ملاقات مگر السلام علیکم، وعلیکم السلام کہنے کے بعد ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ایسے لگتا ہے کہ ان سے سالوں کی راہ و رسم ہے۔ آشنائی ہے۔ واقعی آشنائی تو صدیوں سے ہے۔ جب خلیل اللہ نے پکارا تھا اور اللہ نے کہا تھا کہ میں تیری آواز سب تک پہنچاؤں گا۔ تو ان سب روحوں نے بشمول ناچیز نے لبیک اللھم لبیک کہا تھا۔ اسی لبیک کہنے کی وجہ سے سب اک ڈوری میں بندھے ادھر حاضر ہوئے ہیں۔ رات گئے، سرگودھا بچوں سے اور اہل خانہ سے بات ہوئی، عید الاضحیٰ کی مبارکباد دی۔ یمنٰی، ماہ نور اور حذیفہ ماشاء اللہ سمجھ داری اور ذمہ داری سے وقت گزار رہے ہیں۔ بڑی پھوپھو اور دادی اماں کو ذرا تنگ نہیں کرتے۔ یمنٰی گھر کی بڑی آپا ہیں جو اپنی ذمہ داری بطریق احسن نبھا رہی ہے اور چھوٹے بہن اور بھائی کا خیال رکھ رہی ہے۔

☆............☆

منٰی میں اپنا منی ہسپتال (اللہ سے کاروبار)

مکتب 11 کا خیمہ 73 منی ہسپتال کا روپ دھار چکا ہے۔ ایمرجنسی کیسز بھی آ رہے ہیں، ایک اماں ہجوم میں گر گئیں۔ ٹخنا چڑھ گیا۔ پاؤں پہ چھالے، زخم، برے حال میں آئیں، مرہم پٹی کی، دوا دی، جاوید صاحب بھی مرنجاں مرنج آدمی ہیں۔ اپنے تجربات سے آگاہ کر رہے ہیں۔ زندگی کی حقیقتیں بیان کر رہے ہیں۔ دوسروں کے لیے ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں۔

مریضوں کی آمدورفت جاری ہے۔ اب تو اِدھر اُدھر سے سن کر دوسرے مریض بھی آ رہے ہیں۔ کراچی کی ڈاکٹر بھی آ گئی۔ میں ساری دوائیاں لائی تھی۔ منہ میں چھالوں کے لیے دوائی ہے آپ کے پاس؟ جیل اپنے لیے رکھی تھی۔ فوراً اسے دے دی۔ خوش ہو کر دعا دے کر اپنے خیمے میں پلٹی۔ فیصل آباد کے جاوید صاحب کہہ رہے ہیں آپ نے اللہ سے اچھا کاروبار شروع کیا ہوا ہے۔ جس میں روز بروز بلکہ گھڑی بہ گھڑی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ حج تو آپ بونس میں کر رہے ہو۔ Care کے چار حرفوں کی بڑی اچھی توجیح کی۔ پہلے حرف C کا تعلق Connection سے ہے۔ کسی کے ساتھ تعلق ہوگا۔ تو اس کے لیے جذبات پیدا ہوں گے۔ مریض کے ساتھ جب تک ڈاکٹر کی صحیح ہم آہنگی (Connection) نہ ہو علاج میں پیش رفت نہیں ہوتی۔ C کے بعد A آتا ہے جو اصل میں Attention ہے Connection ہو جائے، Attention نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ مریض کے ساتھ تعلق بھی قائم ہو جائے اس کی عزت نفس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی طرف پورا دھیان ہو جائے تو اس کا علاج آسان ہو جاتا ہے۔ Respect, Attention, Connection کے ساتھ دوسرے کے لیے

Empathy یا Enthusiasm نہ ہو تو سرکل مکمل نہیں ہوتا۔ مریض کے سلسلے میں تو یہ بات سب سے اہم ہے۔ مریض کے ساتھ تعلق (C) Connection اس کی طرف مکمل توجہ (A) Attention اس کی عزت (R) Respect اور اس کے لیے جذبہ (E) Enthusiasm اکٹھے مل کر مریض کی Care کرتے ہیں اور اسی Care کی بدولت اللہ کے حکم سے شفا ملتی ہے۔ یہ چاروں چیزیں صرف مریض کے سلسلے میں ضروری نہیں بلکہ آپس کے تعلقات، کاروباری اور خاندانی معاملات میں بھی ان کی اہمیت بڑی ہے۔

علاج اور خدمت کا خیمہ نمبر 73 (منٰی)

ایک دفعہ پھر منٰی میں ہیں، بھولا ہوا مکتب 11 خیمہ نمبر 73 روم میٹس میں علی اختر، شیخ زاہد، سلیم لطیف، محمد طاہر، افضل کاشف، ڈاکٹر عمر علوی، ننھا حاجی عثمان، شفیق الرحمٰن، ظفر اقبال، جاوید اقبال اور بلال ڈار ہیں اچھا وقت گزر رہا ہے۔ اب سارے پکے حاجی ہیں۔ سارے کے سارے ٹنڈے ہیں۔ سر چمک رہے ہیں۔ لشکارے مار رہے ہیں۔ منٰی میں اپنا منی کلینک زور وشور سے جاری ہے۔ مریض آ رہے ہیں، چیک اپ ہو رہا ہے۔ عثمان کی والدہ کو درد تھی۔ کراچی میں دوائیوں کا کاروبار ہے۔ والدہ کے لیے بروفن جیل دی۔ حاجی خوش ہو گیا۔ ایک حاجی پسینے میں شرابور، بکھرتی سانسوں، دل کی تیز دھڑکنوں کے ساتھ آیا، بٹھایا، لٹایا، تسلی سے چیک اپ کیا، حوصلہ دیا۔ دوائی دی۔ مطمئن ہو گیا۔ دعا دے کر واپس پلٹا۔ افضل کاشف مسلسل بول رہے ہیں کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں مڑ رہی ہیں۔ کسی دوائی سے تسلی نہیں ہو رہی۔ ڈاکٹر عمر علوی سے مشورہ کر کے دوائی دی اب لمبی تان کے سو رہے ہیں۔ کراچی کی ماہ جبیں آ گئی۔ دوائیوں کا سٹاک لائی تھی۔ ساری راستے میں کھو گئیں۔ چل چل کر گھٹنے جواب دے گئے ہیں۔ دوائی دی، دوائی کی ساری ماہیت اور نفوذ پذیری پوچھی۔ پورا امتحان لیا، پھر تسلی ہوئی۔ مریض چاہے پاکستان میں ہو، سعودی عرب میں ہو، عرفات میں ہو یا منٰی میں، جب تک اس کی بات پوری نہ سن لی جائے اسے مکمل تسلی نہ دے دی جائے۔ اس کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ چلتا رہتا ہے۔ اللہ نے مسیحائی کی جب سے توفیق دی ہے۔ کوشش یہی ہوتی ہے کہ مریض کی پوری بات سن کر اس کی پوری تسلی کرا کے اس کا علاج شروع کیا جائے۔ میٹرو ٹرین کا تجربہ اچھا رہا۔ سعودیوں نے پہاڑوں کو کاٹ کر ٹرین سروس بنائی ہے۔ جاتے وقت تھوڑی بہت پریشانی ہوئی تھی۔ ٹرین تک پہنچنے کے لیے لمبا سفر کیا تھا۔ گھنٹوں پیدل چلے تھے۔ پریشان ہو گئے تھے۔ ساتھی گلہ کر رہے تھے کہ ٹرین تک منٰی سے پہنچنا بہت مشکل ہے مگر عرفات کے سفر پھر وہاں سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے واپسی جمرات تک ذرا پریشانی نہ ہوئی۔ ٹرین نے اتنے رش کے باوجود منٹوں میں منزل مقصود تک پہنچایا۔ ٹرین کا سلسلہ بہت زبردست ہے۔ سعودی گورنمنٹ کو اس پہ داد دینا پڑتی ہے۔ جس نے حاجیوں کی چند دنوں کی سہولتوں کے لیے کروڑوں ڈالر خرچ کر کے پہاڑوں کو کاٹ کر ایسی زبردست ٹرین سروس بنائی ہے۔ جو حاجیوں کو پل بھر میں منٰی سے عرفات، عرفات

سے مزدلفہ، مزدلفہ سے جمرات اور منیٰ تک پہنچا دیتی ہے۔

نمازوں کے اوقات میں مکتب 11 میں اسپیکر پر اذان کی آواز آتی ہے۔ اس کے بعد مختلف خیموں میں لوگ باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ آدھے سے زیادہ ساتھی حرم میں طواف کے لیے گئے ہوئے ہیں کیونکہ طواف زیارت حج کا لازمی جزو ہے۔ مغرب کی نماز بھی خیمہ میں ادا کی۔ عشاء کی نماز کے بعد جلدی کھانا آ گیا۔ ساتھی بھوکے تھے، سب نے مزے سے کھایا۔ خیمے میں نئے ساتھی بھی آن شامل ہوئے ہیں۔ فیصل آباد کے گلزار احمد اور بلال طواف زیارت کر کے لوٹے ہیں۔ انشاء اللہ کل صبح طوافِ زیارت کریں گے اور شیطان کو بقایا کنکریاں بھی ماریں گے۔ یمنیٰ، حذیفہ، ماہ نور اور اہل خانہ سے بات ہوئی۔ حج کی مبارکباد وصول کی۔ ماہ نور اور یمنیٰ بولیں بابا ٹنڈے ہو کر کیسے لگ رہے ہیں؟

ننھے حاجی

بعض حجاج کرام اپنی پوری فیملی کے ساتھ حج کے لیے آتے ہیں۔ ننھے منے حاجی احرام پہنے بہت ہی پیارے اور راج دلارے لگتے ہیں۔ ساہیوال سے محمد طاہر اپنے چھوٹے بیٹے محمد عثمان اور بیٹی کو ساتھ لائے ہیں۔ ننھا حاجی عثمان ادھر ادھر چہکتا پھرتا ہے۔ ہر ایک کی خدمت کرتا ہے۔ سارے اس سے خوش ہیں۔ خواتین دوسرے کمرے میں ہیں۔ عثمان پیغام رساں کا کردار ادا کر رہا ہے۔ جس خاتون یا مرد کو ضرورت ہوتی ہے عثمان کو بلاتے ہیں۔

عثمان آنٹی کو بلا دو۔

عثمان انکل کو فون دے دو۔

عثمان یہ کر دو وہ کر دو۔

غرضیکہ عثمان حاجیوں اور حاجنوں کی ضرورت بن چکا ہے عثمان، عثمان کی آوازیں کبھی مردانہ کیمپ سے آ رہی ہوتی ہیں۔ تو کبھی زنانہ کیمپ سے۔ عرفات میں ننھے حاجی کی طبیعت خراب ہوئی۔ سب پریشان ہو گئے دوا دی تو کچھ طبیعت سنبھلی، اب ویسے ہی چہک رہا ہے اور پھدک پھدک کر لہک لہک کر انکلوں اور آنٹیوں میں رابطے کروا رہا ہے۔

بغیر اجازت اشیاء کا استعمال

اجتماعی سفر کرتے وقت یا اکٹھے رہتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھا جانا چاہیے کہ ساتھیوں کی چیز بغیر اجازت استعمال نہ ہو۔ حج کے سفر کے دوران سب سے زیادہ مسئلہ جوتوں کا ہوتا ہے جو ادھر ادھر ہوتے رہتے

ہیں۔ اکثر حجاج کرام ایک دوسرے کی جوتیاں بغیر اجازت استعمال کرتے ہیں۔ جس سے کافی پریشانی ہوتی ہے۔ اگر استعمال سے پہلے اجازت لے لی جائے تو اس طرح کی پریشانی سے بچا جا سکتا ہے۔ اصول بھی یہی ہے کہ بغیر اجازت کسی کی چیز استعمال نہ کی جائے۔ حرم میں یا مسجد نبویؐ میں جوتوں کے بارے میں پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اگر آپ کے جوتے گم ہو گئے ہیں یا غلطی سے کسی نے اٹھا لیے ہیں تو مسجد الحرام اور مسجد نبویؐ کے باہر استعمال شدہ جوتوں کا ڈھیر لگا ہوتا ہے۔ وہ جوتے پہن کر آپ گزارا کر سکتے ہیں۔

جماعت کی نماز کی فضیلت

راستے میں عصر کی نماز مسجد عبدالکریم الہندی میں ادا کی۔ جماعت ہو چکی تھی اس لیے امامت کرانا پڑی۔ جماعت میں عرب، سوڈانی، سعودی، انڈین، بنگلہ دیشی اور پاکستانی بھائی بھی شامل ہو گئے۔ نماز پڑھنا اور باجماعت پڑھنا عربوں کی گھٹی میں ہے۔ اول تو مسجد میں اذان سے پہلے پہنچ جائیں گے۔ بعد میں آئیں دو ہوں یا تین جماعت کرائیں گے، کوئی نہیں پوچھتا۔ دوسری جماعت کیوں ہو رہی ہے۔ امام کی داڑھی ہے کہ نہیں۔ عرب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پہ پوری طرح عمل کرتے ہیں کہ جماعت کی نماز اکیلے سے 27 درجے زیادہ ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو یہ بھی دیکھا کہ اکیلا آدمی باآواز بلند تکبیر کہہ کر نماز پڑھ رہا ہے۔ تھوڑی دیر میں اس کے ساتھ دوسرا اور پھر تیسرا شامل ہو گئے اور یوں سب کو باجماعت نماز کی سعادت حاصل ہو گئی۔ لاہور میں رش کے دنوں کی طرح بسیں، ویگنیں، ڈالے، دو چار دن کے لیے ٹیکسیاں بنی گاڑیاں سوئے حرم روانہ ہیں۔ گندی اور اکھڑی سیٹوں والی ایک کوسٹر میں ہمیں بھی جگہ مل گئی۔ مگر 20 سعودی ریال فی آدمی دینا پڑیں گے۔ گاڑی کچھوے کی چال چل رہی ہے کیونکہ ہزاروں گاڑیاں سوئے حرم ہیں۔ پتہ نہیں کب پہنچے گی۔ ساتھی بے قرار ہیں، بے چین ہیں، ایک ہی لگن ہے کہ جلدی جلدی حرم پہنچیں۔ کعبۃ اللہ کو مرکز نگاہ بنائیں۔ ایک انڈین حاجی کھانس رہا تھا۔ اسے دوائی نکال کر دی۔ تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھا۔ جہاں جائیں سپیرے کی پٹاری کی طرح دوائیوں کی پٹاری اپنے ساتھ ہوتی ہے۔ جہاں کسی کو ضرورت ہوئی۔ پٹاری کھولی اور دوائی حاضر۔ سڑک پہ گاڑیوں کی چار لمبی لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ جمرات سے حرم کے راستے میں کئی جگہ پانی، جوس کے کینٹینرز کھڑے تھے اور چار پانچ مستعد جوان حجاج کرام کے اوپر نچھاور کر رہے تھے۔ پھینکنے والے بھی محظوظ ہو رہے تھے اور کیچ کرنے والے بھی۔ طارق شاہ صاحب بھی کیچ کرنے والوں میں شامل ہو گئے اور ہمارے لیے جوس لے آئے جو بڑا مزیدار تھا پی کر گرمی اور تھکان دور ہو گئی۔ جوس اور پانی پھینکنے کا یہ طریقہ زیادہ اچھا نہ لگا۔ عرفات میں تو بڑی عزت و احترام سے اس طرح کی اشیاء تقسیم کی جا رہی تھیں لیکن شاید بے ہنگم ہجوم میں ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ آج صحیح سمجھ آ رہی ہے کہ کچھوے کی

چال کیا ہوتی ہے؟ 4 بجے سے گاڑی میں سوار ہیں۔ مگر ابھی چند کلومیٹر کا فاصلہ طے ہوا ہے۔ 6 بجنے کو ہیں۔ سعودی عالم اور مفکر عبداللہ بن باز رحمۃ علیہ اللہ کی مسجد سے مغرب کی اذان بلند ہوئی۔ گاڑی سڑک پر رکی اور پھنسی ہوئی تھی۔ موقع غنیمت جانا، گاڑی سے اترے، فٹ پاتھ پر وضو کیا اور نماز ادا کی۔ صورت حال یہ ہے کہ سڑک پر گاڑیوں کی حدِ نگاہ تک لائنیں ہیں۔ کچھ پتہ نہیں چل رہا کیسے اور کب حرم پہنچیں گے سڑک کے دونوں طرف ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ پیدل چل پھر رہے ہیں۔ فٹ پاتھ اور راہداریوں پہ سینکڑوں بسیرا کیے بیٹھے ہیں۔ عجیب منظر ہے۔ تھکے ماندے، چہرے، پسینے میں شرابور، منزل پہ پہنچنے کی لگن میں بے تاب ہیں اور یہ سب نفس مطمئنہ ہیں۔ حج میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ صبر کرنا پڑتا ہے۔ کئی لوگ اپنے بوڑھے ماں باپ کو اکیلا بھیج دیتے ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ انہیں کوئی پوچھتا نہیں۔ اگر آپ نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو حج کرانا ہے تو ان کے ساتھ آئیں۔ حج قبول ہوگا اور ساتھ ہی ماں باپ کی خدمت کا الگ صلہ بھی ملے گا۔

☆............☆

حج بیت اللہ کے آخری مناسک

طوافِ زیارت

اللہ اللہ کیا نظارہ ہے۔ کیسا دلفریب منظر ہے۔ اللہ کا گھر سامنے ہے۔ نکھرا نکھرا پیارا پیارا، اجلا اجلا، اربوں انسانوں کی آنکھوں کا تارا، ساری دنیا کا مرکز، مسلمان کا مرکزِ نگاہ۔ لاکھوں پروانے، دیوانے، مستانے، دیوانیاں گھوم رہی ہیں۔ گھومتی جا رہی ہیں۔ آہ و زاریاں ہیں۔ چیخیں ہیں۔ کرلاٹیں ہیں۔ التجائیں ہیں۔ استدعائیں ہیں۔ دعائیں ہیں۔ فارسی میں۔ انگلش میں۔ اُردو میں۔ ہندکو میں۔ چینی زبان میں۔ انڈونیشیائی اور ملائیشی زبان میں۔ ترکی زبان میں غرضیکہ ہر کوئی اپنی اپنی بولی میں خدا کے حضور فریاد کر رہا ہے۔ ایک اللہ سب کو دیکھ رہا ہے۔ سب کی سمجھ رہا ہے اور سب کی سن رہا ہے۔ اللہ کی حمد بیان ہو رہی ہے۔ نعرہ حق بلند ہو رہا ہے۔ میرے اللہ کا سوہنا گھر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اللہ، کعبہ اور بندہ کوئی عام سفرنامہ نہیں ہے۔ یہ کوئی معلوماتی کتابچہ بھی نہیں، گائیڈ بھی نہیں، یہ تو اللہ کے ایک ناچیز بندے کی کعبہ کے سامنے بیٹھ کر ایک پکار ہے، ایک فریاد ہے۔ خلیل اللہؑ اوران کے رب کو خراج تحسین ہے۔ خلیل اللہؑ نے اللہ کا گھر بنا کر جو پکار کی تھی اس کے جواب میں یہ بندہ ناچیز، روسیاہ، گناہگار، اللہ کے گھر میں، حرم میں موجود ہے۔ ابھی ابھی طواف زیارت کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور مطاف میں کعبۃ اللہ کے عین سامنے بیٹھ کر یہ لائنیں لکھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ جب سے ارضِ مقدس پہنچے ہیں، دل بے چین تھا، مضطرب تھا، بے کل تھا کہ اس گھر کا دیدار کب ہوگا جس کی طرف نیت کر کے صدیوں سے کہتے رہے۔ ''منہ طرف خانہ کعبہ شریف کے''

یا اللہ کیسا ہے تیرا وہ گھر!

یا اللہ کتنا متبرک ہے وہ گھر!

مبارک ساعتیں، یہ گھڑیاں نصیب ہوئیں تو یوں لگا آج تک کی ہوئی ساری محنتیں، خدمت اور علاج کے ان گنت سفر بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو گئے۔

اللہ نے جب اپنے گھر بلایا۔ اپنے گھر کا نظارہ کروایا۔ اس پر پہلی نظر پڑی تو ایسے لگا سب کچھ مل گیا۔ سب کچھ حاصل ہو گیا۔ اب کوئی اور آرزو نہ رہی، کوئی تشنگی نہ رہی، اک تشنگی باقی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ جانا ہے۔ وہاں کے ہر لحہ کو آنکھوں میں بسانا ہے۔ اللہ نے بڑا کرم کیا کہ عین عشاء کی نماز کے وقت حرم پہنچ گئے۔ ورنہ سلیم لطیف پھر کہنے والے تھے کہ آج پھر کنکریاں ماری تھیں اس لیے شیطان لعین نے پھر چکرا دیا۔ عشاء کی نماز حرم کے باہر ہی ملی۔ کعبۃ اللہ کے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا بڑی ہی سعادت کی بات ہے۔ امام صاحب ایسی پرسوز اور الہامی تلاوت کرتے ہیں کہ ہر طرف ایک سکتہ سا طاری ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک کی آیات پڑھتے وقت ان پر رقت طاری ہوتی ہے۔ نماز پڑھنے کے بعد طواف زیارت شروع کیا۔ پھر وہی سات چکر، سات پھیرے۔ رکن یمانی سے شروع، حجر اسود کا استلام پھر رکن یمانی پھر اختتام، ایسے 7 چکر پورے ہوئے۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ حرم میں جمع ہیں۔ کچھ سعی کر رہے ہیں۔ کچھ طواف اور باقی ذکر و اذکار اور تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں۔ حج کے مناسک آہستہ آہستہ مکمل ہو رہے ہیں۔ پورے ہو رہے ہیں۔

اماں ہاجرہ کی تقلید میں سعی

ابھی طواف زیارت کی سعی باقی ہے۔ اماں ہاجرہ کی سنت پوری کرنی ہے۔ اماں ہاجرہ پہاڑوں میں صفا اور مروہ کی طرف بھاگ رہی ہیں، دوڑ رہی ہیں۔ سنگلاخ پہاڑوں کی پرواہ کیے بغیر بھاگتی جا رہی ہیں، سعی کرتی جا رہی ہیں اور ہر سعی کے بعد بچے کو آ کر دیکھتی جاتی ہیں، دیکھ کر تسلی ہو جاتی ہے تو دوبارہ سے تیز دوڑتی ہیں تاکہ بچے کے لیے پانی مل جائے۔ آسمان سے سارے فرشتے نیچے اتر آئے ہیں۔ سارا منظر دیکھ رہے ہیں۔ سارے فرشتے انسان کی عظمت کے تو اسی دن قائل ہو گئے تھے۔ جب اللہ نے انہیں آدم کے سامنے سجدہ کروایا تھا۔ اماں ہاجرہ کی سعی کو دیکھ کر تو وہ اور بھی عظمت انسانیت کے قائل ہو گئے ہیں۔ خود اللہ کو یہ سعی اتنی پسند آئی کہ اپنے قرآن میں اماں کے دوڑنے کو اماں کی سعی کو اللہ نے اپنا شعائر قرار دیا اور قیامت تک اپنے گھر آنے والے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب بھی اللہ کے گھر آئیں تو اپنی اماں ہاجرہ کی سنت کی تقلید میں سعی ضرور کریں ورنہ حج اور عمرہ مکمل اور مبرور نہیں ہو گا۔

اماں ہاجرہ کی تقلید میں سعی شروع کی۔ واہ واہ کیا شان ہے اماں ہاجرہ تیری سعی کی جو امر ہو کے اللہ کا حکم

بن گئی۔ لاکھوں پروانے، دیوانے، مستانے، دیوانیاں، مستانیاں اماں کے نقش پا کو مشعل راہ بناتے ہوئے اماں کی سعی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ اماں جہاں جہاں بھاگیں۔ جس جس جگہ بھاگتے بھاگتے، دوڑتے، ہانپتے زیادہ بے چین اور بے قرار ہوئیں وہاں بڑی بڑی سبز لائٹیں لگا دی گئی ہیں۔ حکم ہے بھاگو ان راستوں پر اماں کی تقلید میں اماں کی طرح ہانپتے کانپتے تیز بھاگو، تیز دوڑو، کیا شان ہے، اماں ہاجرہ کی۔

7 سمندر، 7 براعظم، ماں کے پیٹ سے قبر کے پیٹ تک زندگی کی 7 منزلیں، قرآن کی سات منزلیں، سبع مثانی، ہفتہ میں دن 7۔ 7 کا ہندسہ کتنا عظیم ہے۔ اللہ نے اپنے گھر کے طواف کے 7 چکر رکھے۔ شیطان کو کنکریاں بھی ہر بار سات...... اور پھر اماں کی تقلید میں صفا و مروہ کے سات چکر۔

یہ چکر نہیں لگیں گے تو حج مکمل نہیں ہوگا۔ فرشتے اس دن بھی زمین پہ آئے تھے جب اماں نے سعی کی تھی، حیران تھے، انگشت بدنداں تھے، آج بھی آسمان سے اترے ہوئے ہیں بیت المعمور سے اُتر کر بیت اللہ تک آگئے ہیں۔ لاکھوں بندگان خدا کو دیوانہ وار بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھ رہے ہیں۔ اماں کو ''سعی'' کرتے دیکھ رہے ہیں۔ فرشتے تو حیران ہو رہے ہیں۔ خود اللہ اوپر سے دیکھ رہا ہے۔ خوش ہو رہا ہے۔ اپنے بندوں کو دیکھ کر مسکرا رہا ہے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر تفاخر کا اظہار کر رہا ہے۔ یا اللہ تیرے گھر کی کیا شان ہے۔ یہ سعادت آج ملی کہ سعی کے دوران اللہ کا گھر سامنے ہے اور یہ لائنیں لکھی جا رہی ہیں۔ برکتیں نازل ہو رہی ہیں۔ رحمتیں سمیٹی جا رہی ہیں۔ آج پھر اپنے نصیب پر رشک آ رہا ہے۔ صدیوں سے روزانہ ہر نماز میں زبان سے یا دل میں نیت کر کے خانہ خدا کا تصور کر کے نماز پڑھتے رہے۔ خانہ خدا، بیت اللہ، خیال میں تھا، دل میں تھا، انگ انگ میں اس کا تصور تھا، وجود تھا مگر دیکھنے کی حسرت تھی۔ تکنے کا شوق تھا۔ اللہ کا شکر ہے اس نے اپنے گھر بلا لیا اپنے گھر کی زیارت کرا دی۔ اللہ اللہ وہ دیکھیے بالکل سامنے، نکھرا نکھرا، پیارا پیارا، اجلا اجلا، رفعتوں، عظمتوں والا اللہ کا گھر سامنے نظر آ رہا ہے۔ کل ہی غسل کعبہ ہوا ہے، خانہ کعبہ کا غلاف بدلا ہے۔ غلاف بدلنے سے یہ اور بھی پیارا لگ رہا ہے۔ ہر کوئی اس کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے۔ طواف کے پھیرے جاری ہیں۔ میرے ساتھ شامل ہو کر تصور کریں کہ آپ بھی اللہ کے گھر کے سامنے ہیں۔ اللہ آپ کو موقع دے کہ آپ ہوں اور خانہ کعبہ آپ کے سامنے ہو۔ آپ اسے تکتے جائیں، دل میں بٹھاتے جائیں، اللہ کی قسم نگاہیں جب اس پر پڑتی ہیں تو پھر ہٹنے کا نام نہیں لیتیں، پڑی رہتی ہیں، گھومنا بند ہو جاتی ہیں، ٹھہر جاتی ہیں، ساکت ہو جاتی ہیں۔ ایسے لگتا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کی دیواروں سے (Waves) شعاعیں نکل رہی ہیں۔ جو آپ کو اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔ لے جا رہی ہیں۔ بندہ خانہ خدا کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ خود بخود اس کی لازمی محبت یعنی **Complusive Attractive Phenomenon (CAP)** کا اسیر ہو جاتا ہے۔ شکار ہو جاتا ہے۔ چاہے آپ قرآن پڑھ رہے ہوں یا نماز،

ہر وقت نگاہیں اللہ کے گھر پہ مرکوز رہتی ہیں۔

سعی ختم ہوئی، طواف اور سعی کے چکر لگا کر کافی تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے مگر جو ذہنی سکون اور طمانیت قلب ملتی ہے اس کا جواب نہیں۔سعی کر کے رات ساڑھے دس بجے فارغ ہو گئے۔ بھوک زوروں پر تھی۔ چکن بروسٹ پیس لیا اور عربی روٹی کے ساتھ نوش کیا۔ عرب لوگ نمک مرچ کم استعمال کرتے ہیں۔ OLIVE OIL زیتون کا تیل ان کا من بھاتا کھاجا ہے۔ ہر کھانے اور سالن میں اور روٹی کے ساتھ زیتون کا تیل یا اچار کھایا جاتا ہے۔ اس لیے عرب ممالک میں دل کے دورے اور دل کے دوسرے امراض بہت کم ہوتے ہیں۔ عرب خوش خوراک بہت ہیں، خوب کھاتے ہیں، مگر خوراک میں نمک مرچ کم اور OLIVE OIL زیتون کے تیل کا بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ کھانے کے بعد قہوہ ضرور پیتے ہیں۔ قہوہ سے کھانا جلدی ہضم ہوتا ہے اور زیتون کے تیل کے استعمال کی وجہ سے دل کی بیماریاں بھی کم ہوتی ہیں۔

احرام کی بے حرمتی

احرام کفن ہے، احرام حاجیوں کا پہناوا ہے، احرام کو مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اس کا کپڑا بڑی عزت و احترام سے خریدا جاتا ہے۔ پہننے سے پہلے اسے سنبھال کے رکھا جاتا ہے۔ مگر جونہی شیطان کو کنکریاں ماری گئیں حاجیوں نے قربانی کر کے حلق کروایا، احرام اتارا اور عام لباس زیب تن کیا۔ یہ کیا ہوا، ہر طرف، ہر جا، باتھ روموں میں، سڑکوں پہ، فٹ پاتھوں پر، احرام کی سفید چادریں پڑی نظر آ رہی ہیں۔ گندگی کے ڈھیر پر، غلاظت کی جگہ احرام کی یوں سرعام بے حرمتی پر شیطان لعین کھڑا مسکرا رہا ہے۔ خوش ہو رہا ہے۔ دانت نکال رہا ہے۔ ابھی ابھی تو مجھے کنکریاں ماری تھیں۔ مجھے زیر کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے فوراً بدلہ لے لیا۔ دو عورتیں لڑنے لگ گئیں۔ مجھ پہ رعب نہ جمائیں، میں ساڑھے پانچ لاکھ لگا کر آئی ہوں۔ تم تو تین لاکھ والی ہو۔ اس طرح راستے بند، ویگن والوں سے بحث، رش ہی رش، گرمی پسینہ، تھکن کئی حاجیوں کے صبر کے بندھن ٹوٹ گئے، حج ہو گیا، برداشت ختم ہو گئی۔ شکایات کے انبار لگنا شروع ہو گئے۔ شیطان کے کاروبار کا پھر آغاز ہو گیا۔

سفر کی روداد والا بیگ گاڑی میں رہ گیا

رات حرم سے نکلتے نکلتے بارہ بج گئے۔ بسیں، ویگنیں آتی جا رہی تھیں۔ کرایہ بہت زیادہ بتا رہے تھے۔ شاہ صاحب کوششوں میں لگے تھے کہ کم کرایہ پر کوئی مناسب سواری مل جائے۔

صفا کی پہاڑی کے عین سامنے دور بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔ یہ سارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے پہاڑ ہیں۔ انہی پہاڑوں کے درمیان میں انہی مبارک راہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلا کرتے

تھے۔ پھرا کرتے تھے، لوگوں کو اللہ جل جلالہ کی طرف بلایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ پر فدا ہوا کرتے تھے۔ یہی کہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بسیرا تھا، گھر تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہائش تھی۔ مروہ کی پہاڑی کے عین سامنے جہاں اب ایک لائبریری بنا دی گئی وہ مبارک اور مقدس جگہ ہے جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے، یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہائش تھی۔ مگر سعودی گورنمنٹ نے وہاں مختلف زبانوں پر لکھ کے لگایا ہوا ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ جگہ مولد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہاں کوئی مخصوص عبادت نہ کریں۔ بڑی مشکل سے اور مناسب کرایہ میں رات ساڑھے بارہ بجے کے قریب ایک بس ملی۔ مگر راستہ لمبا تھا گاڑیوں کی لمبی لائنیں، ہر طرف گاڑیاں نہ ختم ہونے والا سفر پھر شروع ہو گیا۔ رات کی وجہ سے ہوا میں خنکی تھی، طواف اور پھر سعی، دو گھنٹہ باہر انتظار اور پھر بس کا لمبا سفر سب تھکن سے چور، آج لعین شیطان کو کنکریاں ماری تھیں۔ اس نے پھر بدلہ لے لیا۔ گاڑی سے اترے تو پتہ چلا کہ بیگ گاڑی میں رہ گیا۔ پریشانی ہو گئی۔ کیا کریں، اللہ، بندہ، کعبہ والی کاپی بھی بیگ میں تھی۔ اب کیا ہو گا؟ پچھلے دو چار دنوں کی داستان لکھی تھی۔ کیسے دوبارہ لکھوں۔ شاہ صاحب پیچھے دوڑے کہ بس کو پکڑیں۔ راستہ پھر خطا ہو گیا۔ شاہ صاحب گھنٹے بعد ملے۔ ایک ساتھی سے الجھ بھی پڑے۔ پہلی دفعہ غصے میں دیکھا۔ میں چار کلو میٹر چل کر آیا ہوں۔ آپ صحیح نہیں بتا رہے کہاں ہو۔ پل سے اوپر ہو یا نیچے، غرضیکہ چلتے چلاتے، تھکن سے چور صبح ساڑھے تین بجے رات خیمہ میں پہنچے۔ آگے خیمہ میں ہاؤس فل تھا۔ سب خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ ایک کونے میں ذرا سی جگہ ملی۔ وہیں آنکھ لگائی، گھنٹے بعد پھر جگا دیا گیا، نماز فجر پڑھی۔

علاج کا خدمت کا سلسلہ جاری

صبح ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ سب کہنے لگے۔ ڈاکٹر صاحب کہاں چلے گئے۔ کدھر کھو گئے۔ سارا دن اور ساری رات مریض آتے رہے۔ ڈاکٹر ہمیں چھوڑ کر کیوں چلا گیا۔ کیوں وفا نہ کی۔ ناراض بھی تھے۔ یہ کوئی طریقہ ہے۔ طواف اور سعی کر کے جلدی کیوں نہ آئے۔ سلیم صاحب کے دوست آئے۔ رضا بلاک علامہ اقبال ٹاؤن کے خواجہ واصف ان کو کہنے لگے کہ جناب کی داڑھی بڑھ گئی ہے بہتر ہے خط کروا لیں۔ سلیم صاحب کی رگ ظرافت پھر پھڑکی کہنے لگے کہ خط تو کروا لیتے ہیں۔ لیکن یار لوگوں نے لاہور پہنچتے ہی کہنا ہے کہ چنگا بھلا بھیجا تھا۔ یہ کیا بن کے آ گیا ہے۔ نماز فجر کے بعد ابھی لیٹنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ مریض آنا شروع ہو گئے۔ رات سے ڈھونڈ رہے ہیں آپ کو، چل چل کر جسم دردوں سے چور ہے۔ بدن ٹوٹ رہا ہے، کھانسی ہے، خارش ہے، قبض ہے، الرجی ہے، پاؤں میں چھالے ہیں، سلسلۂ آمدِ مریضاں دراز ہوتا جا رہا ہے۔ بڑھتا جا رہا ہے۔ مریض آتے جا رہے ہیں۔ دوائیں لے رہے ہیں۔ ایک دو نے پوچھا کہ دوائی اور چیک اپ کے پیسے ریال میں لیں گے یا پاکستانی

روپے میں، افضل صاحب بولے اس کی قیمت تین دفعہ تکبیر پڑھنا ہے۔ افضل صاحب کے کہنے پر ہر مریض لبیک کہتا اور تین دفعہ تکبیر پڑھ کر کمرہ سے جاتا۔ ''تکبیر'' پڑھیں۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، و اللہ اکبر، اللہ اکبر، و للہ الحمد...... الحمدللہ! آج 12 ذی الحجہ ہے۔ شیطان کو کنکریاں مارنے پھر جانا ہے۔ خیمہ کے 16 روم میٹ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے آج نہیں جانا، چلے جائیں گے تو مریضوں کا کیا بنے گا۔ ظہر تک خاصے مریض آئے۔ سب کو چیک اپ کیا، دوائیں دیں اور دعائیں لیں۔

شیطان کو پھر سے کنکریاں مارنا

رات گئے پھر لاکھوں حجاج کرام شیطاان کو کنکریاں مارنے پہنچ گئے۔ آج شیطان لعین صبح سے کنکریاں کھا رہا تھا۔ لاکھوں کروڑوں کنکریاں کھا کر بھی زیر نہ ہوا۔ ابھی بھی مسکرا رہا تھا۔ رقص ابلیس جاری ہونے کو تھا۔ حجاج کرام کنکریاں مار رہے تھے۔ شیطان کھا رہا تھا۔ اس کے کارندے اندر داخل ہو گئے۔ اچانک ہجوم بے قابو ہو گیا۔ ایک ریلا دائیں سے آیا، دوسرا بائیں طرف سے، تیسرا آگے سے، چوتھا پیچھے سے، سارے آپس میں ٹکرا گئے۔ دھکم پیل شروع ہو گئی۔ لوگ اپنی چیزیں چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ چھتریاں، جوتیاں، تھیلیاں، تھیلے، بیگ، چٹائیاں، جوتے، بوتلیں، جوس ہر چیز چھوڑ کر جان بچانے کے لیے بھاگے۔ بوڑھے، بوڑھیاں دھکم پیل میں پھنس گئے۔ کئی لڑکھڑا کر گر پڑے۔ شیطان لعین کو کنکریاں پڑنا بند ہو گئیں۔ رقص ابلیس جاری ہو گیا۔ ابلیس کے کارندوں نے اپنا کام کر دکھایا۔ دھکم پیل میں سینکڑوں زخمی ہو گئے۔ رقص ابلیس جاری رہا۔ لوگ کنکریاں مارے بغیر واپس لوٹے۔ جاں سب کو عزیز ہے۔ پیاری ہے، اللہ کے گھر ضرور آئے ہیں مگر...... واپس خیریت سے اپنے گھر، اہل خانہ اور بچوں کے پاس جانے کی آرزو سب میں ہے۔ بھگدڑ میں پتہ چلا دو لوگ جاں سے گئے اور کافی زخمی ہوئے۔

ابھی جانا تھا پھر شیطان لعین کو کنکریاں مارنے، دو بجے کا ٹائم مقرر تھا...... منیٰ کا شہر اب اجڑنے والا ہے۔ قافلے واپسی کی راہ لے رہے ہیں۔ صبح سے ہی لوگ چیزیں سامان سمیٹ رہے تھے۔ پیکنگ ہو رہی تھی۔ واپسی کا شور مچا ہوا تھا۔ افضل صاحب صبح فجر کے بعد ہی کنکریاں مار آئے۔ شیطان نے مسکرا کر کہا۔ جلدی جانا چاہتے ہو۔ ابھی تو وقت نہیں ہوا۔ اب دوبارہ آؤ گے تو تھکے ہارے ہو گے۔ مجھے کنکریاں مارنے کے لیے جان اور جذبہ کہاں سے لاؤ گے۔ جلدی کے چکر میں گئے تھے صبح صبح گئے تھے۔ افضل صاحب، گلزار صاحب، بلال، اختر علی وغیرہ نے کنکریاں مار کر عزیزیہ جانا تھا۔ زیادہ تر لوگ سامان لے کر جا رہے تھے کہ شیطان کو کنکریاں مار کر فارغ ہوں اور مغرب سے پہلے منیٰ سے نکل جائیں ورنہ ایک اور دن یہاں ٹھہرنا پڑے گا اور شیطان سے بھی تیسری بار نبرد آزمائی کرنا ہو گی۔

کنکریاں مارنے کے دلچسپ انداز

باہر سڑکیں ویران ہونے والی ہیں۔ اگرچہ ابھی خاصا ہجوم ہے۔ جمرات میں اوپن ایئر کنڈیشنر کا

زبردست انتظام ہے۔ باہر سخت گرمی اور دھوپ ہے۔ جمرات میں داخل ہوتے ہی زبردست ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔ ایسے زبردست اے سی لگے ہیں کہ ساری گرمی ہوا ہو جاتی ہے۔ اندر پھر لاکھوں لوگ تھے۔ بڑے چھوٹے اور درمیانے شیطان کو کنکریاں ماری جا رہی تھیں۔ نیچے فرش پر ہزاروں جوتے، کنکریوں کی تھیلیاں، چھتریاں، بوتلیں، کپڑے، تھیلے، بیگ، چادریں اور صفیں پڑی تھیں۔ جو دھکم پیل میں لوگ اپنی جان بچا کر چھوڑ گئے تھے۔ پہلا شیطان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ جیسا کہہ رہا ہو کہ نیچے نظر کریں۔ دیکھو میں نے کل کیا کیا۔ لاکھوں لوگ اللہ اکبر کی صدائیں لگائیں کنکریاں مارے جا رہے تھے۔ عجیب فضا تھی۔ ہم بھی کونے میں پہنچے، اسماء نے پہلا نشانہ لگایا، نشانے پہ لگا۔ دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا اور ساتواں سب ٹھیک ٹھاک لگے۔ نشانہ لگانے کا بھی ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہے۔ اپنا اپنا طریقہ ہے۔ انڈیا کا لڑکا لکھنوی انداز میں ہولے ہولے پیچھے سے آگے آتا ہوا نشانہ باندھ کر کنکریاں پھینک رہا ہے۔ افغانی غلیل بنا کر نشانے لگا رہا ہے۔ 80 سالہ اماں وہیل چیئر پر بیٹھی ٹھیک ٹھاک نشانہ لگا رہی ہے، جب نشانہ لگ جاتا تو خوشی سے اس کا لال چہرہ قندھاری انار کی طرح اور لال ہو جاتا۔ بیٹے نے بہتیرا کہا کہ باقی میں مار لیتا ہوں اس نے اسے غصہ سے پرے کیا اور ساری کنکریاں خود ماریں۔ انڈونیشیائی اور ملائشیائی اپنا نرالا انداز اپنائے ہوئے ہیں۔ چھوٹے قد کے ہیں، اس لیے اچھل اچھل کر کنکریاں مارتے ہیں۔ ایرانی سب سے زیادہ پرجوش انداز میں فارسی میں ''مرگ بر شیطان مرگ بر دشمنان اسلام'' کا نعرے لگاتے ہوئے کنکریاں پھینکتے ہیں۔ ایک بنگالی بابا دور سے فاسٹ باؤلر کی طرح باؤلنگ کے انداز میں آتا اور جب کنکر عین ٹارگٹ پر لگتی تو وکٹ آؤٹ کرنے کی خوشی مناتا۔ غرضیکہ ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہے۔ اپنا اپنا طریقہ ہے۔ تینوں شیطانوں کو کنکریاں ماریں۔ آج دوسرے شیطان کو کنکریاں مار کر...... اللہ سے خوب دعائیں کیں کہ رقصِ ابلیس پھر سے جاری نہ ہو جائے۔ لعین کھڑا پھر مسکرا رہا ہے۔ ڈر سا لگا کہ کہیں اس کے باشندے پھر نہ کچھ کر دیں۔

منیٰ میں آخری رات

گروپ کے آدھے لوگ کنکریاں مارنے کے فرض سے فارغ ہو کر مناسک حج پورے ہونے کی مبارکبادیں سمیٹ کر واپس عزیزیہ جا رہے ہیں۔ ایام تشریق میں کم از کم دو راتیں منیٰ میں ٹھہرنے کا حکم ہے۔ خالد صاحب کہنے لگے موقع ہے نیکیاں سمیٹنے کا، ایک رات اور منیٰ میں ٹھہر جائیں۔ حکم بھی ہے۔ ویسے بھی مغرب سے پہلے منیٰ چھوڑنے کا حکم ہے۔ واپس آئے تو بھرا پرا ہنستا بستا منیٰ شہر خموشاں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اکثر گروپ گاڑیوں میں لد کر واپس جا چکے تھے۔ تین چار دن کے لیے آباد ہونے والا لاکھوں کا مسکن پل بھر میں تقریباً خالی ہو چکا ہے۔ ہو کا عالم ہے۔ ایسے لگ رہا ہے کہ شہر کے باسی گم ہو چکے ہیں۔ جادو کے اثر کے تحت شہر کو اجاڑ دیا گیا ہے۔ سڑکوں، فٹ پاتھوں، دالانوں، راہداریوں اور مکتبوں کے دونوں جانب مکینوں کی ہزاروں چیزیں بکھری پڑی ہیں۔ کچرے

کے ڈھیر، جا بجا لگے ہوئے ہیں۔ راستوں، دالانوں، راہداریوں، اور سڑکوں پر جہاں ہر وقت ہر لمحے کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ وہ اب خالی پڑی ہیں۔ ایک ایک خیمے میں 25-20 افراد تھے۔ سوتے وقت پہلو بدلتے تو کروٹ دوسرے کے سر یا ٹانگوں پر پڑتی۔ اگر رات کو دیر سے آؤ گے تو سونے کے لیے جگہ نہیں ملے گی۔ ساتھ والے کمرے سے خواتین کی آواز آئی آج کھلے ہو کر لیٹیں گے۔ شاہ صاحب کہنے لگے آج ہر حاجی کے لیے علیحدہ کمرہ اور باتھ روم مخصوص ہے۔ رونق زندگی ہے۔ زندگی میں رونق اور رعنائی، ہلچل اور ہل جل نہ ہو تو زندگی پھیکی ہوتی ہے۔ منٰی میں اب بے رونقی ہے۔ رونق انسانوں سے ہوتی ہے۔ سینکڑوں خیموں کے مکین جا چکے ہیں۔ باتھ روم ویران پڑے ہیں۔ آج بھی فجر اور ظہر کے وقت لمبی لائنیں تھیں۔ پل بھر میں ہی سارا شہر ویران ہو گیا اب منٰی پھر اگلے سال آباد ہوگا۔ ہم میں سے جس کی روح نے ایک سے زیادہ بار خلیل اللہ کی پکار پہ لبیک کہا تھا اسے دوبارہ سعادت ملے گی ورنہ نئے عازمین حج آئیں گے۔

منٰی میں ہسپتال کا آخری دن

منٰی میں اپنا منی ہسپتال خوب کامیاب اور بھرپور رہا۔ بقول جاوید صاحب "آپ نے اللہ کے ساتھ مل کر خوب بزنس کیا اور منافع کمایا" کل حجاج کرام شکایت کر رہے تھے کہ ڈاکٹر ہمیں چھوڑ کر کیوں گیا۔ بھئی ڈاکٹر نے بھی طواف زیارت کرنا تھا۔ لیٹ آنے کا سبب بتایا تو حجاج کرام کہنے لگتے ہیں آپ ادھر جو خدمت کر رہے ہیں۔ وہ بھی تو حج ہے۔ پاکستان کی طرح ادھر بھی حجاج کرام سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر کا کام صرف ہماری خدمت کرنا ہے اور باقی کچھ نہیں۔ بچے کھچے لوگوں میں سے مریض آتے جا رہے ہیں۔ چیک کروا رہے ہیں۔ اماں کو کل گرم پٹیاں کی تھیں۔ آج خوشی خوشی آئی۔ میں نے طواف زیارت کر لیا۔ اللہ کا شکر ہے۔ خیمہ 73 کے روم میٹس میں سے محمد شفیق الرحمٰن ساہیوال، ظفر اقبال سیالکوٹ، شیخ زاہد لاہور، محمد خالد لاہور، طارق شاہ، توفیق الرحمٰن اور کاشف الرحمٰن موجود ہیں۔ باقی کوچ کر گئے ہیں۔ آج انعام صاحب سے خوب گلے شکوے اور شکایتیں ہوئیں۔ انہوں نے اس کا اچھا جواب دیا۔ جانے والوں کے لیے گاڑی کا انتظام کیا۔ باقی لوگوں کے لیے سعودی فوڈ چین "البیک" سے، جو میکڈونلڈ یا کے ایف سی سے کسی طرح کم نہیں، کھانا منگوایا۔ کھانا مزیدار تھا۔ بچے کھچے ساتھیوں نے اکٹھے ایک ہی کمرے میں نماز مغرب اور عشاء ادا کی اور سونے کی تیاریوں میں لگ گئے۔ آج اکثر خیمے خالی ہیں۔ مکین جا چکے ہیں مگر ادھر ادھر پاکستانی، بنگلہ دیشی، انڈین حجاج کرام ایک اور رات منٰی میں گزارنے اور اس کی برکتیں سمیٹنے کے لیے موجود ہیں۔ کیونکہ حکم ہے کہ اگر جلدی نہ ہو تو ایام تشریق کی تین راتیں منٰی میں گزاریں لیکن اس کے ساتھ ایک اور ایڈیشنل ڈیوٹی بھی سرانجام دینا پڑے گی۔ کہ شیطان لعین جو کل سے رقص ابلیس دکھا دکھا کر پریشان کر رہا ہے۔ اس کو ایک دفعہ پھر مارنا پڑے گا۔ ختم کرنا پڑے گا۔ صرف کنکریوں سے نہیں۔ اپنا من مار کر برداشت پیدا کر کے،

جذبات سفلی کو پرے کر کے، نفس امارہ کو فنا کر کے، نفس مطمئنہ کو اجاگر کر کے۔ باجی نجمہ کی طبیعت خراب ہوگئی جس کی وجہ سے کچھ پریشانی ہے۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ حج کے سارے مناسک بخیر وخوبی سرانجام پا گئے۔

پیغمبروں علیہم السلام کی مسجد میں

صبح 4 بجے ہی شاہ صاحب نے جگا دیا۔ طارق شاہ کا کمال ہے جو بات کہہ دی، کر کے دکھاتے ہیں۔ رات 2 بجے تک گھومتے رہیں گے۔ ساتھیوں کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ ان کی جلی کٹی سنتے رہیں گے لیکن اگر 4 بجے صبح جگانے کا کہہ دیا تو چار بجے آن موجود ہوں گے۔ صبح سویرے تہجد کے لیے اٹھے، نفل پڑھے۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ پاکستان کی سلامتی کے لیے دعائیں کیں۔ بچوں یمنیٰ، حذیفہ، ماہ نور، اہل خانہ، دوست احباب اور عالم اسلام کے لیے دعائیں کیں۔ صبح سویرے اِک دفعہ پھر مسجد الخیف کی طرف رواں دواں تھے۔ اندازہ تھا کم لوگ ہوں گے مگر اللہ اللہ مسجد الخیف کے باہر اگرچہ شروع کے دنوں والا رش نہیں تھا لیکن پھر بھی ہزاروں لوگ باہر بیٹھے تھے۔ اسماء بھی ساتھ تھی۔ اسماء کو عورتوں والے حصے میں بھیجا۔ مردوں والے حصے میں بڑی مشکل سے جگہ ملی۔ لوگ زیادہ تر بیٹھے، سوئے اور لیٹے ہوئے تھے۔ کچھ ذکر و اذکار، تسبیحات، تلاوت میں مصروف تھے۔ روحانی سکوت اور سکون تھا۔ مسجد کے منبر سے حدِ نگاہ تک لوگ ہی لوگ تھے۔ مسجد الخیف 70 انبیاء علیہم السلام کا مسکن رہا اور یہاں 70 انبیاء مدفون ہیں۔ اسی وجہ سے اس مسجد میں عجیب جلال ہے۔ کمال ہے، خوبصورتی ہے، اندر داخل ہوتے ہی بندہ مسجد کے جلال اور کمال میں کھو جاتا ہے۔ مسجد میں ہر وقت جلال کی سی کیفیت رہتی ہے۔ مسجد الخیف کا ایک علیحدہ مقام ہے۔ مرتبہ ہے۔ کتنے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام یہاں آئے اور قرب وجوار میں مدفون ہیں۔ فجر شروع ہوئی۔ امام صاحب تلاوت ایسے پرسوز اور دلنشیں انداز میں کرتے ہیں کہ دل موہ لیتے ہیں۔ سورہ واقعہ کی تلاوت کرتے ہوئے قیامت کا ایسا نقشہ کھینچا کہ سارا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ اور رقت طاری ہوگئی۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ الفاظ کا زیر و بم، ادائیگی اس طریقے سے کرتے ہیں کہ جیسے یہ آیتیں آج ہی نازل ہوئی ہیں۔ مسجد کے باہر ایک کینٹینر میں حاجیوں میں ناشتہ تقسیم کیا جا رہا تھا۔ سعودیوں کی مہمان نوازی واقعی بے مثال اور لاجواب ہے۔

مکتب 11 کا پراسرار بابا

ایک بابا ہے، بوڑھا ہے، پاکستانی ہے۔ اس کی حرکتیں عجیب ہیں۔ پراسرار ہیں، کبھی صبح جگا رہا ہے۔ کبھی خبردار کر رہا ہے۔ کبھی الکریمی الکریمی کر رہا ہے۔ کبھی کسی کو ڈانٹ رہا ہے، کبھی کسی کے ساتھ عربی اور پاکستانی مکس انداز میں جھگڑ رہا ہے۔ ابھی ادھر تھا۔ اگلے لمحے غائب، پتہ نہیں جیتا جاگتا انسان ہے یا چھلاوہ۔ جب اس کی شکل دیکھتا ہوں۔ اس کی پراسراریت اور پراسرار ہو جاتی ہے۔ بات کرنے کی کوشش کریں تو یا حاجی کہہ کر چپ ہو جاتا ہے۔ بولتا نہیں ہے، کچھ پوچھیں تو جواب ندارد، مگر جب بولنا شروع ہوتا ہے تو صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہے

باقی سب ہمہ تن گوش ہوتے ہیں یا پھر اس کی آواز پر اس کے ہم رکاب ہوتے ہیں۔

منٰی میں خالی باتھ روم

پچھلے تین دن منٰی میں باتھ روم کا خالی ملنا بعید از قیاس تھا۔ لمبی لمبی لائنیں اور اندر جانے والوں کے لیے اپنی اپنی زبان میں دلچسپ و عجیب تبصرے:

☆ بھئی کیا کر رہے ہو!

☆ اندر ہی بیٹھے رہو گے!

☆ چھاؤنی ڈالے بیٹھا ہے!

☆ بھئی اس کا کنڈا کھٹکھٹاؤ!

☆ ساتھ والے تو چار فارغ ہو گئے اس کو کیا مروڑ ہے؟

☆ دیکھو کپڑے تو نہیں دھو رہا ہے!

☆ یار، کیا آدمی ہے دوسروں کا خیال ہی نہیں۔

یہ سب سننے سے بچنے کے لیے جب موقع ملا چپکے سے لائن میں کھڑے ہو گئے، جلدی جلدی فارغ ہوئے اور باہر آ گئے۔ بابے مسکرا کر کہتے ہیں کہ اس طرح جلدی کرنا چاہیے۔ اس میں ایک ٹیکنیکل مشورہ بھی ہے کہ جب بھی باتھ روم جائیں بابوں والی لائن میں کھڑے نہ ہوں کیونکہ ان میں زیادہ تر مختلف وجوہ، ذیابطیس اور پراسٹیٹ بڑا ہونے کی وجہ سے زیادہ وقت لگاتے ہیں۔ لیکن آج تو عنوان ہی بدلے ہوئے ہیں۔ سارے باتھ روم خالی ہیں۔ وضو کی جگہ بھی خالی ہے۔ اگرچہ صبح قطار لگی ہوئی تھی اسی لیے تو کراچی کا بابا آنکھیں ملتا اٹھا، وضو کرنے کے لیے گیا قطار دیکھ کر بولا، بھئی آج قطار کا ہے کو لگی ہے؟ سب تو چلے گئے۔ دوسرا بابا برش سے گھسیٹ گھسیٹ کر دانت صاف کر رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر بابا بولا کیوں بابا دانت توڑنے کے ارادے ہیں۔ مگر آج جس مرضی باتھ روم میں گھس جائیں۔ مزے سے نہائیں۔ وضو کریں یا جو مرضی کریں۔ آپ کی اپنی بادشاہی ہے۔ آپ کا اپنا راج ہے۔ خوب مزے سے گرم پانی سے غسل کیا۔ صابن کے استعمال کا بھی موقع ملا کیونکہ میدان خالی تھا اور پیچھے کوئی انتظار بھی نہ ہو رہا تھا۔

منٰی میں شاہی ٹکڑے

منٰی میں آخری رات گزارنے کی بڑی سعادت ہے۔ رات سے ہی بہترین کھانا، بہترین چائے، خالی کمرہ، پھل، ہر شے وافر مقدار میں مل رہی ہے۔ کمرے میں جگہ ہی جگہ، واش روم خالی، وضو کی جگہ پہ کوئی رش نہیں۔ دعائیں کرنے، استغفار کرنے کا بہترین موقع ملا۔ مسجد الخیف میں صبح فجر کی نماز ادا کی۔ بہترین ناشتہ ملا۔

دوبارہ کنکریاں مارنے جانے لگے تو شفیق الرحمان نے سلائس پر جام، شہد، مکھن لگا کر شاہی ٹکڑا پیش کیا۔ جس کے منہ میں جاتے ہی ایسے لگا جیسے شیرینی سارے بدن میں گھل گئی ہو۔ شفیق صاحب کہنے لگا کہ یہ منیٰ کا شاہی ٹکڑا ہے۔ منیٰ میں آخری رات گزارنے کی ویسے ہی بڑی برکت ہے مگر اس کے علاوہ جو کچھ مل رہا ہے۔ اسی برکت کی وجہ سے ہے۔

شیطان لعین کو آخری بار کنکریاں مارنا

پیکنگ شروع، سمیٹا سمیٹی تو کل شام ہو چکی تھی۔ اکثر خیمے بے آباد ہیں کیونکہ ان کے مکین جا چکے ہیں۔ اس کے باوجود سارے خیموں میں رات بھر اے سی اور لائٹیں ایسی ہی چلتی رہیں۔ کسی نے بند کرنے کا نہ سوچا۔ عزیز یہ جانے کے لیے بس ایک بجے آئے گی۔ اس سے پہلے تیار ہو جائیں موقع غنیمت جانا۔ ایک دفعہ پھر مسجد الخیف جانے کا موقع مل گیا۔ پیغمبروں علیہم السلام کی مسجد سے تو پہلے دن سے ہی عقیدت ہو گئی تھی۔ خیمے سے پیدل نکلے۔ آگے قافلوں کے قافلے جا رہے تھے۔ رنگ برنگے قافلے۔ مختلف قومیں، نسلیں۔ مختلف رنگ۔ کالے، نیلے۔ پیلے، لال اور سفید قوس قزح کے سارے رنگوں کے پیرہن پہنے موجود ہیں۔ کچھ گاڑیوں میں بیٹھ کر واپس اپنی منزلوں کی طرف جا رہے ہیں۔ کچھ قافلے حرم کی طرف گاڑیوں میں رواں دواں ہیں۔ مگر لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسجد الخیف اور جمرات کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کل تک تو ایسے لگا تھا کہ منیٰ خالی ہو گیا ہے۔ منیٰ اجڑ گیا ہے۔ مگر آج پتہ نہیں کہاں سے اتنے لوگ پھر نکل آئے۔ جمرات اور مسجد الخیف کے راستے میں لوگ ہی لوگ تھے۔ مسجد الخیف میں تو پہلے دن سے زیادہ رش نظر آیا۔ اندر تو کب کا بھر چکا تھا۔ لوگ سیڑھیوں پر، فٹ پاتھوں پر، سڑکوں پر، تپتی دھوپ اور گرمی میں جاءنماز یا کپڑا بچھائے بیٹھے ہیں۔ نماز کے انتظار میں ہیں کہ یہ مسجد الخیف، منیٰ میں حج کی آخری نماز ہے اس لیے لوگ زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹنے کے چکر میں ہیں۔ اسماء نے دو تین دفعہ سیڑھیوں سے آگے جانے کی کوشش کی لیکن کچھ بن نہ پڑا۔ سوچا سیڑھیوں پر بیٹھ جاؤں اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ مسجد کے باہر ایک افریقی لڑکی اپنی دکان سجائے بیٹھی تھی، ساتھ ہی اوپر سایہ کیا ہوا تھا۔ دو چٹائیاں پڑی تھیں۔ ایک پہ اسماء کو بٹھایا اور دوسری پہ خود بیٹھ کر نماز ادا کی۔ آج پیغمبروں علیہم السلام کے مدفن اور مسکن مسجد الخیف میں لاکھوں لوگ موجود ہیں چونکہ اس کے بعد منیٰ نے ویران ہو جانا ہے، اجڑ جانا ہے، تقریباً ایک سال کے لیے۔ اس لیے ہر ایک کی خواہش ہے کہ یہاں آ کر نماز ظہر ادا کی جائے۔ آج منیٰ میں خلیل اللہ کی یاد میں شیطان لعین کو تیسری دفعہ للکارنا ہے۔ اس کو لہولہان کرنا ہے۔ اس کی چالوں کو ناکام کرنا ہے۔ تاکہ پھر سے کہیں رقص ابلیس شروع نہ ہو جائے۔

☆.........☆

خلیل اللہ، اسمٰعیل علیہم السلام، ہاجرہ اور حج

جمرات کو کنکریاں مارنا...... خلیل اللہؑ کی سنت

صفا و مروہ کی سعی۔ خلیل اللہؑ کی بیوی اماں ہاجرہ کی سنت آج پھر تقریباً پہلے دن والا رش تھا۔ آج کے دن کے بعد شیطان نے سال کے لیے بند ہو جانا تھا۔ اسے اب سارا سال اپنے زخم سہلانے تھے۔ ساتھ کے خیمے والی کہہ رہی تھیں کہ اب سارا سال پٹیاں کرواتا رہے گا۔

زخم سہلاتا رہے گا۔

روتا رہے گا۔

آج جمرات میں چونکہ آخری دن تھا

جوش و جذبہ بھی زیادہ تھا۔

شوق اور جنوں بھی زیادہ تھا۔

ساڑھے چھ فٹ کا سوڈانی شیطان کے منہ کے سامنے کھڑا ہاتھ لمبا کر کے کنکریاں مارے جا رہا ہے اور مارے جا رہا ہے۔ قد لمبا ہے۔ ہاتھ لمبے ہیں ایسے لگ رہا ہے کہ آج شیطان کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لے گا اور اس کی گردن دبا کر اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے گا۔ جوان عربی خاتون اپنے چھوٹے بیٹے اور بیٹی کو ابھی سے شیطان کو مارنے کی تربیت کر رہی تھی۔ بچے اچھل اچھل کر کنکریاں مار کر خوش ہو رہے تھے۔ تیر نشانے پہ

لگتا خوشی سے تالیاں بجاتے بالکل اسی انداز میں جس طرح کرکٹ میچ کے دوران بچے کسی کی وکٹ لے کر خوشی سے اچھلتے کودتے ہیں یا عرب بچے فٹ بال میچ میں گول کر کے خوشی سے جھومتے ہیں۔

بنگلہ دیشی بابا 7 کنکریاں بڑے شیطان کو مار کر غصے سے واپس پلٹا۔ میں نے اس کو اور مارنا ہے...... بیٹا مشکل سے پکڑ کے لے گیا۔ مگر وہ کہے جا رہا ہے کہ میں نے اور کنکریاں مارنی ہیں۔

کنکریاں مارنے سے پہلے تاریخ کا پہیہ گردش ایام کی طرف پلٹا۔

سنگلاخ اور چٹیل پہاڑ، تپتی زمین، بے آب و گیاہ بستی، منیٰ کی وادی ہے۔ ابراہیمؑ تیز تیز چل رہے ہیں، پاؤں زخمی ہیں۔ یہیں کہیں انہی وادیوں میں۔ انہی پہاڑوں میں ابراہیمؑ آئے ہوئے ہیں۔ اسمٰعیلؑ ساتھ ہیں۔ شیطان بار بار پیچھے آ رہا ہے۔ دل میں وسوسے ڈال رہا ہے۔ بہلانے، پھسلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کچھ خیال کریں۔ پیچھے مڑ کر تو دیکھیں۔ اس عمر میں بچہ ملا۔ اسے قربان کرنے جا رہے ہیں۔ ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو بتایا تو پیغمبر بچہ بولا کہ بابا اس کی باتوں میں نہ آئیں۔ اس کی بات نہ سنیں۔ یہ شیطان لعین ہے۔ تیز چلیں۔ میری آنکھوں پہ پٹی باندھ لینا اور اپنی آنکھوں پہ بھی۔ شیطان لعین نے پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا پہلے بڑے نے وسوسہ ڈالنے کی کوشش کی۔ پھر درمیانے نے اور آخر میں چھوٹے نے۔ خلیل اللہؑ تینوں کو 7 کنکریاں مار کر آگے بڑھتے رہے۔ اسمٰعیلؑ کو لٹاتے ہیں۔ چھری پھیرنے لگتے ہیں۔ شیطان پھر وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ شفقت پدری ابھارنے کی کوشش کرتا ہے۔ فرشتے باجماعت ہو کر آسمان سے منیٰ تک آ گئے ہیں۔ یا اللہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ روکیے خلیل اللہؑ کو۔ خلیل اللہؑ کی قربانی قبول ہو گئی۔ اللہ کو خلیل اللہؑ کی ادا اتنی پسند آئی کہ مینڈھا بھیج دیا۔ خلیل اللہ آزمائش میں کامیاب ہو گئے۔ خلیل اللہؑ کا نام امر ہو گیا۔

اسی قربانی کی یاد میں جمرات میں شیطان لعین کو کروڑوں پتھر پڑتے ہیں۔ اور ہر سال اربوں کی تعداد میں جانوروں کی اللہ کی راہ میں قربانی ہوتی ہے۔

اسماء بھی آگے بڑھی۔

آج حج کا آخری مناسک ہے۔

آخری دفعہ شیطانوں کو پتھر مار کر جانا ہے۔

پھر پکے حاجی اور حاجن ہو جانا ہے۔

پہلا پتھر، دوسرا پتھر، تیسرا پتھر، چوتھا پتھر، پانچواں پتھر، چھٹا اور ساتواں پتھر ساتوں نشانے پہ لگے۔

آج تینوں دروازے بند کر دیے گئے تاکہ دھکم پیل کم ہو۔ دھکم پیل پھر بھی ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی بھگدڑ بھی مچ جاتی ہے۔ جس سے نقصان ہوتا ہے۔ لوگ زخمی ہوتے ہیں۔ درمیان والے شیطان کو بھی 7،7

پتھر مارے۔ قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی۔ تیسرا شیطان رہ گیا۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے غصہ شدید ہو گیا۔ آنکھوں میں خون اتر آیا۔ بازوؤں میں شدید طاقت آ گئی۔ کیوں ورغلانے کی کوشش کی تھی میرے بابا ابراہیم علیہ السلام کو۔ اب اتنے لاکھوں لوگوں کے وار کیسے سہو گے، کیسے تمہارے زخم ٹھیک ہوں گے۔ تیسرے شیطان کو بھی حجاج کرام نے کنکریاں ماریں۔ یوں اللہ کے فضل سے اپنا حج مکمل ہو گیا! سارے مناسک پورے ہو گئے! کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ تھکاوٹ وغیرہ ضرور ہوئی۔ ساتھیوں کی خدمت بھی کی علاج بھی کیا۔ ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔ برداشت کیا۔ کسی کو دھکا نہ دیا۔ صبر کا مظاہرہ کیا۔ ہمت کی۔

صبر، برداشت، ہمت، خدمت اور بار بار برداشت یہی سب کچھ حج ہے اگر کر سکتے ہیں تو ضرور کریں۔ دیر نہ کریں کیونکہ حج فرض ہے۔ اس حج کا زیادہ ثواب اسماء کو جاتا ہے۔ کیونکہ پچھلے دو سال سے وہ بار بار کہہ رہی تھی کہ حج پر جانا ہے۔ اس کی کوششوں اور دعاؤں سے بلاوا آ گیا اور ہم حاجی ہو گئے۔ منٰی کو بے آباد کر کے لاکھوں حاجی اپنے اپنے عارضی مسکنوں کی طرف لوٹے۔ خیمہ والوں نے بھی سامان اتارنا اور پیک کرنا شروع کر دیا۔ سڑک پہ ساری گاڑیاں حجاج کرام کی ہیں۔ عصر کی نماز راستے میں ادا کی۔ 5 بجے کے قریب عزیزیہ رہائش گاہ پہنچے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں قریبی مسجد میں باجماعت ادا کیں۔

دم پڑا کہ نہیں

آدھے ساتھی کل جلدی آ گئے تھے۔ کچھ مغرب سے پہلے کچھ مغرب کی اذان کے ساتھ۔ اب مسئلہ زیر بحث ہے کہ "دم" پڑا کہ نہیں۔ بیگ صاحب، ظفر صاحب اور دوسرے ساتھی پہلے آنے والوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ آپ 28 لوگ پہلے آ گئے ہیں آپ پر دم "واجب ہو گیا ہے، فی بندہ ایک ایک بکرا قربان کریں ورنہ حج میں کمی رہ جائے گی۔ کہتے ہیں انعام صاحب ذمہ دار ہیں۔ بیگ صاحب بولے بھئی حج اپنا اپنا ہوتا ہے۔ آپ مغرب کے بعد منٰی میں تھے اس لیے آپ پر واجب تھا کہ اگلے دن شیطان کو کنکریاں مار کر واپس آئیں۔ آپ نے ایسا نہیں کیا تو اب آپ پر دم واجب ہو گیا ہے۔ ایک بکرے کی قربانی دے کر جان چھوٹے گی۔ دم دینے کا معاملہ جدہ واپسی تک زیر بحث رہا۔ اعجاز صاحب کہیں سے فتویٰ لے آئے کہ چونکہ ہم مغرب سے پہلے اپنے خیموں سے نکل آئے تھے اس لیے دم دینا ضروری نہیں۔

منٰی کا منی کلینک اب کمرہ 304 عزیزیہ میں

منٰی کی خیمہ بستی لپیٹی گئی تو ہمارا منٰی کلینک بھی لپیٹ دیا گیا۔ بچی کھچی دوائیں اکٹھی کر لی گئیں۔ عزیزیہ پہنچتے ہی مریض آنا شروع ہو گئے۔

چل چل کر ٹانگیں پتھر ہوگئی ہیں! اب مزید چلا نہیں جا رہا؟ پاؤں میں چھالے ہیں۔ ٹانگوں میں کھلیاں ہیں۔ پیٹ خراب ہے۔ خارش ہے۔ کھانسی ہے۔ فلو ہے۔ چھاتی کا انفیکشن ہے۔ معدہ میں جلن۔ جسم میں درد وغیرہ کی علامات کے ساتھ حاجی آتے جا رہے ہیں۔ چیک اپ کے بعد دوا لے رہے ہیں۔ مریضوں کی آمدو رفت پوری رات جاری رہی۔ لاہور سے اور دوائیاں منگوانا پڑیں گی۔ رات کے گیارہ بج چکے ہیں مگر مریضوں کا آنا جانا ابھی لگا ہوا ہے۔ آخری مریض چیک کیا اور پھر لمبی تان کے سوگئے۔

المستشفیٰ الباکستانی کمرہ 303 جنوبی عزیزیہ

رات آخری کام ایک حاجی کو چیک کر کے دوا دی تھی۔ صبح فجر کے بعد پھر سے مریض حجاج کرام کی آمدو رفت شروع ہوگئی۔ حجاج کرام گرمی، دھوپ اور مشقت برداشت کر کے آئے ہیں۔ اس وجہ سے ہر کوئی کسی نہ کسی مسئلہ سے دوچار ہے۔ نزلہ، کھانسی، فلو، چیسٹ انفیکشن عام ہے۔ ہر کسی کو کھانسی ہے، الرجی ہے، بلغم ہے، ریشہ ہے، دو دفعہ لاہور سے دوائیاں آ چکیں۔ اب تیسری دفعہ کچھ کرنا پڑے گا۔

طارق شاہ نے حسب معمول صبح چار بجے جگا دیا۔ 16 بندوں کے لیے ایک واش روم ہو تو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ منیٰ یا عرفات والا معاملہ نہیں۔ واش روم خالی ہوا تو وضو کیا اور مسجد آن پہنچے۔ مسجد میں حاجیوں اور ترکوں کا پہلے ہی کی طرح ہجوم ہے۔ یہاں کی تمام مسجدیں، صاف ستھری، کھلی اور ہوادار ہیں۔ مسجد میں باجماعت نماز پڑھ کر اور وہاں کچھ وقت گزار کر دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ تلاوت کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے کی توفیق ہوئی۔ پیارے وطن پاکستان اہل خانہ اور دوست واحباب کی صحت، عافیت اور خیریت کے لیے دعائیں مانگیں۔ اور اس کے بعد عزیزیہ کے پہاڑوں کی طرف نکل گئے۔

مکہ کی گلیاں اور پہاڑ

مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین کی سڑکوں، گلیوں، پہاڑوں پر چلنے کا بہت مزا آتا ہے۔ چلتا جاتا ہوں اور چلتا جاتا ہوں۔ یاد ایام کا پہیہ چلتا ہے۔ یہی وہ جگہیں ہیں۔ جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ اکرامؓ کے نقش پا ہیں۔ انہی گلیوں میں وہ آتے تھے۔ پتھروں کو دیکھ دیکھ کر ان پہ رشک آ رہا ہے کہ ان میں سے کوئی تو پتھر ہے جس پہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھی بیٹھے تھے۔ آرام کیا تھا۔ عزیزیہ کی سڑکیں، گلیاں بازار ابھی تک حاجیوں سے بھری پڑی ہیں البتہ کچھ عمارتوں کے باہر بڑی بڑی گاڑیاں کھڑی ہیں جن میں صوفے، گدے، بستر، کمبل اور دوسرا ضروری سامان پیک ہو رہا ہے۔ حاجی یہاں سے جا چکے ہیں۔ جگہ جگہ خالی بوتلوں پلیٹوں، جوس کے ڈبوں اور دوسرے سامان کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ طارق شاہ نے بتایا کہ

دو تین دن تک سب کچھ اٹھا لیا جائے گا۔ مشینیں آئیں گی اور صفایا کر دیں گی۔ کمرے میں صبح سے ظہر تک مریض آتے جا رہے ہیں۔ سب ساتھی خوش ہیں کہ حج کے مناسک خیریت سے ادا ہو گئے لیکن چند ساتھی جو منیٰ میں سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ داخل ہو گئے تھے۔ وہ پریشان ہیں کہ کہیں دم تو نہیں پڑ گیا۔ کیونکہ منیٰ میں ایام تشریق کے دوسرے دن اگر مغرب تک رہیں اور بغیر رمی کیے یعنی شیطانوں کو کنکریاں مارے بغیر نکل جائیں۔ تو ایک بکرے کی قربانی دینا پڑتی ہے۔

نماز سے پہلے خیمہ 73 کے ساتھی گلزار احمد، جاوید صاحب، کاشف الرحمٰن وغیرہ آئے اور منیٰ میں گزارے لمحات کو یاد کیا۔ جاوید صاحب نے اپنے انداز میں بتایا کہ حج اصل میں مسلمانوں کی طاقت، اجتماعیت اور مرکزیت کا مظہر ہے۔ باہمی یگانگت، مساوات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بھائی چارے، ہم آہنگی کا اظہار ہے۔

''دم'' کا مسئلہ سارا دن زیرِ بحث رہا۔ سلیم صاحب اگرچہ پریشان ہیں لیکن ''دم'' دینے کے لیے بالکل تیار نہیں۔

عزیزیہ آتے ہی مریضوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو گیا ہے۔ اسماء کی بھی طبیعت خراب ہے۔ کل طارق شاہ صاحب کا بیٹا حافظ حسن جدہ آ رہا ہے اس کے ہاتھ دوائیں منگوائی ہیں۔ کیونکہ سعودی عرب سے دوائیاں لینا خاصا مشکل ہے اور قیمتیں بھی بہت زیادہ ہیں۔ حاجیوں کی خدمت کر کے اور ان کا علاج کر کے بڑا مزا آ رہا ہے۔ اللہ پاک نے اسی خدمت کی وجہ سے بڑے اچھے طریقے سے حج کروایا۔ اللہ کا شکر ہے۔

''الطریق یا حاج''

اللہ آپ کو حج کے لیے لائے۔ جونہی آپ جدہ ٹرمینل میں داخل ہوں گے۔ آپ کے کان میں ایک آواز آئے گی ''الطریق یا حاج''

پھر یہ آواز آپ سڑک پہ، منیٰ میں، عرفات میں، گلیوں میں، راستوں میں، حرم میں طواف کرتے وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس، جنت البقیع میں، ریاض الجنہ میں یعنی ہر جا سنیں گے۔ کبھی آرام سے، کبھی کرختگی لیے، کبھی اونچی آواز میں، کبھی ڈانٹ کر اور کبھی پیار سے آپ کو بار بار یہ کہا جائے گا۔ ''الطریق یا حاج''، ''الطریق یا حاجہ''۔

نوبت یہاں تک آئے گی کہ یہ سن سن کر آپ کے کان پک جائیں گے اور فوری طور پر آپ اسے ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال باہر کریں گے۔ اصل میں یہ ہمارا اردو کا ''ہٹو بچو ہے'' اس کا لغوی معنی ہے کہ ''حاجی صاحب راستہ چھوڑیں''، ''یہ راستہ ہے''۔ اس کو چھوڑ کر پرے ہو جائیں۔ یہاں کھڑے نہ ہوں۔

اگر آپ راستے میں کسی جگہ کھڑے ہیں۔ یا پیچھے سے کوئی وہیل چیئر آ رہی ہے۔ چاہے آپ حرم میں ہوں یا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ''الطریق یا حاج'' کی آواز آپ کے کان میں پڑتی ہے تو فوراً ہٹ

جائیے ورنہ وہیل چیئر کی ٹکر سے آپ زخمی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے حج پر جانے سے پہلے یاد رکھیں کہ راستے میں کھڑے نہیں ہونا ورنہ "الطریق یا حاج" کی آوازیں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ اور پاکستان آنے تک آپ کو یہ آوازیں تنگ کرتی رہیں گی۔ بلکہ آنے کے بعد خواب میں بھی آپ کو کوئی کہتا رہے گا۔ "الطریق یا حاج"۔

حرم کی تھانیدارنی

حرم میں داخل ہوئے۔ پھر کعبہ پہ نظر پڑی۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ جس نے اپنے گھر بلایا۔ حرم میں جا کر خانہ کعبہ پر نظر پڑتی ہے تو پڑی رہ جاتی ہے۔ ذرا سی دیر کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ کہ شُرطوں، محافظوں نے کہنا شروع کیا۔ "الطریق یا حاجی" "حرک بسرعة" یعنی حاجی آپ راستے میں کھڑے ہیں۔ جلدی سے آگے جائیں۔

نہ چاہتے ہوئے پیچھے ہٹنا پڑا۔ ایک طرف بیٹھے ہی تھے کہ ایک حجاب والی نوجوان محافظہ آ گئی۔ اس نے اسماء اور نجمہ باجی کو سمجھایا کہ یہ مردوں کا حصہ ہے۔ عورتوں کا حصہ میں نے علیحدہ کر دیا ہے۔ ادھر جائیں۔ محافظہ کی زبان عربی تھی لیکن وہ پاکستانی، ایرانی، ترکی، تورانی، انڈونیشی، ملائیشی، بنگلہ دیشی، تاجکستانی ہر قوم کی عورتوں کو سمجھا رہی تھی، گائیڈ کر رہی تھی، ڈانٹ بھی رہی تھی۔ اٹھا رہی تھی، مدد کر رہی تھی۔ دو تین ملائیشی عورتوں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی۔ یہ محافظہ انتظامی امور کی زبردست ماہر تھی۔ ان کو چھوڑا۔ دوسری دو تین کو اٹھایا۔ جن کو سمجھ نہ آ رہی تھی ان کو ہاتھ ہلا ہلا کر اور تالیاں بجا کر متوجہ کر رہی تھی۔ سب کو بٹھا چکی تو اب ملائیشیائی عورتوں کو جنہوں نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی تھی حکم دیا تو انہیں فوراً اٹھنا پڑا۔ 10-5 منٹ میں اس نے اپنے مخصوص ایریا میں عورتوں اور مردوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ یہ اس حرم کے اس حصہ کی تھانیدارنی ہے۔ اس کی بات ہر ایک کو ماننا پڑتی ہے۔ حرم کی اس تھانیدارنی اس محافظہ بیٹی کو میرا عقیدت بھرا سلام۔

عزیزیہ کو مع السلام حرم کو سلام

عزیزیہ سے رخصتی کا وقت آ گیا۔ 17 اکتوبر کو رات گئے یہاں پہنچے تھے۔ 8 ذوالحجہ تک ٹھہرے اور 13 ذوالحجہ کو واپس لوٹے تھے۔ ظہر کے بعد پیکنگ کا حکم ملا۔ سب سامان پیک کر کے نیچے بھیجا۔ کچھ ساتھی پہلے روانہ ہو گئے۔ عزیزیہ میں عصر کی نماز ادا کی اور ایک دفعہ پھر سوئے حرم چلے۔ حرم کے قریب پہنچ کر اندازہ ہوا کہ اتنا زیادہ رش نہیں لیکن حرم کے اندر سعی بھی جاری ہے۔ ہزاروں لوگ طواف بھی کر رہے ہیں۔ ہزاروں ذکر و اذکار، تسبیح، تہلیل میں مصروف ہیں۔ حرم میں مغرب کی نماز کا وقت ہوا۔ امام صاحب کی قرأت نے سب پر سکتہ اور رقت طاری کر دی۔ جب امام صاحب نے آمین کہا تو ایسے لگا بیت اللہ سے بیت المعمور تک فرشتے بھی آمین کہہ رہے ہیں۔ حرم میں مغرب سے عشاء کا وقت ایسے گزرا کہ پتہ بھی نہ چلا۔ تھانیدارنی کی تالیوں اور یا "حاج" کی

آوازوں نے یاد دلایا کہ عشاء ہونے والی ہے۔ اس نے اپنے ایریا میں پھر سے ایکشن شروع کر دیا۔ عورتوں کو مردوں سے علیحدہ کیا۔ نماز عشاء حرم میں ادا کی۔ اللہ اللہ کیا شان ہے حرم کی، کہیں اور نماز پڑھیں گے تو ایک نماز کا ثواب حرم میں ایک نماز پڑھیں تو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب۔ کعبہ کا طواف بھی ہو رہا ہے۔ اماں ہاجرہ کی سعی بھی جاری ہے۔ سامنے اللہ جل جلالہ کے گھر کے گرد لاکھوں پروانے، دیوانے اور دیوانیاں دیوانہ وار گھوم رہے ہیں اور ادھر صفا اور مروہ کے راستے پر اماں ہاجرہ کی تقلید میں ہزاروں بندے اور بندیاں دوڑتے جا رہے ہیں سعی کرتے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ اماں حاجرہ کی عظمت کے گن بھی گاتے جا رہے ہیں۔

حرم اور اللہ کا گھر دنیا میں ایک ایسی مرکزی اور منفرد جگہ ہے جہاں دنیا کی ہر قوم، ہر رنگ، ہر نسل، ہر قبیلے، ہر ملک، ہر خطے، ہر براعظم کے تمام رنگ نظر آتے ہیں۔ سعی کرتے ہوئے کالے، گورے، زرد، پیلے افریقی، ایشیائی ملایشیائی، انڈونیشی، تورانی، ایرانی، روسی، تاجکستانی، ترکی، مصری، شامی، انڈین، پاکستانی، صومالی، سوڈانی، امریکی، برطانوی، آسٹریلوی غرضیکہ ہر ملک اور ہر خطے کے لوگ نظر آ رہے ہیں۔ یہ سب اپنے رنگوں اور قومیتوں میں تو جدا جدا ہیں لیکن سب ایک ڈوری میں بندھے ہیں۔ سب کا مرکز کعبہ ہے۔ سب کی نگاہیں ایک اللہ کی طرف ہیں سب ایک ہی رب اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والے ہیں۔

عزیزیہ کو خدا حافظ کہا۔ حرم سے نکل کر اب نئی قیام گاہ ہوٹل رحاب الروضہ کا رخ کیا۔ حرم سے یہاں تک کا فاصلہ 600 میٹر سے زیادہ ہے۔ راستے میں کئی ہوٹل تھے جو پچھلے سال موجود تھے اب گرا دیے گئے ہیں۔ بعض کا ملبہ ابھی تک پڑا ہے۔ مزید کو گرایا جاتا ہے تاکہ حرم میں مزید توسیع ہو سکے۔ سعودی حکمرانوں کا یہ کمال ہے کہ جو بھی حکمران آتا ہے اس کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے دور میں حرم اور مسجد نبوی کی زیادہ سے زیادہ خدمت ہو جائے تاکہ عازمین حج اور عمرہ کے لیے مزید آسانی ہو اور وہ بغیر کسی تکلیف کے خوشی خوشی اپنا مذہبی فریضہ ادا کریں۔

ہوٹل میں کمرہ نمبر 903 میں قیام ہوا۔ 17 منزلہ ہوٹل ہے۔ فندق رحاب الروضہ۔ شارع الھجرۃ پر مسجد الھجرۃ کے مقابل واقع ہے۔ حرم کے باہر سے لے کر پوری سڑک حجاج کرام سے بھری ہوئی ہے جو اپنے اپنے ہوٹلوں اور کمروں کی تلاش میں رواں دواں ہیں۔ بھوک زوروں پر تھی۔ شیخ صاحب نیچے جا کر پاکستانی ہوٹل سے دال روٹی لے آئے۔ دو اور ساتھی بھی شامل ہو گئے۔ پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور سو گئے یہاں کے کھانے میں، رزق میں برکت ہے۔ دو آدمیوں کا کھانا چار پانچ آدمی آسانی سے پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں۔

حرم، بیت اللہ اور نماز

مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین میں جب سے قدم رکھا ہے صبح سویرے تہجد کے وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔ آج خوش قسمتی یہ ہے کہ حرم کے بالکل قریب ہیں۔ حرم میں فجر کی نماز کی سعادت حاصل ہوگی۔ 4 بجے اٹھ کر نیچے

گئے۔ خیال تھا کہ حرم کے اندر جگہ مل جائے گی لیکن جونہی باہر نکلے حد نگاہ تک ایسے لگا کہ لوگوں کا سمندر اُمڈ آیا ہے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ صبح چار بجے حرم کی طرف رواں دواں ہیں۔ سب تیز چل رہے ہیں۔ تاکہ جلدی حرم کے اندر داخل ہو جائے۔ بابا صادق نے بتایا بھئی ہم تو صبح اڑھائی بجے نکلتے ہیں تب کہیں جا کر حرم کے اندر یا مُطاف میں خانہ کعبہ کے سامنے جگہ ملتی ہے۔ قریب پہنچے تو لوگوں نے حرم کے باہر سڑک پر اور کئی ایک نے اپنے اپنے ہوٹلوں کے باہر صف بندی کی ہوئی تھی۔ بڑی مشکل سے حرم کی حدود میں داخل ہوئے۔ مستعد شُرطے بڑی سختی سے ''الطریق یا حاج'' کہتے ہوئے لوگوں کو راستے سے اُٹھا رہے تھے۔ کئی ایک نے راستے میں نوافل کی نیت کر لی تو شرطے نے پرواہ کیے بغیر اسے حالت نماز میں ہی آگے پیچھے کر کے راستہ کلیئر کیا۔

تہجد کے نوافل کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا جس نے اپنے گھر بلایا حج کروایا اور اب بار بار حرم حاضری کی سعادت بخش رہا ہے۔ فجر کی نماز حرم میں پڑھنا اتنی بڑی سعادت ہے کہ گھر بیٹھے اس کا تصور کرنا مشکل ہے۔ ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے علاوہ امام صاحب جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ آیات قرآنی آج ہی نازل ہو رہی ہیں۔ تصور کریں! سامنے اللہ کا گھر، اوپر بیت المعمور، اور خود اللہ، مسجد حرم، نور پیرا ویلا، اور لاکھوں لوگ۔ امام کعبہ کی قرأت سے ہر چیز ساکت ہو جاتی ہے۔ ہر ذی روح پہ رقت طاری ہو جاتی ہے۔ یہاں آ کے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا کتنا ضروری اور اہم ہے۔ زم زم پینے کے لیے بھی صبح صبح خاصی دھینگا مشتی کرنا پڑتی ہے کیونکہ تمام لوگ جو یہاں ہوٹلوں میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ آب زم زم کمروں میں لے جائیں اور سارا دن استعمال کریں۔ واپسی پر شیخ صاحب کے ساتھ ناشتہ کیا۔ واپس آتے ہوئے بھی انسانوں کا سیلاب تھا۔ حد نگاہ تک لوگ ہی لوگ نظر آئے۔ راستے میں چنیوٹ کا بابا صادق ملا۔ ''یار بڑی مخلوق اے، ہر طرف بندے ہی بندے نظر آ رہے ہیں''۔ ہم اڑھائی بجے کے نکلے ہیں سوچا تھا۔ لوگ کم ہوں گے مگر ہر طرف لوگ ہی لوگ ہیں۔ لاکھوں حرم کے اندر ہیں اور ہزاروں طواف میں مصروف ہیں۔ بابا صادق سرکاری حج اسکیم کے تحت حج کے لیے آیا۔ اس نے اور اس کے ساتھی نے بتایا کہ وہ حج کے دوران حکومت پاکستان کی دی گئی سہولتوں سے پوری طرح مطمئن اور خوش ہیں۔ ان کے آرام کا مکمل خیال رکھا گیا۔ پہلے بھی کچھ لوگوں سے پوچھا تھا۔ یہ سب کچھ سن کر بڑا اطمینان ہوا کہ اس دفعہ حجاج کرام حکومت پاکستان کی طرف سے دی گئی سہولتوں سے مطمئن ہیں۔

حرم میں علاج اور خدمت

عزیزیہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں ہمارا منیٰ کلینک کامیاب رہا۔ حاجیوں کی بھرپور خدمت ہوئی۔ سینکڑوں کو دوائی دی اور ان سے دعائیں لیں رحاب الروضہ میں بھی لوگوں کو ہماری آمد اور کمرہ 903 کا پتہ چل گیا

ہے۔ہلٹن ٹاورز سے گلزار احمد صاحب اپنی بیٹی کے لیے دوا لینے آئے۔ایبٹ آباد کے عبدالستار پیٹ درد اور گیس کی دوا لینے آئے۔حرم میں اسلام آباد کے حاجی کمر درد کی شکایت کر رہے تھے انہیں دوا دی۔شاہ صاحب کا بیٹا حافظ حسن مزید دوائیاں لے کر آ گیا ہے۔بے چارے کو خاصی تکلیف اٹھانا پڑی۔جدہ میں سعودی کسٹمز کے اہلکار مان ہی نہیں رہے تھے۔تین گھنٹے کے لیے روک لیا گیا۔بار بار یہی کہے جا رہے تھے حج تو ختم ہو گیا اب دوائیوں کی کیا ضرورت ہے۔تین گھنٹے حسن کو روکے رکھا۔پاسپورٹ بھی لے لیا۔پھر خود ہی ترس آ گیا۔پاسپورٹ بھی دے دیا اور دوائیں بھی۔

شارع الھجرہ اور شارع الخلیل

ظہر کی نماز کے لیے رحاب الروضہ سے نکلے۔لفٹ چلنے اترنے میں **Passenger Train** مسافر گاڑی ٹرین کی مانند ہے۔ہر منزل پر اترتی اور رکتی ہے نیچے آنے میں خاصا ٹائم لگ جاتا ہے۔حرم جانے کے لیے تیز دوڑ لگائی۔کبوتر چوک عبور کیا جہاں ہزاروں کبوتر بلا خوف وخطر دانہ دنکا چگ رہے نظر آتے ہیں۔کبوتر چوک کے آس پاس سینکڑوں ہوٹل گرا دیے گئے ہیں۔ہلٹن ٹاورز کے سامنے نماز ادا کی۔گلزار احمد اپنے کمرے میں لے گئے۔ہلٹن ٹاورز کی کئی منزلیں ہیں۔کمرے کھلے اور زبردست ہیں۔سب سے بڑھ کر حرم سے چند میٹر کے فاصلے پر ہے۔حرم سے نکلیں تو شارع الھجرہ اور شارع الخلیل پر لوگوں کا جمع غفیر نظر آتا ہے۔حد نگاہ تک سر ہی سر چیونٹی کی چال سے حرکت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔عصر کی نماز کے وقت بھی بھرپور رونق تھی۔نماز کبوتر چوک کے قریب ہی سڑک پر ادا کرنا پڑی۔باب عبدالعزیز سے اندر داخل ہوئے۔ہر طرف لوگوں کا ہجوم ہے۔طواف ہو رہا ہے۔سعی ہو رہی ہے۔حجاج کرام کے ساتھ اب نئے عمرہ کرنے والے بھی نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔حرم پاک کا اندرونی حصہ۔سامنے اللہ کا گھر، بیت اللہ، کعبہ شریف، اربوں مسلمانوں کی نگاہوں کا مرکز۔مغرب کی نماز کا انتظار ہے۔ہزاروں مرد اور عورتیں جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر گھوم رہی ہیں۔کوئی جگہ ملے تو مصلیٰ بچھائیں اور حرم میں نماز ادا کریں۔عصر کے بعد کوشش کی کہ طواف کر لیں۔7 پھیرے پھر لگا لیں۔مطاف میں پہنچ گئے۔رکن یمانی تک بھی پہنچ گئے مگر ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ ہمت نہ پڑی۔باب عبدالعزیز سے واپس پلٹے۔اس وقت بھی جب یہ لائنیں لکھی جا رہی ہیں۔اللہ کا نکھرا نکھرا پیارا گھر آنکھوں کے سامنے ہے۔ہزاروں بلکہ لاکھوں ذرے اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔گھومتے جا رہے ہیں۔فدا ہو رہے ہیں۔اپنی جان واری کر رہے ہیں۔گھوم گھوم کر دیوانے ہو رہے ہیں۔انسان جو ہیں تھک تو رہے ہیں لیکن گھومتے جا رہے ہیں۔7 چکر جو پورے کرنے ہیں۔کوئی طواف وداع کر رہا ہے۔کوئی پہلا طواف کر رہا ہے۔کوئی دوسرا۔کوئی باپ کے نام کا طواف کر رہا ہے کوئی ماں کے نام کا۔سامنے اللہ

تعالیٰ کا گھر نظر آ رہا ہے۔ اتنا روح پرور، ایمان پرور منظر ہے کہ دل کرتا ہے، جی چاہتا ہے یہ گھر، یہ بیت اللہ، خانہ خدا، خانہ کعبہ، بیت العتیق ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رہے۔ مرکز نگاہ رہے اور آنکھیں اس پر پڑی رہیں۔ اک لمحہ کے لیے جدا نہ ہوں۔ ایک مسلمان کے لیے۔ ایک مومن کے لیے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے کے لیے اللہ کا گھر ہی تو ازل سے ابد تک مرکز نگاہ، مرکز عبادت، نقطہ ابتدا اور انتہا رہتا ہے۔

حرم میں بیٹھے ہوئے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ مغرب سے عشاء کا وقت ہو گیا۔ عشاء کی نماز حرم میں ادا کی۔ آج اللہ پاک کا خاص کرم رہا کہ پانچوں نمازیں حرم میں باجماعت ادا ہوئیں۔ ہمارے ساتھیوں کا خیال تھا کہ حج کے بعد حرم میں رش کم ہو گا مگر یہاں تو عنوان ہی بدلے ہوئے ہیں۔ لگتا ہے مخلوق خدا ساری دنیا سے دوبارہ حج کرنے کے لیے آ گئی ہے۔ فندق رحاب الروضہ سے لے کر حرم تک انسانوں کا جم غفیر نظر آتا ہے۔ حد نگاہ تک انسان ہی انسان نظر آتے ہیں۔ مطاف میں تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ نماز سے ایک گھنٹہ پہلے نہ جائیں تو اندر جگہ نہیں ملتی۔ آنے کے فوراً بعد عمرہ کیا تھا اور اس کے بعد طواف زیارت۔ اس وقت اتنا ہجوم نہ تھا جتنا اب ہے۔ آج تو رکن یمانی تک پہنچنے سے پہلے ہی بے حال ہو گئے اور واپسی کی راہ لی۔ عشاء کی نماز کے بعد واپسی ہوئی۔ حرم سے ہوٹل تک پہنچنے میں گھنٹہ لگ گیا۔

سعودی عرب میں ادویات کی قیمتیں بہت زیادہ ہیں۔ رحاب الروضہ میں بھی مریض آنا شروع ہو گئے ہیں۔ کل کے روم میٹ بدل گئے ہیں۔ عتیق الرحمٰن اور ذھاب اپنی اپنی فیملی کے ساتھ چلے گئے ہیں اور کمرہ نمبر 903 میں ظفر اقبال اور صابر بیگ آ گئے ہیں۔

بیگ کا ملنا

طواف زیارت کے بعد حرم سے منیٰ جاتے ہوئے ہینڈ بیگ جس میں روداد سفر لکھی ہوئی ایک کاپی بھی تھی۔ ٹیکسی میں رہ گیا۔ بڑی پریشانی ہوئی۔ شاہ صاحب کو بتایا۔ ہزاروں ٹیکسیاں آتی جاتی ہیں چیزیں پڑی رہ جاتی ہیں۔ گم ہو جاتی ہیں۔ کسی ٹیکسی والے کا دوبارہ ملنا ناممکن سی بات تھی پھر بھی اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ کوئی سبب بنا دے۔ انعام صاحب کے بھائی ضیا الرحمٰن سے بات ہوئی جو مکہ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے اندازے سے فون کیا تو واقف عرب ٹیکسی ڈرائیور نکلا۔ اس نے بتایا کہ بیگ میرے پاس ہے۔ دوسرے دن بیگ صحیح سالم عزیزیہ پہنچ گیا۔

حج، حرم اور ہاجرہ

حرم شریف کے قُرب کی برکت ہے کہ خود بخود چار بجے آنکھ کھل جاتی ہے۔ لوگ تو ساری رات جاگتے رہتے ہیں۔ صبح سے شام تک حرم کے چکروں میں رہتے ہیں۔ یہاں ہر کوئی حرم کا دیوانہ ہے۔ حرم کے قریب رہنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت وہاں گزرے۔ وہاں کی برکتیں اور رحمتیں سمیٹیں۔ حسب معمول لوگوں

کی رونق ہے۔ حد نگاہ تک انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دکھائی دیتا ہے۔ رحاب الروضہ کے آگے ابھی سے لوگوں نے صفیں بنانا شروع کردی ہیں۔ ہر کوئی جلدی میں ہے۔ حرم کے اندر نماز پڑھنے کا لطف ہی اور ہے۔ کوشش کر کے حرم کی حدود میں داخل ہو گئے۔ دو بنگلہ دیشی بابے ساتھ کھڑے تھے۔ تعارف ہوا۔ اردو سے بیگانہ تھے لیکن جب ٹانگی تبلیغی اجتماع کا ذکر ہوا تو بابے کی آنکھوں میں چمک آ گئی اور جب رائے ونڈ اور 3 چلوں کا ذکر ہوا تو قربت میں اور اضافہ ہو گیا۔ یہاں کسی میں کوئی فرق نہیں۔ اس کے دربار میں سب ایک ہیں۔ ایک طرف بنگلہ دیشی ہیں۔ ساتھ عرب کھڑے ہیں، سامنے ترکی والے ہیں۔ پیچھے افریقی ہیں۔ ایک طرف نائیجیرین بیبیاں ہیں۔ دوسری طرف عراق کردستان کے بابے ہیں۔ ملائیشیا کے چھوٹے چھوٹے بابے بڑے اچھے لگتے ہیں۔ ڈھلتی عمر مگر جواں عزم کے ساتھ یہ بابے کبھی پریشان نہیں ہوتے۔ ہر جگہ ننھے بونوں کی طرح گھس کر راستہ بنا لیتے ہیں۔ چپ چاپ اندر گھس جاتے ہیں۔ کسی کو تنگ نہیں کرتے۔ فجر کی نماز میں امام کعبہ ایسی تلاوت کرتے ہیں کہ دل کرتا ہے کہ نماز کبھی ختم نہ ہو۔ وہ پڑھتے جائیں اور پڑھتے جائیں اور ہم ہمہ تن گوش ان کی تلاوت سنتے رہیں۔ امام کعبہ ایسا نقشہ کھینچتے ہیں کہ سب کچھ آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جاتا ہے۔ کوئی پردہ نہیں رہتا۔ شیخ صاحب نے واپس آ کر مزے دار چائے پلائی۔

☆.............☆

حج کیا ہے؟

سفید کفن پہن کر اللہ کے حضور میں حاضری!
گدا کی داتا کے آگے التجا!
کعبۃ اللہ پہ پہلی نظر!
خانہ خدا کے 7 پھیرے!
اماں ہاجرہ کی تقلید میں سعی!
شیطان لعین کو بار بار
کنکریاں مار کر دور کرنا!
اللہ کی راہ میں عاجز بن کر سر منڈوا کر
پیش ہونا!
اللہ کی راہ میں قربانی کرنا!
منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں کھلے آسمان تلے
اپنی حیثیت کو مٹا کے قیام کرنا

یہ سب کچھ حج ہے یعنی حج اللہ کے سامنے **Total Submission** اور سرنڈر ہے۔ اپنی جان، اپنا مال، اپنا وقت لے کر لٹھے کی دو چادروں میں اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کر دینا اور پھر جیسے جیسے اس کا حکم ہو اس کے مطابق عمل کرنا، یہ سب حج ہے۔



حج سے کیا ہوتا ہے!

حج سے بندہ گناہوں سے...... لغزشوں سے...... غلطیوں سے...... خطاؤں سے...... کثافتوں سے اور تمام دنیاوی غلاظتوں سے پاک ہو جاتا ہے اور پھر اگر شیطان کے چکر میں نہ آئے اور اپنی زندگی اللہ کے حکموں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی طریقوں کے مطابق گزارے جس طرح حج کے مختلف مناسک ادا کرتے ہوئے وعدہ کیا تھا پھر وہ ہمیشہ پاک اور پوتر رہتا ہے۔ اور دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوتا ہے۔

حج مسلمانوں کی اجتماعیت، مرکزیت، باہمی ہم آہنگی، یگانگت، بھائی چارے، طاقت کا بھی مظہر ہے۔ مختلف قوموں، رنگ ونسل، قبیلوں، ملکوں، براعظموں کے سرخ وسفید، کالے پیلے، بھورے، زرد مسلمان سفید کفن پہنے اور مسلمان خواتین سفید، سیاہ اودے، نیلے، پیلے، کالے، لال، گلابی، عنابی زرد، یعنی قوس قزح کے سارے پیرہن پہنے لبیک اللھم لبیک میں حاضر ہوں کا ورد کرتے ہیں تو یہ منظر دیکھنے سارے کے سارے فرشتے آسمان سے اتر آتے ہیں اور اللہ کی عظمت کے گن گاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا یہ منظر دیکھ کر اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے انسان پر، اپنی احسن التقویم بنائی ہوئی مخلوق پر تفاخر کا اظہار کرتے ہیں۔

حرم کے قریب وجوار میں اپنا کلینک ہے۔ رات سے صبح تک مریض آتے رہے اور سارا دن بھی سلسلہ جاری رہا۔ ایبٹ آباد کی دو بوڑھی خالاؤں کو ان کے کمرے میں جا کر دیکھا۔ کھانسی، فلو، زکام، چیسٹ انفیکشن کی تکالیف اکثر حاجیوں کو ہے۔ ہر دوسرا حاجی کھانس رہا ہے۔ دوائیاں یہاں بہت ہی مہنگی ہیں۔ اس لیے جس جس کو ہمارا پتہ چل رہا ہے۔ بھاگ کر کمرہ 903 میں چیک اپ کروانے اور دوائیاں لینے آ رہا ہے۔ شاہ صاحب جدہ ایسے

گئے کہ ابھی تک پلٹ کر نہیں دیکھا۔ ان کے گروپ کے سارے حاجی پریشان ہیں کیونکہ وہ ہر وقت کسی کو دلاسہ دیتے، کسی کو سمجھاتے، کسی کو گائیڈ کرتے اور کسی کو ہلکا سا ڈانتے نظر آتے تھے۔ ظہر کی نماز کے لیے پھر قافلے سوئے حرم چلے۔ وہی جم غفیر، بندگان خدا کے سارے قافلے سوئے حرم۔ حرم کے باہر صحن میں بڑے بڑے پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ ہوا پھینکنے والے ان پنکھوں کے ساتھ پانی کے پائپ لگے ہوئے ہیں۔ جو ہوا کو ٹھنڈا کر کے پھینکتے ہیں۔ اس کی وجہ سے دھوپ کے باوجود موسم خوش گوار ہے۔ ظہر کی نماز حرم میں ادا کی۔ اس کے بعد شارع الھجرہ اور شارع الخلیل کا چکر لگایا۔

فقیر، کبوتر اور جو کے 7 دانے

حرم کے راستے میں مختلف ممالک اور علاقوں سے آئے ہوئے فقیروں، مانگنے والوں جن میں بچے، بوڑھے، نوجوان عورتیں، بوڑھی عورتیں سب شامل ہیں نے قبضہ کیا ہوا ہے اور آواز بلند یا حاجی، یا مسلم مدد کہہ کر پکارتے ہیں انہیں دیکھ کر اکثر حاجیوں کا دل پسیج جاتا ہے جس سے ان فقیروں کا کام بن جاتا ہے۔ مختلف ممالک خاص کر افریقی ممالک سے آئے ہوئے فقیروں کے گروہ کے گروہ شارع الخلیل اور شارع الھجرہ پر بیٹھے، بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔

کبوتر چوک پر ہزاروں کبوتر ہر وقت دانا دنکا چگتے نظر آتے ہیں، قریب ہی افریقی لوگ لوگ اور خاص کر اُن کی خواتین جو کھانے پینے کے حوالے سے بہت مشہور ہیں۔ سارا سارا دن بیٹھی، چیزیں فروخت کرتی اور کھانا کھاتی نظر آتی ہیں۔ اُن کا کھانا دیکھ کر اُن کی صحت کے بارے میں سوچنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ایک ریال، دو ریال، 5 ریال کا دانہ لیں۔ کبوتروں کو ڈالیں۔ یہ مقدس کبوتر ہیں، حرم کے رکھوالے ہیں۔ حرم کے اردگرد ہی طواف کرتے ہیں۔ انسانوں سے ڈرتے نہیں ہیں۔ ان کبوتروں کے ساتھ بھی بڑی داستانیں وابستہ ہیں۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ یہاں کچھ عورتیں آپ کو کبوتروں کا دانہ اکٹھا کرتی نظر آئیں گی۔ کیونکہ یہ بات مشہور کر دی گئی ہے کہ اگر کبوتروں کے زیر استعمال گندم یا جو کے سات دانے کھا لیے جائیں تو بے اولاد کو اولاد ہو جاتی ہے۔

یہاں سب آشنا ہیں

اسماء کے ساتھ عصر سے پہلے ہی حرم پہنچ گئے۔ صابر بیگ نے بتایا تھا کہ حرم کا توچپہ چپہ مقدس ہے اگر باب فہد کے راستے سے الیکٹرک سیڑھی سے اوپر جائیں تو آرام سے عبادت کر سکتے ہیں۔ واقعی یہاں بڑا ہی زبردست ماحول ہے۔ ٹھنڈک ہے، سکون ہے، چین ہے، امن ہے، سلامتی ہے، روحانیت ہے۔ قرآن کریم پڑھنے کی مترنم آوازیں آ رہی ہیں۔ کوئی نوافل میں لگا ہے اور کوئی تسبیح وتہلیل میں مصروف ہے۔ اسماء عورتوں کے

حصے میں بیٹھی اللہ کو یاد کر رہی ہے۔ ایک طرف انڈونیشیائی بیٹھے ہیں۔ دوسری طرف پاکستانی۔ وضو کرنے کے لیے اٹھے تو ایک انڈونیشیائی بھائی نے وضو کروایا۔ جواباً اسے بھی کرایا۔ مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ السلام علیکم وعلیکم السلام، اسلام واقعی سلامتی کا مذہب ہے۔ بھائی چارے امن، محبت فاتح عالم کا پیامبر ہے۔ حرم میں مغرب کی نماز کا وقت ہونے والا ہے بندگان خدا صفیں باندھے منتظر ہیں کہ اللہ اکبر کی صدا آئے اور وہ سارے کے سارے اپنے رب کے حضور اس کے گھر کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔ مغرب کی نماز حرم میں ادا کی۔ باب فہد میں بیٹھے تلاوت قرآن کریم، ذکر واذکار اور تسبیح وتہلیل میں مصروف لاکھوں حجاج کرام عشاء کی نماز کے انتظار میں ہیں۔ مسلمان اللہ کا ایک حکم پورا کرنے کے بعد دوسرے حکم کی تکمیل کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ حرم کا مقدس ماحول ہی ایسا ہے۔ ایسا پر نور اور روحانیت والا ماحول ہے کہ ادھر سے ہلنے کو دل ہی نہیں کرتا۔ حرم، خانہ خدا، لاکھوں کے مجمعے میں باجماعت نماز کتنے نصیب کی بات ہے۔ مکہ مکرمہ میں نماز اوّل وقت میں پڑھی جاتی ہے۔ زوال کے فوراً بعد 12:05 ظہر، 3:25 عصر، غروب کے وقت مغرب، 7:25 عشاء۔

فرشتوں کی آمین

عشاء کی نماز میں بلاشبہ لاکھوں لوگ شامل ہیں۔ امام صاحب سورۃ فاتحہ پڑھ کے جب ''آمین'' کہتے ہیں تو حرم کے در و دیوار آمین کی آواز سے گونج اُٹھتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ فرشتے بھی امام صاحب اور نمازیوں کے ساتھ آمین کہہ رہے ہیں۔ ابھی ابھی کعبۃ اللہ کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں، جس سے دل و دماغ کو فرحت ملی ہے۔ رگ وپے میں خوشی سرایت کر گئی ہے۔ دل کرتا ہے کہ کعبہ کا، اللہ کے گھر کا بار بار دیدار نصیب ہوتا رہے۔ اللہ اپنے گھر کی بار بار بلکہ ہزاروں لاکھوں بار زیارت نصیب کرے۔ حرم میں اندر اور باہر مختلف جگہوں پر آب حیات، آب شفا، مسلمانوں کے لیے رہتی دنیا تک اماں ہاجرہ کے تحفہ یعنی آب زم زم کے بڑے بڑے کولر رکھے ہوئے ہیں۔ حرم کے باہر اور اندر پانی کے بڑے بڑے ٹینک لگے ہوئے ہیں۔ ٹونٹیوں سے جتنا مرضی پانی بھر لیں۔ حجاج کرام واپس بھی جا رہے ہیں اس لیے آب زم زم والی ہر جگہ پہ اتنا زیادہ رش ہے کہ ایک گلاس پانی کے لیے گھنٹوں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ دھینگا مشتی کرنا پڑتی ہے۔ پھر کہیں جا کر آب زم زم ملتا ہے۔ مگر حرم کے اندر آسانی سے مل جاتا ہے۔ مختلف جگہوں پر سٹاف کی ڈیوٹی ہے کہ جیسے ہی کولر خالی ہوں وہ فوراً بھر دیں۔ آب زم زم کی ڈیوٹی پر مامور ہندوستانی، پاکستانی، بنگلہ دیشی اور انڈونیشیائی اہل کار اتنے مستعد ہیں کہ جونہی کسی کولر میں پانی ختم ہونے کا اندازہ ہوتا ہے فوراً اسے بھر دیتے ہیں۔ استعمال شدہ گلاس اٹھاتے ہیں۔ نئے رکھ دیتے ہیں۔ مسقط کا حاجی بابا ٹانگوں کو دبا رہا تھا۔ بڑھ کر اس کی ٹانگیں دبائیں۔ منع کرنے لگا مگر ساتھ ہی خوش بھی ہو رہا تھا۔ سکون ملا تو

دعا دی اور شکریہ ادا کیا۔

اللہ، بندہ اور کعبہ

نور پھیر دا ویلا۔ سامنے اللہ کا گھر۔ کعبۃ اللہ کو چاروں طرف سے گھیرے فرزندان توحید اذان کی صدا کیا بلند ہوئی۔ ہر چیز ساکت ہوگئی۔ کعبۃ اللہ کے موذن کے ساتھ ہر چیز اللہ کی بڑائی اور وحدانیت کی گواہی دینے لگی، طواف کرنے والوں نے جہاں جگہ ملی، صف بندی کر لی۔ آپ ذرا تصور کریں کہ حرم پاک اور حرم میں بھی مُطاف، سامنے اللہ کا گھر اور فجر کی نماز میں کعبۃ اللہ کے امام کی الہامی قرأت۔ کعبہ کو بندگان خدا نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا۔ امام نے اللہ اکبر کہا مگر اللہ کی قسم، نماز کی نیت تو کر لی۔ مگر آج پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ نظریں جھکیں نہیں۔ برابر ایک ہی طرف ایک ہی سمت میں، ایک ہی مرکز کی طرف تکی رہیں ٹھہری رہیں۔ منہ طرف خانہ کعبہ شریف تو تھا ہی اب نگاہوں نے اس کو مرکز بنا لیا۔ امام صاحب کی تلاوت تو دلوں کو ایسا تڑپاتی اور رلاتی ہے کہ انسان تڑپتا، روتا، التجائیں کرتا، غلطیوں اور لغزشوں کی معافی مانگتا رہ جاتا ہے۔ رکوع بھی ہوا، سجدے بھی ہوئے مگر اپنی نگاہیں ادھر سے نہ ہٹیں۔ آج جو نماز ہوئی لگتا یہی وہ نماز ہے یہی وہ سجدہ ہے جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا

یہ اک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

نگاہیں ہٹ ہی نہ رہی تھیں۔ قیام بھی ہوا۔ رکوع بھی ہوا قعدہ بھی، جلسہ اور قومہ بھی، سجدہ بھی مگر نگاہوں نے خانہ کعبہ کو اللہ کے گھر کو اپنے اندر بسا لیا تھا وہ وہاں سے ہٹنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ یاد ہی نہیں کہ کب رکوع ہوا، کب سجدہ، کیونکہ دل و دماغ کی ساری توجہ اور نگاہیں نہ سجدے میں تھیں نہ رکوع میں، وہ تو ایک نقطہ پہ مرتکز اور مرکوز رہیں۔ یعنی بیت اللہ پہ تکی رہیں۔ امام صاحب نے آیت سجدہ تلاوت کی جس کے بعد پھر لمبی قرأت۔ امام کعبہ ایسی زبردست قرأت کرتے ہیں۔ جس سے دل موم ہو جاتے ہیں۔ کوئی بھی خدا کو نہ ماننے والا سن لے تو فوراً سجدہ میں گر جائے اور ایمان لے آئے۔

فجر سے پہلے طواف

آج صبح صبح 3:30 اٹھ کر جلدی جلدی حرم کی طرف چلے۔ صبح 3:30 بجے بھی بندگان خدا لاکھوں کی تعداد میں حرم کی طرف رواں دواں تھے۔ ہر ایک کو جلدی تھی کہ اندر جا کر جگہ حاصل کر لے۔ آج مصمم ارادہ تھا کہ طواف کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کو آنکھوں میں بسانا ہے۔ اس کا دیدار کرنا ہے اور کرتے رہ جانا ہے۔ حرم میں داخل ہوئے۔ کعبۃ اللہ پر نظر پڑتے ہی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی جاری ہوگئی۔ ساری التجائیں، صدائیں،

دعائیں، لبوں پہ آ گئیں۔ وطن عزیز پاکستان، اہل خانہ، دوست احباب، مخلصین، محبین، معاونین، علاج و خدمت کے تمام ساتھیوں کے لیے خصوصی دعائیں لبوں پر آ گئیں۔

رش دیکھ کر محسوس ہوا کہ مشکل سے طواف نماز سے پہلے ختم ہوگا۔ اندر داخل ہوتے ہی رکن یمانی سے استلام کر کے طواف شروع کر دیا۔ پہلے پھیرے میں نگاہیں اللہ کے گھر پہ مرکوز ہیں۔ اسے دیکھے جا رہی ہیں، تکے جا رہی ہیں، اللہ کا گھر دل میں بس گیا ہے۔ دعائیں، التجائیں، استدعائیں لبوں پہ آ رہی ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے نصیب پہ رشک بھی آ رہا ہے۔ بقول شاعر:

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

اسماء نے چھوٹی تسبیح کا دانہ گرایا دوسرا چکر شروع ہو گیا۔ اپنے نصیب پہ رشک آنے لگا۔ کعبۃ اللہ پر نگاہیں مرکوز ہیں۔ اللہ کے گھر کے پھیرے لگ رہے ہیں۔ رکن یمانی پھر آ گیا۔ جب حجر اسود کی طرف دیکھ کر لاکھوں لوگ ہاتھ اوپر کر کے استلام کہتے ہیں بڑا ہی خوش کن، دیکھنے والا، متاثر کن اور روحانی منظر ہوتا ہے۔ صبح کا وقت ہے۔ رحمتیں برس رہی ہیں۔ سکینہ نازل ہو رہی ہے۔ ہجوم آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا ہے۔ دیوانے، مستانے، بھنورے، بھنوریاں شمع کے گرد چکر کاٹ کر اپنا آپ نچھاور کر رہے ہیں۔ اسماء نے کہا اب چوتھا چکر شروع ہو گیا ہے۔ رکن یمانی سے پہلے دین و دنیا میں بھلائی کی قرآنی آیت پڑھتے ہیں۔ اللہ سے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ طواف بھی ہو رہا ہے۔ تھوڑی بہت دھکم پیل بھی ہے۔ مزا آ رہا ہے۔ جنوں طاری ہے۔ روحانیت چھائی ہوئی ہے۔ حج برداشت کا نام ہے۔ ایک دوسرے کی خاطر قربانی دینے کا نام ہے۔ کچھ لوگ جلدی میں ہوتے ہیں۔ جس سے دوسرے لوگ گھبرا جاتے ہیں، تنگ ہوتے ہیں۔ اس لیے سکون سے طواف کیا جائے تو بہتر ہے۔ نگاہیں مسلسل اللہ کے گھر کا ہر سمت سے طواف کر رہی ہیں۔ اگرچہ دعائیں لبوں پہ آ رہی ہیں مگر زیادہ تر توجہ کعبۃ اللہ کو دیکھنے اور دل میں بسانے پر مرکوز ہے۔ چونکہ نماز فجر ہونی والی ہے۔ رش بڑھ گیا ہے۔ ملتزم کے پاس جانے کی اسماء کی بڑی خواہش تھی قریب پہنچے بھی مگر افریقی عورتوں اور مردوں نے پیچھے سے ہی دھکیل دیا۔ واپس مڑنے میں ہی عافیت سمجھی۔ اسماء نے تسبیح کا ایک اور دانہ گرایا۔ یہ اس طواف کا آخری پھیرا ہے۔ خوب روئیں، دل کی بھڑاس نکالیں، دعائیں کر لیں، بچوں کے لیے، اہل خانہ کے لیے، دوستوں کے لیے اور سب سے زیادہ پاکستان کے لیے۔ فجر کی نماز میں اگرچہ ابھی کافی وقت ہے مگر لوگوں نے خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ابھی سے صف بندی شروع کر دی ہے۔ موقع غنیمت جانا، تہجد کے نوافل پڑھنے کا ارادہ بنایا ہی تھا کہ ایک بڑا ریلا آیا اور سب کو روندتا ہوا چلا گیا۔ کئی دفعہ نیت باندھی اور توڑی۔ اسی اثنا میں فجر کا وقت ہو گیا۔ صبح صبح اس طواف کو

کر کے بڑا مزا آیا۔ ابھی تک اس کا نشہ باقی ہے۔ اللہ سے دعا کی کہ اپنے گھر آنے کی بار بار توفیق عطا فرماتے رہنا۔ (آمین)

حج کے بعد پہلا جمعہ

آج جمعہ کا دن ہے۔ لاکھوں لوگ حرم کی طرف رواں دواں ہیں۔ حج کے بعد پہلا جمعہ ہے۔ لوگ صبح سے ہی حرم کے اندر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ فجر کے بعد سونا کس نے تھا۔ مسلمانوں کے لیے جمعہ یوم عید ہے۔ جمعہ کی خاص اہمیت ہے۔ آج جمعۃ المبارک اپنی زندگی کا مقدس ترین جمعہ ہے۔ مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین، حرم پاک، خانہ خدا مرکز نگاہ ابھی صبح کے دس بجے ہیں مگر حرم تک جانے والے سارے راستے پُر ہو چکے ہیں۔ اندر تو شرطوں نے کب سے ہاؤس فل ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ راستوں، سڑکوں، راہداریوں پر کھڑے آوازیں لگا رہے ہیں۔ ادھر ہی صف بندی کر لیں اندر جگہ نہیں ہے۔ کوشش کر کے رینگتے رینگتے حرم کی حدود میں جگہ ملی ہے۔ گرمی ہے، دھوپ ہے، مگر بندگانِ خدا آتے جا رہے ہیں۔ آتے ہی جا رہے ہیں جدھر نگاہ اٹھائیں انسانوں کا سمندر نظر آتا ہے۔ مرد عورتیں، بچے اور بچیاں غرضیکہ ہر عمر کے لوگ ادھر آ رہے ہیں۔ حاجیوں کے علاوہ مقامی لوگوں کی کثیر تعداد نے آج حرم کا رخ کیا ہے۔ ہر ایک کی خواہش ہے، آرزو ہے کہ حرم کے اندر جگہ مل جائے۔ حرم کے وسیع و عریض صحن میں بیٹھے ہیں۔ نماز کے انتظار میں، ایک طرف پاغستانی بھائی ہے۔ دوسری طرف بنگلہ دیش کا مقدس بابا، بہت ہی ایمان پرور اور روح پرور نظارہ ہے۔ لاکھوں لوگوں نے حرم کو گھیر رکھا ہے۔ باہر سڑکوں، گلیوں، بازاروں اور حرم کے چاروں طرف لوگ ہی لوگ ہیں۔ ہزاروں نے سڑکوں پہ صف بندی کر لی ہے۔ حرم کے سارے گیٹ بند کر دیئے گئے ہیں۔ نماز جمعہ کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔ جمعہ کی پہلی اذان کے ساتھ ہی ہر طرف سکون چھا گیا۔ حرم کے صحن میں تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ پہلی اذان کے فوراً بعد دوسری اذان بھی ہوگئی۔ اس کے بعد امام صاحب نے جمعہ کا خطبہ پڑھا۔ خطبے میں اللہ کی وحدانیت، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا ذکر کیا۔ حجاج کرام کو مبارکباد دی اور بتایا کہ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ اس وقت آپ انبیاء کرامؑ، حضرت نوحؑ، یونسؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ، آئمہ کرام کی سرزمین میں بیٹھے ہیں۔ اللہ نے آپ کو حج کی توفیق عطا کی۔ ضروری ہے کہ زندگیوں کو اللہ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کے مطابق گزارا جائے۔ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ خطبہ کے آخر میں امام صاحب نے مجاہدین کی کامیابی اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ کے حضور دعائیں کیں۔ جمعہ کی نماز میں حرم کے اندر، باہر، سڑکوں، دالانوں، راہداریوں، راستوں اور گلیوں بلکہ اپنے ہوٹل تک ہر جگہ لوگ ہی لوگ ہیں۔ جہاں کسی کو گھسنے کی جگہ ملی وہ آ کر شامل ہو گیا یا ہوگئی۔ جمعہ کی نماز ختم ہوتے ہی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ہر نماز کے بعد

حرم میں نمازِ جنازہ لازمی ہوتی ہے۔ مکہ کے لوگوں کی کوشش ہوتی تھی کہ ان کے رشتہ داروں اور عزیزوں کی نمازِ جنازہ حرم میں ادا کی جائے۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے کہ کسی کی نمازِ جنازہ حرم میں جمعہ کے دن ہو اور لاکھوں لوگ اس کا جنازہ پڑھیں۔

جمعہ کی نماز کے فوراً بعد شیخ صاحب کھانا پکانے کے تمام لوازمات لے آئے۔ تاکہ خود سے کھانا پکایا جا سکے۔ باہر کا کھانا کھا کر تسلی نہیں ہوتی تھی۔ ساہیوال کے حافظ اشعر اور اس کی بیوی ساتھ والے کمرہ میں مقیم ہیں۔ وہ بھی خود ہی کھانا بنا رہے ہیں۔ بلکہ کل انہوں نے قیمہ آلو کا سالن ہمارے لیے بھیجا جو بہت لذیذ تھا۔ اسماء نے لذیذ انڈے آلو کا سالن بنایا۔ سعودی عرب میں گھر کا کھانا کھا کر مزا آ گیا۔ کیونکہ دو دن پہلے پاکستانی ہوٹل کا مرچوں والا کھانا کھا کر خاصی جلن اور تیزابیت محسوس ہو رہی تھی۔ حج کے دوران دنیا بھر سے آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ پہلی ملاقات میں ہی ایسی شناسائی ہو جاتی جیسے کہ مدتوں سے جان پہچان ہو۔ دوبارہ ملنے کو دل چاہتا ہے۔ جمعہ میں ایک طرف بیٹھے بنگلہ دیشی بابا اور دوسری طرف بیٹھے داغستانی بھائی کو کھانسی کی گولیاں دیں تو انہوں نے تشکر آمیز نگاہوں سے انہیں بخوشی قبول کیا اور فوراً منہ میں ڈال لیں۔

پٹھان کی وطن سے محبت

الرحاب الروضہ ہوٹل کی 17 منزلیں ہیں۔ ہر منزل پہ مختلف ممالک حجاج کرام ٹھہرے ہیں۔ نمازوں میں جانے اور واپسی کے اوقات میں لفٹ پہ خاصا رش ہوتا ہے۔ لفٹیں تین ہیں اور بندے سینکڑوں کی تعداد میں۔ بعض اوقات لفٹ میں لفٹ لینے کے لیے گھنٹوں باہر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اسماء اس سے بڑی تنگ ہے۔ لفٹ میں پہلے جانے کے لیے کھڑے کھڑے حاجی بے صبرے بھی ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ناخوش گوار جملوں کا تبادلہ بھی ہوتا ہے۔ شیطان لعین کو حاجیوں نے کنکریاں ماری تھیں۔ اس لیے وہ اپنے بدلے لے رہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر حاجی ناراض ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کو ڈانٹنے لگتے ہیں۔ اسماء نے آلو انڈے کا مزے دار سالن بنایا۔ اس کی خوشبو آس پاس بھی پہنچ گئی۔ دو کمروں میں دیا۔ چارسدہ کے پٹھان وکیل بھی پہنچ گئے۔ مجھے چاول گرم کر دیں۔ ارادہ تھا سالن شام تک کام آئے گا۔ مگر جس کے نصیب میں تھا اس کے پاس چلا گیا۔ خان صاحب کو چاول گرم کر کے دیئے۔ سالن بھی دے دیا۔ حاجیوں کی خدمت کر کے، کسی کے کام آ کے مزا آتا ہے۔ لطف محسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو ہم سے اپنے حرم میں بھی خدمت اور علاج کا کام لے رہا ہے۔

"میں نے ایک طواف صرف اور صرف پاکستان کے لیے کیا ہے۔"

پاکستان ہمارا وطن ہے، ہماری ماں ہے، ہماری جان ہے، عزت ہے، مان ہے، پاکستان کی وجہ سے ہماری عزت ہے۔ اگر پاکستان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

یہ ہیں اپنے وطن کے لیے اپنے پاکستان کے لیے چارسدہ کے ایڈووکیٹ فضل مجید خاں کے تاثرات۔

جب سے یہاں آئے وطن کے لیے سب سے زیادہ دعائیں کیں مگر خان صاحب نے یہ بتا کر کہ "میں نے ایک طواف پاکستان کے لیے کیا ہے۔" دل جیت لیا۔ بلکہ انہوں نے بھی بتایا کہ میں نے اپنے گروپ کے سارے لوگوں سے کہا ہے کہ ایک طواف پاکستان کے لیے بھی کر لیں۔ خان صاحب ملک ملک پھرتے ہیں، انگلینڈ امریکہ کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ مگر جو سکون اپنے ملک، اپنے وطن میں ملتا ہے۔ کہیں نہیں ملتا۔ خان صاحب کو چاول گرم کر کے دیے اور آلو انڈے کا سالن دیا۔ ادھر سے انگور اور سیب آ گئے۔ خان صاحب کی وطن سے محبت دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔

پشتو میں سچ ہی تو کہتے ہیں:

ے اپنا وطن دا سرو وطن

"اپنا وطن سونے سے بھی قیمتی ہے۔"

☆............☆

مکہ میں ابرِ کرم ٹوٹ کر برسا

جب سے مکہ آئے ہیں۔گرمی کا موسم چل رہا ہے۔تیز دھوپ ہے۔حرم کے اندر جا کر سکون ملتا ہے۔ حرم کے مختلف حصوں میں اتنے زبردست اے سی لگے ہوئے ہیں کہ اندر جا کر گرمی کا ذرا احساس نہیں ہوتا بلکہ تھوڑی دیر بیٹھ کر سردی محسوس ہونے لگتی ہے۔ویسے بھی یہاں ہر وقت انوار کی بارش ہوتی رہتی ہے۔آج عصر کے بعد بادل گرجنے لگے۔اس کے ایک گھنٹہ بعد سیاہ بدلیاں اور کالی گھٹائیں ہر طرف چھا گئیں۔موسم خوشگوار، رومان پرور، رنگین، سہانا اور متبرک ہوگیا۔بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھتی۔ابر کرم کے قطرے پڑتے تو تصور آتا کہ یا اللہ یہ تو وہی بدلیاں ہیں۔وہی فضائیں ہیں، وہی ہوائیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں تھیں۔یا اللہ ان قطروں میں کوئی قطرہ ایسا بھی تو ہوگا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کا ہو۔بدلیاں اور آسمان تو وہی ہیں۔یا اللہ ایک قطرے کا سوال ہے۔ابرِ کرم کا ایک قطرہ جسم پر پڑ جائے۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو بدلیاں سایہ فگن ہوتی تھیں۔ان میں سے کوئی ہوا، کوئی گھٹا، کوئی کالی بدلی، کوئی گھنگھور گھٹا صرف ایک لمحہ کے لیے، سیکنڈ کے کروڑویں حصہ کے لیے جسم سے چھو جائے۔بدن کے کسی حصے سے مس کر جائے۔بدن کو گرما دے تو اپنا کام بن جائے۔حرم کے لیے جانا ہے۔مغرب کا وقت ہونے والا ہے۔ابرِ کرم برس رہا ہے۔برستا ہی جا رہا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثاروں کا دور سب یاد آ رہا ہے۔ابوبکرؓ و عمرؓ پہاڑوں پہ چل رہے ہیں۔عثمانؓ و علیؓ بھی یہیں کہیں ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا رہے ہیں۔خوش گوار موسم سے محظوظ ہو رہے ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خوش ہیں اور جاں نثار صحابہؓ واری جا رہے ہیں۔احکام لے رہے ہیں،

ایک ایک بات کو مشعل راہ بنا رہے ہیں۔

ابرِ کرم برسا اور ٹوٹ کر برسا۔ مکہ کی گلیوں اور سڑکوں پر پانی ہی پانی ہوگیا۔ اسماء سے کہا چلو نکلیں اس ابرِ کرم کے کچھ قطرے اپنے اوپر ڈال لیں۔ یہ رحمت کے قطرے ہیں۔ یہ ابرِ رحمت ہے یہ ان آسمانوں سے فضاؤں سے آ رہے ہیں جو نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ فگن ہوتا تھا۔ ابرِ کرم نے موسم مزید خوش گوار کر دیا۔ کالی بدلیوں اور گھنگھور گھٹاؤں نے ہر ایک کو خوش کر دیا۔ قافلے پھر سوئے حرم روانہ ہیں۔ ہر کوئی حرم کی طرف جا رہا ہے۔ حرم کی صفائی کرنے والے اپنے صفائی مشن پہ لگے ہوئے ہیں۔ باب فہد سے اندر داخل ہوئے۔ الیکٹرک سیڑھی کے ذریعے اوپر پہنچے۔ مغرب کی نماز حرم میں ادا کی۔ مغرب کے بعد عشاء کا انتظار شروع ہوگیا۔ حرم کے اندر بیٹھے سارے لوگ اپنی جگہ بیٹھے عشاء کی نماز کا انتظار کرتے ہیں۔ اور باہر سے آنے والے بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ رحمتیں ڈائریکٹ نازل ہو رہی ہیں۔ آسمان سے سکینہ اتر رہی ہے۔ لوگ تسبیح و تہلیل میں اور ذکر و اذکار میں مصروف ہیں۔ روحانی کیفیات کا نزول ہے۔ جونہی اذان کی آواز آتی ہے ہر طرف سناٹا سا چھا جاتا ہے۔ نماز کی تیاری کے لیے سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اذان کے فوراً بعد نماز ادا کی جاتی ہے۔ امام کعبہ کی امامت میں عشاء کی نماز پڑھنا بڑے نصیب کی بات ہے۔ جونہی نماز شروع ہوتی ہے۔ امام صاحب تلاوت کرتے ہیں۔ آمین کی صدا بلند ہوتی ہے۔ جس سے حرم کے در و دیوار گونج اٹھتے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ نے ساری دعائیں سن لی ہیں اور قبول بھی کر لی ہیں۔ پچھلے دو تین سال سے اسماء حج سے آئی ہوئی جا نمازیں اکٹھی کر رہی تھیں۔ سمجھ نہ آتی تھی کہ ایسا کیونکر کرتی ہیں۔ بعض اوقات عجیب سا لگتا تھا۔ سمجھ نہ آتی تھی یہ کیا خبط ہے۔ اصل میں بلاوا آنے والا تھا۔ بلاوا آ گیا اور ہم حاجی ہو بھی گئے۔ اب دیارِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانا ہے۔ گنبدِ خضریٰ سے آنکھیں ٹھنڈی کرنی ہیں۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جالیوں کو دیکھنا ہے۔ مسجد نبویؐ میں وقت گزارنا ہے۔

میلہ، ہر مال 5 ریال

حرم کے باہر مارکیٹ میں 24 گھنٹے میلے کا سا سماں ہوتا ہے۔ نمازوں کے اوقات کے علاوہ ہر وقت دکانیں کھلی رہتی ہیں۔ دکانوں کے ساتھ لوگ ریڑھیوں پر، فٹ پاتھوں پر، سڑکوں پر جا بجا مختلف جگہوں پر بیٹھے تھڑے والے دکاندار حجاج کرام کو دعوت نظارہ دیتے ہیں۔ تاکہ نظارے کے بعد وہ اسیر ہو کر دام میں پھنس جائیں اور جیب ہلکی کر کے یہاں سے رخصت ہوں۔ شاہراہ ابراہیم خلیل اللہ اور شاہراہ دار الھجرۃ کو جب بھی دیکھیں انسانوں کے سمندر سے بھری نظر آتی ہیں۔ جہاں جہاں خالی جگہ ہے وہاں ٹھیلے والے افریقیوں، سعودیوں، پاکستانیوں نے اپنا اپنا تھڑا سجا رکھا ہے۔ ان تھڑوں کو دیکھ کر اپنا لاہور اور اس کے میلے یاد آ رہے ہیں۔ تھڑے کی ان عارضی دکانوں پر ہر چیز ملتی ہے۔ حجاج کرام کو دیکھ کر دکاندار آوازیں لگاتے ہیں۔ جیسے ہمارے ہاں میلوں پہ ہر مال

دس روپے یا ہر مال 30 روپے کی آوازیں لگتی ہیں تو یہاں بھی ایسی ہی آوازیں لگتی ہیں جیسے (ہر مال) دو ریال، ہر مال خمس ریال، ہر مال...... عشرہ (10) ریال، ہر مال...... خمس عشر (15) ریال کی صدائیں عام سنائی دیتی ہیں۔

کھانے پینے کی دکانیں بھی ہیں، سٹورز بھی ہیں، میڈیسن کی دکانیں بھی، دوائیں بہت زیادہ مہنگی ہیں۔ اس لیے میڈیکل سٹور پر جانے کی بجائے حجاج کرام کمرہ 903 کا رخ کرتے ہیں اور ہر وقت پاکستانی ڈاکٹر کی تلاش میں رہتے ہیں۔

پاکستانی اور لاہوری ریسٹورنٹ بھی ہیں۔ جو کھانا آپ کھانا چاہیں مل جاتا ہے۔ آج سعودی عرب کے پکوڑے کھائے، مزا آ گیا۔ حج کرنے والے بابے چاہے پاکستانی ہوں، انڈین، انڈونیشی، کویتی ملائیشی بڑے پیارے لگتے ہیں۔ مقدس لگتے ہیں۔ ایک بابے سے ہاتھ ملایا، داغستان سے آیا تھا۔ پر جوش طریقے سے ملا۔ گلے لگایا، گال سے گال ملایا۔ مسقط کا بابا بھی کھڑا تھا۔ اسے بھی گلے لگایا۔ محبت کی، پیار کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ آنکھیں اور Body Language سب کچھ بتا دیتی ہیں، سمجھا دیتی ہیں۔ جذبات کو آشکارا کر دیتی ہیں۔

یمنیٰ حذیفہ اور ماہ نور

صبح تہجد کے وقت اٹھنا اور سوئے حرم جانا یہاں کی نارمل روٹین ہے۔ کچھ ساتھی تو رہتے ہی حرم میں ہیں۔ انہوں نے حرم کو ہی اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ مسلمانانِ عالم کے لیے حرم سے بڑھ کر کوئی اور جگہ تو ہے ہی نہیں۔ آج کعبۃ اللہ پر نظریں پڑیں تو پھر ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ دن گزرتے جا رہے ہیں۔ 18 دن بیت گئے۔ یمنیٰ، حذیفہ، ماہ نور بڑے اچھے طریقے سے مما بابا کے بغیر دن گزار رہے ہیں۔ یمنیٰ بجا طور پر بڑی باجی اور آپا کا کردار ادا کر رہی ہے۔ چھوٹے بھائی اور بہن کو ڈانٹتی بھی ہے۔ ہر طرح سے خیال بھی رکھتی ہے۔ مگر حذیفہ اور ماہ نور کی چھوٹی موٹی لڑائیاں جاری ہیں۔ بچپن کی یہ باتیں بڑے ہو کر یاد آیا کرتی ہیں۔ جانے سے پہلے سوچا تھا کہ بچوں کے بغیر کیسے گزارہ ہوگا؟ بچے جو قدم قدم پر اور ہر لمحے اور ہر بات کے لیے مما بابا کے پاس آتے ہیں کیسے 40 دن اکیلے گزاریں گے؟ مگر ابھی تک اللہ کا شکر ہے خوش ہیں۔ روزانہ بات ہوتی ہے۔ سرگودھا سے امی اور باجی شہناز موجود ہیں۔ خیال رکھ رہی ہیں۔ کلینک کا نظام بھی اللہ چلا رہا ہے۔ ڈاکٹر نادر خان آ رہے ہیں۔ اشفاق اور ریاض نے مل کر حالات کو کنٹرول کیا ہوا ہے۔ حج واقعی قربانی کا نام ہے۔ بچوں سے دوری، گھر سے دوری، مال کی قربانی، سب کچھ اللہ کے حوالے کر کے اللہ کی راہ میں نکلنا پڑتا ہے۔

تہجد کے وقت حرم کے لیے نکلے۔ گزشتہ دو دنوں کی نسبت آج کم لوگ نظر آئے۔ بابِ فہد سے داخل ہو کر اندر جگہ مل گئی۔ باب فہد کی دوسری منزل پر سکون سے نماز فجر ادا کی۔ نماز پڑھ کے کعبۃ اللہ کا دیدار کیا۔ پُر نم آنکھوں اور تڑپتے، دھڑکتے دل کے ساتھ اللہ سے التجا کی کہ یا اللہ میں تو بہت کمزور ہوں۔ تیرے گھر کا بار بار

دیدار نصیب ہونا ضروری ہے۔ یا اللہ بار بار بلانا اب چند دن باقی رہ گئے ہیں۔ پھر تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں ہوں گے۔ حرم کے وسیع وعریض صحن میں ہی تھوڑی دیر کے لیے لیٹ گئے۔ سکون کی نیند آئی۔ نیند میں بھی آنکھوں کے سامنے حرم اور کعبۃ اللہ گھومتا رہا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش

اشراق پڑھ کر مروہ کی پہاڑی سے باہر کا رخ کیا۔ باہر سامنے ایک مکتب یا لائبریری ہے۔ اردگرد پہاڑ تھے۔ جنہیں کاٹ کر، گرا کر بلڈنگز بنائی گئی ہیں اور زیادہ تر حصہ حرم میں شامل کر دیا گیا ہے۔

مکہ مکرمہ حرم شریف کی حدود میں موجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش (مولد النبیؐ) اب ایک عوامی لائبریری ہے جو مکتبہ مکہ مکرمہ (مکہ لائبریری) کہلاتی ہے۔ یہ گھر پیدائش گاہ (مولد النبیؐ) کے نام سے ہی معروف ہے۔ اس جگہ اور اس گھر کو اس وجہ سے ہی اہمیت، فوقیت اور بلند مرتبہ حاصل ہے کہ اس جگہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔ یہ حرم شریف کے میدان میں صفاء ومروہ کے درمیان باب السلام کے بالمقابل باہر کی جانب، پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے۔ یہ گھر اب اپنی اصلی حالت نہیں، یہ تعمیر کے کئی مراحل سے گزرا ہے۔ لیکن خطہ زمین اور جگہ وہی ہے۔ ''تاریخ مکہ مکرمہ'' اور ''تاریخ مدینہ منورہ'' میں مصنف محمد عبدالمعبود نے الشیخ پاشا وامرائے مصر کے حوالے سے خلافت عثمانیہ میں مکہ کے محلوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس وقت مکہ میں محلّہ جرول، مسفلہ، جیاد، قشاشیہ، الغزہ، الشامیہ، القرافہ، السلیمانیہ کے علاوہ محلّہ شعب بنی عامر بھی تھا۔ مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی محلّہ شعب بنی عامر میں تھا۔ یہ محلّہ غزہ کے شمال میں ہے، اس میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مولد علیؓ اور بنی ہاشم کے مکانات تھے۔ اس کے شرقی حصے میں زمانہ جاہلیت میں بنی عبدالمطلب آباد تھے، لیکن آج کل یہاں اشراف مکہ مقیم ہیں۔ قریش کے مکانات زیادہ تر حرم کے شمال کی طرف تھے۔

مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا یہ مقدس گھر اس اعتبار سے اہم اور متبرک ہے کہ اس جگہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز پیر 12 ربیع الاول اور عام الفیل مطابق 22 اپریل 571ء شعب بنی ہاشم میں ہوئی۔ یہ گھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی ملکیت تھا، جب عبدالمطلب نابینا ہو گئے تو انہوں نے اپنی جائیداد اپنی زندگی ہی میں اپنے بچوں میں تقسیم کر دی، اس عمل کے نتیجے میں یہ گھر اور اس کے گرد جو کچھ بھی تھا، شاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کے حصے میں آیا اور ان کے بعد یہ جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتقل ہو گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی یہ ملکیت اپنے

چچازاد بھائی عقیل بن ابی طالب کو ہبہ کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت کے وقت فرمایا تھا ''کیا عقیل ہمارے لیے چھت یا گھر رہنے دیں گے۔'' عقیل بن ابی طالب یہ گھر محمد بن یوسف سقفی جو حجاج بن یوسف کا بھائی تھا، نے خرید کر اپنے مکان میں شامل کر لیا تھا اور اسی کے نام سے یہ ''بیت ابن یوسف'' مشہور رہا، حتیٰ کہ 171ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ ''خیزران'' جب حج بیت اللہ کو گئیں تو انہوں نے اس مکان کو خرید کر وہاں مسجد تعمیر کرا دی۔

''تاریخ مکہ'' کے مصنف محمد عبدالمعبود نے الشیخ رفعت پاشا کے حوالے سے لکھا کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان ولادت سڑک سے تقریباً ڈیڑھ میٹر نشیب میں واقع تھا۔ جس میں داخل ہونے کے لیے پتھر کی بنی ہوئی سیڑھیاں اتر کر جانا پڑتا تھا۔ شمالی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی 12 میٹر لمبا اور 6 میٹر چوڑا صحن تھا۔ اس کے دائیں جانب ایک دروازہ چھوٹے سے کمرے کی طرف کھلتا، جس کے اندر لکڑی کا ایک چبوترا بنا ہوا تھا، جس میں سنگ مرمر کا ایک پتھر ہے جو درمیان سے کھود کر گہرا کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت گاہ ہے۔'' اس جگہ کا کل رقبہ تقریباً 80 مربع میٹر تھا۔ اب اس گھر اور اس عمارت کی یہ صورت نہیں۔ یہ گھر اور یہ جگہ وقت، حالات اور زمانے کے ہاتھوں مختلف مراحل سے گزرتا ہوا موجودہ صورت تک کئی صدیوں میں پہنچا ہے۔

ڈاکٹر عبداللطیف عبداللہ بن دھیش نے اپنی کتاب ''پرائیویٹ لائبریریز ان مکہ'' (انگریزی) میں لکھا ہے: ''مجیدیہ لائبریری کا قیام 1328ھ میں عمل میں آیا۔ یہ لائبریری محمد ماجد بن صالح بن فیض اللہ بن حسن کی ذاتی لائبریری تھی۔ ماجد کرد ایک علمی و ادبی شخصیت تھے۔ انہوں نے ہمیشہ علمی اور ادبی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ ماجد کرد کو کتابوں سے محبت تھی۔ شیخ ماجد کرد کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے نے بھی اس لائبریری کو ترقی دی۔ 1370ھ میں شاہ عبدالعزیز نے حکم دیا کہ یہ پیدائش (مولد النبی) یعنی اس گھر میں، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، عوامی لائبریری قائم کر دی جائے جو شعب علی میں واقع تھی۔ اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے لیے انتہائی مقدس و محترم جگہ کو ایسی جگہ بنا دیا جائے، جہاں پر دنیائے اسلام سے اہل علم، محققین و مصنفین اور علم و حکمت سے وابستہ لوگ آزادی سے آسکیں اور علم کی پیاس بجھا سکیں۔

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا

مکتب کے بارے میں مشہور ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں آقائے دو جہاں ختم المرسلین نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنم لیا۔ مکتب کی سیڑھیوں پہ بیٹھا سوچتا رہا۔ غور کرتا رہا۔ تصور میں لاتا رہا۔ خیالوں میں گم ہو گیا۔ آنکھیں بند کر کے اس دور کا نقشہ ذہن میں لانے کی سعی لاحاصل کرتا رہا۔ وقت بیتتا رہا۔ وہاں سے اٹھنے کو دل نہ چاہ رہا تھا۔ ایک گائیڈ نے بتایا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام پذیر تھے اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اسی جگہ ہوئی تھی۔ چند میٹر کے فاصلے پر ٹوائلٹس بنے ہوئے ہیں۔اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ابوجہل کی رہائش گاہ تھی۔ میرے اللہ نے نبی کا نام بلند کیا۔**ورفعنا لک ذکرک** اور ابوجہل اور ابولہب کا نام صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔حسن نثار کی نعت پھر یاد آ رہی ہے ۔

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا

کوئی مجھ سا نہ دوسرا ہوتا

ان پہاڑوں پہ بیٹھے۔ان راہوں پر گزرتے کعبۃ اللہ کے سامنے بیٹھے۔مکہ کی گلیوں میں سے گزرتے۔ مکہ کے ابرِ کرم کے قطرے جسم پر برساتے اور حرم میں رہتے بس ایک ہی خیال بار بار آتا ہے۔کہ

کاش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جنم لیا ہوتا

ان کے راستے کی مٹی ہوتا

ان کے پاؤں کی خاک ہوتا

ان کے کپڑوں کا حصہ ہوتا

ان کی کالی کملی کا ایک دھاگا ہوتا

ان کے نوالے کا ایک حصہ ہوتا

ان کے ہاتھوں کو سہلاتا

ان کے سر میں کنگھی کرتا

مہرِ نبوت کو چوم لیتا

ان کی چارپائی کا ایک حصہ ہوتا

نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتے کا تسمہ ہوتا

کاش نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جنم لیا ہوتا

مجھ جیسا کوئی دوسرا نہ ہوتا

یاد ہے کہ بچپن میں جب امی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں بتایا کرتی تھیں تو اس وقت بھی دل میں ہمیشہ یہی خیال آتا تھا اور میں امی سے پوچھتا تھا کہ امی میں اس وقت کیوں نہ پیدا ہوا اور کیا وہ وقت، وہ لمحے وہ دور واپس آ سکتا ہے؟

مکتب لائبریری میں حجاج کرام آتے ہیں۔عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔سعودی حکام یہاں مختلف زبانوں میں CD's کے علاوہ لٹریچر تقسیم کرتے ہیں اور سعودی سند یافتہ علماء لوگوں کو مختلف زبانوں اور اپنے اپنے انداز میں سمجھاتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے احکام اور رسول اللہ کے طریقوں کے مطابق زندگی گزارنا چاہیے۔متبرک

جگہوں کا احترام اپنی جگہ لیکن ہمارا ہر عمل شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہونا چاہیے۔

ابھی مکہ میں بہت ساری مقدس جگہوں پہ جانا ہے۔ غارِ ثور کی زیارت کرنی ہے۔ غارِ حرا بھی جانا ہے، چلتے چلتے ایک ساتھی نے دور سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ دور پہاڑوں میں راستہ ہے جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ ثور کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ چلتے چلتے راستے میں پہاڑ حائل ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ کو اشارہ کیا۔ وہ راستے سے ہٹ گیا۔ کیا شان تھی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

☆............☆

سوئے غارِ حرا

چڑھائی، سانسوں کا بکھرنا اور سنورنا

جب سے مکہ آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبرک شہر میں وقت گزارا۔ غارِ حرا جانے کا مصمم ارادہ بنایا ہوا تھا۔ سنگلاخ وادیوں، چٹانوں، کالے بھورے، مٹیالے، الٹے کٹے، آڑھے ترچھے پہاڑوں کی زیارت کرنی تھی جن پر چل کر اللہ کے رسول، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر سے، غور وفکر، تدبر کرنے کے لیے پہاڑوں پر جایا کرتے تھے۔ غارِ حرا میں بیٹھ کر غور وفکر اور تدبر فرمایا کرتے تھے۔ گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ اللہ سے باتیں کرتے۔ غور وفکر میں گم رہتے اور کئی کئی دن وہاں قیام کرتے۔ حرا کی طرف جانے والے پہاڑوں کا جلال وکمال دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ پہاڑ اتنے اونچے لمبے بھورے مٹیارے کالے ہیں کہ انسان دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے اور سوچتا رہتا ہے کہ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے حرم کے قریب اپنے گھر سے نکلتے ہوں گے اور لمبا چوڑا دشوار گزار فاصلہ پیدل طے کر کے دور پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے اور وہاں بیٹھ کر غور وفکر کرتے ہوں گے۔

صبح سے ہی غار حرا جانے کی تڑپ لگی ہوئی تھی۔ ساتھیوں سے بات کی۔ کچھ تیار ہوئے مگر چڑھائی کا سن کر رہ گئے۔ اسماء سے بات ہوئی۔ تیار ہوگئی مگر جب دور سے پہاڑوں کو دیکھا۔ اونچائی کو دیکھا۔ گرمی کو دیکھا، نیچے دیکھا، اوپر دیکھا۔ حیران رہ گئی۔ دیکھتی رہ گئی، دور اوپر چوٹی پر سینکڑوں لوگ ذروں کی مانند چلتے بلکہ رینگتے، سرکتے نظر آ رہے ہیں۔ غار حرا کے بلند وبالا پہاڑوں کو دیکھ کر دل میں خیال آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کتنے اولعزم، بہادر اور پکے ارادوں والے تھے۔ اس وقت تو ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ غارِ حرا تک جانے کا راستہ مشکل ترین اور کٹھن ہے۔ جذبہ بھی ہے، شوق بھی ہے، ان راہوں پہ چلنے کا، اس جگہ پہنچنے کا جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے تھے، بیٹھتے تھے، قیام کرتے تھے۔ اسماء اور ڈاکٹر بشیر احمد ساتھ آئے۔ دونوں نے دور سے چڑھائی دیکھ کر اعلان کر دیا کہ ہم تو نہیں جا رہے۔ ہم نیچے انتظار کریں گے۔ جبل حرا کے نیچے خوب رونق لگی ہوئی ہے۔ دکانیں ہیں جہاں ہر چیز ملتی ہے۔ ساتھ ہی سعودی گورنمنٹ کی طرف سے ایک دفتر بنایا گیا ہے۔ جہاں سے جبل حرا کے بارے میں لٹریچر دیا جا رہا ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ اگرچہ غارِ حرا میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا کرتے تھے۔ یہاں پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ لیکن اس جگہ منت مان کر یا اس کو متبرک جان کر وہاں چڑھنا کسی طور پر بھی جائز نہیں۔ مگر اس کے باوجود سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیوانے یہاں موجود ہیں۔ عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اوپر جانے کے متمنی ہیں اور ان راہوں کی ان پتھروں کی زیارت کرنا چاہتے ہیں جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیا کرتے تھے۔ بیٹھا کرتے تھے اور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ مسفلاح پل سے ٹیکسی لی۔ ٹیکسی والے نے نیچے اتار دیا۔ سامنے سیدھی مگر اونچی سڑک جا رہی تھی۔ بازار میں سے گزرتے ہوئے سڑک پہ چلنا شروع کیا۔ آگے جا کر سڑک مزید اونچائی کی طرف تھی۔ چلنے سے سانس پھولنا شروع ہو گیا۔ نبض کی رفتار تیز ہو گئی۔ ٹانگیں درد کرنے لگیں۔ جذبہ برقرار ہے۔ مگر ٹانگیں شل ہوتی جا رہی ہیں۔ آہستہ آہستہ مزید آگے بڑھے۔ طبیعت مزید خراب ہو گئی۔ سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگا۔ ٹھنڈے پسینے آنا شروع ہو گئے۔ ایک چھوٹا سا ہوٹل آیا۔ وہاں ٹھہرے، آرام کیا، جوس پیا، چائے لی، تھوڑے سے اوسان بحال ہوئے۔ پھر چلنا شروع کیا۔ وہی حالت، نبض کی رفتار 140 تک پہنچ گئی۔ حلق سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ ٹانگیں شل ہو گئیں۔ ایسا لگا پاؤں دو دو من کے ہو گئے ہیں۔ طارق شاہ پریشان ہو گئے۔ چھاتی میں درد محسوس ہونے لگا۔ سینے میں گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔ حالت غیر ہو گئی۔ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ غور سے اپنا جائزہ لیا۔ شاہ صاحب نے کہا واپس چلتے ہیں۔ اسماء کو بھی فون کر کے بتا دیا کہ واپس آ رہے ہیں۔ طبیعت خراب ہو گئی۔ غار حرا جانے کی حسرت دل میں رہ گئی۔ مایوسی سی ہو گئی، پژمردگی چھا گئی۔ پریشانی ہو گئی۔ چپ سی لگ گئی۔ طارق شاہ بولے ڈاکٹر صاحب میں آپ کو پھر لے آؤں گا۔ پریشان نہ ہوں۔ اسی اثناء میں ظہر کی اذان ہو گئی۔ چلو نماز تو پڑھ لیں۔ بکھرے ہوئے سانس ذرا بحال ہوئے۔ پہاڑ شروع ہونے سے پہلے ایک چھوٹی سے مسجد بنی ہوئی ہے۔ جہاں سے اوپر تک نہ پہنچنے والے زائرین غار حرا کا دور سے نظارہ کرتے ہیں۔ اور جبل نور کو اوپر سے دیکھ کر ہی اپنے من کو تسلی دیتے ہیں۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ دو رکعت صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر اللہ سے دعا کی۔ عاجزی کی۔ رو رو کر درخواست کی کہ یا اللہ غارِ حرا

تک جانے کی ہمت عطا فرما۔ دعا ختم کی ہی تھی کہ ہمت پھر سے لوٹ آئی۔ عزم جواں اور تازہ ہو گیا۔ بکھری سانسیں بحال ہو گئیں۔ شل ٹانگیں اوپر جانے کے لیے تیار ہو گئیں۔ صحت کا کوئی ڈر اور فکر نہ رہا۔ ایسے لگا کچھ ہوا ہی نہیں۔ دعا ختم ہوتے ہی شاہ صاحب کو بتا دیا کہ اوپر جانا ہے۔ شاہ صاحب سن کر پریشان ہو گئے۔ میں پھر لے جاؤں گا، ابھی واپس چلتے ہیں۔ اسماء کو بھی بتا دیا کہ میں اوپر جا رہا ہوں۔ غار حرا تک پہنچنا ہے۔ اللہ کا نام لے کر دوبارہ سے سفر کا آغاز کیا۔

انہی پتھروں پہ چل کے آؤ

انہی راہوں پہ چل رہے ہیں۔ انہی پتھروں پہ جا رہے ہیں۔ یہ وہی راہیں ہیں، وہی راستے ہیں، وہی سنگلاخ چٹانیں ہیں۔ گرتے پڑتے، کانپتے کانپتے، لڑکھڑاتے، اوپر چڑھنے کی کوششوں میں ہیں، بوڑھے بھی آ جا رہے ہیں، جوان بھی، عورتیں بھی، سب ڈھونڈ رہے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کو۔ تلاش میں ہیں ان پتھروں کی جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم لگے۔ جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکے۔ منزل ابھی دور ہے۔ سانس دھونکنی کی طرح چل رہا ہے۔ مگر عزم جواں ہے، جوش ہے، جذبہ ہے، جنوں ہے، غار حرا تک پہنچنا ہے۔ ان مقدس پتھروں کو دیکھنا ہے ان کا دیدار کرنا ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے۔ فرشتہ آیا تھا۔ اقراء کا سبق پڑھایا۔ پہلی وحی آئی تھی۔ پہاڑ پھٹ گئے تھے۔ آڑے ترچھے، اونچے نیچے، سنگلاخ پہاڑ ہیں۔ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ کہیں اونچی ہیں کہیں نیچی۔ عشق و مستی کا سفر جاری و ساری ہے۔ ٹھہر ٹھہر کر جا رہے ہیں۔ چڑھائی چڑھنے سے سانس پھولتا ہے۔ پسینہ آتا ہے، ٹانگیں شل ہوتی ہیں۔ عورتیں، مرد بوڑھے جوان جا بھی رہے ہیں۔ آ بھی رہے ہیں، جو واپس آ رہے ہیں ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہیں۔ تین چار سو سیڑھیاں اونچائی چڑھ چکے ہیں۔ شروع میں تو ہمت جواب دے گئی، چڑھائی مشکل لگی، مگر جونہی راستے کی مسجد میں ظہر کی نماز ادا کی۔ اللہ سے دعا کی کہ اوپر لے جائے۔ تو ہمت آ گئی۔ عزم پیدا ہو گیا، اگر ہمت آ جائے۔ اللہ کی مدد آ جائے تو راستے آسان ہو جاتے ہیں۔ طارق شاہ ساتھ ہیں۔ ان کی وجہ سے آسانی ہے۔ اسماء کو کہہ دیا ہے کہ ڈاکٹر بشیر کے ساتھ ہوٹل روانہ ہو جائے۔ انشاء اللہ اوپر جا کر واپسی ہو گی۔ اسماء پریشان ہے کہ پہلے طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ واپسی کا ارادہ بنا لیا تھا لیکن اب تو آدھے سے زیادہ راستہ طے ہو چکا ہے۔

تھوڑا سفر باقی ہے، ہمت کریں

مولینا گل احمد لورالائی اور عبدالقادر مردان زئی بھی اوپر سے ہو کر آئے ہیں غار حرا کی زیارت کر کے

بہت خوش ہیں۔ انہوں نے ہمت بڑھائی کہ ابھی کم فاصلہ رہ گیا ہے۔ آرام سے اوپر جائیں۔ نیچے سے یہاں تک 500 سڑھیاں ہو چکی ہیں۔ کل سیڑھیاں 1200 سے زیادہ ہیں۔ چڑھتے جا رہے ہیں۔ ہانپ رہے ہیں۔ کانپ رہے ہیں۔ سانس چڑھا ہوا ہے۔ غارِ حرا تک پہنچنے کی جلدی ہے۔ بے قراری ہے۔ بے چینی ہے۔ بے کلی ہے۔ مگر آہستہ آہستہ خراماں خراماں سفر جاری ہے۔ پتھروں پر پھونک پھونک کے قدم ڈال رہے ہیں۔ بڑے بڑے پتھر ہیں۔ سنگلاخ اور نوکیلے۔ ایک ایک پتھر پہ گمان ہو رہا ہے۔ ایک ایک پتھر کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے۔ احساس ہوتا ہے، کہ ہمارے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر بیٹھے ہوں گے ادھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام فرمایا ہوگا۔ ان پتھروں سے جلال و کمال والے پہاڑوں سے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ سب نور والے، روشنی والے پتھر ہیں۔ جبل نور سامنے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر آتے تھے۔ ٹھہرتے تھے۔ جبریئل کے پر ادھر ہی لگے تھے۔ اس وقت کا سوچیں سیڑھیاں بھی نہ تھیں، سڑکیں بھی نہ تھیں راستے بھی نہ تھے۔ گاڑیاں بھی نہ تھیں۔ کسی قسم کی کوئی سیڑھیاں نہ تھیں، ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ آپ آتے تھے اور کئی کئی دن قیام فرماتے تھے۔ کائنات کی وسعت پہ، اللہ کی وحدانیت پہ غور و فکر کرتے تھے، تدبر کرتے تھے۔ اللہ نے اس غار کو منتخب کیا تھا۔ دنیا کے تمام پہاڑوں میں سے دنیا کی سب جگہوں میں سے ان پتھروں کو اس جبل نور کو چنا تھا کہ یہاں قرآن کی پہلی وحی نازل ہوئی۔ چٹانوں کی مانند بڑے بڑے پتھر ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ علیحدہ علیحدہ رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں پتھروں کے درمیان میں، یہیں کہیں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے، براجمان ہوتے تھے۔ کبھی ایک پتھر پر کبھی دوسرے پر، یہیں کہیں جبرائیل امین کے پر لگے تھے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گئے تھے۔ اللہ نے پہاڑوں پر قرآن نازل کرنا چاہا تو پہاڑ دہل گئے، لرز گئے۔ ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، بکھر جائیں گے۔ ٹوٹ جائیں گے۔ پھر اللہ نے امام الانبیاء خیر البشر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی وحی نازل کرنا تھی۔ ان مقدس پہاڑوں کو یہ اعزاز ملا۔ ان پتھروں کے کیا شاندار نصیب ہیں۔ قیامت تک پتھر عظیم رہیں گے۔ متبرک اور مقدس رہیں گے۔ ہزاروں حجاج کرام ادھر آتے ہیں۔ ان کا دیدار کرتے ہیں۔ ان پتھروں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

ڈبوں والے پنجابی، بنگالی، کشمیری بابے

راستے میں جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے سٹاپ ہیں۔ بنگالی، پنجابی، ہندوستانی بابے یہاں قیام پذیر ہیں۔ اللہ کے نام پہ مانگ رہے ہیں۔ ہاتھوں میں بیلچے پکڑے ہوئے ہیں، زائرین کے آتے ہی مٹی اٹھانے، پتھروں کو توڑنے یا صفائی کرنے میں مگن ہو جاتے ہیں۔ زائرین کو دیکھ کر ان کی زبان میں سوال کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو ان پتھروں کا ان راستوں کا ان راہوں کا محافظ گردانتے ہیں۔ اس کے عوض بخشیش اور نذرانہ مانگتے ہیں۔

زائرین ان پر ریال، روپے، تومان، ڈالر، پونڈ نچھاور کرتے ہیں۔ یوں پتھروں پر رہنے کے باوجود ان کا سلسلہ بھی چلتا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ اوپر جانے والے زائرین کی ہمت بھی بڑھاتے ہیں۔ آدھا راستہ بھی طے نہ ہوا ہو مگر یہ بتائیں گے کہ تھوڑا سفر مزید باقی ہے۔ آپ اوپر منزل مقصود تک پہنچنے والے ہیں۔ اس سے اوپر جانے والوں کی تسلی ہو جاتی ہے۔ ہر 100 سیڑھی کے بعد ایک سٹاپ آتا ہے۔ پانی، جوس چائے وغیرہ ملتے ہیں، بیٹھیے، ستائیے، سانس درست کریں اور پھر آگے چلیں۔

جبل نور، غار حرا اور سورہ علق

آخر کار ڈیڑھ گھنٹہ چلتے چلتے منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ اس متبرک جگہ پر آ گئے۔ اس عظیم پہاڑ کی چوٹی پر آ گئے۔ جو جبل نور ہے۔ جہاں سے آج بھی نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ جبل نور پر پہنچتے ہی زبردست قسم کی ٹھنڈک، روشنی، نورانیت، رومانیت، اور روحانیت رگ وپے میں سرایت کر گئی۔ جس سے بکھری سانسیں بحال ہو گئیں۔ ایسے لگا کہ تھکے ٹوٹے بدن کو قرار آ گیا ہے۔ شل ٹانگیں بھی تازہ دم ہو گئیں۔ تھکان اور تھکاوٹ اتر گئی۔ خوشی رگ وپے میں سرایت کر گئی۔ دل کیا کہ میں زور زور سے دیوانہ وار اعلان کروں، جبل نور کی چوٹی پر چڑھ کر بولوں کہ میں غار حرا تک پہنچ گیا ہوں۔ میں یہاں رہنے کے لیے غور و فکر کرنے کے لیے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کی تلاش میں آیا ہوں۔ ایک پہاڑ کی اوٹ سے شاہ صاحب اندر لے کر آئے۔ وہاں سے مشکل سے ہی ایک ہی آدمی گزر سکتا تھا۔ شاید یہی وہ جگہ ہے جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے۔ غور و فکر کرتے تھے۔ اتنے دشوار، گزار کٹھن راستے، اونچائی، چڑھائی کے باوجود زائرین کی ایک کثیر تعداد یہاں موجود ہے۔ عورتیں بھی ہیں، مرد بھی ہیں، بچے بھی، بوڑھے بھی، ٹرکش، انڈین، عربی، انڈونیشی، ایرانی، تاجکستانی، سمرقند بخارا پاکستان اور یاغستان اور دوسرے ممالک سے عشاق ادھر موجود ہیں۔ اندر اوپر چڑھ کر جبل نور کا وہ حصہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ وہی جگہ ہے۔ وہی مقام ہے۔ جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے تھے۔ تمام لوگ جو اوپر آئے ہیں۔ خوش ہیں۔ اپنے نصیب پر اور اپنی خوش قسمتی پہ نازاں ہیں۔ خواتین قرآن پاک لے کر آئی ہیں۔ وہ ایک دوسری سے کہہ رہی ہیں کہ ہم اِدھر سورہ "علق" اقرا باسم ربک الذی خلق" پڑھ کر جائیں گی۔ غار حرا میں آنا۔ مشقت کر کے اوپر چڑھنا، مقدس پہاڑ پر چڑھنا۔ ان پتھروں پر بیٹھنا ان کو دیکھنا باعث برکت ہے۔ اس وقت ہم غار حرا کے عین سامنے بیٹھے ہیں۔ جس پہاڑ پہ بیٹھے ہیں وہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ کر بیٹھا کرتے تھے۔ دنیا و جہاں کی ماہیت پہ اللہ کی کائنات پہ غور و فکر کرتے تھے۔ سوچا کرتے تھے۔ یہ کائنات اللہ نے عبث پیدا نہیں کی۔ کائنات کی تخلیق کا ایک مقصد ہے۔ اللہ نے چنا ہوا پہلے سے تھا۔ پیدائش سے ہی آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے مگر وحی کا ایک وقت مقرر تھا۔ وہ لمحہ اللہ نے چنا ہوا تھا۔

جبل نور اس کے لیے منتخب تھا اور جبل نور میں سے غارِ حرا یا پتھروں سے بنی ہوئی ایک گھاٹی یا اوٹ کو منتخب کیا ہوا تھا۔ کہ فرشتہ یہاں آئے گا اور اللہ کی آخری الہامی کتاب ''قرآن پاک'' کی پہلی وحی عین اسی جگہ نازل ہو گی جس جگہ آج ہمیں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

شاہ صاحب بتا رہے ہیں کہ یہاں سے، جبل نور سے حرم کے مینار نظر آتے ہیں۔ آپ کے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور میں ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ نہ کوئی راستے تھے نہ بڑی بڑی عمارتیں۔ غارِ حرا کے اندر پتھروں کی اوٹ سے خانہ خدا نظر آتا تھا۔ غور و فکر اور تدبر کرتے وقت اللہ کا گھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں کے سامنے رہتا تھا۔

جبل نور میں پہاڑوں کی دو مختلف چوٹیوں، ڈھلوانوں، گھاٹیوں کے سامنے کسی (غالباً پاکستانی) نے غارِ حرا، جبل نور، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ''اقراء'' لکھا ہوا ہے۔ غارِ حرا کی تمام تصاویر میں لکھے ہوئے یہ الفاظ اور سبز رنگ صاف نظر آتا ہے۔ اللہ کا خاص شکر ہے کہ جس نے غارِ حرا کا دیدار کروا دیا۔ یہاں تک پہنچنے میں ان پہاڑوں میں آنے میں اپنا کوئی کمال نہیں۔ ہمت تو شروع میں ہی جواب دے گئی تھی۔ اللہ نے خاص کرم کیا، ہمت دی اور ہم غارِ حرا پہنچ گئے۔

غارِ حرا کا نظارہ

دور سے لوگ چیونٹیوں کی طرح چڑھتے نظر آ رہے تھے۔ چلنا شروع کیا تو سانسیں اکھڑ گئیں، ٹانگیں جواب دے کر شل ہو گئیں۔ واپسی کا سوچا۔ اسماء الگ سے پریشان تھیں۔ مگر ظہر کی نماز پڑھی۔ اللہ سے دعا کی، ہمت لوٹ آئی اور خوش نصیبی ہے کہ جبل نور کے سائے میں بیٹھے ہیں۔ سیڑھیوں سے دو بڑے پتھروں کے بیچ میں سے گزر کر ادھر بیٹھا ہوں۔ جوتے اتار دیئے ہیں، ان مقدس پہاڑوں پر جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے تھے۔ جوتوں سمیت چلنا اچھا نہ لگا۔ اندر حاجی جاتے جا رہے ہیں۔ اپنی اپنی قسمت پر نازاں ہیں۔ یہاں پہنچنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ جبل نور سے حرم کے مینار نظر آ رہے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ لائنیں غارِ حرا میں بیٹھ کر، ان مقدس پہاڑوں کے درمیان بیٹھ کر، یہاں کھڑے ہو کر لکھی جا رہی ہیں۔ غارِ حرا میں اندر جانے کے لیے، ان پتھروں اور جگہ کے دیدار کے لیے عورتوں اور مردوں کی لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ اندر لوگ جا رہے ہیں۔ دو بڑے پتھروں کے درمیان ایک اوٹ سے بنی ہوئی ہے۔ جس کی چھت پر بھی ایک بہت بڑا پتھر ہے۔ اس کے اندر ایک آدمی آسانی سے اندر جا سکتا ہے۔

پہلی وحی، اماں خدیجہؓ اور ورقہ بن نوفل

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر پانی اور ستو لے کر غارِ حرا میں (طول 4 گز، عرض پونے دو گز تھا) جا

بیٹھتے، عبادت کیا کرتے، اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا اور قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی۔ جب تک پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتے شہر میں نہ آیا کرتے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب نظر آنے لگے، خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے، دن میں ویسا ہی ظہور میں آ جاتا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو 9 ربیع الاول 41 میلادی (مطابق 12 فروری سنہ 610ء) کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں تھے۔

روح الامین نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بشارت قبول فرمایئے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ اس واقعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً گھر آئے اور لیٹ گئے۔ اماں خدیجہؓ سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو اماں خدیجہؓ سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ خدیجۃ الکبریٰؓ نے کہا، آپ کو ڈرنے یا گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے، بیواؤں، یتیموں، بے کسوں کی دستگیری کرتے، مہمان نوازی فرماتے اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں، خدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی غمگین نہ فرمائے گا۔

اب خدیجۃ الکبریٰؓ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریلؑ کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ وہ جھٹ بول اٹھا، یہی ہے وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، کیا قوم مجھے نکال دے گی؟ ورقہ بولا۔ ہاں! اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی۔ کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمایاں خدمت کروں۔ کچھ دنوں بعد فرشتہ پھر آیا اور نبی صلعم کو جنہوں نے اب تک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا، خدا کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ روح الامین نے ان آیات کو پڑھا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم. اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ o خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ o اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ o عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ. "شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا، جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا، (ہاں) پڑھتا چلا جا۔ تیرا پروردگار جو بہت کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے

سے تعلیم دی۔ (جس نے) انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا" اسی غار حرا کے باہر میں موجود ہوں۔ اب اندر جانا ہے۔ غار کے ایک ایک پتھر کا نظارہ کرنا ہے اور اس کے لمس کو آنکھوں میں بسانا ہے۔

غارِ حرا کے باہر چند ساعتیں

عورتیں اور مرد اندر جاتے جا رہے ہیں۔ اندر جاتے ہیں۔ واپس آنے کو دل نہیں کرتا۔ باہر لمبی لائن ہے۔ میرا ارادہ ابھی اندر جانے کا نہیں ہے۔ میں باہر بیٹھا ان پتھروں کو دیکھ رہا ہوں۔ ان کے لمس سے اپنے آپ کو گرما رہا ہوں۔ کوشش کر رہا ہوں کہ آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ آ جائے، وہ تصور آ جائے، وہ منظر سامنے آ جائے۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر آتے تھے۔ سب لوگ باتیں کر رہے ہیں، اپنے اپنے انداز میں اللہ کی حمد و ثناء بیان کر رہے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود بھیج رہے ہیں۔ رو رو کر اللہ سے فریادیں کر رہے ہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں۔ سورہ علق پڑھ رہے ہیں۔ پتھروں کو دیکھ رہے ہیں۔ بغور ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے ہیں۔ سب یہاں آ کر خوش ہیں۔ یہاں آنا کوئی آسان بات نہیں۔ قسمت والا اور ہمت والا آتا ہے۔ کتنے عظیم تھے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کتنے اولو العزم تھے، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنکھیں بند کر کے تصور کرنے کی کوشش کریں کہ کیسے بے آب و گیاہ پہاڑوں، سنگلاخ چٹانوں میں گزرتے ہوئے اور کئی کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر آتے تھے۔ اب تو حرم کے قرب و جوار میں عمارتیں ہیں، سڑکیں ہیں، اس وقت تو ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنگلاخ اور پتھریلے پہاڑوں پر چل کر غار حرا تک پہنچتے تھے۔ حیرانگی ہو رہی ہے، رشک آ رہا ہے، بوڑھی عورتوں اور بوڑھے مردوں پر جو ہمت کر کے یہاں جبل نور پہ پہنچے ہیں۔ چند ساعتیں ادھر گزارنے کی خواہش ہے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کی جگہ پہ جسم کا کوئی حصہ لگ جائے تو اس سے بڑی سعادت کیا ہو گی۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کا رشتہ محبت کا ہے، پیار کا ہے، جذبے اور جنوں کا ہے۔ اس لیے جس جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا ہیں جہاں جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے ہیں۔ جن جن راہوں سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے ہیں۔ جن جن راستوں پر نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا لگے ہیں۔ وہ وہاں پہنچنے کے خواہش مند ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ آنکھوں میں بسانا چاہتے ہیں۔ غار حرا کے دیدار کے لیے کٹھن راستے اور انتہائی خطرناک بلندی کے باوجود یہاں کثیر تعداد میں زائرین موجود ہیں۔

اندر جانے کے لیے ابھی تک لمبی لائن لگی ہوئی ہے۔ ہر کسی کی خواہش ہے۔ شوق ہے۔ جذبہ ہے کہ وہ

جلدی جلدی سب سے پہلے اندر جائے۔ کچھ لمحے اس متبرک جگہ، ان عظیم پتھروں کے بیچ گزارے۔ اس جگہ نور ہی نور ہے۔ یہ جلال اور کمال والے پہاڑ ہیں۔ نور اور نورانیت برس رہی ہے۔ اللہ کی رحمت اور سکینہ کا ڈائریکٹ نزول ہو رہا ہے۔ آہستہ آہستہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ تھوڑی بہت دھکم پیل بھی ہے۔ سب درود و سلام کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ سب کی ایک ہی کوشش ہے۔ ایک ہی آرزو ہے کہ اندر ہو آئیں۔ چند سیکنڈ کے لیے، چند ساعتوں کے لیے، تھوڑے لمحوں کے لیے اس جگہ کو دیکھ لیں۔ ان پتھروں پہ تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جائیں۔ ان پتھروں سے اپنے جسم کو مس کر کے منور کر لیں۔ یہ محبت اور عقیدت کا اظہار ہے۔ یہاں کا ایک ایک پتھر اتنا بڑا ہے۔ اتنا عظیم ہے۔ اتنے جلال اور کمال والا ہے کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ نے یہاں پہنچایا ہے۔ دوپہر کا وقت ہے۔ گرمی ہے، دھوپ ہے۔ مگر آنے والوں کا نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھنے والی جگہ کا دیدار کرنے والوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے۔ زیادہ ہوتا جا رہا ہے، بوڑھی عورتیں بھی آ رہی ہیں۔ بوڑھے مرد بھی، جوان بھی۔ ایک بوڑھی ٹرکش عورت پہاڑ کے عین اوپر بیٹھ کر دعا مانگ رہی ہے، التجا کر رہی ہے، اللہ کو یاد کر رہی ہے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود بھیج رہی ہے۔ ابھی ابھی ایک بلی ادھر سے گزری ہے۔ اسے پچکارا، بلایا، آنکھ بند کر کے دیکھا۔ لیکن چپکے سے چلی گئی شاید یہ انہیں بلیوں کی نسل سے ہے جو نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ہوتی تھیں۔ جوں جوں شام کا وقت ہو رہا ہے۔ آنے والے زائرین کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ لوگ جمع ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنے اپنے انداز میں درود و سلام کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ کوئی یہاں اوپر پہاڑوں پر چڑھ کر نوافل پڑھ رہا ہے۔ کوئی قرآن پاک پڑھ رہا ہے۔ کوئی پتھروں کو چوم رہا ہے۔ کوئی ان راستوں کو ان پہاڑوں کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے یہاں آنے کی توفیق دی ہے۔ یہ سطریں بھی عین جبل نور کے سائے تلے غارِ حرا کے سامنے بیٹھ کر لکھی جا رہی ہیں۔

چشم تصور وہ منظر دیکھ رہی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر آیا کرتے تھے۔ ٹھہرا کرتے تھے، غور و فکر کرتے تھے، اسی جگہ فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر آیا تھا۔ قرآن کی پہلی وحی نازل ہوئی۔ لوگ جان کی پرواہ کیے بغیر چوٹی پر چڑھ رہے ہیں۔ غارِ حرا کے اندر جانے کی باری پتہ نہیں کب آئے گی۔ مگر یہاں آنے کا جو خواب دیکھا تھا۔ وہ پورا ہو گیا۔ اللہ نے غارِ حرا تک آنے کی جو دل میں آرزو تھی وہ پوری کر دی۔ امام الانبیاء جب غارِ حرا آیا کرتے تھے تو نہ سڑکیں تھیں، نہ راستے تھے اب تو نیچے سے یہاں اوپر آنے کے لیے 1300 سے زیادہ سیڑھیاں ہیں۔ راستہ میں جگہ جگہ پاکستانی، ہندوستانی، بنگلہ دیشی، افریقی ممالک کے لوگوں کی دکانیں ہیں، جہاں سے پانی، جوس اور چائے مل جاتی ہے۔ آرام کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ بیٹھے بیٹھے خاصی دیر ہو گئی۔ اندر جانے کے لیے

ابھی بھی لمبی لائن ہے۔ غارِ حرا تک آنے کے لیے، بیچ میں سے راستہ آتا ہے، وہاں بڑے بڑے پتھروں کے اوپر کسی نے چھت ڈال دی ہوئی ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے ''غارِ حرا میں ایک رات'' کے عنوان سے جو کتاب لکھی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہاں ایک بنگالی بابا رہتا تھا۔ جو رات کے وقت ٹارچ سے لوگوں کو گائیڈ کرتا تھا۔ بتاتا تھا کہ غار کونسی ہے؟ آپ نے کس جگہ سے اندر جانا ہے۔ یہ پراسرار بابا اشاروں کی زبان سمجھتا تھا۔ بولتا کچھ نہ تھا۔ اب وہ وہاں نظر نہیں آ رہا۔ شاید یہ اس کا بیٹا ہے کہ جو سب کو گائیڈ کر رہا ہے۔ لوگوں کو کہہ رہا ہے کہ جلدی جلدی اندر جائیں اور باہر آئیں تا کہ ہر آنے والے کو اندر جانے کا موقع مل جائے۔

غارِ حرا میں چند ساعتیں

غارِ حرا کے عین سامنے، جبل نور کے سائے میں بیٹھے ہوئے یہ لائنیں لکھتے ہوئے دل و دماغ میں خوشی اور مسرت کے جذبات ہیں، دل باغ باغ ہو رہا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا جہاں لگے تھے۔ جن راہوں پہ جن پتھروں سے ان کا جسم مبارک لگا تھا۔ وہاں چلنے کی، رکنے کی، بیٹھنے کی سعادت مل رہی ہے۔ اندر ابھی جانا ہے۔ اس جگہ پر بیٹھنا ہے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تھے، بڑا ہی خوش کن، متاثر کرنے والا، روحانی منظر ہے۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔ کمزور دل راستے سے ہی پلٹ جاتے ہیں۔ مگر قربان ان بوڑھے مقدس انڈین، ترکش، افریقی اور پٹھان بابوں اور بوڑھی ماؤں کے جو اوپر سے ہو کر آئے تھے اور راستے میں تسلی دیتے رہے کہ پریشان نہ ہوں کہ بلکہ اوپر ضرور جائیں۔ یہ موقع، یہ دیدار کبھی کبھی نصیب آتا ہے۔ غارِ حرا تک لازمی جائیں۔ ابھی آدھا راستہ طے نہ ہوا تھا۔ کہ ایک پٹھان اوپر سے آ رہا تھا۔ اکھڑا ہوا سانس دیکھ کر کہنے لگا۔ بھائی ہمت کرو تھوڑا سفر باقی ہے۔ غارِ حرا تک پہنچنے کے لیے 1300 سے زیادہ آڑھی ترچھی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں مگر ان پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے۔ ذرا سی لغزش نیچے پہنچا سکتی ہے۔ مشکل راستہ ہے۔ چڑھائی ہے، مگر جذبہ جنوں تھا۔ شوق تھا جو یہاں لے آیا۔ لوگ جان کی پرواہ کیے بغیر جبل نور کے اوپر چڑھ کے غارِ حرا کی چھت والے پتھر پر کھڑے ہو کر نوافل پڑھتے ہیں۔ ابھی ابھی ایک افریقی نوجوان اوپر گیا ہے اور غارِ حرا کے عین اوپر پتھر کی نکڑ پہ کھڑا دو رکعت نفل پڑھنے میں مصروف ہے۔ دل جمعی سے نفل پڑھ رہا ہے۔ ذرا سا بھی خوف یا ڈر نہیں کہ ذرا سی لغزش دور نیچے گرا دے گی اور پھر ہڈیاں بھی نہ ملیں گی۔ عورتیں بھی آئی ہیں۔ نوافل پڑھ رہی ہیں۔ اللہ کو یاد کر رہی ہیں۔ درود و سلام پڑھ رہی ہیں۔ یہ موقع بار بار نہیں ملتا۔ عصر کی اذان ہو گئی۔ یہاں بھی رقص ابلیس جاری ہونے کو تھا۔ ابلیس لعین کہیں پیچھا نہیں چھوڑتا۔ یہاں بھی پہلے جانے کے چکر میں کچھ لوگ آپس میں دھکم پیل کر رہے ہیں۔ لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ کچھ لوگ دوسروں کی پرواہ کیے بغیر اندر داخل ہو کر نوافل کی نیت کر لیتے ہیں۔ جس پر

باہر والے بولتے رہتے ہیں۔ جلدی کریں جلدی کریں۔ باہر آئیں۔ ہم بھی عقیدت رکھنے والے ہیں۔ پہاڑوں کو عبور کر کے آئے ہیں۔ زیادہ دیر اندر نہ رہیں۔ سب کو موقع دیں۔ عصر کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ شاہ صاحب نے کہا اندر جانا ہے تو لائن میں کھڑے ہو جائیں۔ لوگ آتے جا رہے ہیں۔ جوں جوں شام ہو رہی ہے۔ زائرین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ طارق شاہ لوگوں کو بار بار بتا رہے ہیں کہ اصل کامیابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہے۔ اللہ کے حکموں کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ اگر آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اتباع کریں تو یہی عشق رسول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی طریقے اپنانے میں دنیا اور آخرت میں کامیابی ملے گی۔ دل کو تھام لیا ہے۔ سانسوں کو قابو میں کر لیا ہے۔ انگ انگ اور جسم کے روئیں روئیں سے خوشی ٹپک رہی ہے۔ آس پاس کے پتھروں سے نور کی شعاعیں نکلتی نظر آ رہی ہیں۔ پاؤں ننگے ہیں۔ عشاق کی لائن لگی ہوئی ہے۔ باری آنے والی ہے مگر میں راستے کے پتھروں کو دیکھ رہا ہوں۔ ان پہ غور کر رہا ہوں۔ یہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کی تلاش میں ہوں۔ ایک ایک پتھر میں ہاتھ پھیر رہا ہوں۔ کہیں تو نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا ہوں گے۔ ابھی اندر جانا ہے۔ مطمئن دل اور روح کی تازگی کے ساتھ اس غار حرا میں پہاڑوں کے بیچوں بیچ اس عظیم گزرگاہ سے گزر کر اس جگہ چند لمحے چند ساعتیں گزارنی ہیں۔ جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے تھے، غور و فکر کیا کرتے تھے۔ غار حرا میں آ کر حسن نثار کی نعت کے شعر پھر یاد آ رہے ہیں۔

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا
کوئی مجھ سا نہ دوسرا ہوتا
رستہ ہوتا ترے گزرنے کا
اور ترا رستہ دیکھا ہوتا
مجھ کو خالق بناتا غار حسنؔ
اور مرا نام بھی حرا ہوتا

انہی پتھروں پر نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھا کرتے تھے، سویا کرتے تھے، ستایا کرتے تھے، استراحت فرمایا کرتے تھے۔ اس جگہ اندر جانے کا موقع ملنے والا تھا۔ اگلا ساتھی گیا۔ اس کا دل اٹھنے کو نہیں کر رہا۔ موقع غنیمت جانا، دو رکعت نماز نفل پڑھنا شروع کر دی۔ نفل پڑھتا جا رہا ہے۔ میں اس کو کچھ نہیں کہہ رہا۔ شوق سے لائن میں کھڑا ہوں۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گزرگاہ والے پتھروں کو دیکھ رہا ہوں۔ مجھے یہاں سے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرتے نظر آ رہے ہیں۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نظر آ رہا ہے۔ فرشتے کی

آوازیں محسوس ہو رہی ہیں۔ پہاڑ لرزتے، ہلتے، جبرئیل کے پروں تلے دبتے نظر آ رہے ہیں۔ ہر طرف روشنی اور نور ہے۔ پہلی وحی کی آمد آمد ہے۔ اندر جانے والا راستہ مقدس ہے، متبرک ہے، میں تو آس پاس کے پتھروں کو دیکھنے میں مستغرق ہوں، ڈوبا ہوا ہوں، سوچتا جا رہا ہوں، دیکھتا جا رہا ہوں، نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا تلاش کرتا جا رہا ہوں۔ ان پتھروں پہ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استراحت فرمائی تھی۔ جبرئیل کے پر جبل نور کے کس حصے سے ٹکرائے تھے۔ آخر وہ وقت آ گیا۔ اندر جانے کا موقع مل گیا اندر جھک کر جانا پڑتا ہے۔ بیٹھ کر احتیاط سے داخل ہونا پڑتا ہے۔ ویسے بھی ادب کی، احترام کی جگہ ہے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے استراحت ہے۔ میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹھک ہے۔ غور وفکر کی جگہ ہے۔ بیٹھ کر جھک کر عقیدت سے آنکھیں جھکا کر ہولے ہولے، آہستہ آہستہ پھونک پھونک کر اندر داخل ہونے کی جسارت کی۔ جسم کو سکیڑ کر، سمیٹ کر اور شعوری کوشش کر کے کہ جسم کے سارے حصے اندر جانے والے راستے کے پتھروں سے مس ہوں۔ اللہ کا نام لے کر اور درود وسلام کا نذرانہ پیش کر کے اندر داخل ہوا۔ غارِ حرا کو دیکھ کر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ اندر روشنی، نور، نورانیت، روحانیت نظر آئی۔ ایک ایک پتھر کو غور سے دیکھا۔ ہر پتھر سے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کی خوشبو آنے لگی۔ بدن کے بال کھڑے ہو گئے۔ جسم کے روئیں روئیں اور انگ انگ سے خوشی ٹپکنے لگی۔ یہ کتنی عظیم غار ہے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بسیرا ہوتا تھا۔ یہاں آ کر اپنی بے بسی، کم مائیگی کا احساس دو چند ہو گیا۔ اللہ نے اس عاجز، گنہگار، خطاؤں کے پتلے، مسکین بندے کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غارِ حرا میں پہنچا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکن کی جگہ پہنچا دیا۔ صبر کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ بہت کچھ کہنا تھا۔ دعائیں مانگنی تھیں۔ سب کچھ بھول گیا۔ فراموش ہو گیا۔ غار حرا ہے یا میں ہوں میں ان پتھروں کے درمیان میں ہوں۔ ان لمحوں کو، ان ساعتوں کو، ان چند سیکنڈوں کو، ان گھڑیوں کو دل میں بٹھا رہا ہوں اور دماغ میں محفوظ کر رہا ہوں۔ ان پتھروں پہ ہاتھ پھیرتا جا رہا ہوں۔ عقیدت سے احترام سے، ہولے ہولے، پیار سے ان پتھروں پہ ہاتھ پھیر رہا ہوں، نظریں دوڑاتا جا رہا ہوں۔ شعوری طور پر اپنے بدن کو غار کے پتھروں سے مَس کر رہا ہوں۔ تا کہ ان پتھروں کا لمس جسم پہ لگ جائے جہاں میرے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر لگا تھا۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خراج تحسین درود شریف کی شکل میں پیش کیا۔ سب کو کہا درود پڑھیں۔ دو رکعت نماز نفل کی نیت کی۔ دوران نماز بھی نظریں غارِ حرا کے اندر پتھروں کا طواف کرتی رہیں۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا تلاش کرتی رہیں۔ جلدی جلدی نفل پڑھ لیے۔ پتھروں کو دیکھا، بار بار دیکھا دو تین بڑے پتھروں کی اوٹ ہے۔ ہوا آنے کا راستہ ہے۔ بمشکل ایک آدمی آسانی سے کھڑا ہو سکتا ہے، بیٹھ سکتا ہے، ستا سکتا ہے یا لیٹ سکتا ہے۔ پیچھے

سے آوازیں آنا شروع ہوگئی ہیں۔ جلدی کریں، باہر آئیں، تھوڑا سا اور رہنے دیں۔ چند ساعتیں اور گزارنے دیں، ابھی تو میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ ابھی تو حسرت باقی ہے۔ ابھی تو دل بھرا نہیں۔ مگر واپس آنا تھا۔ دوسروں کو موقع دینا تھا۔ غار حرا کو آنکھیں کھول کھول کر دوبارہ دیکھا، غور سے دیکھا، نظریں جما کر دیکھا۔ ایک ایک پتھر کا لمس لیا۔ جسم کو ان پتھروں پر، ان جگہوں سے مس کرنے کی سعی کی جہاں آقا کے نقشِ پا یا جسم اطہر کا کوئی حصہ لگا تھا۔ چشم تصور سے دیکھا۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں۔ آرام فرما رہے ہیں، ستا رہے ہیں، غور و فکر کر رہے ہیں، تدبر فرما رہے ہیں، اتنے میں ہلچل سنائی دیتی ہے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ بیٹھے ہیں۔ فرشتہ اندر آ گیا ہے۔ پہلی وحی آ گئی ہے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی جلدی اٹھ رہے ہیں غار سے نکل کر، اماں خدیجہؓ کے پاس جا رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ واپسی کی راہ لی۔ غار حرا سے نکل کر غار حرا کے سامنے ڈیرہ جما لیا۔ تاکہ غار حرا میں اندر جانے کے سارے راستوں کو ان سارے پتھروں کو میں دوبارہ دیکھ لوں ان کے عکس کو دماغ کے خانوں میں فیڈ (Feed) اور سیو (Save) کرلوں۔ یہ مقدس اور متبرک پتھر ہیں۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا والے، نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے تو ضرور لگے ہوں گے۔ مکہ میں بہت پہاڑ ہیں۔ سارا مکہ پہاڑوں میں گرا ہوا ہے۔ مگر اللہ نے اس پہاڑ کو اس جبل نور کو عظمت دینی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادھر آنا تھا۔ اور پھر وحی کا مبارک نزول یہاں ہونا تھا۔

غار حرا میں اذان اور نماز

غار حرا میں اللہ نے اس خاکسار اور عاجز بندے کو ایک اور اعزاز بخشا۔ عصر کا وقت ہوگیا۔ غار حرا کے عین سامنے جبل نور پہ کھڑے ہوکر اذان دی۔ اذان دیتے دیتے جب اشھدان محمد رسول اللہ کہا تو مجھے ایسے لگا کہ ابھی ابھی نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا سے نکلے ہیں۔ پہلی وحی آ چکی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم کانپ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ جب اذان میں اشھدان لا الہ الا اللہ اشھدان محمد رسول اللہ کہتا تو مجھے ایسے لگا کہ میرے ساتھ، آس پاس کے، جبل نور کے سارے پتھر اللہ کی وحدانیت اور نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے رہے ہیں۔ شاید یہ اذان اپنا کام بنا دے۔ اس کے صدقے اللہ بخش دے اذان کے بعد جبل نور پہ غار حرا کے عین سامنے عصر کی جماعت کرانے کی سعادت بھی ملی۔ اللہ نے کتنی مہربانی کی۔ کتنی بڑی سعادت بخشی۔ جبل نور پہ اذان دی اور پھر نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غار میں جانے والی گزرگاہ پر عصر کی جماعت کی سعادت ملی۔ جبل نور پہ بلیاں بھی پھر رہی ہیں۔ ایک بلی کو شاہ صاحب نے پچکارا تو آ کر ان کی گود میں بیٹھ گئی۔ اب جبل نور سے واپسی کا سفر ہے۔ اگرچہ واپس جانے کو بالکل دل نہیں کر رہا۔

غارِ حرا سے واپسی

غارِ حرا کو واپس جاتے ہوئے بار بار دیکھا۔ ان پہاڑوں کے خالق اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جس نے ان پہاڑوں کو جلال اور کمال بخشا۔ اور ہمیں یہاں آنے کی ہمت اور توفیق بخشی۔ چڑھائی کی نسبت اترائی آسان ہے۔ پھر بھی 1300-1200 سیڑھیاں اترنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ واپس آتے ہوئے بھی آہستہ آہستہ پھونک آڑھی ترچھی سیڑھیاں ہیں جن پہ توازن برقرار رکھنا خاصا مشکل ہوتا ہے۔ واپس آتے ہوئے راستہ میں اوپر جانے والوں کا حوصلہ بڑھایا۔ جیسے مختلف مقامات پر اوپر جاتے ہوئے واپس آنے والوں نے ہمارا حوصلہ بڑھایا تھا۔ شاباش دی تھی، ہمت کرنے کو کہا تھا۔ غارِ حرا کا یہ سفر ساری زندگی یاد رہے گا۔ اگرچہ واپسی پر جسم تھکاوٹ اور تھکن سے چور ہے۔ انگ انگ دکھ رہا ہے۔ جو اطمینان اور سکون غارِ حرا جا کر ہوا ہے۔ اس کا جواب نہیں۔ چڑھنے میں ڈیڑھ گھنٹہ لگا تھا مگر واپسی میں کوئی خاص مشکل پیش نہ آئی۔ پھر بھی آہستہ آہستہ چلتے کئی مقامات پر ٹھہر کر واپس اترے۔ تقریباً ایک گھنٹے میں اوپر سے نیچے پہنچ گئے۔ اترتے ہی ٹیکسی میں حرم پہنچے۔ مغرب کی نماز حرم میں ادا کی۔ اللہ کا خاص شکر ادا کیا جس نے آج غارِ حرا تک پہنچنے کی ہمت اور توفیق دی۔ مغرب کے بعد عشاء تک حرم میں وقت گزارا اور عشاء کی نماز حرم میں ادا کر کے واپس رحاب الروضہ آئے۔ آتے ہی ظفر اقبال اور صابر بیگ صاحب نے بتایا کہ صبح سے مریض آتے جا رہے ہیں۔ ہم نے سب کو عشاء کے بعد کا ٹائم دیا ہے۔ اس لیے ابھی لیٹنے کی کوشش نہ کریں۔ مریضوں کی آمد و رفت جلد ہی شروع ہو گئی۔ چیک اپ کر کے دوائیں دیں۔ مریضوں کی آمد کا سلسلہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔

☆............☆

نور پیر دے ویلے غارِ ثور چلتے ہیں

ھذا جبل ثور

ھذا جبل ثور (یہ جبل ثور ہے) گاڑی سے اتریں اور مجھے ریال دیں۔ عربی ڈرائیور نے سامنے حد نگاہ تک پھیلے ثور پہاڑ کے نیچے گاڑی اتاری اور دور اشارہ کر کے کہا کہ ھذا جبل ثور (وہ سامنے ثور پہاڑ ہے) بلال بھائی نے انگلی سے اوپر اشارہ کرتے ہوئے ڈرائیور کو کہا صدیق "We want to go up, up and up" "دوست ہم نے تو اوپر، اوپر اور اوپر جانا ہے" بلال بھائی نے UP کو مزید لمبا کر کے عرب ڈرائیور کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ٹوٹی پھوٹی عربی یاد کر کے ہم نے بھی غار ثور کا بتانے کی کوشش کی۔ عرب ڈرائیور جبل ثور کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھراتا رہا۔ پریشان ہو گیا، اجنبیوں کی بات اسے سمجھ نہ آ رہی تھی۔ غار ثور ...... مائی معلوم (مجھے کچھ پتہ نہیں) صبح چار بجے کا وقت، آس پاس کوئی نہیں۔ آخر ایک بندہ مل گیا۔ شیخ دوڑا دوڑا گیا۔ اس بندے سے بات کی واپس آیا پوچھا "معلوم" کہنے لگا۔ "معلوم! انشاء اللہ"۔ گاڑی موڑی اور 3 منٹ میں منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ غار حرا دیکھ لی، جی بھر کر دیکھی۔ ایک ایک پتھر کو دیکھا۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کو دیکھا۔ محسوس کیا۔ پتھروں کو پیار کیا۔ ان پتھروں پہ ہاتھ لگا کر ان سے اپنے جسم کو مس کر کے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کی خوشبو محسوس کی۔ حرا کے متبرک پہاڑوں اور ان سے اٹھنے والے مٹی کے ذرات کو اپنے آپ میں بسا لیا۔ بلکہ غار کے اندر جا کر تو ایسے لگا کہ اپنا وجود کوئی نہیں بس میں بھی ایک ذرہ ہوں یہاں کے کروڑوں اربوں ذرات میں شامل ہوں۔ دل خوش ہو گیا۔

یارِ غار۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

ایک اور عظیم اور متبرک پہاڑ ہے۔ ایک اور غار ہے۔ یارؓ کی غار ہے۔ ابوبکر صدیقؓ کی غار ہے۔ اللہ اللہ کیا شان ہے یار کی۔ کس کا یار؟ کس کا ساتھی؟ قرآن نے کس کو ساتھی صاحب کا خطاب دیا۔ ساری دنیا ایک طرف! یار کا ساتھی ایک طرف! غمگسار ساتھی! مشکل وقت کا ساتھی! خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کے حضر کے ساتھی! مشکل سفر میں خود ساتھ لیا۔ کسی اور کا نہیں۔ ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب کیا۔ اونچے، لمبے کٹے پھٹے جبل ثور کے پہاڑ آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یہ بھی قسمت والے پہاڑ ہیں۔ یہیں کہیں جبل ثور سے گزر کر، ان پتھروں پہ چل کے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تھے اپنے یار کے ساتھ۔

ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ!

ابوبکر صدیقؓ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لازم وملزوم!

تسلی دینے والا ساتھی۔

قرآن میں بھی ابوبکر صدیقؓ کا ذکر!

ترجمہ: ''اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہیں کرو گے تو نبی کو کوئی فرق نہ پڑے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا اور وہ دونوں شخص (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ) غار میں چھپے ہوئے تھے اور نبی اپنے ساتھی (حضرت ابوبکر صدیق) سے کہہ رہا تھا ''غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سکون اور اطمینان نازل فرمایا اور ان دیکھے لشکروں کے ساتھ ان کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات مٹی میں ملا دی اور اللہ تعالیٰ کی بات ہی بلند و بالا رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ (القرآن: التوبہ۔40)

ہجرت کے عظیم سفر کے نقش قدم پر

رات کی تاریکی گہری ہو گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر سورہ یٰسین کی آیہ مبارکہ...... وَجَعَلْنَا مِنْ م بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی ہے اور ایک دیوار ان کے پیچھے، ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے، انہیں اب کچھ نہیں سوجھتا۔ (القرآن، یٰسین:9) کی تلاوت کرتے ہوئے تلواروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچ گئے۔ سفر کا سامان باندھا گیا اور دونوں مبارک ہستیاں گھر کے پچھواڑے سے نکل کر یثرب جانے والے راستے کی مخالف سمت میں واقع غار ثور کی طرف روانہ ہو گئیں۔ حکمت عملی یہ طے پائی کہ تین روز تک اسی غار ثور میں قیام رہے گا، یہاں تک کہ پیچھا کرنے والے دشمن تھک ہار کر نامراد ہو کر واپس

چلے جائیں۔

وہی پہاڑ ہیں۔ وہی راستے ہیں۔ وہی پتھر ہیں۔ جبلِ حرا کے پتھر بھی جلال اور کمال والے تھے۔ جبلِ ثور کے پتھروں میں بھی جلال ہے۔ کمال ہے۔ صبح 4 بجے شفیق الرحمان، بلال اور خاکسار غارِ ثور جانے کے لیے نکلے۔ اگرچہ کل غارِ حرا جانے کی وجہ سے تھکاوٹ تھی۔ بدن تھکن سے چور تھا۔ بدن کا انگ انگ دکھ رہا تھا۔ مگر غارِ ثور جانے کے خیال کی وجہ سے ساری رات نیند نہ آئی۔ کروٹیں بدلتے بدلتے صبح کے چار بج گئے۔ بلال سے رابطہ کیا۔ شفیق الرحمان سے بات ہوئی۔ دونوں پرجوش ساتھی تیار تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور جلدی سے لے آیا "ھذا جبل ثور" یہ ثور کے پہاڑ ہیں۔ گاڑی سے اتریں اور کرایہ دیں۔ بھئی ہم نے غارِ ثور جانا ہے۔ مجھے پتہ نہیں۔ مگر آپ نے جبلِ ثور کا کہا تھا۔ سامنے حدِ نگاہ تک جبلِ ثور ہے۔ ڈرائیور نے عربی میں بتانے اور سمجھانے کی کوشش کی۔ اس نے گاڑی کے ادھر اور چکر لگائے کسی سے پتہ پوچھا اور بڑے جذبے سے کہا اب مجھے راستے کا پتہ ہے۔ غارِ ثور کے راستے میں ایک تھڑا مسجد پہ تہجد کے نوافل ادا کیے۔ ساتھ ترکی، سمرقند بخارا، پاکستان، انڈیا وغیرہ کے لوگ تھے۔ دور سے لوگ چیونٹیوں کی طرح رینگتے اوپر چڑھتے نظر آ رہے تھے۔ ابھی پو نہیں پھٹی۔ آدھے سے زیادہ راستہ طے ہو چکا۔ مکہ کا سارا چمکتا دمکتا، مسکراتا خوابیدہ آنکھیں کھولتا شہر نظر آ رہا ہے۔ کتنا پیارا لگ رہا ہے، تصور میں لانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پہاڑوں پر چل کر یارِ غار کے ساتھ کیسے یہاں تک آئے۔ دشمن اندھے ہو گئے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھک جاتے تو ابوبکر صدیقؓ آپؐ کو کندھوں پر اٹھا لیتے۔ اللہ اللہ کیا منظر ہوگا۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ پہاڑوں پہ جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے ابوبکر صدیقؓ نے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کاندھوں پہ پہ اٹھا لیا ہے۔ اللہ نے ابوبکر صدیقؓ کو اتنی طاقت اور ہمت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر بھاگ رہے ہیں تاکہ دشمنوں کی نظر سے اوجھل ہو جائیں۔ 1424ء سال پہلے کا مکہ، کوئی راستہ نہیں، چار سو بے آب و گیاہ پتھریلے، اونچے لمبے پہاڑ، دو جہانوں کے سردار سرورِ کائنات، فخر الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ والوں کے ظلم سے تنگ آ کر پہاڑوں میں سے گزرتے ہوئے کئی کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے جبلِ ثور پہ آئے ہیں اور وہاں سے پتھروں کے اوپر سے ہوتے ہوئے جبلِ ثور کی بلندی پر پہنچ کر غارِ ثور میں یارِ غار کے ساتھ تین دن قیام فرمایا تاکہ دشمن کی نظروں سے اوجھل رہیں۔ سارا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر پیدا کیا گیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ہر عمل ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ چاہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک لمحہ میں، ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصے میں مکہ سے مدینہ پہنچا دیتے۔ مگر مسلمانوں کو ایک سبق دینا تھا، سمجھانا تھا کہ دشمن سے لڑائی ہو اور دشمن تعداد میں بھی زیادہ ہوں تو ایک حکمتِ عملی اپنانا پڑتی ہے تاکہ دوبارہ مجتمع ہو کر دشمن کو سبق سکھائیں۔ جان بچانا، دشمن کی آنکھوں

میں ڈھول جھونکنا اور سعی کرنا فرض ہے۔ یہ سب کرلیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔ اللہ ساتھ دیتے ہیں۔

ہجرت مدینہ کی اہمیت

سوال یہ پیدا ہوتا ہے اسراء و معراج کا سفر کہ جس کی مسافت کا اندازہ تک بھی نہیں کیا جا سکتا اور کوئی دشمن جان کے درپے بھی نہ تھا۔ وہ سارا مشاہدہ تو پلک جھپکنے میں طے کروا دیا گیا، لیکن سفر ہجرت میں جہاں قدم قدم پر خطرات منہ کھولے کھڑے تھے، اپنے حبیب بندے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ تمام تدابیر اختیار کرنے کو کہا گیا جو کسی بھی زیرک و بیدار ذہن اور جفاکش انسان کے بس میں ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہاں بھی کوئی براق بھیج کر پلک جھپکنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ پہنچا سکتے تھے۔ اصل میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسرائی و معراج میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم، پے در پے صدموں اور طائف کے زخموں پر ان کی دلجوئی اور اہل دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبے سے آگاہ کرنا تھا۔ یہ اعلان کرنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت نے تمام گزشتہ شرائع کی جگہ لے لی ہے جبکہ سفر ہجرت میں مقصود، دنیا کے سامنے ایک بہترین قائد و رہنما اور داعی و کارکن کا بہترین اسوہ پیش کرنا تھا۔ نبوت و رسالت کی نشانیاں بھی قدم بہ قدم ساتھ رہیں۔ تلوار سونتے دشمنوں کے درمیان میں سے نکال لے جانا، غار کے منہ پر مکڑی کا جالا بننا اور کبوتری کا گھونسلہ بنانا اور انڈے دینا، ام معبد کے خیمے میں ہڈیوں کا ڈھانچہ بنی بکری کو تازگی و برکت عطا کرنا، سراقہ بن جعشم کے تیز رفتار گھوڑے کا دھنس جانا معجزات نبوی کا ہی تسلسل تھا لیکن امت کو تعلیم دینا تھی کہ کار دعوت اور اسلامی ریاست کی تشکیل کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے تمہیں ہر وہ کوشش کرنا ہوگی جو کسی انسان کے بس میں ہو سکتی ہے۔ معجزات اور مافوق الفطرت امور کا انجام پانا انسانوں کے اصول نہیں۔ رب ذوالجلال کی عطا ہے۔ انسان کے لیے سنت الٰہی یہ ہے جو فرد یا قوم بھی اسباب فراہم کرے گی وہ اس کے نتائج حاصل کرے گی۔ ہاں، اگر عمل کی بنیاد ایمان پر رکھی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی شامل ہو جائے گی۔

غار ثور کا سفر

گردش ایام کا پہیہ چلنے لگا۔ اللہ کا حکم آ گیا۔ ہجرت کرنا ضروری ہے۔ کفار مکہ کے کافروں کے ظلم کی انتہا ہو چکی۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؓ کو سمجھا رہے ہیں بتا رہے ہیں میرے پاس فلاں فلاں کی امانتیں ہیں۔ ان کو پہنچا دینا۔ یہ مسلمانوں کے لیے رہتی دنیا تک کے لیے پیغام ہے۔ کہ جیسے بھی حالات ہوں امانت داروں کو ان کی امانتیں لوٹانا ضروری ہے۔ ابوبکر صدیقؓ کو صبح منہ اندھیرے ساتھ لیا، تیاری کا رات ہی کہہ دیا تھا۔ دشمنوں کے اجلاس جاری تھے۔ تیاریاں ہو رہی تھیں۔ دشمن اپنے مکر و فریب کا جال بچھا رہے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو نہیں چھوڑتا (نعوذ باللہ) لیکن واللہ خیر الماکرین اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ اللہ نے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ابوبکر صدیقؓ ساتھ ہیں، چلتے جا رہے ہیں۔ خیر البشر امام الانبیاء تھک گئے تو ابوبکر نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کاندھوں پہ اٹھالیا۔ ابوبکر صدیقؓ کی شان کے قربان، اللہ نے کتنا بڑا رتبہ دیا۔ راستے میں جبل ثور۔ منہ کھولے کھڑا ہے، آگے کا راستہ نہیں ہے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی طرف انگلی کرتے ہیں۔ پہاڑ پھٹ جاتا ہے۔ راستہ دے دیتا ہے۔ ثور کا پہاڑ اپنی قسمت پر نازاں ہے۔

رات کا اندھیرا ابھی باقی ہے۔ مگر چاند کی روشنی اور شہر کی روشنیوں میں پہاڑ نظر آ رہے ہیں۔ ترکی، ایرانی، کرغستانی، یاغستانی، انڈیا، پاکستان اور بعض دوسرے ممالک کے حجاج کرام جن میں بوڑھے، جوان، مرد اور عورتیں شامل ہیں۔ غارِ ثور کا دیدار کر کے آنکھوں کو ٹھنڈی کر کے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کو ڈھونڈتے۔ ابوبکر صدیقؓ کے نقش پا کو تلاش کرتے، واپس آ رہے ہیں۔ شفیق الرحمان لمبے لمبے ڈگ بھرتے چلے جا رہے ہیں۔ بلال نوجوان اور پرعزم ساتھی ہے کبھی سہارا دے رہا ہے، کبھی ہاتھ پکڑ رہا ہے، سانس دھونکنی کی طرح چل رہا ہے۔ ٹانگوں میں درد ہے، گھٹنے جواب دے گئے ہیں۔ چلا نہیں جا رہا ہے۔ مگر اوپر ضرور جانا ہے۔ غار ثور کا دیدار ضرور کرنا ہے۔ ڈاکٹر صاحب تھوڑا اور رہ گیا ہے۔ چند منٹ اور لگیں گے ہر 20 سیڑھیوں کے بعد آرام کرنا پڑ رہا ہے۔ کل بھی غار حرا میں حاضری ہوئی تھی۔ اس وجہ سے ٹانگیں شل ہیں۔ اللہ نے ہمت دی۔ ساتھیوں نے حوصلہ بڑھایا۔ آخر کار اللہ کی مدد اور ساتھیوں کے ساتھ کی بدولت منزل آ گئی۔ بھٹکے راہی کو جب منزل مل جائے تو اس پہ شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی ہے۔ وہ غار سامنے ہے۔ مقدس پتھروں کی اوٹ اور اوپر چھت سے بنی ہوئی غار جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یار غار کے ساتھ ٹھہرے تھے۔

غار ثور، مکڑی، کبوتری، سانپ

گردش ایام کا پہیہ چلا۔ میں تصور کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ ابھی ابھی نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ غار ثور کے قریب پہنچے ہیں۔ سردار دو جہاں سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطمئن ہیں۔ چہرے مبارک پہ کوئی پریشانی نہیں۔ ابوبکر صدیقؓ بھی آپؐ کے ساتھ آ کر خوش ہیں لیکن مضطرب اور پریشان بھی ہیں۔ اللہ نے بہت بڑا منصب دیا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا ساتھ، انسانیت کی تاریخ کا سب سے بڑا اور منفرد سفر۔ ابوبکر صدیقؓ اپنی وجہ سے نہیں بلکہ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے پریشان ہیں۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بال بیکا نہ ہو۔ ہزاروں ابوبکر صدیقؓ قربان ہو جائیں لیکن نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار کے اندر جانے

لگتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے میں جاتا ہوں۔ اندر جا کر صفائی کرتا ہوں۔ کوئی نقصان دینے والی چیز نہ ہو۔ اس کو دیکھتا ہوں۔ ابوبکر صدیقؓ اندر گئے۔ غار کی خوب صفائی کی۔ ہاتھوں سے، پلکوں سے، اس غار کے نصیب جاگ گئے۔ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین دن کے لیے قیام گاہ اور بستر بننے والی ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر آ جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں بیٹھے ہیں سستا رہے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے ابوبکر صدیقؓ کو وہ درجہ دیا جو کسی اور کو مل ہی نہیں سکتا۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند آ رہی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیار سے لٹاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زانو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تکیہ ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ اپنی قسمت پہ، اپنے نصیب پہ نازاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک حضرت ابوبکر صدیقؓ کی گود میں ہے۔ اس سے بڑی سعادت کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کر رہے ہیں۔ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ کائنات ٹھہری ہوئی ہے۔ فرشتوں، چرند، پرند کائنات کی ہر چیز کی خواہش ہے کہ وہ کسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام آ جائے۔ یہ نصیب کس کو ملتا ہے۔ مکڑی آ گئی۔ غار کے باہر لمبا چوڑا جالا تن دیا۔ کبوتری آئی انڈے دے دیئے۔ گھونسلا پہلے سے تیار تھا۔ کھوج لگاتے لگاتے کافر غار کے دہانے تک پہنچ چکے ہیں۔ ان کی چہ میگوئیوں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ ایک دوسرے سے کہہ رہے کہ یہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہو سکتے۔ یہ تو بہت ویران جگہ ہے۔ مکڑی کا جالا ہے۔ کبوتری کا گھونسلہ ہے جس میں انڈے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ اپنے لیے نہیں مگر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فکر مند ہیں۔ پریشان ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو سب کچھ ہے۔ ان پہ ہزاروں، لاکھوں جانیں قربان۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ کی طرف دیکھا۔

میرے ابوبکر صدیقؓ غم نہ کریں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

تسلی ہو گئی۔ اطمینان ہو گیا۔ کوئی خوف ڈر اور پریشانی نہ رہی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سن کر مطمئن ہو گئے۔ اب کچھ نہیں ہو گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ الرٹ ہیں۔ باہر کانوں میں دشمنوں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ وہ لعین قریب پہنچ چکے ہیں۔ غار میں سانپ بھی تھا۔ سالوں سے منتظر تھا۔ اسے خبر تھی۔ کہ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غار میں آنا ہے۔ وہ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا منتظر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اندر آ کر غار کو صاف کیا۔ ادھر ادھر جو سوراخ تھے۔ ان کو اپنی تہبند سے کپڑا لے کر بند کیا۔ ایک سوراخ رہ گیا اس پہ ایڑھی رکھ لی۔ یہ سانپ کا بل تھا۔ سانپ تو دید کے لیے باہر نکلا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا تو بل میں جا گھسا۔ ایڑھی بل کے اوپر آئی تو دیوانہ ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایڑھی پر کاٹنے لگا۔ سانپ بار بار کاٹ

رہا ہے۔ کاٹتا جا رہا ہے۔ ابو بکر صدیقؓ انسان ہیں۔ تکلیف ہو رہی ہے۔ برداشت کر رہے ہیں، کرتے جا رہے ہیں۔ درد سے منہ لال ہو گیا ہے، ضبط کر رہے ہیں، برداشت کر رہے ہیں۔ درد کی شدت سے آنسو نکل آئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار مبارک پر ابو بکر صدیقؓ کے آنسو گرے۔ آنکھیں کھولیں۔ تو دیکھا ابو بکر صدیقؓ سخت تکلیف میں ہیں۔ پوچھا بتایا کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ دینا چاہتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر صدیقؓ کا جذبہ، برداشت اور قربانی دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اپنا لعاب مبارک سانپ کے کاٹے کی جگہ پر لگایا۔ چند لمحوں میں زہر کا اثر اور درد ختم ہو گیا۔ ابو بکر صدیقؓ شادمان ہو گئے۔ خوش ہو گئے۔ ابو بکر صدیقؓ کی ایڑھی ہٹی۔ سانپ کے نصیب جاگے۔ سالوں سے دید کا منتظر تھا۔ باہر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جی بھر کے دیدار کیا اور پھر جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غار ثور میں قیام رہا باہر نہ آیا۔ مہمانوں کو تنگ نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یار غار کے ساتھ غار ثور میں تین راتیں تین دن قیام کیا۔ اللہ کے سہارے نکلے تھے۔ زادِ راہ بھی نہ لیا تھا۔ یہاں کون کام آیا۔ ابو بکر صدیقؓ اور ان کا خاندان۔

ابو بکر صدیقؓ کا خاندان۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ قربان

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی عظیم المرتبت بہادر بیٹی حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ غار ثور میں طعام وغذا پہنچاتی تھیں۔ ان کے فرزند حضرت عبداللہؓ بن ابی بکرؓ دن بھر مشرکین مکہ کے درمیان رہتے، ہر اہم بات کو ذہن میں محفوظ کر لیتے اور پھر رات کی تاریکی چھاتے ہی غار میں پہنچ کر کفار مکہ کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے مطلع کر دیتے۔ رات وہیں قیام کرتے اور اگلی صبح منہ اندھیرے مکہ واپس آ جاتے۔ دیکھنے والے سمجھتے کہ انہوں نے رات مکہ میں ہی قیام کیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ دن بھر بکریاں چراتے اور شام ہوتے ہی انہیں غار کے پاس لے جاتے۔ مسافرانِ ہجرت اپنی ضرورت کے مطابق ان سے دودھ حاصل کر لیتے، پھر صبح صبح جب عبداللہؓ غار سے واپس مکہ لوٹتے تو عامر بن فہیرہؓ بھی کچھ دیر بعد اپنا ریوڑ ان کے پیچھے پیچھے ہانکتے ہوئے مکہ کی جانب آتے۔ ایک تو اس طرح ان کے بارے میں بھی کفار مکہ کو معلوم نہ ہو پاتا کہ رات بھر کہاں اور کن کی مہمانداری ہوتی رہی دوسرا یہ کہ ریوڑ گزرنے سے عبداللہ بن ابو بکرؓ کے قدموں کے نشانات بھی چھپ جاتے ورنہ صحرانشین تو کسی ادنیٰ سے نشان کے ذریعے بھی ہدف تک پہنچ سکتے تھے۔

غار ثور میں چند گھڑیاں

گرتے، پڑتے، ہانپتے، کانپتے، لڑکھڑاتے، جبل ثور کی چوٹی پر پہنچ چکے۔ خوشی ہو رہی ہے۔ تھکاوٹ ضرور ہے۔ مگر جو روحانی خوشی ادھر آ کر ملی ہے اس کا جواب نہیں۔ ہمت اور محنت کرنے کے بعد انسان کو جب منزل ملتی ہے۔ تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ اس مقدس اور متبرک جگہ پہنچ کر اور ہجرت کے عظیم سفر کو

تصورات میں لا کر بے پناہ مسرت ہو رہی ہے۔ غارِ ثور کے ارد گرد تمام پتھروں سے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کے نقشِ پا کی خوشبو آ رہی ہے۔ تصور میں مجھے نظر آ رہا ہے کہ عبداللہ بن ابی بکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حفاظت کے لیے رات گزارنے آ رہے ہیں۔ ابو بکر صدیقؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ کی بکریاں نیچے پھر رہی ہیں۔ کتنی عظیم تھیں یہ بکریاں۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اپنا دودھ پیش کر رہی ہیں۔ کاش! اے کاش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جنم لیا ہوتا۔ میں غار ثور پہ جا کر اپنا آپ پیش کرنے والی ان بکریوں کا چارہ ہوتا۔ لمبی لائن لگی ہوئی ہے۔ لوگ اندر جا رہے ہیں۔ شفیق الرحمان نے آگے بلا لیا۔ پہاڑوں کے دامن میں بنی ہوئی اس غار یا اوٹ میں دو سے زیادہ آدمی نہیں سما سکتے۔ اندر جھک کر جانا پڑتا ہے۔ ویسے بھی عقیدت کی احترام کی جگہ ہے۔ یہ دنیا کی وہ عظیم غار ہے جہاں دشمنوں کی نظر سے بچ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن کے لیے قیام پذیر ہوئے تھے، ٹھہرے تھے اور استراحت فرمائی تھی۔ لائن میں کھڑے خاصی دیر ہو گئی۔ مجھے کوئی جلدی نہیں۔ میں تو ادھر ادھر دیکھنے، پہاڑوں کو تکنے میں مستغرق ہوں۔ ان عظیم پہاڑوں کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہوں۔ ان پہاڑوں سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ جسم میں ٹھنڈک پڑ رہی ہے۔ ایک ایک پتھر کا لمس لے رہا ہوں۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کے نقشِ پا کی تلاش میں ہوں۔ کچھ اور نہیں تو مجھے ان بکریوں کا نقشِ پا مل جائے جنہوں نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کی خدمت کے لیے پیش کیا تا کہ میں اس کو آنکھوں میں بسا لوں۔ اپنے جسم کا حصہ بنا لوں۔ وہ گھڑی آ گئی۔ وہ ساعت آ گئی جس کا سالوں سے انتظار تھا۔ جب سے بلاوا آیا تھا۔ غارِ ثور آنے کی آرزو تھی۔ اللہ نے غار ثور تک پہنچا دیا۔ اب عین وہ جگہ، وہ مقام، وہ راہ، وہ راستہ، وہ پتھر، وہ اوٹ جہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے۔ جہاں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد مبارک لگا، عین اس جگہ، عین اس مقام پر موجود ہوں۔ اللہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدیق کی گزرگاہ والے پتھروں سے جسم مس ہو رہا ہے۔ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو آ رہی ہے۔ صدیقؓ کے آنسو نظر آ رہے ہیں۔ وقت تھم گیا ہے۔ گھڑیاں رک گئی ہیں۔ میں یارِ غار بن گیا ہوں۔ اس عظیم غار کا مکین بن گیا ہوں۔ غار ثور میں میرا بسیرا ہے۔ یہ میرا مسکن ہے۔ میں اس غار کے ایک ایک انچ کو محفوظ کر رہا ہوں۔ اپنے جسم کے ساتھ لگا رہا ہوں۔ میں غارِ ثور کا مکین ہوں۔ میں چیخنا چاہتا ہوں۔ بانگ دہل اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ میں یارِ غار ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے، محسوس ہو رہا ہے کہ میں غار ثور کے ذرات میں شامل ہو گیا ہوں۔ میرا وجود گم ہو گیا ہے۔ میں ان ذرات میں شامل ہو کر فنا ہو گیا ہوں۔ میرے نصیب جاگ گئے ہیں۔ میں ان کروڑوں، اربوں ذرات کا حصہ ہوں جن میں میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیقِؓ کے نقشِ پا شامل ہیں۔ لوگو مجھے مبارک باد دو۔ لوگو مجھے دیکھو۔ میں کہاں ہوں۔ میں غارِ ثور میں ہوں۔ میں غار کو صاف کر رہا ہوں۔ اپنی پلکوں سے۔ اس میں دنیا

کی سب سے بڑی ہستی آنے والی ہے۔ آ چکی ہے۔ قیام پذیر ہوگئی ہے۔ میں تصورات میں کھو گیا تھا کہ پیچھے سے آنے والی آواز نے تصورات کی دنیا سے نکالا، جلدی کریں۔ درود شریف پڑھتے، حضرت صدیق اکبرؓ کو سلام پیش کرتے، دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھ کر، جسم کو سکیڑ کر، سمیٹ کر، آنکھوں میں چودہ صدیاں پہلے کا منظر لا کر، خیالوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کو لا کر، عقیدت اور احترام سے آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے غار ثور میں داخل ہونے کی جسارت کی۔ اندر داخل ہوتے ہی عجیب قسم کی روحانیت، رومانیت، ٹھنڈک اور سکون کا احساس ہوا۔ اندر داخل ہوتے ہی ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ یا اللہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس پتھر پہ لیٹے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ کی کونسی جگہ تھی۔ سانپ نے کس بل سے نکل کر کاٹا تھا۔ پتھروں کو بار بار چھوا، آنکھیں کھول کر بار بار غار کے آگے پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر نیچے دیکھا۔ دل کر رہا تھا کہ وقت کی رفتار تھم جائے۔ سارے زائرین چلے جائیں، میں اکیلا رہ جاؤں۔ تن تنہا، غار ثور میں ایک ایک پتھر کو دیکھوں۔ اس کی ماہیت پر غور کروں۔ چپے چپے کو دیکھوں۔ آنکھوں میں بسا لوں۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ ابھی تو چند سیکنڈ نہ گزرے تھے کہ پیچھے سے آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ اس بل کو بھی دیکھا تھا جہاں سے سانپ نے صدیقؓ کو کاٹا تھا۔ دھیرے دھیرے تمام پتھروں سے جسم کو مس کیا۔ ایک ایک پتھر پہ ہاتھ پھیرا۔ آزاد کشمیر کا صدیق، جو اندر بیٹھا تصویریں بنا رہا تھا اور زائرین کو گائیڈ بھی کر رہا تھا۔ ایک سوراخ کی جانب اشارہ کر کے بتا رہا ہے کہ یہ وہ بل ہے جہاں سے نکل کر سانپ نے صدیقؓ کی ایڑھی پر کاٹا تھا۔

غارِ ثور کے اندر جا کر دل کی جو کیفیت ہوئی، بدن میں جو سنسنی دوڑی اس کو الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ جوتے اتار لیے۔ آہستہ آہستہ بیٹھ کر، جسم کو سمیٹ کر، عقیدت سے، احترام سے، درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے، آہستہ آہستہ ہولے ہولے اندر داخل ہوئے۔ یا اللہ وقت ٹھہر جائے۔ اندر ٹھہرنے کا زائد وقت مل جائے تاکہ میں اس غار کے گوشے گوشے کو آنکھوں میں بسا لوں۔ دماغ کے خانوں میں فٹ کر لوں۔ پیچھے سے آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ ہمیں بھی اندر آنا ہے۔ ہمارا بھی دل بے قرار ہے۔ جلدی کریں، جلدی کریں، بہت لوگوں نے دیدار کرنا ہے۔ غارِ ثور کے ایک ایک پتھر سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ یہ کتنے بانصیب پتھر ہیں۔ کتنے عظیم ہیں۔ یہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تھے۔ لیٹے تھے۔ آرام فرمایا تھا، ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ ہر لمحے ہر گھڑی کے ساتھی ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے کیا تھا کہ ان جیسا مدبر، سوچنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح جانشین کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ غار ثور میں آ کر اپنا آپ بھول گیا۔ میں تو غار ثور کے پتھروں کا حصہ بن گیا ہوں۔ میں تو اب ادھر ہی رہوں۔ پیچھے سے آوازیں آ رہی ہیں۔ آرام سے کہہ رہے ہیں۔ باہر آ جاؤ۔ کچھ غصے سے بھی کہہ رہے ہیں۔ یہ لوگ مجھے کیوں باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ میں تو غار

ثور کا حصہ ہوں۔ میں تو غارِ ثور کا پتھر ہوں۔ مجھے کیسے کوئی غارِ ثور سے جدا کر سکتا ہے۔ آوازیں تیز ہو گئیں۔ غصے میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اندر بیٹھا ابوبکر صدیقؓ بھی کہنے لگا حاجی، آپ چلے جائیں۔ کیسے جاؤں، میں تو غارِ ثور ہوں۔ بہر حال باہر نکلنا پڑا۔ پتھروں پہ نظر ڈالے۔ عقیدت سے احترام سے رینگتے، سرکتے، پتھروں کا لمس لیتے باہر نکلنے کی سعی کی۔ نکلنے کے لیے بھی جسم کو سمیٹ کر، سکیڑ کر، بیٹھ کر باہر آنا پڑتا ہے۔ اس وقت حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا وسیع و عریض، اونچا لمبا جبل ثور آنکھوں کے سامنے ہے۔ غارِ ثور کے بالکل سامنے ایک چھوٹی سی دکان ہے۔ جہاں کھانے پینے اور استعمال کی ہر چیز ملتی ہے۔ پانی، جوس چائے وغیرہ سب ملتے ہیں۔ فرشی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اللہ، کعبہ اور بندہ کا یہ حصہ بھی غارِ ثور کے سامنے بیٹھ کر لکھا جا رہا ہے۔

خیالوں میں سوچ رہا ہوں۔ بار بار ذہن اس دور کی طرف جاتا ہے۔ جب پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ کوئی راستہ نہ تھا۔ دشمن پیچھے تھا۔ قریب پہنچ چکا تھا۔ قریب پہنچا تو اللہ نے انہیں اندھا کر دیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ جبل ثور پر چڑھ کر ایسے جگہ کی تلاش میں ہیں۔ جہاں دشمن کی نظر نہ پڑے۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بھی بڑی! طاقت بھی بڑی! اور پھر ابوبکر صدیقؓ کا ساتھ اور اللہ کی مدد! ابوبکر صدیقؓ ہی یارِ غار ہو سکتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے خلیفہ بھی! زندگی میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے لیے ابوبکر صدیقؓ کو آگے کر دیا۔

ابھی سورج نکل آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی زائرین کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ کرغستان، ایران کے زائرین وفدوں کی صورت میں آ رہے ہیں۔ باتیں بھی ہو رہی ہیں۔ قرآن کی پاک تلاوت بھی ہو رہی ہے۔ ذکر و اذکار بھی ہو رہا ہے۔ روحانی منظر ہے۔ اللہ نے اس جگہ آنے کی، بیٹھنے کی، غارِ ثور میں بیٹھ کر اس وقت کا تصور کرنے کی توفیق دی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے کہ میری کتاب ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' عام سفر نامہ نہیں ہے، نہ کوئی معلوماتی کتاب ہے۔ یہ تو سائل کی، گدا کی، اللہ کے اور نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ حاضری کا احوال ہے۔ ایک دکھی دل کی پکار ہے۔ مقدس مقامات پہ جا کر دل پہ گزری۔ ان کیفیات کا احوال ہے۔ اب لوگ آ بھی رہے ہیں۔ واپس بھی جا رہے ہیں۔ اس لیے کوچ کرنے کا ارادہ ہے۔ دل تو کرتا ہے۔ ادھر بیٹھا رہوں۔ غارِ ثور کو دیکھتا رہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور یاد کرتا رہوں۔ سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گزرگاہ کو دیکھتا رہوں، آپؐ کے نقشِ پا تلاش کرتا رہا ہوں۔ پتھروں کو دیکھ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتا رہوں۔ انہی پتھروں کو دیکھتے دیکھتے، آنکھوں میں بساتے بساتے زندگی کی شام ہو جائے۔ زندگی تمام ہو جائے۔ حسن نثار کی نعت پھر یاد آ رہی ہے۔

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا

کوئی مجھ سا نہ دوسرا ہوتا

یہاں ساری قوموں کے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ انڈونیشی، ترکی، بنگلہ دیشی بھائی ہیں۔ ایک ترک بھائی میرے ساتھ آ کر بیٹھ گئے ہیں بسکٹ کھا رہے ہیں اور کھلا بھی رہے ہیں۔ ترکی کے لوگ بڑی ہمت والے ہیں۔ شفیق الرحمان اور راقم نے ایک بلی کو پیار کیا، پچکارا۔ اسے گود میں اٹھالیا۔ شاید یہ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کی بلیوں کی اولاد ہو۔ شاید ان بلیوں نے بھی غار ثور کے باہر پہرہ دیا ہو۔ دشمن کو غرا کر دیکھا ہو۔ ان پہ غرایا ہو اور غرا کر جھپٹا ہو۔ ان کی آنکھیں پنجوں سے نکالنے کی کوشش کی ہو۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، جس نے غار ثور بھی دکھا دی۔ ابوبکر صدیقؓ کی قربانی کا بھی پتہ چل گیا۔ یا اللہ تیرا بڑا احسان ہے۔ شفیق الرحمان اور بلال بار بار میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ منہ سے کچھ نہیں کہہ رہے لیکن ان کی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ واپس چلیں۔ دھوپ ہو رہی ہے، بلال بھائی دو کپ چائے پلا چکے ہیں۔ انتظار میں ہیں کہ کب میں یہاں سے اٹھتا ہوں۔

غارِ ثور سے واپسی

دھوپ چڑھ چکی ہے۔ سورج اپنی پوری حدت کے ساتھ چمک رہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی ہے۔ دن کے اجالے کے ساتھ ہی زائرین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا ہے۔ غار کے سامنے زائرین کی لمبی لائن لگ چکی ہے۔ واپسی کا سفر شروع کرنے ہی والے تھے کہ شفیق الرحمٰن بولے کہ اسی طرز کی ایک اور غار بھی ہے۔ جس کے متعلق شبہ ہے کہ شاید یہی اصلی غار ہے۔ اس پہ بھی کسی پاکستانی/ انڈین یا بنگلہ دیشی نے ''غار ثور'' لکھا ہوا تھا۔ حرا کی طرح غار ثور بھی کوئی صحیح معنوں میں ''غار'' نہیں ہے۔ بڑے بڑے پتھروں کے درمیان اک اوٹ سے بنی ہے۔ جس کے اوپر ایک بہت بڑے پتھر کی چھت ہے۔ دوسری غار میں جانے کے لیے جسم کو اکٹھا کر کے، سمٹا کر اور رینگ کر اندر جانا پڑتا ہے۔ ادھر لوگ کم تھے۔ جلد ہی اندر جانے کا موقع مل گیا۔ یہاں اندر جا کر نہ کسی قسم کی کوئی کیفیت طاری ہوئی نہ کوئی خاص احساس ہوا۔ غار ثور میں جا کر نورانیت کا احساس ہوا تھا۔ روحانی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ رگ و پے میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ رقت طاری ہوگئی تھی۔ پتھروں پر نظریں ٹک گئی تھیں۔ ایسے لگا تھا کہ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ ابھی ادھر سے سوئے مدینہ روانہ ہوئے ہیں۔ ایک ایک پتھر کو دیکھ کر ایسے لگ رہا تھا کہ یہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ بیٹھے تھے، لیٹے تھے، ستائے تھے۔ دل کر رہا تھا، بیٹھا رہوں، اور ان پتھروں کو تکتا رہوں۔ وقت کی رفتار تھم جائے۔ اک لمحہ کے لیے یوں محسوس ہوا کہ بس میں ہوں اور یہ غار ہے۔ نہ کوئی گائیڈ۔ نہ پیچھے زائرین کی لمبی قطار۔ مگر اگلے ہی لمحے آزاد کشمیر کے گائیڈ نے آواز دی۔ حاجی جلدی کریں۔ پیچھے بہت لوگ ہیں۔ تصویر بنوانی ہے تو بتائیں۔ میں نے اس جگہ کے چپے چپے کو آنکھوں میں بسالیا ہے۔ ذہن میں سجالیا ہے۔ دل کے آئینے میں فٹ کر لیا ہے۔ مجھے دنیاوی تصویروں سے کیا غرض۔

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

دونوں جگہوں کا موازنہ کرنے کے بعد لگتا ہے کہ پہلے والی غار ہی وہ متبرک جگہ ہے جہاں نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ نے قیام کیا تھا۔ واپسی کا سفر شروع ہوا۔ غارِ حرا کی نسبت غارِ ثور کی سیڑھیاں اونچی نیچی آڑی ترچھی اور بے ہنگم ہیں۔ اس لیے اترتے وقت بھی خاصی دقت اور مشکل پیش آئی۔ غارِ ثور کے سامنے بیٹھے اور واپس چلتے ہوئے یہ خیال بار بار آ رہا تھا۔ ذہن میں وہ منظر وہ تخیل میں وہ گھڑیاں لانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کیسے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ اندھیری رات میں کٹے پھٹے سنگلاخ پہاڑوں سے گزر کر ادھر آئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی دولت جان اور خاندان قربان کرنے والے ابوبکر صدیقؓ نے کس طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال رکھا اور پھر ابوبکر صدیقؓ کی دلیر اور بہادر بیٹی اسماءؓ جان کی پرواہ کیے بغیر ابا اور نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا لاتی ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے عبداللہ بن ابی بکرؓ رات غار میں رہتے اور دن بھر کے حالات سے آگاہ کرتے۔ غلام عامر بن فہیرہ بکریاں لے کر غار کے پاس آتے اور دودھ سے غار کے مہمانوں کی تواضع کرتے۔

پتھروں پہ مرا نام لکھنا

افریقہ، پاکستان، انڈیا، قازقستان، ترکی، سمرقند بخارا، انگلستان، ملائیشیا، انڈونیشیا، ایران اور کئی دوسرے ملکوں کے لوگ سوئے غارِ ثور تھے۔ راستے میں کئی لوگ بڑے شوق اور جنون سے پتھروں پر اپنا اور اپنے ملک کا نام لکھ رہے تھے یا کسی اور سے لکھوا رہے تھے تاکہ جب کبھی دوبارہ موقع ملے تو اس کو دیکھ سکیں۔ ایک درخت پہ سینکڑوں کپڑے کی ٹاکیاں بندھی ہوئی نظر آئیں۔ ہر 20-25 سیڑھیوں کے بعد پاکستان انڈیا یا بنگلہ دیش کے بیلچہ برداروں سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بیلچہ بردار زائرین کو دیکھ کر بیلچہ چلانا شروع کر دیتے ہیں یا پتھروں کو توڑنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ان سب نے اپنے پاس کارٹن رکھے ہوئے ہیں جن میں لوگ ریال ڈالتے ہیں۔ سفر کے ساتھی بلال تقریباً ہر ڈبے میں کچھ نہ کچھ ریال ڈالتے رہے اور کہنے لگے کہ یہ میرے ابا کا حکم ہے کہ آپ نے غارِ ثور جاتے ہوئے ان بیلچہ برداروں کی خدمت ضرور کرنی ہے۔ ترکی، ایران، قازقستان، آذربائیجان، یا غستان اور پاکستان کی جوان اور بوڑھی عورتیں ہانپتی، کانپتی اپنے سانسوں کو درست کرتی اوپر جائے جا رہی تھیں۔ آدھے راستے میں ایک اماں کو دیکھا جس کے سانس اکھڑے ہوئے تھے مگر اوپر جانے کی خواہش میں خراماں خراماں۔ اللہ کے سہارے چلی جا رہی تھی۔ اس کو فوراً اپنی کھونٹی **Supporting Stick** دے دی۔ دو دن سے **Stick** ساتھ تھی۔ اس کا بہت فائدہ ہوا۔ اماں کھونٹی لے کر خوش ہو گئی۔ دعا دی کہ اللہ آپ کو حج کی بار بار سعادت بخشے۔

انڈونیشیا کی بوڑھی ہمسفر اماں

غارِ ثور کے مبارک سفر میں شروع سے آخر تک انڈونیشیا کی بوڑھی اماں ہمارے ساتھ ہمسفر رہی۔ یہ بوڑھی اماں تنِ تنہا ایک بوتل پانی، ایک جوس کا ڈبہ لیے غارِ ثور کے لمبے اور خطرناک سفر پر نکلی ہوئی تھی۔ یہ عالم شوق، جذبے، مستی، جنوں، عقیدت، احترام کا اور کہیں نظر نہیں آ سکتا۔ اماں کبھی ہمارے پیچھے ہوتی اور کبھی آگے۔ بیس تیس سیڑھیاں چڑھ کر ستاتی اور پھر آگے آن ملتی۔ دو تین دفعہ دیکھ کر بہتیرا کہا کہ اماں کھونٹی لے لیں تاکہ چلنے میں آسانی رہے۔ لیکن جزاک اللہ اور (I am fine) میں ٹھیک ہوں، کہہ کر ہنستے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ اماں کے کئی دفعہ سانس کھڑے۔ ہانپتی، کانپی، لڑکھڑاتی، بکھرے سانسوں کو بحال کرتی جب وہ ہمارے ساتھ غارِ ثور کی چوٹی پر پہنچی تو اس کی خوشی دیدنی تھی۔

غارِ ثور، اونٹ اور مندی دجاج

غار حرا یا غارِ ثور کا وزٹ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ 05 ریال کی Stick یا کھونٹی ضرور لے لیں۔ اس سے اوپر چڑھنے اور اترنے میں بڑی آسانی رہتی ہے۔ غارِ ثور کے قریب ہی ایک سجا سجایا اونٹ کھڑا تھا۔ جس کی مچان پر بیٹھ کر عورتیں اور مرد اپنی تصاویر بنا رہے تھے تاکہ گھر جا کر اہل خانہ اور دوستوں کو دکھائیں۔ سیڑھیوں سے چڑھتے وقت لوگ ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ نیچے آنے والے اوپر جانے والوں کا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ ہمت کریں تھوڑا سا راستہ اور ہے۔ غارِ ثور جاتے ہوئے آپ کو تین چار مقامات پر چھوٹے چھوٹے HUTS نظر آئیں گے جہاں سے چائے، پانی، جوس وغیرہ مل جاتے ہیں۔ مگر جاتے وقت پانی، جوس یا کھانے کی کوئی چیز ضرورت ساتھ رکھیں۔ تاکہ توانائی بحال ہوتی رہی۔ نیچے اترتے ہوئے بلال نے سارے راستے ہاتھ پکڑے اور شفیق الرحمٰن نے چھتری کا سایہ کیے رکھا۔ محمد بلال نوجوان ساتھی ہیں۔ بڑا جذبہ رکھتے ہیں۔ عجمان، دوبئی میں کاروبار کرتے ہیں۔ شفیق الرحمان تجربہ کار اور ماہر دوست ہیں۔ طواف کرنے اور حجر اسود تک پہنچنے کے نادر طریقے بتاتے ہیں۔ ان کے ساتھ غارِ ثور کا سفر ہر لحاظ سے یادگار رہا۔ نیچے اترنے میں تقریباً ایک گھنٹہ 15 منٹ لگے۔ نیچے ٹیکسیاں تیار تھیں۔ ناشتہ بھی نہ کیا تھا۔ شفیق الرحمان ایک ہوٹل ''زیدان مطعم'' لے گئے۔ وہاں سے لذیذ عربی ڈش ''مندی'' کھائی۔ ''مندی دجاج'' اس ہوٹل کی خاص عربی ڈش ہے۔ ایک بڑی پلیٹ میں چاول اور روسٹ مرغ ڈال کر دیا جاتا ہے۔ ساتھ سلاد اور کیچپ جتنا مرضی لے لیں۔ سنت کے مطابق بیٹھ کر ہاتھوں سے کھانا کھایا جاتا ہے۔ بھوک زوروں پر تھی۔ کھا کر مزا آ گیا۔ دو دن پہاڑوں پر چل چل کر ٹانگیں شل ہو گئی ہیں۔ جسم تھکا ہوا ہے۔ مگر دل اور روح خوش ہے۔ ظہر کی نماز ہوٹل کے سامنے کی مسجد میں ادا کی۔ اسماء بے چینی اور پریشانی سے بار بار فون کر رہی تھی۔ پہنچے تو سکھ کا سانس لیا۔ عصر کی نماز کے بعد کچھ دیر آرام کر کے حرم کی طرف چلے۔ کچھ حجاج کرام

جا چکے ہیں۔ مگر ابھی بھی کافی تعداد میں لوگ موجود ہیں۔ نماز سے ایک گھنٹہ پہلے ہی لوگ اپنے اپنے ہوٹلوں سے نکل کر حرم کا رخ کرتے ہیں۔ مغرب کی نماز حرم میں ادا کی۔ ساتھ ہی بنگلہ دیش کے شہر کھلنا کے رفیق الاسلام بیٹھے تھے۔ ان کو کھانسی تھی۔ کھانسی کی چوسنے والی کی گولیاں دیں۔ خوش ہوئے۔ بنگلہ دیش اور پاکستان کے حالات پر تبادلہء خیال ہوا۔ باتیں کرتے کرتے وقت کا پتہ ہی نہ چلا۔ عشاء کا وقت ہوگیا۔ عشاء کی نماز حرم میں لاکھوں حجاج کرام کے ساتھ ادا کی۔

☆..........☆

رحاب الروضہ میں علاج اور خدمت

علاج اور خدمت کا سلسلہ حرم کے ساتھ ساتھ اور رحاب الروضہ میں جاری ہے۔ اشفاق نے مزید دوائیاں بھیج دی ہیں۔ فلو، نزلہ، کھانسی اور زکام تقریباً ہر کسی کو ہے۔ مرچوں والا یا پھیکا سالن کھا کر سب کے ہاضمے خراب ہیں۔ شام کو کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ کھانے سے پرہیز کیا جائے۔ یمنٰی، حذیفہ، ماہ نور سے تقریباً روزانہ بات ہوتی ہے۔ بچے یاد آتے ہیں۔ ان کے لیے ہر وقت دعائیں ہو رہی ہیں۔ حرم کے قریب **800** میٹر کے فاصلے پر بہت سے ہوٹل ہیں۔ طارق شاہ نے بتایا کہ آس پاس کے کئی ہوٹل گرا دیئے گئے ہیں تاکہ حرم میں مزید توسیع کی جاسکے۔ پاکستانی کھانا بھی ملتا ہے۔ لاہور ہوٹل سے لاہوری کھانا بھی، عرب اپنے کھانے میں نمک مرچ کا استعمال تکلفاً ہی کرتے ہیں لیکن پاکستانی اور لاہور ہوٹل والے مرچیں پاکستان کے حساب سے ڈالتے ہیں۔ جس سے حجاج کرام پیٹ کی مختلف تکالیف میں مبتلا رہتے ہیں۔ عشاء کے بعد مریضوں کا تانتا بندھا رہا۔ سب کو چیک اپ کر کے دوائیں دیں۔ ایبٹ آباد کے ایک اور ڈاکٹر صاحب بھی حج کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ ان سے تبادلہ خیال ہوا۔ یہاں بھی اب دوائیوں کی تیسری کھیپ کے بعد مریضوں کا رش ہونا ہے۔ دو دن ہوٹل سے صبح سے شام تک غیر حاضری کے باعث کثیر تعداد میں مریض آئے جن کو چیک اپ کر کے ادویات دیں اور دعائیں لیں۔ نئے مریض پوچھتے ہیں فیس کتنی؟ حجاج کرام سے عاجزی سے عرض کرتا ہوں صرف دعائیں! سب خاص کر بوڑھی خالائیں دعائیں دیتی رخصت ہوتی ہیں۔

حرم میں نمازیں

اللہ نے غارِ حرا اور غارِ ثور دیکھنے کی سعادت بخشی۔ پہاڑوں پہ چڑھنے کا تجربہ اکتوبر 2005ء کے زلزلے سے تھا۔ کالا ڈھاکہ کے اونچے لمبے، کالے، مٹیالے، بھورے، پہاڑوں پہ گھنٹوں پیدل چل کر پہنچے تھے۔ اس کے علاوہ آزاد کشمیر، بالاکوٹ اور سوات میں پہاڑوں کو عبور کر کے علاج اور خدمت کی تھی۔ مگر جبل حرا اور جبل ثور پر چڑھنا اور ان غاروں کی زیارت کرنا خاصا جان جوکھوں کا کام ہے۔ یہاں پرانا تجربہ تھوڑا بہت ضرور کام آیا لیکن چڑھائی اور اترائی بہت مشکل تھی۔ اس کے باوجود غارِ حرا اور غارِ ثور تک پہنچے اور دونوں غاروں میں بیٹھ کر جو سکون اور ذہنی اطمینان اور روحانیت نصیب ہوئی۔ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ دو دن کی تھکاوٹ اور رتجگے کے باعث خوب مزے کی نیند آئی۔ صبح پانچ بجے جاگ آئی تو سوئے حرم چلے۔ لوگوں کا جمِ غفیر بھاگ رہا تھا۔ دوڑ رہا تھا تا کہ فجر کی نماز حرم میں پڑھنے کی سعادت نصیب ہو جائے۔ ہم نے بھی دوڑ لگائی۔ ہوٹل تک صفیں بچھی ہوئی تھیں۔ حرم کے عین سامنے جگہ ملی۔ امام صاحب کی امامت میں فجر کی نماز ادا کی۔ کعبہ کے امام کی پرسوز اور دل میں اترنے والی تلاوت سے سماں بندھ جاتا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں سے ڈائریکٹ ہم کلام ہو رہا ہے۔ اللہ دیا اور اس کی بیگم گروپ کے خاص کیریکٹر ہیں۔ دونوں جھگڑتے بھی خوب ہیں اور ایک دوسرے کا خیال بھی رکھتے ہیں۔ اللہ دیا 9 ویں فلور پر ہیں اور بیگم 8 ویں فلور پر۔ صبح سویرے بیگم ناشتہ لے کر آئے گی اور کھانے کے وقت کھانا، خدمت کے ساتھ ساتھ کچھ جلی کٹی بھی سنا جائے گی۔ میاں بیوی میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ پیار و محبت کے رشتے ہیں۔ جوں جوں انسان بوڑھا ہوتا ہے اس میں بچوں جیسی عادات بھی آ جاتی ہے۔ بات بات پر لڑنا، جھگڑنا، ناراض ہو جانا اور پھر مان جانا۔ اللہ دیا اور اس کی بیگم کا کچھ ایسا ہی ماجرا ہے۔ جب بھی ملے گی اللہ دیا کا خیال رکھنے کا کہے گی۔ اس کو کھانسی ہے، بلغم ہے، دوائی دے دیں۔

سعودی عرب میں ظہر کی نماز اول وقت میں ہوتی ہے۔ لوگ دس بجے ہی سوئے حرم روانہ ہو جاتے ہیں تا کہ نماز سے پہلے حرم پہنچ جائے۔ اذان سے آدھا گھنٹہ پہلے حرم پہنچ گئے۔ باب فہد سے الیکٹرک سیڑھی کے ذریعے دوسرے فلور پر گئے۔ باب فہد وہ واحد جگہ ہے جہاں دوسرے اور تیسرے فلور پر عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ جگہ مختص ہے۔ اے سی بھی بہترین اور آگے جا کر خانہ کعبہ کا نظارہ بھی بڑا دلفریب ہوتا ہے۔ حرم میں بھی کچھ دوائیاں ساتھ ہوتی ہیں۔ جس کسی کو کھانسی ہو یا درد وغیرہ اس کو نماز کے بعد غیر متوقع طور پر دوائی پیش کی جاتی ہے تو حاجی خوشی سے قبول کرتا ہے اور دعا دیتا ہے۔ نماز ظہر حرم میں ادا کی۔ آج حجاج کرام کی اچھی خاصی تعداد واپس جا چکی ہے مگر اس کے باوجود بھرپور رونق ہے۔ نماز پڑھ کر خانہ خدا کا دیدار کیا۔ خانہ کعبہ پر جب بھی نظر پڑتی

ہے، پڑی ہی رہ جاتی ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ یہ پہلی نظر ہے۔ خانہ خدا میں ایسی کشش، جاذبیت Attraction ہے کہ بندہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ دل کرتا ہے آدمی ادھر ہی ٹھہر جائے۔ خانہ خدا کو آنکھوں میں بسا لے۔ ظہر کے بعد واپس ہوئے۔ اسماء نے آلو، گاجر اور شملہ مرچ کا سالن بنایا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اسماء کے کمرے میں ایک ایبٹ آباد کی خالہ آ گئی۔ اسے بھی کھانا پیش کیا۔ حج کے دوران کئی اجنبی چہرے ملتے ہیں۔ اپنے ملک کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک، مختلف رنگ و نسل کے لوگوں سے پالا پڑتا ہے۔ ملتے ہی ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ ایسا ناطہ جڑ جاتا ہے کہ لگتا ہے سالوں سے ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ گروپ کے ساتھ ہوں تو بالکل گھر جیسا ماحول لگتا ہے۔ اگرچہ چھوٹی موٹی رنجشیں اور لڑائیاں ہوتی ہیں۔ ساتھی ناراض بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر جلد مان بھی جاتے ہیں۔

حج اصل میں کیا ہے؟

حج قربانی کا نام ہے!

حج صبر اور برداشت ہے۔

مغرب کی نماز پھر خانہء خدا میں ادا کی۔ کعبۃ اللہ آنکھوں کے سامنے، عجیب نظارہ، ایمان پرور منظر، نصیب کی بات ہے کہ آپ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوں اور اللہ کے سامنے جھک رہے ہوں۔ امام کے تکبیر تحریمہ کہنے سے لے کر السلام علیکم تک کا وقت لمحہ بھر میں گزر گیا۔ پتہ نہیں کب قیام ہوا اور رکوع اور سجدہ آنکھیں اور ذہن اللہ کے گھر کی طرف مرکوز رہے۔ اللہ کے گھر کا دیدار کرنا بڑے ہی نصیب کی بات ہے۔ حرم میں مغرب سے عشاء کا انتظار بھی بڑا خوش کن اور روحانی تجربہ ہے۔ حاجی اپنی جگہ بیٹھے۔ ذکر واذکار تلاوت، تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے ہیں۔ عشاء کی نماز میں حرم کے صحن میں جگہ ملی۔ امام کعبہ ایسی تلاوت کرتے ہیں جس کو سن کر تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رقت طاری ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک کی سمجھ ہو تو ایسے لگتا ہے کہ یہ آیتیں خالصتاً اس وقت کے لیے اتری ہیں۔

دین اور دنیا

حرم کے اندر دین ہے۔ حرم کے بالکل سامنے وقف عبدالعزیز الملک ہوٹل، پلازہ، شاپنگ سنٹر ہے۔ جہاں دنیا کی ہر چیز ملتی ہے۔ دین و دنیا کا یہ عجیب سنگم ہے۔ حرم سے عبادت کر کے نکلیں۔ وقف عبدالعزیز ملک میں داخل ہو جائیں یہ پہلے سعودی فرماں روا کا محل تھا۔ بعد میں اس کو اور اس کی پوری کمائی کو حرم کے لیے وقف کر دیا گیا ہے۔ اب اس کی کروڑوں ریال کی آمدن حرم کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ یہاں ہزاروں دکانوں پہ کھانے پینے کی چیزوں سے لے کر دنیا کی ہر چیز موجود ہے۔ اتنی زیادہ لفٹس لگی ہوئی ہیں کہ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں

سے اندر داخل ہوں اور باہر جائیں۔ دو تین فلورز کا چکر لگایا۔ طارق شاہ نے مشہور عربی ڈش بروسٹ مچھلی اور چاول کھلائے۔ مزا آ گیا۔

رحاب الروضہ میں ہمارا منی کلینک کامیابی سے جاری و ساری ہے۔ رات بھر مریض آتے رہے۔ زیادہ تر حجاج کرام، نزلہ، کھانسی، فلو، چیسٹ انفیکشن اور جسم میں دردوں کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ زیادہ چلنے کی وجہ سے جسم میں دردوں اور جوڑوں میں درد کی شکایت ہے۔ مرچوں والے اور گھی والے کھانے کھا کر پیٹ خراب ہیں۔ حرم میں بھی دوائیاں ساتھ ہوتی ہیں۔ ایک انڈونیشی آنٹی کھانس رہی تھی۔ انہیں کھانسی کی چوسنے والی گولیاں نکال کر دی۔ بڑی خوش ہوئیں، سر جھکا کر شکریہ ادا کیا۔ مکہ میں رہ کر سب سے اہم بات یہ ہے کہ پانچوں نمازیں حرم میں ادا ہوں اور زیادہ سے زیادہ طواف کرنے کا موقع ملے۔ تا کہ اس قیام کی بھرپور فیوض و برکات سمیٹی جا سکیں۔ جس دن سے آئے یہی کوشش رہی کہ تمام نمازیں حرم میں ادا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ تقریباً تمام نمازیں حرم میں ادا ہو رہی ہیں۔ مکہ میں رہتے ہوئے خانہ خدا کا بار بار طواف کرنا بھی باعث برکت و رحمت ہے۔ بلکہ سب سے بڑی عبادت ہے۔ طواف کا بھی موقع مل رہا ہے۔

☆..........☆

اِک طواف صرف پاکستان کے لیے

اسماء کل شام سے ہی متفکر تھی۔ ہم نے طواف بہت کم کیے ہیں۔ دو دن غار حرا اور غارِ ثور جانے کی وجہ سے طواف کا موقع نہ ملا۔ اللہ نے ہمت دی اور صبح سویرے 3:30 بجے وضو کر کے سوئے حرم روانہ ہوئے۔ خیال تھا کہ اس وقت زیادہ لوگ نہیں ہوں گے۔ مگر جونہی باہر نکلے لوگوں کی لمبی قطار حرم کی طرف رواں دواں نظر آئی۔ باب عبدالعزیز سے اندر داخل ہوئے۔ کعبۃ اللہ پر نظر پڑتے ہی لبوں پہ ساری دعائیں آ گئیں۔ یمنٰی حذیفہ، ماہ نور، اہل خانہ، دوست احباب، خدمت اور علاج کے معاونین، محبین، مخلصین سب نظروں کے سامنے آ گئے سب کے لیے خوب دعائیں کیں۔

آج کا طواف کس کے لیے ہے؟

آج کا طواف صرف اور صرف اپنے پیارے ملک وطن عزیز پاکستان کے لیے!

یہ ایک نذرانہ ہے مادر وطن کی خدمت میں!

عقیدت کا اظہار ہے ایک سچے پکے پاکستانی کی طرف سے!

پشتو میں کہتے ہیں ''اَچپل وطن دا سرو وطن''

''اپنا ملک سونے سے بھی قیمتی ہے۔'' اپنے وطن پہ جان قربان، یہ دنیا کی ہر شے سے زیادہ قیمتی ہے۔

پھر وہی 7 پھیرے، سات چکر اللہ کے گھر کے چاروں طرف پاکستان کے لیے!

پہلا چکر

رکن یمانی کے بعد جب سبز لائٹ آتی ہے۔ عجب نظارہ ہوتا ہے سینکڑوں، ہزاروں ہاتھ اوپر اٹھتے ہیں۔ جب حجاج کرام حجر اسود کی طرف ہاتھ کر کے اپنے رب کی بڑائی بیان کرتے ہوئے۔ ان کو چومتے ہیں تو بڑا ہی روح پرور منظر ہوتا ہے۔ پہلا چکر شروع ہو گیا۔ نگاہیں خانہ خدا کی طرف مرکوز ہیں۔ صبح کے 4 بجے ہیں۔ مطاف پورا بھرا ہوا ہے۔ استلام کر کے سب سے پہلے اللہ کی حمد وثناء کی۔ درود شریف پڑھا اور لبوں پہ اپنے وطن کے لیے، اس کی سلامتی، اس کی خیر و بہتری کے لیے دعائیں کیں۔ اللہ کے حضور آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا۔

دوسرا چکر

اسماء نے تسبیح کا دانہ گرایا، دوسرا چکر شروع ہو گیا ہے۔ دین و دنیا کی بھلائی اور جہنم کے عذاب سے بچاؤ کی دعا کی۔ لوگ اندر گھستے جا رہے ہیں۔ کہیں کہیں تو اتنا رش ہو جاتا ہے کہ چلتے ہوئے سانس لینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ یا اللہ پاکستان کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھ۔ اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کر دے۔ لبوں پہ بس یہی ایک دعا ہے۔

تیسرا چکر

اسماء نے یاد دلایا، تیسرا چکر شروع ہو گیا ہے۔ استلام کا روحانی منظر، پیاری پیاری، منی اور چھوٹی سی انڈونیشی، ملائیشیائی بی بیاں جب فرط عقیدت سے حجر اسود کی طرف ہاتھ بلند کر کے چومتی ہیں اور اللہ اکبر و للہ الحمد کہتی ہیں تو بڑا ہی پیارا اور دلفریب منظر ہوتا ہے۔ اللہ کی ایسی بڑائی بیان ہوتی ہے کہ فرشتے بھی اس منظر کو دیکھ کر محظوظ ہوتے ہوں گے۔

چوتھا چکر

اسماء نے تسبیح کا دانہ پھر گرایا۔ چوتھا چکر شروع ہے۔ مانگ لیں اللہ سے جو کچھ مانگنا ہے۔ گڑگڑائیں اس کے سامنے اس کے گھر کی طرف دیکھ کر، ملک کی سلامتی کے لیے ڈھیروں دعائیں لبوں پر آ گئیں۔ یا اللہ پاکستان کو تمام اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ رکھ۔

پانچواں چکر

چھوٹی سی تسبیح جب ملی تو اس کی منطق سمجھ نہ آئی تھی۔ لیکن جب طواف کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتنی اہمیت ہے۔ سبز لائٹ پہ پہنچ کر اسماء نے یاد دلایا کہ بھئی پانچواں چکر شروع ہے۔ اس دفعہ تھوڑی سی ہمت اور

کوشش کرکے مگر یہ احتیاط برتی کہ کسی کو دھکا نہ پڑے، دھیرے دھیرے مقام ابراہیمؑ کی طرف بڑھے تو اللہ نے اس پتھر کا دیدار کرا دیا جس پہ کھڑے ہو کر خلیل اللہ نے خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ وہ منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ خلیل اللہؑ پتھر پر کھڑے ہیں۔ کتنا خوش نصیب پتھر ہے۔ جو قیامت تک کے لیے امر ہو گیا ہے، پتھر نے خلیل اللہؑ کے نقش پا اپنے اندر جذب کر لیے ہیں تاکہ قیامت تک لوگ اس کا دیدار کریں۔ چشم تصور سے میں ہزاروں سال پہلے بیت اللہ کی کچی دیواریں اٹھتی اور بنتی دیکھ رہا ہوں۔ حضرت اسماعیلؑ گارا لا رہے ہیں۔ خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام اینٹیں لگا رہے ہیں۔ اللہ کا گھر تیار ہو رہا ہے۔ اب خلیل اللہ اسی مقام ابراہیمؑ پہ کھڑے اللہ سے دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ مکہ کو امن اور سلامتی کا گہوارہ بنا۔ مقام ابراہیمؑ اور اس پتھر کی زیارت کر کے بڑی روحانی خوشی ہوئی۔ اللہ نے مقام ابراہیمؑ کو اتنی عزت بخشی کہ ہر حاجی کے لیے لازم قرار دیا گیا کہ طواف کے بعد اس جگہ پہ دو رکعت نفل ادا کرے۔

چھٹا چکر

لو جی! یہ چھٹا چکر ہے۔ تسبیح کا ایک دانہ اور گرا۔ اب نظریں خانہ کعبہ کی طرف لگی ہوئی ہیں پتہ نہیں کب رکن یمانی آیا اور استلام کیا۔ نظریں کعبہ سے ہٹ ہی نہ رہی تھیں۔

ساتواں چکر

طواف کرتے کرتے جب چار چکر پورے ہو جاتے ہیں تو جتنا بھی رش ہو، بندہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ اب باقی صرف تین چکر اور رہ گئے ہیں۔ آخری چکر میں اللہ سے رو رو کر دعائیں کیں کہ یا اللہ میرے پیارے ملک پاکستان کو ہر خطرے سے محفوظ رکھ۔ اندرونی و بیرونی خطرات سے بچا اس کے دشمنوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر نیست و نابود کر دے۔

حرم میں علاج اور خدمت

طواف ختم ہوا۔ باب عبدالعزیز کے اندر نماز فجر ادا کی۔ نماز کے بعد نماز جنازہ پڑھی۔ آج پہلی دفعہ چھ جنازے دیکھے جس میں ایک کم عمر بچہ بھی تھا۔ اللہ ان سب کی مغفرت کرے۔ یہ بڑے نصیب والے لوگ ہیں۔ جن کا جنازہ حرم پاک میں ہوا۔ لاکھوں لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ شیخ زاہد صاحب گزشتہ کئی سالوں سے خدمت اور علاج کے ساتھی ہیں۔ ان کے ساتھ ملک کے گوشے گوشے میں جا کر مصیبت زدگان کی مدد کی۔ خوش قسمتی سے وہ حج کے سفر میں بھی ساتھ ہیں یہاں بھی وہ اپنا خدمت اور علاج کا مشن نہیں بھولے۔ ہوٹل پہنچ کر نیچے جا کر سب کو بتاتے ہیں کہ علاج کے لیے کمرہ 903 میں تشریف لائیں۔ صبح سے مریضوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ ایبٹ آباد اور

پشاور کے لوگ خاص طور پر بوڑھی خالائیں علاج کے لیے آ رہی ہیں۔ کسی کو کھانسی ہے، کسی کو بخار ہے، کسی کی ٹانگوں میں درد ہے۔ ایبٹ آباد والے گروپ کے ساتھ راولپنڈی کسٹمز کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کامران بھی ہیں جو اپنے علاقے کے مریضوں کو بھیجتے جا رہے ہیں۔ حجاج کی خدمت کر کے بڑا مزا آ رہا ہے۔ حج پہ روانہ ہونے سے پہلے اللہ کی طرف سے دل میں بات آئی کہ حج کے دوران مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حجاج کی بھرپور خدمت کرنی ہے۔ خاصی تعداد میں دوائیاں اور اپنی میڈیکل کٹ ساتھ رکھ لی۔ دوائیاں ختم ہوئیں۔ تو دوسری اور تیسری دفعہ لاہور سے منگوائیں۔ اللہ نے علاج اور خدمت کا سلسلہ ارضِ مقدس میں بھی جاری رکھنے کی توفیق عطا کی۔ ظہر کی نماز کے لیے پھر سوئے حرم چلے۔ لوگ نماز کے لیے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے نکل جاتے ہیں تاکہ حرم کے اندر یا کعبہ شریف کے سامنے جگہ مل جائے۔ باب فہد سے دوسری منزل پہ جا کر نماز ظہر ادا کی۔ ایک طرف چین کے تین حجاج کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ چین پاکستان کی دوستی واقعی لازوال ہے۔ چین کے حاجی بڑی محبت اور عزت واحترام سے ملے۔ پاکستان کا بتایا تو ان کے چہرے پر رونق اور تازگی آئی۔ دونوں ہاتھوں کو آپس میں جوڑ کر اپنی زبان میں بتانے لگے کہ پاکستان اور چین کی دوستی بہت مضبوط ہے۔ شیخ زاہد نے کھانا پکانے کی ساری اشیاء لا کر رکھ دی ہیں۔ پچھلے تین دن سے اپنا کھانا پک رہا ہے۔ ایسے ہی لگتا ہے کہ گھر کا کھانا کھا رہے ہیں۔ کل انڈیا کے حاجی بتا رہے تھے کہ ہم تو گھر سے آٹا، چاول، دال، گھی، مصالحہ جات، اچار غرضیکہ استعمال کی تمام اشیاء لے کر آتے ہیں اور اپنا کھانا خود تیار کرتے ہیں۔ رحاب الروضہ میں بھی ایک فلور پر انڈین حاجی ہیں جو کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ اپنا باورچی بھی لائے ہیں۔ میس میں دیکھا سب اکٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ انڈین تھالی میں مختلف قسم کے پکوان پکے ہوئے ہیں۔ جن کی خوشبو سے سارا فلور مہک رہا ہے۔

80 سالہ مالی باشندے کا 40واں حج

افریقی ملک مالی کے خاصے لوگ حج کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ اپنے مخصوص رنگ، لمبے قد اور جسمانی ساخت کے باعث وہ جلدی پہچانے جاتے ہیں اور رنگ برنگے چوغے پہنے دور سے نظر آ جاتے ہیں۔

ان دنوں مکہ اور حرم میں مالی کے باشندے 80 سالہ حاجی بجکو دوکوری کا بڑا چرچا ہے۔ جو اس دفعہ چالیسواں حج ادا کر رہا ہے۔ اس نے پہلا حج 1961ء میں کیا۔ حاجی بجکو کا کہنا ہے کہ 1960ء اور 1970ء کے عشروں میں حج کرنا خاصا مشکل تھا۔ ہر جگہ پیدل جانا پڑتا تھا۔ بجکو دوکوری نے سعودی حکام کی تعریف کی کہ انہوں نے حجاج کرام کے لیے ناقابلِ یقین حد تک بہترین سہولتوں کا انتظام وانصرام کیا ہے۔ حاجی کی 3 بیویاں، 22 بیٹے اور 13 بیٹیاں ہیں۔ سب سے چھوٹا بیٹا ایک ہفتہ پہلے پیدا ہوا۔ جس کی اطلاع اسے چھوٹی بیوی نے حرم پاک میں دی۔

لفٹ کا ناٹک

عصر کی نماز کے لیے پھر حرم پہنچے۔ لوگ نمازوں کے وقفے کے دوران زیادہ تر حرم میں ہی قیام کرتے ہیں۔ یا تو تلاوت قرآن پاک، ذکر واذکار میں مصروف ہوتے ہیں یا پھر حرم میں سو جاتے ہیں یا ستانے لگتے ہیں۔ اسی اثناء میں دوسری نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں حرم میں ادا کیں۔ بہت سے ممالک کے حاجی واپس جا چکے ہیں اور روزانہ ہزاروں کی تعداد میں اپنے اپنے وطنوں کو لوٹ رہے ہیں۔ اس لیے حرم میں اب پہلے جیسی رونق نہیں رہی مگر اب بھی نماز کے لیے کم از کم آدھ گھنٹہ پہلے جانا پڑتا ہے پھر کہیں جا کر حرم کے اندر جگہ ملتی ہے۔ فندق رحاب الروضہ 17 منزلہ ہوٹل ہے۔ اس وقت ہوٹل کے تمام کمرے بک ہیں۔ ایک ایک کمرے میں 4-5 لوگ رہ رہے ہیں۔ ہوٹل میں اوپر والی منزلوں تک جانے کے لیے تین لفٹیں ہیں۔ نماز کے لیے جلدی نہ نکلیں تو پھر لفٹ سے نیچے جانے یا اوپر آنے کے لیے کافی دیر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ عشاء کے بعد جب سب لوگ واپس آتے ہیں تو لفٹ میں پہلے اوپر جانے کے لیے خوب کشمکش ہوتی ہے۔ گھمسان کا رن پڑتا ہے اور باقاعدہ مقابلہ ہوتا ہے بعض اوقات ایک گھنٹہ سے زیادہ ٹھہرنا پڑتا ہے۔ لفٹ کا انتظار کرتے وقت بحث ومباحثہ بھی ہوتا ہے۔ کچھ لوگ بے صبرے بھی ہو جاتے ہیں۔ بڑے دلچسپ تبصرے سننے کو ملتے ہیں مثلاً:

☆ یہ لفٹ تو ایک مذاق ہے۔

☆ ہاؤس فل ہے۔

☆ لفٹ نہیں یہ پسنجر گاڑی ہے۔

☆ بھئی آپ کے آنے سے لفٹ Overload ہو گئی ہے۔ آپ اتریں گے تو چلے گی۔

☆ ایک گھنٹہ ہو گیا ہے لفٹ کا ناٹک جاری ہے۔ پتہ نہیں کب ختم ہو گا؟

☆ اتریں ورنہ خراب ہو جائے گی۔ پہلے فلور والے سیڑھیوں سے کیوں نہیں جاتے۔

☆............☆

انڈین حاجیوں کی خدمت اور علاج

رحاب الروضہ ہوٹل میں ہمارے علاوہ کثیر تعداد میں انڈین، بنگلہ دیشی اور دوسرے ممالک کے حجاج کرام مقیم ہیں۔ پاکستانیوں کے علاوہ ہمارے علاج اور خدمت کی بھنک انڈین حاجیوں کو بھی پڑ گئی۔ رات 11 بجے انڈین حاجیوں کا پورا ٹولہ کمرہ میں آن گھسا۔ لائٹ بند کر کے سونے کا ابھی ارادہ ہی کیا تھا۔ بہت سی انڈین خالائیں اور چاچا آ گئے۔ 5 مریض اندر آ گئے۔ ظفر اقبال اور صابر بیگ نے اپنے بیڈ چھوڑ دیئے تا کہ مریض بیٹھ سکیں۔ 4 مریض باہر کھڑے تھے۔ 5-4 عورتیں اسماء کے کمرے میں بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگیں۔ کھانسی نے بے حال کر دیا۔ بخار ہے۔ بلغم ہے۔ چلا نہیں جاتا۔ خارش ہے۔ بدن میں درد ہے۔ ٹانگوں میں اینٹھن ہے۔ انڈین ڈسپنسری گئے تھے۔ دوائی ملی۔ افاقہ نہ ہوا۔ یہ سارے حاجی ممبئی اور مدراس (چنائی) کے تھے۔ ایک بوڑھی اماں کا تو کھانس کھانس کر برا حال ہو رہا تھا۔ ایک بخار سے پھنک رہی تھی۔ کسی کا پیٹ خراب تھا۔ کسی کے بدن میں درد تھا۔ کھانسی اور چیسٹ انفیکشن سب کو تھا۔ فرداً فرداً سب کا چیک اپ کیا۔ مریض کی چھاتی یا کمر پر جب تک اسٹیتھو سکوپ نہ لگے یا ڈاکٹر توجہ سے اس کی نبض پر ہاتھ نہ رکھے۔ اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ اسی لیے اسٹیتھو سکوپ، بی پی اپریٹس ساتھ رکھ لیے تھے جن کا بہت فائدہ ہوا۔ سارے مریضوں کو اچھی طرح چیک اپ کر کے دوائیاں دیں اور مطمئن کر کے بھیجے۔ ممبئی کی حاجن خالائیں دعائیں دیتی رخصت ہوئیں۔ شام کو ایبٹ آباد کے حاجیوں کا پورا گروپ آیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے گھر میں، حرم پاک میں اپنے مہمانوں کی خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ مریضوں کی آمدرات 12 بجے تک جاری رہی۔ سب مریضوں کو فرداً فرداً تسلی سے چیک کیا اور

دوائیں دیں۔

حرم میں تہجد کی نماز

مکہ مکرمہ میں حسب معمول صبح 4 بجے آنکھ کھل جاتی ہے۔ بندہ دماغ میں یہ بات بسا لے اور فٹ کر لے کہ اتنے بجے اٹھنا ہے تو کسی الارم کی ضرورت نہیں رہتی۔ رات مرچوں والے چاول کھانے سے ڈائریا ہو گیا جس کی وجہ سے طبیعت خاصی خراب رہی۔ حج کے دنوں میں کھانے پینے میں احتیاط لازم ہے ورنہ بیمار ہو کر بندہ کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ سوئے حرم چلے، ہزاروں لوگ حرم کی جانب رواں دواں ہیں۔ اگرچہ پہلے جیسا رش نہیں لیکن ابھی بھی لاکھوں لوگ موجود ہیں۔ تہجد کی نماز ادا کی۔ ملک کی سلامتی، اہل خانہ اور دوستوں کے لیے دعائیں کیں۔ اللہ سے اپنے گناہوں، لغزشوں، خطاؤں، غلطیوں کی معافی مانگی اور دعا کی کہ یا اللہ بار بار اپنے گھر آنے کی توفیق دینا۔ فجر کی نماز حرم کے صحن میں ادا کی۔ صبح سے مریضوں کی آمد کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا ہے۔ مریض دوائی لیتے ہیں اور دعا دیتے ہیں جس سے ذہنی آسودگی اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

انٹرنیشنل منی کلینک اور سالم مرغ

کمرہ نمبر 903 انٹرنیشنل منی کلینک کا روپ دھار چکا ہے۔ کیونکہ اب یہاں پاکستان کے چاروں صوبوں سے آنے والے مریضوں کے علاوہ دوسرے ممالک انڈیا، بنگلہ دیش کے مریضوں کا چیک اپ اور علاج بھی ہو رہا ہے۔ شیخ صاحب سالم مرغ لے آئے۔ مرغ کا کاٹنا مسئلہ تھا۔ جس کا حل طارق شاہ نے نکالا۔ پہلے اسے پانی میں ڈال کر گرم کیا۔ کھال اتاری اور چھری سے پورا زور لگا کر کاٹا۔ اسماء اور باجی نجمہ نے سالن پکایا۔ ظہر کی نماز حرم میں ادا کی۔ ظہر کے بعد کھانا کھایا۔ تھوڑا سا آرام کر کے پھر سوئے حرم روانہ ہوئے۔ کل سے اپنی طبیعت بھی ناساز ہے۔ اس کے باوجود مریضوں کی خدمت اور علاج جاری ہے۔ اللہ سے اپنی اور مریضوں کی صحت اور بیماریوں سے شفاء کے لیے دعا کی۔ آب شفاء، آب زم زم کے چار پانچ گلاس پیے تو ایسے لگا طبیعت بالکل ٹھیک ہو گئی ہے۔

کعبۃ اللہ کا طواف

اسماء کا ارادہ تھا کہ آج طواف ضرور کرنا ہے۔ عصر کے بعد باب فہد سے سیدھا مطاف کی طرف چلے، گرمی تھی، دھوپ تھی، طبیعت صبح سے خراب تھی، مگر خانہ خدا سامنے دیکھ کر طبیعت بھی ٹھیک ہو گئی۔ جذبہ بھی بڑھ گیا۔ جنوں بھی ہو گیا۔ عاشق کے سامنے دیر کے بعد محبوب آ جائے تو شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اللہ کے گھر پر جب پہلی نظر پڑتی ہے تو رگ و پے میں سنسنی دوڑ جاتی ہے۔ بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ بیت اللہ ہے اور میں ہوں اور کوئی نہیں۔ سارے پردے ہٹ جاتے ہیں اور دل و دماغ ایک ہی نقطے پہ مرکوز

ہو جاتے ہیں۔

پہلے چکر میں تو آدمی بیت اللہ کو دیکھتا ہے اور دیکھتا رہ جاتا ہے۔

دوسرے چکر میں بھی نگاہیں اللہ کے گھر سے نہیں اٹھتیں اللہ کی حمد اور بڑائی بیان ہوتی ہے۔

تیسرے چکر میں بندے کو دعائیں یاد آتی ہیں، شوق بڑھتا ہے اللہ کی حمد وثناء میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

چوتھے چکر میں اپنے گناہوں پر ندامت ہوتی ہے۔ بندہ سوچتا ہے۔ غور وفکر کرتا ہے کہ یا اللہ میں کتنا گنہگار اور خطا کار ہوں اور تو کتنا غفور الرحیم ہے جو مجھ ناچیز کو اپنے گھر بلا لیا۔ بقول شاعر۔

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا
اپنا دیوانہ بنایا، میں تو اس قابل نہ تھا
گرد کعبے کے پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا

پانچویں چکر میں آدمی پر ایسی بے خودی اور رقت طاری ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو کعبۃ اللہ کا ایک ذرہ سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔

چھٹے چکر میں بندہ فنا فی الکعبہ ہو جاتا ہے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ گم ہو گیا ہے۔ باقی نہیں رہا۔ باقی صرف اللہ کی ذات ہے اور خانہ خدا ہے۔

ساتویں چکر میں انسان اپنے نصیب پر رشک کرتا ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنے گھر بلایا اور لبوں پر دعا آتی ہے کہ یا اللہ بار بار اپنے گھر بلانا اور اس کا دیدار کروانا۔

اللہ کی بڑائی بیان کرتے، اپنے آپ کو کعبۃ اللہ میں جذب کرتے، اپنے گناہوں پر ندامت اور استغفار کرتے کرتے ساتوں چکر پورے ہوئے۔ مغرب کا وقت ہو گیا۔ ارادہ تھا کہ کعبۃ اللہ کے سامنے مغرب کی نماز ادا ہو۔ کچھ دیر کے لیے صف میں بیٹھے۔ لیکن فوراً ہی محافظ آ گئے۔ عورتوں کو اٹھا دیا۔ باب فہد میں نماز ادا کی۔ بیگ اور جوتے تلاش کرنے میں خاصا وقت صرف ہو گیا۔ اسی اثناء میں عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اسماء نے حرم کے اندر اور راقم نے صحن میں نماز ادا کی۔ طواف کر کے تھوڑی بہت تھکاوٹ ضرور ہوئی مگر عشاء کی نماز میں امام ماہر موکلی کی تلاوت نے ایسا سماں باندھا۔ اتنے پرسوز لحن میں تلاوت فرمائی کہ ایمان تازہ ہو گیا۔ اسماء کو کسی شُرطی محافظہ نے اپنی جگہ سے زبردستی اٹھا دیا۔ جس سے وہ خاصی پریشان اور ناراض ہو گئی۔ طبیعت پر بڑا بوجھ رہا، سمجھایا کہ حج برداشت کا نام ہے، صبر کا نام ہے، حرم کے محافظ مرد اور عورتیں ذرا سخت لہجے میں بات کرتے ہیں جس کے حجاج کرام عادی نہیں ہوتے مگر یہ ان کی مجبوری ہے۔ ایسا نہ کریں تو مجمع کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے۔



حج سے پہلے اور حج کے بعد

عشاء کے بعد ہوٹل پہنچے تو پسنجر ٹرین عرف لفٹ سے پھر پالا پڑا۔ لفٹ کا ناٹک ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ جاری رہا۔ ہر دفعہ ہاؤس فل یا overload۔ لوگ بے صبرے ہو رہے تھے۔ نماز کے فوراً بعد لاکھوں لوگ واپس پلٹتے ہیں تا کہ کھانا کھائیں اور آرام کریں۔ رحاب الروضہ کی 17 منزلیں ہیں اور صرف تین لفٹ، لفٹ پہلے اوپر سے نیچے آخری منزل تک جاتی ہے اور پھر ہر منزل پہ رک کر دھیرے دھیرے واپس آتی ہے۔ اس سارے چکر میں ہر نماز کے بعد 1 گھنٹہ لگتا ہے۔ شیخ صاحب نے اس کا حل نکالا ہے کہ نماز کے فوراً بعد واپس پلٹتے ہیں اور ہم سے پہلے کمرے میں پہنچے ہوتے ہیں۔ کمرہ میں پہلے سے مریض انتظار کر رہے تھے۔ ہمارے منی کلینک کی بھنک دوسرے ہوٹلوں میں مقیم پاکستانی اور غیر ملکی حجاج کرام کو بھی پڑ گئی ہے۔ وہاں سے بھی پاکستانی اور انڈین چیک اپ اور علاج کے لیے آ رہے ہیں۔ حج گزر چکا، عازمین حج اور حجاج کرام کے رویے میں خاصا فرق محسوس ہو رہا ہے۔ جب تک حج نہیں ہوتا۔ شوق ہوتا ہے۔ جذبہ ہوتا ہے۔ تڑپ ہوتی ہے۔ لگن ہوتی ہے۔ جستجو ہوتی ہے، لیکن جب منزل مل جائے۔ کشتی پار لگ جائے۔ مقصد حاصل ہو جائے تو جذبات پہلے جیسے نہیں رہتے۔ 22 دن گزر چکے۔ حج سے پہلے جو حالات تھے وہ اب محسوس نہیں ہو رہے۔ حجاج کرام میں وہ صبر، برداشت اور جذبہ جو حج سے پہلے تھا وہ اب تھوڑا کم نظر آ رہا ہے کیونکہ بات بات پہ بے صبری اور عدم برداشت کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ ذرا سی بات پر حجاج کرام ایک دوسرے کو ڈانٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔

حرم کی چھت سے کعبۃ اللہ کا نظارہ اور چینی حجاج کرام

صبح 4 بجے اٹھ کر حرم کی طرف چلے۔ شیخ زاہد نے بتایا تھا کہ ایک دفعہ نماز حرم میں چھت پر ضرور ادا کریں۔ وہاں سے کعبۃ اللہ اور پورے حرم پاک کا بہترین نظارہ ہوتا ہے۔ باب فہد کی الیکٹرک سیڑھیوں کے ذریعے چھت پر پہنچے۔ ٹھنڈی سہانی ہوا، خنک آلود موسم، تسبیح و تہلیل اور قرآن پاک کی تلاوت کی آوازیں، بندگان خدا اللہ کے حضور جھکے ہوئے، چمکتا، دمکتا حرم پاک اور روحانیت اور نورانیت سے بھرپور درمیان میں کھڑا اللہ کا گھر، اس روح پرور اور ایمان پرور نظارے۔ تو کس کا دل نہیں چاہے گا کہ قربان ہو جائے۔ اس منظر کو اپنی آنکھوں میں بسا لے محفوظ کر لے۔ دل و دماغ کے خانوں میں ہمیشہ کے لیے فیڈ Feed اور سیو Save کر لے۔ پچھلے تین دنوں سے چینی حجاج کرام اچھی بھلی تعداد میں نظر آ رہے ہیں۔ آج بھی آس پاس چینی مرد اور حضرات کھڑے تھے۔ جب ملتے ہیں محبت سے ملتے ہیں محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور جب پاکستان کا پتہ چلتا ہے تو دونوں ہاتھ جوڑ کر سمجھاتے ہیں کہ چین اور پاکستان کی دوستی بے مثال اور لازوال ہے۔ سب سے پہلے سامنے کھڑے ہو کر خانہ خدا کا نظارہ کیا۔ اہل خانہ اور دوست احباب کے لیے دعائیں کیں۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ جس نے اپنے گھر بلایا اور دعا کی کہ یا اللہ بار بار اپنے گھر آنے کی توفیق دیتے رہنا۔

تہجد کے نوافل خانہ کعبہ کو نظروں میں رکھ کر ادا کیے۔ فجر کی نماز میں ایسا روحانی، ایمانی اور نورانی سماں بندھا جس کو بیان کرنے کے لیے الفاظ کا سہارا نہیں لیا جا سکتا۔ اسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ امام صاحب کی قرآنی آیات کی تلاوت اوپر سے ایسے گونج رہی تھی کہ لگ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آج اپنے بندوں سے ڈائریکٹ مخاطب ہیں۔ زمین و آسمان کے مالک، خالق کائنات اپنے بندوں سے کہہ رہے ہیں کہ کامیابی اور ابدی کامیابی صرف اور صرف میرا حکم ماننے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں میں ہے۔ نماز کے بعد حرم کی چھت پر ہی تھوڑی دیر کے لیے لیٹے تو ایسی میٹھی نیند آئی کہ وقت کا پتہ ہی نہ چلا۔ نماز اشراق کے بعد ہوٹل کے لیے روانہ ہوئے تھے کہ راستہ میں والد محترم بشیر احمد کے سکول کے قاری محمد زبیر صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ قاری صاحب سے کئی سال پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ میو ہسپتال میں ان کے والد کا علاج اور خدمت کی تھی۔ قاری زبیر کا یہ آٹھواں حج ہے۔ حرم کے گرد و نواح سے واقف ہیں۔ ناشتے کے بعد قاری صاحب کے ساتھ پورے حرم کا چکر لگایا۔

حضرت امِ ہانیؓ، براق اور معراج کا سفر

سب سے پہلے باب عبدالعزیز سے اندر داخل ہوں تو سرمئی رنگ کے مینار نظر آتے ہیں۔ اس جگہ بتاتے ہیں کہ حضرت امِ ہانی کا گھر تھا۔

گردشِ ایام کا پہیہ چلا۔

حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، جبرئیلؑ آئے، اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ قلب مبارک پہ ہاتھ رکھ کر دل کو باہر نکالا، آب زم زم سے دھویا۔ واپس اپنی جگہ پر رکھا۔ جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری بھی لے کے آئے ہیں۔ براق حضرت ام ہانیؓ کے گھر کے آگے باندھا۔ جس کی نشانی ایک چھوٹا سا مینار ہے جواب بھی موجود ہے۔ اس کے اوپر کنڈا لگا ہوا ہے۔ حجاج کرام اس کو دیکھنے کے لیے ٹھہرتے ہیں۔ اس پہ ہاتھ پھیرتے ہیں۔ چومتے ہیں۔ کپڑا لگاتے ہیں۔ مگر شُرطے کی نظروں سے بچ کر ورنہ وہ بھگا دیتے ہیں اور ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اس مینار سے زبردست خوشبو اور مہک اٹھ رہی تھی۔ ہاتھ لگا لگا کر اس کا رنگ ذرا سا میلا ہو گیا تھا۔ براق کو جبرئیلؑ نے باندھ دیا ہے۔ کنڈے کے ساتھ اسی مینار کی جگہ پر میں اسی جگہ کھڑا ہوں۔ تخیل میں براق کو دیکھ رہا ہوں۔ حضرت جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جانے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پہ سوار ہوتے ہیں۔ اللہ کے پاس پہنچتے ہیں، وقت ٹھہر گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے سفر پہ ہیں۔ جبرئیلؑ ساتھ ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ آ گیا۔ جبرئیل ٹھہر گئے۔ رک گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ آگے جائیے۔ میں آگے بڑھا تو میرے پَر جل جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ ڈائریکٹ بغیر کسی واسطے کے ہم کلام ہوتے ہیں۔ آسمانوں کی سیر کر کے اللہ سے ہم کلام ہو کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پلٹ بھی آئے ہیں۔ ام ہانیؓ کے گھر کی کنڈی ابھی تک ہل رہی ہے۔ آ کے بتاتے ہیں کہ معراج کا سفر ہو گیا۔

کافر مذاق اڑاتے ہیں۔ ٹھٹھہ کرتے ہیں۔

ابوبکرؓ کے پاس دوڑے دوڑے آتے ہیں۔

آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا ہو گیا ہے؟

ان کے خیال میں ابوبکرؓ سمجھدار اور معتبر آدمی ہیں۔ ایسی مافوق الفطرت بات پہ یقین نہیں کریں گے۔

ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا وہ سچ ہے۔ اس دن سے ابوبکر صدیقؓ بھی ہو گئے۔

قاری زبیر نے حرم کے تمام ابواب کا چکر لگوایا۔ حرم کی پچھلی جانب وسیع و عریض باب عبداللہ زیرِ تعمیر ہے۔ سعودی عرب کا ہر بادشاہ اپنے اپنے دور میں حرمین شریفین کی بہتری اور توسیع کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ کرتا ہے۔ باب عبداللہ کا 80 فیصد حصہ مکمل ہو چکا ہے۔



ننھی بچی، قبر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو

قاری زبیر نے کہا ہے کہ آیئے ایک اور جگہ چلتے ہیں۔ ایسی جگہ جہاں ایام جاہلیت میں کفار اپنی بچیوں کو زندہ درگور کردیا کرتے تھے۔ یہ جگہ المقبرہ الشکلیہ کے نام سے مشہور ہے اور باب عبداللہ اور شارع ابراہیم خلیل اللہ کے درمیان واقع ہے۔ خالی جگہ ہے جسے گیٹ لگا کر بند کردیا گیا ہے۔ اندر جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے چوکور پتھروں کے نشان ہیں۔ ایک جگہ ایک چبوترہ سا بھی بنا ہوا ہے۔ پتھروں کے نشان قبروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

گردش ایام کا پہیہ چلا۔

باپ کے ساتھ پیاری سی ننھی منی بیٹی آئی ہے۔

باپ کے ہاتھ میں کدال ہے۔

بیٹی باپ کے ساتھ ہنستی مسکراتی آرہی ہے۔

شرارتیں کررہی ہے۔

اپنی توتلی زبان میں ابا سے پیاری پیاری باتیں کرتی جارہی ہے۔ باپ گہری سوچوں میں گم ہے۔ سن ہی نہیں رہا۔ معصوم بچی کو اس کا ادراک نہیں۔ وہ بولے جارہی ہے۔

باپ اسے لے کر اس جگہ آ گیا ہے۔ یہیں کہیں میں چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں۔ پیاری سی پھول سی گول مٹول، بچی باپ کی انگلی پکڑے۔ اٹھکیلیاں کرتی، شرارتیں کرتی۔ باپ کے ساتھ باتیں کرتی سامنے سے نظر آرہی ہے۔ بچی معصوم فرشتہ لگ رہی ہے۔ اس معصوم کو کیا معلوم کہ وہ اپنے مقتل اور مدفن کی طرف بڑھ رہی ہے۔ مجھے وہ

دور سے کیا نظر آئی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت اللعالمین آئے تو بچوں بڑوں بلکہ دنیا کی ہر مخلوق نے سکھ کا سانس لیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں جہانوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔

باپ کدال سے گڑھا کھود رہا ہے۔

مٹی کپڑوں پر پڑ رہی ہے۔

بیٹی باپ کے کپڑوں کو گندہ ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔

اپنے ننھے ہاتھوں سے کپڑے جھاڑ رہی ہے۔ باپ گڑھا کھودے جا رہا ہے۔ بیٹی کپڑے صاف کرتی جا رہی ہے۔ گڑھا بڑا ہو گیا تو شقی القلب باپ نے بیٹی کو دھکا دیا اور گڑھے میں زندہ درگور کر دیا۔ بچی کی چیخیں نکل رہی ہیں۔ ادھر آ کر اس معصوم بچی کی چیخوں کی آواز میرے کانوں میں بھی پڑ رہی ہے۔ ان چیخوں سے میرا دماغ پھٹنے کو ہے۔

ایمان لانے والے صحابیؓ یہ واقعہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ صحابیؓ بھی زاروقطار رو رہے ہیں۔ اس جگہ پر عجیب قسم کی وحشت اور اداسی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا کہ بچیوں کی چیخیں اور خدا کے سامنے ان کی فریاد اب بھی جاری ہے۔ مکہ میں جس جگہ بھی گئے وہاں جا کر عجیب قسم کا سکون اور راحت محسوس ہوئی۔ انبیاءؑ کی مقدس سرزمین میں جا کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر جگہ رحمت برس رہی ہے۔ مگر اس جگہ آ کر عجیب سی وحشت، اداسی، اور پژمردگی چھا گئی۔ یہاں سے جلد سے جلد نکلنے کو دل کرنے لگا۔ معصوم بچیوں کی چیخیں اور آہیں محسوس ہونے اور سنائی دینے لگیں۔ بای ذنبٍ قُتِلت "ہمیں کس جرم میں مارا گیا"

پرانی مسجد، لاہوری دال چاول

قاری زبیر نے باب فتح کے سامنے ایک پرانی مسجد بھی دکھائی جس کے آس پاس تمام عمارتیں اور ہوٹل گرا دیئے گئے ہیں لیکن اس مسجد کو جب بھی گرانے کی کوشش کی گئی ایک کرین آپریٹر کے بقول کرین جام ہو گئی۔ اس مسجد پر 1355ھ درج ہے۔ قاری زبیر آج واپس جا رہے تھے۔ ورنہ طائف اور دوسری جگہوں کی زیارت بھی کرواتے۔ قاری صاحب نے غار حرا اور غار ثور کی بھی زیارت کی ہے۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ ہم جس ہوٹل رحاب الروضہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہ شارع الھجرۃ پہ واقع ہے۔ اصل میں یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ ہجرت مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ان دنوں میں ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ یہی راستہ جبل ثور اور غار ثور کو جاتا ہے۔ اسماء نے مزیدار دال پکائی۔ چاول پاکستانی ہوٹل سے لیے اور یوں لاہوری

کھانے کا لطف اٹھایا۔تھوڑی دیر آرام کرنے کی کوشش کی تو فوراً مریضوں کی آمد شروع ہوگئی۔اپنے گروپ کے علاوہ دوسرے گروپس بلکہ ممالک کے لوگ علاج کے لیے آ رہے ہیں۔طارق شاہ کے ساتھ عصر کی نماز بیت اللہ کے سامنے ادا کی۔

اپنا کام بن گیا

بیت اللہ کے چاروں طرف فرزندان توحید ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور اللہ کے دربار میں اس کے گھر کی طرف منہ کر کے اس کے آگے سجدہ ریز ہو رہے تھے۔نماز کے لیے امام صاحب بیت اللہ کے عین سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔نماز ختم ہونے کے بعد جب وہ وہاں سے نکلتے ہیں تو ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے لوگوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ایسی عزت تو کسی بادشاہ کو بھی نہ ملی ہوگی۔امام صاحب نماز سے فارغ ہو جانے لگے۔کراچی کے ایک بابا جی امام صاحب کے سامنے آ گئے۔زور سے السلام علیکم کہا۔امام صاحب نے وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ کہا تو بابا جی خوشی سے پھولے نہ سمائے۔اور زور سے کہا آج اپنا کام بن گیا یہ کہہ کر خوشی خوشی طواف میں شامل ہو گئے۔شاہ صاحب نے کہا کہ اگرچہ سر میں درد ہے طبعیت خراب ہے چلو طواف کرتے ہیں۔خانہ خدا سامنے ہو تو کس کا دل طواف کو نہ کرے گا۔صبح سے موسم بھی قدرے خوش گوار ہے۔طواف شروع ہو گیا۔پھر وہی سات چکر، پہلا، دوسرا، تیسرا چکر، چوتھا چکر پورا ہوا۔دل میں سوچا ہی تھا کہ پتہ نہیں اسماء کدھر ہے تو سامنے سے اسماء اور باجی نجمہ دعاؤں میں مگن خوشی اور سرشاری سے طواف کرتی نظر آئیں۔اللہ کے گھر میں اس طرح سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔پچھلے دو ماہ سے زبان پہ السر ہے۔خاصا علاج کیا۔کل سے سب کچھ چھوڑ کر زم زم پینا اور منہ میں رکھنا شروع کر دیا ہے۔اسی سے انشاءاللہ شفا ہو گی۔



اللہ اور بندوں کا رومانس

مغرب کی نماز کے لیے باب فہد کی الیکٹرک سیڑھیوں سے چڑھ کر اوپر حرم کی چھت پر ہیں۔ سہانا موسم ہے۔ روحانیت ہے، روشنی ہے، نور ہے، نیچے اللہ کا گھر ہے۔ نیچے، سیکنڈ فلور پر اور یہاں چھت پر ہزاروں لوگ طواف میں مصروف ہیں۔ آہستہ آہستہ چھت بھرتی جا رہی ہے۔ شروع میں لوگ کم تھے مگر نماز مغرب کے وقت آدھی سے زیادہ چھت بھر چکی ہے۔ مغرب کی نماز ہوئی امام صاحب کی تلاوت نے سماں باندھ دیا۔ سب پہ رقت طاری ہوگئی۔ حرم کی تمام لائٹیں روشن ہیں۔ چھت بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔ لوگ عشاء کے انتظار میں ہیں۔ کچھ بیٹھے ہیں۔ لیٹے ہیں۔ ستا رہے ہیں۔ موسم انتہائی سہانا ہے۔ رومان پرور ہے، اللہ کا بندوں سے اور بندوں کا اللہ سے رومانس چل رہا ہے۔ ایک طرف خواتین بیٹھی ذکر و اذکار، تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہیں۔ دوسری طرف مرد ہیں۔ بوڑھے جوان سب اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ طواف بھی جاری ہے۔ اوپر سے چمکتا، دمکتا، روشن، اللہ کا گھر آنکھوں کو ٹھنڈک اور قلب کو مطمئن کر رہا ہے۔ اس گھر کی حاضری بڑے ہی نصیب کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اگر استطاعت ہو تو حج فرض کیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کے پاس استطاعت ہوتی ہے، پیسہ ہوتا ہے، توفیق نہیں ہوتی، بلاوا نہیں آتا۔ سینکڑوں کو دیکھا۔ ان سے بات کی۔ ذرائع بھی نہیں، آمدن بھی نہیں۔ ایک نہیں 3-3 بار حج کر چکے ہیں۔ طارق شاہ صاحب 8 دفعہ آچکے ہیں۔ قاری زبیر بھی 2002ء سے مسلسل آ رہے ہیں۔ مولانا انعام الحق کو یاد نہیں کہ کتنی دفعہ بلاوا آیا ہے۔ ہر سال پتہ چلتا ہے کہ حج کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ مالی کا 80 سالہ بابا 40 حج کر چکا ہے۔ ایک دفعہ بندہ آجائے تو پھر تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ بار بار

آنے کی۔

حرم کی چھت اور بیت اللہ

عشاء کی اذان حرم کے چاروں کونوں میں گونجی۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ اذان کے چند منٹوں بعد جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ حرم کی چھت، سامنے بیت اللہ، اوپر بیت المعمور، ایسے لگتا ہے جماعت کی نماز میں فرشتے بھی شریک ہیں۔ امام صاحب اتنے ڈوب کر قرأت کرتے ہیں کہ ایک دم سناٹا چھا جاتا ہے۔ ایسے لگتا ہے اللہ اپنے بندوں سے ڈائریکٹ ہم کلام ہے۔ حرم کی چھت پر اتنا رش ہے کہ پتہ نہیں لگتا کہ کہاں بیٹھے ہیں۔ وضو کے لیے اٹھا تھا کہ جگہ بھول گیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد بیگ کی تلاش ہوئی۔ آدھ گھنٹہ ادھر ادھر چکر لگا کر بیگ ملا۔ اللہ کا شکر ادا کیا کیونکہ اس بیگ میں وہ کاپیاں تھیں جن میں سفر کا احوال لکھا تھا۔ آج حرم میں شب جمعہ ہے۔ شب جمعہ گزارنے کے لیے زیادہ سے زیادہ لوگ آتے ہیں۔ ساری رات عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ کے سامنے عاجزی سے گڑگڑاتے ہیں۔ استغفار کرتے ہیں اور اس کے سامنے روتے روتے بے خود ہو جاتے ہیں۔ چینی حاجیوں کا بڑا وفد چھت پر موجود ہے۔ نماز کے بعد بڑی خوشی سے حرم کی چھت پر گروپ فوٹو بنوا رہے ہیں۔

کعبہ کی دیواروں کو بوسے

آج کا دن زندگی کا مبارک دن ہے۔ پتہ نہیں آج کا دن پانے کے لیے اللہ نے دنیا میں بھیجا تھا۔ آج ساری حسرتیں، ساری خواہشیں، ساری دعائیں، ساری آرزوئیں پوری ہو گئیں۔ بیت اللہ، بیت العتیق۔ اللہ کے سوہنے گھر کی دیوار پر جب ہونٹ پیوست ہوئے۔ مقدس دیوار نے ہونٹ اپنی طرف کھینچے۔ ہاتھ اس مقدس گھر کی دیواروں پر پھیرے۔ ہونٹ دیوار پر لگے تو ایسے لگا کہ میرے ہونٹ، میرا اپنا آپ، یعنی وجود کروڑوں، اربوں ہونٹوں میں جذب ہو گیا ہے۔ صدیوں سے ان دیواروں کو جو بوسے ملے ہیں میں بھی ان میں مل گیا ہوں۔ میں فنا ہو گیا ہوں۔ میں ایک ذرہ تھا جو بڑے ذروں میں مل کر غائب ہو گیا ہے۔ بے خودی، مستی اور جنوں کا عالم ہو گیا۔ ہذیانی سی کیفیت ہو گئی۔ کعبۃ اللہ پر ہونٹ لگتے ہی اک بے خودی سی چھا گئی۔ رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی۔ ہوش و حواس کھو گئے۔ چیخیں نکل آئیں۔ ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ کچھ مانگنا یاد نہ رہا۔ یا اللہ یہ لمحہ، یہ وقت کبھی ختم نہ ہو۔ یہ ہونٹ ادھر ہی پیوست ہو جائیں۔ کعبہ کی دیواروں کا حصہ بن جائیں۔ یہاں سے کبھی نہ ہٹیں۔ سب لوگ چلے جائیں میں اکیلا رہ جاؤں۔ میں ہوں، میرا اللہ ہے اور اللہ کا گھر یعنی ”اللہ، کعبہ اور بندہ“۔ فنا فی الکعبہ ہو جاؤں، سسکیاں، چیخیں اور اللہ کے گھر کے سامنے لغزشوں، خطاؤں، گناہوں، غلطیوں پہ ندامت، یا اللہ تو نے اس

خاکسار کو گنہگار کو گناہوں میں لتھڑے ہوئے کو دنیادار کو اپنے گھر بلا لیا۔ اپنے گھر کا دیدار کرا دیا۔ پھر اس سے بڑھ کر اپنے گھر کی درو دیوار کو چومنے۔ دل میں بسانے اور اپنے آپ میں گم کرنے کا موقع دے دیا۔ آج سسکیاں اور آہیں نہیں، بلکہ چیخیں نکل رہی ہیں۔ زور زور سے بلند آواز سے، آنسوؤں سے داڑھی تر ہے۔ دل کر رہا ہے کہ وقت تھم جائے یہ منظر کبھی ختم نہ ہو۔

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا
اپنا دیوانہ بنایا، میں تو اس قابل نہ تھا
گرد کعبے کے پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا

پہلے دن اللہ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ اپنے گھر کے اندر جانے کا موقع دینا۔ حطیم بھی خانہ خدا کا حصہ ہے۔ کہتے ہیں حطیم میں دو نفل پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے خانہ کعبہ کے اندر نفل پڑھے۔ صبح سویرے 4:15 بجے سوئے حرم روانہ ہوئے۔ طواف کا ارادہ نہیں تھا۔ ارادہ ہو یا نہ ہو دل میں تڑپ اور لگن تو تھی۔ تڑپ اور لگن ہو تو اللہ سارے کام بنا دیتا ہے۔ خود بخود قدم باب ملک عبدالعزیز کی طرف بڑھے۔ طواف شروع کر دیا۔ دو چکر ہی لگے تھے کہ لوگوں نے صف بندی شروع کر دی۔ قریب کی صف میں کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ مگر اتنی دھکم پیل اور دھینگا مشتی ہوئی کہ پیچھے جانے میں عافیت سمجھی۔ دو صف پیچھے جگہ ملی۔ ایک طرف ایرانی بھائی تو دوسری طرف افغانی، دونوں کا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ پیچھے سے لوگ بدستور دھکم پیل کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کو روند کر آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ نہ صبر نظر آ رہا تھا، نہ برداشت اور نہ کوئی نظم وضبط۔ یہ سارے دیوانے، مستانے، ہذیانی کیفیت میں مبتلا تھے۔ ادب و آداب کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر اور دوسروں کا لحاظ کیے بغیر آگے بڑھنا چاہتے تھے۔



خانہ کعبہ کی دیواریں اور حطیم میں نماز

بیت اللہ کے ساتھ آج اللہ تعالیٰ نے امام کعبہ کی زیارت کروائی۔ کیا شان ہے امام کعبہ کی، نورانی چہرہ، باوقار چال، ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہزاروں لوگ بیتاب، دو چکر پورے کر کے نماز کا انتظار کرنے لگے۔ سامنے کعبۃ اللہ، چاروں طرف سے بندگان خدا اسے گھیرے ہوئے اور ہزاروں لوگ طواف کرتے ہوئے، اپنے نصیب پر رشک آ رہا ہے۔ آنکھیں اسے دیکھتی جا رہی ہیں۔ دعائیں لبوں پہ آتی جا رہی ہیں۔ اس وقت بھی بیت اللہ کے سامنے بیٹھے یہ سطریں لکھ رہا ہوں مگر نظریں بدستور سامنے کعبہ پر ہیں۔ سچ بتاؤں کہ جب خانہ کعبہ کی دیواروں پر ہونٹ پیوست کرنے کا سوچا تو ایسے لگا کسی مقناطیسی قوت نے، کشش نے خود بخود کھینچ لیا ہو۔ پہلے ڈرتے ڈرتے خانہ خدا کی دیواروں پہ ہاتھ پھیرے۔ دیواروں کو بوسہ دینے کی بات ابھی دماغ میں آئی ہی تھی کہ ایسے لگا کسی مافوق الفطرت طاقت نے ہونٹوں کو کھینچ کر بیت اللہ کی دیواروں کے ساتھ لگا دیا ہو۔ ہونٹوں کو دیواروں پہ چسپاں کر دیا ہو۔ خود بخود ہونٹ خانہ خدا کی دیوار پر لگتے گئے۔ پیوست ہوتے گئے۔ کروڑوں، اربوں ہونٹوں میں شامل ہو گئے جو ازل سے ابد تک اس خانہ خدا کو چومتے رہے اور چومتے رہیں گے۔ نماز ہوئی، تصوّر کریں بالکل سامنے خانہ خدا، چاروں طرف بندگانِ خدا روتے ہوئے، گڑگڑاتے ہوئے، عاجزی اور استغفار کرتے ہوئے، بیت اللہ کے اوپر بیت المعمور، محسوس ہو رہا ہے کہ امام صاحب تلاوت کر رہے ہیں تو فرشتے بھی ہمہ تن گوش ہیں، سن رہے ہیں اور جب امام صاحب آمین کہتے ہیں تو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور ایسے لگتا ہے خدائے عزوجل خود کہہ رہے ہوں میں نے تمہاری ساری دعائیں سن لیں۔ یا اللہ میں تیرا حقیر بندہ خانہ کعبہ کے اندر

کیسے جاؤں گا۔ پہلے دن سے دعا تھی۔ میں کوئی شاہ نہیں۔ گدا ہوں، سوالی ہوں تیرے در کا تیرا حقیر بندہ ہوں۔ دعا یوں قبول ہوئی کہ یکدم حطیم میں جانے کی سعادت مل گئی۔ حطیم جو دراصل بیت اللہ کا ہی حصہ ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں کعبہ شریف کے اندر جاؤں اور جا کر نماز پڑھوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں داخل کر دیا اور فرمایا کہ جب تیرا کعبہ کے اندر داخل ہونے کو دل چاہا کرے تو یہاں آ کر نماز پڑھ لیا کر یہ کعبہ ہی کا ٹکڑا ہے۔ تیری قوم نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو اس حصہ کو (خرچ کی کمی کی وجہ سے) کعبہ سے باہر کر دیا تھا یوں ایک طرح خانہ کعبہ کے اندر جانے کی دُعا سن لی گئی۔ لوگ احتیاط، برداشت ایک دوسرے کے خیال، نظم وضبط کی ساری حدود کو توڑتے ایک دوسرے پر جمپ لگا کر اندر ٹوٹ پڑے۔ منٹ کے چوتھے حصے میں سارا حطیم انسانوں سے بھر گیا۔ دو نفل کیسے پڑھے جائیں۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ دو تین دفعہ نیت کی۔ پھر توڑنا پڑی۔ کھڑا ہونے کی جگہ مشکل سے ملی۔ آخر کار ایک افریقی کام آیا۔ اس کا ساتھی دو نفل پڑھ رہا تھا۔ اس نے اس کو اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ذرا سی جگہ تھی۔ گھسنے کی کوشش کی، کامیابی ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی دھڑکتے دل، اکھڑتی سانسوں کے ساتھ دو نفل کی نیت باندھ لی۔ افریقی نے ساتھی سمیت عاجز کو بھی حصار میں لیے رکھا۔ وہ دو نفل سرمایہ حیات ہیں۔ ساری زندگی یاد رہیں گے۔ وہ ایسے گراں سجدے ہیں جو کبھی کبھار ہی ہوتے ہیں۔ رش تھا، دھکے تھے، مگر دل ڈائریکٹ اللہ سے ہم کلام تھا۔ قیام، رکوع، سجدہ سب ہوا مگر رابطہ اللہ سے رہا۔ آنکھیں روتی رہیں۔ دو نفل پڑھ کر دل ایسا شادمان ہوا۔ ایسی روحانی خوشی ملی جس کا تصور بھی سرشار کن ہے۔

ملتزم اور بیت اللہ کی چابیاں

حطیم میں نوافل ادا کرنے کے بعد ملتزم تک جانے کی کوشش کی۔ یہ وہ مقام ہے جس کا التزام (یعنی چمٹنا) مسنون ہے، اس طرح پر کہ سینہ اور دونوں ہاتھ اور رخسار کو اس جگہ کعبہ شریف سے چمٹا لیا جائے، اس کی جگہ کعبہ کے دروازے سے حجر اسود تک ہے جس کا عرض تقریباً دو میٹر ہے۔ اس کو ملتزم کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طواف سے فارغ ہو جاتے تو اس جگہ آ کر چمٹ جاتے اور اپنے سینہ، ہاتھوں اور رخساروں کو اس سے چمٹا لیتے۔ یہ ان مقامات میں سے ہے جہاں پر دعائیں مستجاب ومقبول ہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے متعلق منقول ہے کہ وہ اس مقام پر چمٹتے تھے اور فرماتے تھے: رکن اور دروازہ کے درمیان والی جگہ کو ملتزم کہا جاتا ہے، اس مقام پر چمٹ کر جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے یقیناً وہ دعا مقبول ہوتی ہے۔ بیت اللہ کے دروازے کے قریب پہنچتے ہی ہاتھ اسی طرح بلند کیے۔ تاریخ کا پہیہ گھوما۔ فتح مکہ کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے لیے خانہ کعبہ کے دروازے کی چابی لانے کا حکم دیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ خانہ کعبہ کے دروازے کی چابی شعابی خاندان کے

پاس ہے جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فیملی کے سربراہ کو طلب کیا، جنہوں نے خانہ کعبہ کے دروازے کی چابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی ادب واحترام سے پیش کی۔ جس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا اور وہاں موجود بتوں کو ایک ایک کر کے ڈھا دیا۔ اس موقع پر ایک بت جو کافی اونچائی پر تھا، اسے ڈھانے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا، جنہوں نے اس بت کو ڈھا دیا جس کے بعد خانہ کعبہ کو غسل دے کر پاک کیا گیا تا کہ یہاں عبادت اور خانہ کعبہ کا طواف کیا جا سکے۔ خانہ کعبہ کو غسل دینے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کے دروازے کی چابی شعابی خاندان کو لوٹا دی اور قیامت تک یہ چابی اسی خاندان کے پاس رہنے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا ''اگر کسی نے کبھی اس خاندان سے خانہ کعبہ کے دروازے کی چابی لینے کی کوشش کی تو قیامت کے روز اس پر اللہ کا قہر نازل ہوگا۔'' جس کے بعد آج تک یہ چابی نسل در نسل شعابی خاندان کے پاس چلی آ رہی ہے۔ خانہ کعبہ کا موجودہ سونے کا دروازہ 24 میٹر اونچا اور 1.7 میٹر چوڑا ہے۔ جسے کھولنے کے لیے خصوصی طور پر درخواست کی جاتی ہے۔ اگر سعودی حکمرانوں کو کسی غیر ملکی سربراہ مملکت کو خانہ کعبہ کے اندر لے جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلے اس خاندان کے سربراہ سے خانہ کعبہ کا دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں۔ شعابی خاندان کے سربراہ خانہ کعبہ کے دروازے کو کھول کر وہاں موجود رہتے ہیں اور مہمانوں کے جانے کے بعد خانہ کعبہ کے دروازے کو تالا لگا کر چابی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ گزشتہ دنوں خانہ کعبہ کے دروازے کی چابی کے متولی شیخ عبدالقادر شعابی پاکستان بھی تشریف لائے تھے۔

اللہ، بندہ اور کعبہ

اس وقت بھی اللہ کا عظمتوں اور رفعتوں والا گھر سامنے ہے۔ اس کتاب ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ قارئین میں جذبہ پیدا ہو، شوق پیدا ہو، اللہ کے گھر آنے کا۔ یہاں ٹھہرنے کا، رحمتیں و برکتیں سمیٹنے کا۔ اللہ نے ایک ایک لفظ اس کتاب کا لکھنے کی حرم پاک میں اور مختلف مقدس جگہوں میں اور بہت سارے موقعوں پر عین خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر لکھنے کی توفیق دی۔ میرے لفظوں کو اللہ نے روحانیت بخشی میرے سیدھے سادھے الفاظ اصل میں دل سے نکلی ہوئی آہیں ہیں۔ فریادیں اور آرزوئیں ہیں۔ تشکر کے جذبات ہیں۔ حطیم سے باہر نکلنا داخل ہونے سے بھی مشکل تھا۔ بڑی مشکل سے بچتے، بچاتے نکلے اور باقی پانچ پھیرے پورے کیے۔ کعبہ کی دیواروں کا لمس ابھی بھی باقی ہے۔ دل کو گرما رہا ہے تڑپا رہا ہے اور دیر تک رہے گا۔ اگرچہ اس بات کو دو گھنٹے بیت چکے۔ مگر میرے ہونٹ ابھی تک کعبۃ اللہ کی دیواروں پر ہیں۔ لاکھوں کروڑوں بوسوں میں شامل ہیں۔ کعبۃ اللہ کی خوشبو، اس کا لمس، اس کی روحانیت اس کا نور اب ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا۔ نہ کعبہ سے میرے

ہونٹ کبھی جدا ہوں گے اور نہ میں۔ یعنی "اللہ، کعبہ اور بندہ"۔

حرم میں نماز جمعہ

آج جمعۃ المبارک ہے۔ لاکھوں حجاج کرام واپس جا چکے ہیں لیکن جمعہ کی نماز میں ایسے لگ رہا ہے کہ سارے حجاج کرام واپس آ گئے ہیں۔ شارع ابراہیم خلیل اللہ اور شارع الھجرۃ سے لے کر حرم تک دونوں سڑکوں پر انسانوں کا سمندر ہے۔ جو سوئے حرم رواں دواں ہے۔ صبح ہوتے ہی مریضوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ انڈین حجاج کرام ہر ایک سے پاکستانی ڈاکٹر کا پوچھ کر کمرہ نمبر 903 میں پہنچ رہے ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اپنے ملک میں مصیبت زدگان کی مدد کے ساتھ ساتھ اب ارضِ مقدس میں بھی حجاج کرام کے علاج اور خدمت کی توفیق دی۔ ساڑھے دس بجے کے قریب حرم کے لیے چل پڑے تا کہ جمعہ کی نماز حرم کے اندر ادا ہو سکے۔ بندوں کا سیل رواں ہے۔ جو سوئے حرم رواں دواں ہے۔ ایسے لگ رہا ہے کہ طواف ہو رہا ہے۔ 11 بجے حرم کی دوسری منزل پر پہنچے۔ ہر طرف لوگ ہی لوگ ہیں۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ لوگوں نے راستہ میں کبوتر چوک تک صف بندی کر لی ہوئی ہے۔ جمعہ کی نماز میں امام صاحب نے ایسا زبردست خطبہ پڑھا جس سے روح تازہ ہو گئی۔ اللہ سے گناہوں کی معافی، دین و دنیا میں ترقی، مجاہدین کی کامیابی اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے دعائیں کیں۔ ہوٹل واپس جاتے ہوئے بھی رش کا یہی عالم رہا۔ بھوک زوروں پر تھی۔ اسماء نے آلو انڈے کا سالن بنایا لیکن لفٹ کے انتظار میں ایک گھنٹہ مزید لگ گیا۔ سلیم لطیف صاحب صحیح کہتے تھے کہ یہاں تو دھڑا دھڑ نمازیں ہوتی ہیں۔ ابھی کھانے سے فارغ ہوئے تھے کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ بھاگتے دوڑتے راستہ بناتے حرم کے قریب پہنچے۔ بن لادن سٹور کے قریب سڑک پر عصر کی نماز ادا کی۔ بن لادن سعودی عرب میں بہت مشہور ہے۔ حرم پاک کی سیکیورٹی، صفائی ستھرائی کا سارا انتظام و انصرام بن لادن والے کر رہے ہیں۔ عصر کے بعد باب فہد کی دوسری منزل پر ایک گھنٹہ آرام کیا۔ مغرب کی نماز حرم کی کھلی وسیع و عریض چھت پر ادا کی۔ چھت پر عجیب سہانا اور کھلا موسم ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ بڑے بڑے اسپیکر لگے ہوئے ہیں۔ امام صاحب تلاوت کرتے ہیں تو ایسے لگتا ہے وہ چھت پر کھڑے ہیں۔

الیاسی مسجد ایبٹ آباد سے مکہ مکرمہ

چھت پر ہی کراچی کے خالد مسعود اور تلہ گنگ کے الطاف شاہ سے ملاقات ہوئی۔ الطاف شاہ نے مدینہ منورہ کے حالات وہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرامات کا بتا کر دل میں مزید لگن اور تڑپ پیدا کر دی دل چاہا فوراً اڑ کر مدینہ پہنچ جائیں اور وہاں کے چپہ چپہ کی خاک کو آنکھوں میں بسا لیں۔ الطاف شاہ بڑے مدبرانہ

انداز میں مکہ اور مدینہ کے حالات بتاتے رہے۔ خالد مسعود صاحب کے ساتھ بھی تبادلہ خیالات ہوا۔ عشاء کی نماز میں امام کعبہ نے تلاوت کر کے رُلا دیا۔ امام کعبہ ایسی تلاوت کرتے ہیں کہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آج اپنے بندوں سے ڈائریکٹ مخاطب ہیں۔ امام کعبہ نے قرآن پاک کی آیت جس میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے تلاوت کی تو ان کی آواز رندھ گئی خود بھی روئے اور سب کو رلا دیا۔ امی، ابو آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ ان کی قربانیاں ان کی محنتیں ان کی سالہا سال کی اولاد کے لیے محنت سب یاد آ گئی اور دل سے دعا کی یا اللہ ہمیشہ والدین کا تابعدار رکھنا اور ان کی خدمت کی توفیق دیتے رہنا۔ چھت سے خانہ کعبہ کا دیدار کیا اور ہوٹل واپسی ہوئی۔ مریض حجاج کرام کی آمدورفت جاری ہے۔ ممبئی کے مریض بھی آ رہے ہیں۔ ایبٹ آباد کے بھی، ممبئی کے حجاج کرام صبح و شام پاکستانی ڈاکٹر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ایبٹ آباد کے مکینوں سے پرانا یارانہ ہے۔ 2005ء کے زلزلہ کے دوران ایبٹ آباد آنا جانا رہتا تھا۔ وہاں مشہور الیاسی مسجد کا کئی دفعہ وزٹ کیا تھا۔ زین ہوٹل میں قیام ہوتا تھا۔ ایبٹ آباد سے گزر کر بالاکوٹ اور مانسہرہ اور دوسرے زلزلہ زدہ علاقوں میں جانا ہوتا تھا۔ ارضِ مقدس میں ایبٹ آباد کے حجاج کرام سے رابطہ ہوا۔ الیاسی مسجد کے قریب رہنے والے محمد اقبال بھی حج کے لیے آئے ہیں۔ صبح و شام مریض لے کر آتے ہیں، دعائیں دیتے ہیں۔ مریضوں کی خدمت کر کے مزا آ رہا ہے۔

اماں، بابا جی اور دعائیں

صبح سویرے 4 بجے ہی ایمرجنسی کال آ گئی۔ ڈاکٹر صاحب اماں رات سے بیمار ہیں، آ کے چیک کر لیں۔ 7 ویں فلور پہ جا کر اماں کو چیک اپ کیا، دوا دی، اس کے بعد سوئے حرم چلے۔ باب فہد سے سیدھا خانہ کعبہ کے سامنے پہنچے۔ خانہ کعبہ اور حرم میں ایسی کشش Attraction ہے کہ خود بخود اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اللہ کے گھر کو دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ بیت اللہ پہ نگاہیں ٹک جاتی ہیں۔ بندہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ اللہ ہوتا ہے اللہ کا گھر ہوتا ہے اور بندہ یعنی ''اللہ، کعبہ اور بندہ''۔

طواف جاری ہے۔ دھکم پیل بھی ہے۔ دھینگا مشتی بھی ہے۔ جنوں بھی ہے، دیوانگی بھی، وارفتگی بھی، بے چینی اور بے قراری بھی، ایسی دیوانگی اور ایسی بے خودی کہ دوسروں کا خیال نہیں۔ پنجاب کے بابا جی کو ادھر ادھر سے دھکے پڑے۔ مکے پڑے۔ کچھ دیر تو برداشت کرتے رہے۔ پھر اپنے مخصوص پوٹھوہاری لہجے میں پنجابی کا ایک مخصوص لفظ کہا۔ بھول گئے کہ وہ طواف کر رہے ہیں۔ انسان خطا کا پتلا ہے۔ حرم میں ہو طواف کر رہا ہو اس کی جبلت نہیں بدلتی۔ بابا جی حوصلہ کریں میں آپ کو پکڑے رکھوں گا۔ چنگا پتر۔

درست است، صحیح است

ایک ایرانی حاجی سے سلام دعا ہوئی۔ فارسی میں بات کرنا شروع کی۔ اپنی رام کہانی اور حج کی داستان

سنا تا رہا۔ کچھ سمجھ آ رہا تھا۔ کچھ نہیں بس درست است صحیح است کہہ کر گزارا کیا۔ حاجی کی ٹانگ میں درد تھا۔ اس کا مساج کیا۔ خوش ہو گیا۔ دعا دی۔ تہجد کی نماز خانہ خدا کے سامنے ادا کی۔ طواف شروع کیا۔ ایک چکر ابھی پورا نہ ہوا تھا کہ صف بندی شروع ہو گئی۔ سوچا دو چکر پورے کر لیں۔ لیکن صف میں بیٹھنے میں عافیت سمجھی کیونکہ اتنے زیادہ دھکے پڑ رہے تھے جن کو برداشت کرنا ممکن نہ تھا۔ فجر کا وقت ہو گیا۔ خانہ کعبہ کے سامنے فجر کی نماز پڑھنا عجیب تجربہ ہے۔ اللہ کے گھر کو چاروں طرف سے، آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے زائرین نے گھیرا ہوا ہے۔ دنیا کی واحد جگہ ہے جہاں امام کے آگے، پیچھے، دائیں اور بائیں ہر طرف نمازی ہی نمازی ہیں۔ یعنی خانہ کعبہ کے چاروں طرف منہ کر کے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ امام صاحب نے دعاؤں والی قرآنی آیات پڑھیں۔ کئی حجاج کرام کی روتے روتے گھگھی بندھ گئی۔ امام کعبہ کی تلاوت سے سماں ہی ایسا بندھتا ہے کہ آدمی کو قرآن سمجھ آئے نہ آئے آیات قرآنیہ دل میں اترتی اور رگ و پے میں سرایت کرتی محسوس ہوتی ہیں۔

حجر اسود کے لیے جمپ

نماز کے بعد ملک عزیز پاکستان، اہل خانہ، اور دوستوں و عزیزوں کے لیے دعائیں کیں۔ سب سے زیادہ دعائیں اپنے ملک کے لیے زبان اور دل سے نکلتی ہیں۔ پاکستان ہے تو ہم ہیں۔ ملک ہی سے عزت ہے۔ اللہ پاکستان کو ہمیشہ سلامت اور اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ رکھے۔ اس کے دشمنوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دے اور عالم اسلام کو سربلندی عطا فرمائے۔ ابھی امام صاحب نے ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ لوگ جونتھی رہوڈز Jhonthy Rhods (ساؤتھ افریقہ کے کرکٹر) سے بھی بڑی جست لگا کر خانہ کعبہ کی دیواروں، حجر اسود، رکن یمانی کی طرف چل دوڑے۔ وہ دھکم پیل اور دھینگا مشتی اور کشتی ہوئی کہ الامان الحفیظ۔ آج تو پیچھے رہنے میں ہی عافیت سمجھی۔ مگر 7 چکر، 7 پھیرے پورے کرنے تھے۔ کعبہ کو، اللہ کے گھر کو جی بھر کے اور قریب سے دیکھا۔ اللہ کے گھر کے بالکل قریب سے 7 چکر پورے کیے۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ اب یہاں سے جانے میں چند دن رہ گئے ہیں۔ سوئے مدینہ روانہ ہونا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیس میں جانا ہے۔ مکہ میں گروپ کی طرف سے زیارتیں کرنے کا پروگرام ہے۔

7:30 بجے مسفلاح سے روانہ ہوئے۔ راستے میں طارق شاہ نے بتایا کہ سامنے کدئی کا علاقہ ہے۔ جہاں دو لاکھ گیلن پانی روزانہ بھرنے کا انتظام ہے۔ اس کے بعد غار ثور کا مقام دور سے دکھایا۔ ہزاروں لوگ اوپر جا رہے تھے۔ اللہ نے کچھ دن پہلے غار ثور کی زیارت کرائی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کی غار تک جانے اور اوپر چڑھنے کا موقع ملا تھا۔



جبل رحمت اور جنت معلیٰ

جبلِ رحمت وہ مقام ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔ روحوں کا اجتماع ہوا۔ حضرت آدم، حوا علیہم السلام کی ملاقات ہوئی۔ ہزاروں زائرین موجود ہیں۔ جبل رحمت، غار ثور، غار حرا کے بعد وہ جگہ ہے جہاں اللہ نے آنے کی توفیق دی۔ انڈونیشیا، بنگلہ دیش، پاکستان، انڈیا کے ہزاروں زائرین موجود ہیں۔ عورتیں، مرد، کچھ بچے سمیت بوڑھی عورتیں اور مرد سب اوپر جا رہے ہیں۔ مقام عرفات بالکل خالی ہے۔ مگر جبل رحمت پر رونق ہے۔ لوگ گروپس کی شکل میں اوپر چڑھ رہے ہیں۔ دعائیں پڑھ رہے ہیں۔ جبل رحمت پر چڑھ کر مکہ کا شہر صاف نظر آتا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں قصویٰ رکی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کا معرکتہ الآرا خطبہ دیا جو اسلام کا آئین "میگنا کارٹا" ہے۔ حجاج کرام جبل رحمت کے اوپر سیمنٹ کے بنے ہوئے قبہ پر اپنا نام کنداں کرنے کی کوششوں میں ہیں۔ جن کے پاس قلم نہیں ہیں۔ وہ انگلیوں سے اپنا نام لکھ رہے ہیں جو ان کے خیال میں باعث برکت ہے۔ حکومت کے لوگ یہاں بھی پمفلٹ بانٹنے میں مصروف ہیں کہ اس جگہ چڑھنا، دعا مانگنا، نام لکھنا، کپڑا لٹکانا، منت مانگنا، خلاف شرع ہے۔ مگر زائرین آتے جا رہے ہیں۔ شوق اور جذبے سے اوپر چڑھتے جا رہے ہیں۔ بوڑھے بھی، جوان بھی، مرد بھی، عورتیں بھی۔ عرفات کا وہی میدان ہے جہاں چند دن پہلے آئے تھے۔ وقوف عرفات کیا تھا۔ رات گزاری تھی۔ اب یہ بے آبادی جگہ لگتی ہے۔ زیادہ تر کوڑا کرکٹ تو اٹھا لیا گیا ہے مگر ابھی بھی میدانوں میں بہت ساری کاغذی پلیٹیں، استعمال شدہ کپ، گلاس، بوتلیں، جوس اور دودھ کے ڈبے، ہر قسم کی چیزیں میدانوں میں پڑی ہیں۔ اللہ دیا کی بیگم بڑی محبت سے اوپر گئیں۔ اسماء سے کہنے لگیں اللہ کے راستے میں ڈر کس بات کا۔ مر گئے تو شہید، بندہ ہمت اور حوصلہ سے کام لے تو کوئی چیز مشکل نہیں۔ میں کسی چیز

سے نہیں ڈرتی۔ اللہ دیا کو اس لیے نہیں لائی کہ ان کا سانس پھول جاتا ہے۔ جبل رحمت سے مسجد نمرہ کی طرف چلے۔ مسجد نمرہ ہی وہ مبارک جگہ ہے۔ جہاں سے حج کا خطبہ دیا جاتا ہے۔ یہ بڑی وسیع وعریض مسجد ہے۔ اس تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ صرف حج کے دنوں میں یہ کھلتی ہے۔ اس کی دور سے ہی زیارت کی کیونکہ اندر جانے کی اجازت نہیں۔ حج کے بعد مسجد بند کر دی جاتی ہے۔ میدان عرفات سے گزرے جہاں ایک رات اور اگلے دن شام تک قیام کیا تھا۔ اللہ کے سامنے روئے تھے، گڑگڑائے تھے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگی تھی۔ آس پاس عرفات کے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ عرفات نبیوںؑ کی جگہ ہے۔ یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں جنت سے نکلنے کے بعد پہلی دفعہ حضرت آدم اور حوا علیہم السلام کی ملاقات ہوئی تھی اور اللہ نے ان کو ملایا تھا۔ سڑک کے دونوں طرف پہاڑ ہیں۔ ایک طرف میٹرو ٹرین کا ریلوے ٹریک ہے۔ جس کے ذریعے منٰی سے عرفات اور عرفات سے مزدلفہ اور منٰی گئے تھے۔ راستے میں رابطہ عالم اسلامی کا دفتر ہے۔

مزدلفہ اور منٰی حج کے بعد

مزدلفہ کا میلوں میں پھیلا میدان بھی دیکھا۔ پہاڑوں کے اوپر بڑا شاندار قصر الملکی محل ہے۔ منٰی میں ابھی تک لاکھوں خیمے ایسے ہی لگے ہوئے ہیں۔ مختلف جگہوں سے کچرا اٹھایا جا چکا ہے۔ منٰی مزدلفہ اور جمرات کے قریب سے گزرے۔ شیطان سکون میں ہیں۔ ان کے کارندے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بے صبری، عدم برداشت کا مظاہرہ کر کے ایک دوسرے کو روند کر، دوسروں کا حق مار کر رقص ابلیس سجایا جا رہا ہے۔ بس چلتی جا رہی ہے۔ اونچے، لمبے، بھورے، مٹیالے، بھربھری مٹی اور پتھر کے پہاڑ چاروں طرف منہ کھولے کھڑے ہیں۔ پہاڑوں کو کاٹ کر، تراش کر، گرا کر، ملیامیٹ کر کے بڑی بڑی عمارتیں، کئی کئی منزلوں والے ہوٹل اور محل کھڑے کیے گئے ہیں۔ پہاڑ آہستہ آہستہ کم ہوتے جا رہے ہیں۔ فلک کو چھوتی عمارتیں، ابھرتی اور نمایاں ہوتی جا رہی ہیں۔ مکہ مکرمہ بلد الامین ہے۔ اس کو انبیاءؑ کی دعا ہے۔ خلیل اللہؑ نے اس کے لیے دعا کی تھی۔ یہ امن کا شہر ہے۔ سلامتی کا شہر ہے۔ یہاں خوش حالی ہے۔ دولت کی ریل پیل ہے۔ خادم الحرمین شریفین حرم مسجد نبویؐ کی توسیع، تزئین و آرائش کے لیے ہر دم کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ ہر شے کی فراوانی ہے۔ بس چلتی جا رہی ہے۔ مکہ کا سفر جاری ہے۔ حرا کے پہاڑ نظر آ رہے ہیں۔ ایک دفعہ پھر یہاں آنا ہوا۔ لوگ نیچے سے اوپر جاتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں سفید ذرے آہستہ آہستہ ہولے ہولے سرکتے، رینگتے سانپ کی طرح بل کھاتی راہوں پہ چڑھ رہے ہیں۔ بس کے ساتھی دور سے دیکھنے پر اکتفا کر رہے ہیں۔ اوپر جانے کے لیے حوصلہ چاہیے۔ جذبہ چاہیے، ہمت چاہیے، جنوں چاہیے۔ یہ سب ہوں تو اوپر چڑھا جا سکتا ہے۔ اس جگہ کی زیارت کی جا سکتی ہے۔ جہاں جبرئیلؑ نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اقراء پڑھنے کو کہا تھا۔ پہلی وحی آئی تھی۔ جبل نور کو اللہ نے یہ

اعزاز دیا کہ اس پہ پہلی وحی نازل ہوئی۔ نصیب کی بات ہے کہ اللہ نے چند دن پہلے اس مقدس بابرکت جگہ کی زیارت کرنے کی توفیق دی تھی۔ غارِ حرا کے اندر جانے کا موقع ملا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ پا کو محسوس کیا تھا۔ ان پتھروں پہ نظریں جمائیں تھیں۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تھے، ستاتے تھے، کائنات اور اللہ کی وحدانیت پر غور وفکر اور تدبر کیا کرتے مکہ "نبیوں کا شہر"، امن کا شہر، سلامتی کا شہر اور سب سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے پیدائش ہے۔ اس شہر میں گزارے دن زندگی کا سرمایہ حیات ہیں۔ سفر جاری ہے۔ ہر طرف بلڈنگز بنتی اور پہاڑ کٹتے نظر آئے۔ مشروع الملک عبدالعزیز یعنی آبِ زم زم بھرنے کی فیکٹری سے زم زم کی دس دس لٹر کی پیک شدہ بوتلیں لیں۔ تاکہ پاکستان لے جاسکیں۔ یہ بوتلیں ساہیوال کے افضل کاشف کی بیگم نے تمام حجاج کرام کو تحفتہً لے کر دیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

مکہ میں ابرِ رحمت پھر برسا

اندازہ کریں، تصور میں لائیں۔ "حرم کی وسیع وعریض چھت، سامنے اللہ کا گھر، گھنگھور گھٹائیں، کالی بدلیاں، موسم میں خنکی، ہلکی ہلکی بوندیں، سہانا سماں، رومان پرور منظر۔ اللہ کے گھر کے اردگرد ہزاروں دیوانے، مستانے، دیوانیاں، مستانیاں نیچے، دوسری منزل اور چھت پر طواف کرتے ہوئے"۔ اس سے بڑا روحانی، ایمان پرور اور اصلی رومانٹک منظر اور کیا ہوگا؟

یہ فضائیں، یہ گھٹائیں، یہ بدلیاں وہی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ہوتی تھیں۔ ان ہواؤں کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے ہے۔ یہ بدلیاں ایسے ہی پہاڑوں پر برستی تھیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ ہوتے تھے۔ عمر خطابؓ ہوتے تھے، عثمان غنیؓ ہوتے ہیں، علی مرتضیٰؓ ہوتے تھے اور تمام دوسرے جاں نثار صحابہ کرامؓ ہوتے تھے۔ یا اللہ ان گھٹاؤں سے ان فضاؤں سے تیرے گھر سے تیرے حرم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو آرہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر آتے محسوس ہو رہے ہیں۔

دیوانوں، مستانوں کے چکر

ایک مسلمان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے کے لیے اس سے بہتر منظر کیا ہوگا۔ اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہوگی کہ سامنے خانہ کعبہ ہو اور حرم کی چھت ہو اور ابرِ رحمت کے قیمتی قطرے برس رہے ہوں۔ ہزاروں دیوانے، مستانے دیوانہ وار اللہ کے گھر کا طواف کر رہے ہوں۔ پھیرے لگا رہے ہوں۔ بے خودی، بے قراری اور بے چینی سے گھومتے جا رہے ہوں۔ گھوم کر مست الست ہوتے جا رہے ہوں۔ جوں جوں ابرِ کرم، ابرِ رحمت برستا جا رہا ہے۔ دیوانوں، مستانوں کی بے خودی میں، بے قراری میں، بے چینی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ظہر کی اذان ہوا چاہتی ہے۔ مگر دیوانوں کا بے خودی میں وارفتگی کے ساتھ طواف جاری ہے۔ کسی کے چکر

مکمل ہو گئے ہیں۔ کسی نے ابھی شروع کیے ہیں۔ کوئی وارفتگی، شوق، جنوں، جذبے، بے خودی کے عالم میں اللہ کے گھر، بیت العتیق کو تکے جا رہا ہے۔ میں بھی ان دیوانوں میں، مستانوں میں، بے خود، بے قرار، بے چین لوگوں میں سے ایک ذرہ ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو کر اللہ کے گھر کے دیدار کا مزہ لے رہا ہوں۔ بے خود، بے قرار اور بے چین ہو رہا ہوں۔ نیچے لوگ طواف کر رہے ہیں۔ آسمان سے ابرِ کرم برس رہا ہے اور اوپر فرشتے طواف میں مصروف ہیں۔ بدلیاں سایہ فگن ہیں۔ آسمان سے ٹپک ٹپک کر بوندیں آ رہی ہیں۔ جسم کے ساتھ لگ رہی ہیں۔ ان کا لمس عجیب ہے۔ بوند پڑتے ہی وارفتگی کا جنوں کا عالم ہو جاتا ہے۔ انہی بدلیوں کے سائے میں نماز ظہر ادا کی۔

جنت معلیٰ۔ اماں خدیجہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

عصر کی نماز حرم میں پڑھنے کے بعد مکہ کے مشہور قبرستان جنت معلیٰ کی طرف چلے۔ معلیٰ نامی یہ قبرستان سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک عہد سے لے کر آج تک اہل مکہ کا مشہور قبرستان، حجون کے علاقے میں مسجد حرام سے شمال کی جانب واقع ہے۔ حرم شریف سے اس کا فاصلہ 700 میٹر ہے۔ اس کی پیمائش تقریباً 10,000 میٹر ہے۔ اہل مکہ، مقیمین اور زائرین کی بہت بڑی تعداد یہاں مدفون ہے۔ بعض جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی تدفین بھی اس قبرستان میں ہوئی۔ ان میں ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان کی والدہ، حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کی قبریں قابل ذکر ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے مقبرہ پر تشریف لاتے تو فرماتے "کیا ہی اچھا ہے یہ مقبرہ"۔ شہرِ خموشاں میں داخل ہوتے ہی عجیب طمانیت، سکون، نورانیت پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔ اجلا اجلا، نکھرا نکھرا قبرستان، ہمارے ہاں کی طرح قبریں نہیں، بلکہ اوپر نیچے چھوٹی چھوٹی دیواریں بنا کر مختلف ایریاز کو علیحدہ علیحدہ کر کے نمبر لگے ہوئے ہیں۔ بچوں کی علیحدہ قبریں ہیں۔ آگے جا کر دائیں طرف مڑیں، سیدھا جائیں، پھر مڑیں تو کچھ قبریں ایسی ہیں جن کے اردگرد جالیاں لگائی گئی ہیں۔ وہاں سے عجیب قسم کی خوشبو آ رہی تھی۔ ادھر موجود سعودی یا سعودی سند یافتہ علماء کسی کو زیادہ دیر ٹھہرنے یا کھڑا ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ جالیوں کے بالکل نیچے ایک درخت کے سامنے ایک جگہ چوکور قبر ہے۔ جس میں ہماری اماں حضرت خدیجہ کبریٰؓ استراحت فرما رہی ہیں۔ وہاں موجود لوگوں سے پوچھا تو ایک سعودی نے تصدیق کی کہ ہاں یہ اماں خدیجہؓ کی قبر ہے۔ میں اماں خدیجہؓ کی قبر کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا تھا۔ ادب سے کچھ عرض کرنا چاہتا تھا اماں خدیجہؓ سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اماں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا تھا کہ میرے اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اماں خدیجہؓ کو خراج تحسین پیش کیا کرتے تھے۔ اماں خدیجہؓ نے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ تھاما جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ تھا۔ تاریخ کا پہیہ گھوما۔

غارِ حرا، فرشتہ جبرئیل وحی لے کر آیا۔ پڑھیے اپنے رب کے نام سے، میں پڑھا ہوا نہیں، زور سے بھینچا، پھر بھینچا پھر کہا پڑھیے۔ پریشان گھر تشریف لاتے ہیں۔ ہماری اماں خدیجہؓ کو بتاتے ہیں۔ اماںؓ حوصلہ دیتی ہیں۔ سہارا دیتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غریبوں کے غم خوار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرورتمندوں کی دستگیری کرتے ہیں۔ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے قاسم، ابوبکر بھی یہاں ہیں۔ ابوطالبؓ، عبدالمطلبؓ، عبداللہ بن زبیرؓ بھی ادھر ہیں۔ عورتوں کو قبرستان میں آنے کی اجازت نہیں، مگر سینکڑوں ترک، ایرانی، پاکستانی خواتین قبرستان کے باہر کھڑی ہیں۔ آنکھیں لگا لگا کر قبرستان کی زیارت کر رہی ہیں۔ قریب سے گزرا تو زیادہ تر عورتیں حضرت خدیجہؓ کا نام لے رہی تھیں۔ کبوتر حرم پاک، مدینہ، جنت بقیع کا لازمی جزو ہیں۔ یہاں بھی قبرستان کے باہر اور اندر ہزاروں کبوتر دانہ دنکا چگتے، اڑان بھرتے، انسانوں کے درمیان سے فراٹے بھرتے گزرتے انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ لوگ یہاں بھی دو ریال۔ پنج ریال کا دانہ لے کر کبوتروں کو ڈالتے ہیں اور اسے باعث برکت سمجھتے ہیں۔

مسجد جن

اللہ نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پہ انسانوں کے علاوہ جنوں نے بھی لبیک کہا۔ حرم سے تھوڑی دور کے فاصلے پر محلّہ (حجون) میں مسجد جن ہے۔ مسجد جن جنت معلیٰ قبرستان سے جنوب مشرق میں حجون کے پل کے قریب ہے۔ یہ مسجد حرام سے شمال کی جانب 900 میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ مسجد جن کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات کی جماعت سے ملاقات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ایک خط کھینچ کر فرمایا تھا "تم اسی دائرہ کے اندر رہنا۔" اسی دائرہ کی جگہ مسجد جن بنائی گئی۔ اس مسجد کا دوسرا نام مسجد حرس ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ مکہ کی رات میں نگرانی کرنے والے اور پہرہ دینے والوں کا سردار مکہ کی گلیوں میں گھوم پھر کر یہاں آ کر ٹھہرتا اور یہیں آ کر اس کے دوسرے پہرہ دینے والے ساتھی ملتے تھے۔ تیسری صدی ہجری کے نصف اول سے یہ مسجد معروف چلی آ رہی ہے۔ اس کی تعمیر و تجدید ہوتی رہی۔ آخری مرتبہ تجدید و ترمیم کا کام خادم حرمین شریفین شاہ فہد کے دور میں سنہ 1421ھ میں انجام پایا۔ مسجد جن کے اندر آ کر یہاں عجیب روحانیت اور جلالیت محسوس ہوئی۔ جلال اور کمال والا ماحول لگا۔ ترک لوگوں کی پوری جماعت مسجد جن کے باہر موجود تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے اس تاریخی مسجد کو دیکھ کر وہ منظر یاد کر رہے تھے جب جنوں کی جماعت آئی۔ پھر کہتے ہیں سورہ جن بھی یہیں نازل ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد حرم پہنچے۔ خانہ کعبہ میں جگہ جگہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا ہیں۔ وہ جگہیں ہیں جہاں آپ چلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

معراج پر گئے۔

عربوں کا تھڑا، قہوہ اور کھجوریں

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام ہانیؓ کے گھر سے معراج کے لیے تشریف لے گئے۔ حرم کے اندر ایک تھڑا ہے۔ جس پر افریقیوں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ وہاں اڈا لگائے بیٹھے تھے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں جبرئیلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معراج پہ جانے کا اِذن لیا تھا۔ تھوڑی دور پرے براق باندھا تھا۔ اس جگہ افریقی باشندوں کا پورا گروہ قہوے کے تھرماس اور کھجوریں لیے بیٹھا تھا۔ قریب آنے والوں کی تواضع کر رہے تھے۔ نوید، اعجاز، صابر بیگ کے ساتھ ان کے قریب پہنچے۔ عربوں کی مہمان نوازی ضرب المثل ہے۔ مزیدار قہوہ پیش کیا۔ کھجوروں سے تواضع کی۔ ٹوٹی پھوٹی عربی میں وضاحت چاہی۔ بوڑھا شیخ بولا کہ بھئی یہاں چپے چپے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کے قدم لگے ہیں۔ آج کل جو حرم ہے۔ یہ پورا مکہ شہر تھا مگر کسی جگہ کے بارے حتمی طور پر یہ کہہ نہیں سکتے کہ یہ وہ خاص جگہ ہے۔ یہاں کی ہر جا متبرک ہے۔ مقدس ہے۔

حجاج کرام کے لیے میڈیکل کیمپ

عشاء پڑھ کر ہوٹل کی جانب چلے۔ سارے دن کی تھکاوٹ کے باعث ارادہ یہی تھا کہ آرام کیا جائے۔ پہلے لفٹ کا ناٹک چلا۔ ڈیڑھ گھنٹہ بعد باری آنے پر کمرہ میں پہنچے۔ تو آج ایبٹ آباد، پشاور، مدراس، ممبئی کے مریضوں نے یلغار کر دی۔ آج رحاب الروضہ ہوٹل، نزد حرم مکہ مکرمہ سعودی عریبیہ، 449۔ جہاں زیب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن کا روپ دھار گیا۔ سیلاب زدگان یا زلزلہ زدگان کا کیمپ بن گیا۔ انڈیا کے مریضوں نے آتے ہی شکایت کی کہ ہم صبح سے آپ کے منتظر ہیں۔ چار مریض اندر بیٹھے ہیں، پانچ باہر۔ چار اسماء کے کمرے میں اور آتے جا رہے ہیں۔ حاجیوں کی خدمت کر کے ان کا علاج کر کے مزا آ رہا ہے۔ طارق شاہ بھی آ گئے۔ مریضوں سے کہہ رہے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے لیے دعا کریں کہ اللہ انہیں بار بار اپنے گھر بلائے اور حاجیوں کی خدمت کی توفیق دے۔ مرد بھی، بیبیاں بھی، اپنے اپنے مسائل کے ساتھ آئے ہیں اور اپنی اپنی کتھا سنا رہے ہیں۔ مریضوں کو دیکھتے، چیک اپ کرتے، تسلیاں دیتے، دوائیاں دیتے رات بیت گئی۔ پشاور کی بوڑھی اماں کو دوائی دی۔ اماں 80 سال سے زیادہ کی تھی۔ دعا دے کر اٹھی، سونے کا ارادہ کیا تھا کہ اور مریض آ گئے۔ ان کو دیکھا، رات 12 بجے پھر دروازہ کھٹکٹایا گیا۔ دن بھر کی تھکان کے باعث گہری نیند میں تھا۔ مگر ممبئی کے بابا نے جگا دیا۔ ڈاکٹر صاحب مجھے چیک کریں۔ میں سخت تکلیف میں ہوں۔ بابا جی کو چیک کیا دوا دی۔ پھر سونے کی کوشش کی مگر نیند نہ آئی۔ دل میں کوئی ملال نہ آیا بلکہ خوشی ہوئی، حاجی کا مسئلہ حل ہوا۔ دعا ملی ہو گی۔

☆............☆

چلو مدینہ چلتے ہیں

اسماء پہلے دن سے کہہ رہی ہے میں نے عمرہ کرنا ہے۔ امی مرحومہ کے لیے۔ عائشہ مسجد سے احرام باندھ لیں یا مسجد جرعانہ سے۔ پروگرام بن رہا تھا۔ رات کو شاہ صاحب کہتے ہیں۔ مدینہ چلیں۔ کیوں نہیں۔ مدینہ چلتے ہیں۔ ضرور چلتے ہیں۔ اسماء کو بتایا۔ خوشی سے دیوانی ہوگئی۔ مدینہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر، خوابوں کا شہر، امیدوں کا شہر، برکتوں والا شہر۔ جب سے ہوش سنبھالا۔ مکہ مکرمہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا نام سنا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ لازم وملزوم، امن وسلامتی والے شہر، حرمت والے شہر، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ، ابوبکرؓ کا مدینہ، عمرؓ کا مدینہ، صحابہ کرامؓ کا مدینہ، مدینہ جانا ہے ضرور جانا ہے۔ ساری رات کروٹوں میں گزری۔ ممبئی کے بابا نے کیا جگایا۔ خیالوں میں خوابوں میں مدینہ مدینہ آتا رہا، اسماء مدینہ جانا ہے، سر کے بل مدینہ جانا ہے۔ ہذیانی دیوانی کیفیت، چار بجے اٹھ کر تیاری شروع کر دی۔ طارق شاہ صاحب کا بھتیجا اسد اللہ جو مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہے۔ گاڑی لے کر آ گیا۔ فجر کی نماز حرم کی چھت پر ادا کی۔ خانہ خدا سامنے نکھرا نکھرا، پیارا پیارا اللہ کا گھر۔ فجر کی نماز حرم کی چھت پر ادا کرنے کا اپنا ہی مزا ہے۔ وسیع وعریض چھت اور مرکز نگاہ اللہ کا گھر۔ نماز میں بھی مدینہ کا خیال آتا رہا۔ باب عبدالعزیز کے سامنے شاہ صاحب اسد اللہ کے ساتھ کھڑے تھے۔ سوئے مدینہ روانہ ہوئے۔ مدینہ قریب آ رہا ہے۔ قریب آ رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیس، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ آ رہا ہے، خوشبوئیں آنے لگیں۔ مدینہ منورہ 416 کلومیٹر، 5 تا 6 گھنٹے لگیں گے۔ مدینہ چاہے 6000 کلومیٹر دور ہو۔ وہاں

جانا ہے۔ پہنچنا ہے۔ حاضری دینی ہے۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کرنا ہے۔ کلومیٹر کم ہونے لگے۔ بے قراری، بے چینی، بڑھنے لگی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر، رحمتوں والا شہر، برکتوں والا شہر، ہم کتنے نصیب والے ہیں۔ اللہ طارق شاہ کا بھلا کرے۔ اسد اللہ پہ اپنی رحمتیں برسائے۔ ہم ان کے توسط سے سوئے مدینہ ہیں۔ مدینہ میرا مدینہ، میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ اور سب مسلمانوں کا مدینہ منورہ، کلومیٹر کم ہوتے جا رہے ہیں، مدینہ کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ اسماء درود شریف پڑھو، بار بار پڑھو۔ دورد پڑھتے پڑھتے بے خود ہو جاؤ۔ اپنے آپ کو بھول جاؤ۔ ہم سوئے مدینہ جا رہے ہیں، مدینہ قریب آ رہا ہے۔

محمدؐ کا روضہ قریب آ رہا ہے
بلندی پہ اپنا نصیب آ رہا ہے
خبر جا کے دے دو فرشتو یہ انؐ کو
کہ خادم تمہارا سعید آ رہا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ قریب آ رہا ہے۔ کب سے آنکھیں دیدار کی منتظر تھیں۔ صدیوں سے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسجد نبویؐ کو دل میں بسایا ہوا تھا۔ اسد اللہ بتاتے جا رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کے فیوض و برکات۔ مدینہ کے انوارا، مدینہ کی برکات احادیث کی روشنی میں بیان کر رہے ہیں۔ دل چاہ رہا ہے۔ وہ بولتے جائیں۔ حدیثیں سناتے جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کرتے جائیں اور ہم مدینہ پہنچ جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان، اتنی اونچی شان، ہمیشہ کے لیے اللہ نے ان کی شان اور ان کا مقام سب سے بلند کر دیا۔ ان کا ذکر بلند کر دیا۔ ورفعنا لک ذکرک۔ راستے میں پاکستانی ہوٹل مل گیا۔ خالص ڈرائیور ہوٹل۔ پاکستانی ناشتہ چنے، نان کھا کر اور لاہوری چائے پی کر مزا آ گیا۔ مانسہرہ کا زاہد خان ملا۔ محبت سے ملا۔ مدینہ جانے والوں کے ساتھ سارے احسان کرتے ہیں۔ فاصلہ 100 کلومیٹر اور کم ہوا۔ مدینہ قریب آ رہا ہے۔ اسماء درود پڑھتی جا رہی ہے۔ آنکھیں دل کا حال بیان کر رہی ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے دو ہی تو حرم ہیں۔ اللہ کا گھر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم، خانہ کعبہ، مسجد نبویؐ اور گنبدِ خضریٰ۔ جو بھی اللہ کے گھر آتا ہے۔ گنبد خضریٰ ضرور آتا ہے۔ سلام عقیدت، سلام محبت پیش کرتا ہے۔ درود کا، آنسوؤں کا، سسکیوں کا، آہوں کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔ راستہ اور کم ہو رہا ہے۔

وادی ابواء کو سلام

ڈاکٹر صاحب، وادی ابواء آ گئی ہے۔ یہ کونسی وادی ہے۔ دور سے وادی ابواء کے پہاڑ نظر آ رہے ہیں۔

ان پہاڑوں کے دامن میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ آرام فرما رہی ہے۔ اللہ اللہ 6 سال کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا رہے ہیں اماں آمنہؓ کے ساتھ وادی ابواء پہنچتے ہیں۔ تو اماں آمنہ صاحب فراش ہوتی ہیں۔ بیمار ہوتی ہیں اور یتیم بچے کو بوڑھے دادا عبدالمطلبؓ کے پاس اللہ کے سہارے چھوڑ کر اللہ کے پاس چلی جاتی ہیں۔ اسی وادی ابواء کے مقام پہاڑوں کے دامن میں ہی آپؓ کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ باپ کا سایہ سر پہ پہلے نہیں۔ اماں بھی گئیں۔ ابوطالبؓ اور عبدالمطلبؓ نے بھتیجے اور پوتے کا خوب خیال رکھا۔ وادی ابواء سے گزرتے گزرتے وہ منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ چھ سال کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر سے ماں کا سایہ بھی اٹھ گیا۔ یا اللہ کیا احساسات ہوں گے۔ کیسے سوچتے ہوں گے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آگے بڑھے۔ 100 کلومیٹر اور کم ہوئے۔ راستے میں کئی تاریخی مقامات آ رہے ہیں۔ اسد اللہ گاڑی چلانے کے ساتھ ساتھ رننگ کمنٹری بھی کرتے جا رہے ہیں۔

سالار قافلہ ام معبد کے خیمہ میں

وادی قدید کا بورڈ بھی آ گیا۔ اسد اللہ نے بتایا کہ آقاؐ اور صدیقؓ ہجرت کے سفر میں یہاں ام معبد کے خیمے میں رکے تھے۔ وادی قدید کا احادیث میں تفصیل سے ذکر ہے۔ وادی کدید کے قریب پہنچتے ہی ہجرت نبویؐ کے عظیم مسافر اور ام معبد اور اس کی مریل اور بیمار بکری یاد آ گئی۔ جو آقاؐ کے ہاتھ لگتے ہی ڈھیروں دودھ دینے لگی۔ جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی وادی کدید کے قریب ام معبد کے خیمے میں پہنچے تو دیکھا کہ ام معبد اپنے خیمہ کے آگے صحن میں بیٹھی تھی۔ قحط کا زمانہ تھا۔

چنانچہ ام معبد سے کھانے پینے کی اشیاء دودھ، گوشت، کھجوریں وغیرہ قیمت کی ادائیگی پر طلب کیں۔ مگر اس عفیفہ نے کہا کہ اللہ کی قسم ہے اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم آپ لوگوں کی ضیافت کو اپنا اعزاز سمجھتے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ایک بکری پر پڑی جو کونے میں کھڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا۔ اے ام معبد یہ بکری کیوں کھڑی ہے۔ ام معبد نے جواب دیا کہ یہ کمزور ہے۔ ریوڑ کے ساتھ چل نہیں سکتی اس لیے یہاں کھڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دودھ دیتی ہے؟ وہ بولیں چونکہ یہ کمزور ہے اس لیے دودھ بھی نہیں دیتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس سے دودھ لے لیں۔ ام معبد نے جواب دیا، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں اگر یہ دودھ دے سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور دودھ نکال لیں۔ نبی مختار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کے پاؤں باندھے اس کے اوپر مبارک ہاتھ پھیرے۔ بسم اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، برتن منگوایا۔ بکری نے ٹانگیں پھیلائیں اور جگالی کرنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ دوہنا شروع کر دیا۔ بکری کے پستانوں سے

اللہ تعالیٰ نے دودھ جاری کر دیا۔ جب برتن بھر گیا تو سب سے پہلے ام معبد کو دودھ پلایا۔ حتیٰ کہ وہ سیر شکم ہو گئیں۔ پھر اپنے تمام ساتھیوں کو باری باری پلایا حتیٰ کہ وہ سب بھی سیر ہو گئے۔ تو سب سے آخر میں خود پیا اور فرمانے لگے۔ (سَاقِی الْقَومِ آخِرُهُمْ شُرْبًا) ''لوگوں کو پلانے والا خود آخر میں پیتا ہے۔'' اس کے بعد دوبارہ اس برتن میں دودھ دوھ کر ام معبد کو دیا اور ان سے فرمایا جب ابو معبد آئیں تو ان کو دے دینا۔



وہ روشن مکھڑے والا

کچھ دیر بعد ام معبد کا شوہر اپنی کمزور بکریوں کو لے کر واپس آیا۔ اس نے جب دیکھا تو حیران ہوا اور ام معبد سے پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا؟ ام معبد نے کہا، ایک بابرکت شخص یہاں آئے اور یہ دودھ انہی کی وجہ سے ہمیں ملا اور پورا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا۔

تب وہ بولا کہ مجھے ان کا حلیہ بتاؤ۔ ام معبد حلیہ بیان کرتی ہیں۔ میں نے ایسا شخص دیکھا

جو حسین تھا، روشن مکھڑے والا

پسندیدہ خُو

نہ موٹا نہ نحیف

آنکھیں کشادہ اور سیاہ پلکیں

لمبی خوبصورت گردن

خوبصورت گھنی داڑھی

باریک ابرو، حسن کا پیکر

دور سے دیکھو تو حسین تر، قریب سے دیکھو تو شیریں تر

گفتگو میں حلاوت اور پاکیزگی

گفتگو کریں تو گویا کہ منہ سے موتیوں کی سلسلہ وار لڑی نکلتی چلی جائے

میانہ قد، نہ پست نہ دراز

اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ خوش منظر

بڑی قدر و منزلت والا

اس کے رفقاء اسے گھیرے رہتے جب کوئی حکم دیتے تو رفقاء میں حکم کی تعمیل کے لیے جذبہ مسابقت

سب کا مخدوم و سردار، نہ کم گو نہ فضول گو۔

ابو معبد نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ اوصافِ حمیدہ سنے تو بول اٹھا اللہ کی قسم یہ تو وہی صاحب قریش ہیں جن کا ذکر میں سن چکا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میں ان کی صحبت میں رہوں اور ان کی مدد کروں۔ اگر مجھے کوئی سبیل نظر آئی تو میں ایسا ضرور کروں گا۔ بعد میں یہ دونوں خوش قسمت میاں بیوی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور نعمت اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے۔ زہے قسمت۔

غیبی آواز

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام معبد کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں غربی سمت سے، ایک غیبی آواز جو جن کی تھی، شروع ہوئی اور درج ذیل اشعار عربی لے میں گاتا چلا جا رہا تھا۔ لوگ اس کی آواز اور اشعار تو سن رہے تھے مگر اس کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ کی شرقی جانب سے نکل کر چلا گیا۔

مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس سمت کو روانہ ہوئے ہیں۔

جَزَیٰ اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ   رَفِيقَيْنِ حَلَا خَيْمَتَیٰ أُمِّ مَعْبَدِ

هُمَا نَزَلَا بِالْبَرِّ ثُمَّ تَرَوَّحَا   فَأَفْلَحَ مَنْ أَمْسَیٰ رَفِيقَ مُحَمَّدِ

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ جو سب لوگوں کا رب ہے ان دو ساتھیوں کو جزائے خیر دیں۔ جو ام معبد نے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے۔ خیمہ ام معبد میں ان کا آنا اور پھر جانا مبارک و خوش آئند تھا۔ پس وہ دین و دنیا میں کامیاب ہوا جو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھی بن گیا۔

سراقہ بن جعشم۔ دشمن سے پاسبان

وادی قدید کے ارد گرد سخت پتھریلے پہاڑ ہیں۔ پہاڑوں کے درمیان اور نیچے زمین بھی سخت اور پتھریلی ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کا قافلہ سوئے مدینہ چلا جا رہا ہے۔ ابو بکر صدیقؓ بار بار اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں۔ وادی قدید سے قافلہ بنی مدلج کے قریب پہنچتا ہے تو پہاڑ اور آس پاس کی زمین مزید سخت اور پتھریلی نظر آتی ہے۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطمئن جا رہے ہیں مگر ابو بکر صدیقؓ کی نظر ہر طرف ہے۔

میں چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ سراقہ خود سر پر لگائے، نیزہ تانے، بدن پر ہتھیار سجائے، اپنی گھوڑی (عوذ نام) پر ہوا سے باتیں کرتا جا رہا ہے۔ قریب پہنچنے والا ہے۔ انسانی تاریخ کی مقدس ترین ہجرت کے دنیا کے سب سے بڑے مہاجرین ایک اونٹنی پر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یار غار ابوبکر صدیق اور دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط سوار ہیں۔ بنی مدلج کے پہاڑوں کے دامن میں یہ عظیم قافلہ چلتا نظر آ رہا ہے۔ سراقہ کی گھوڑی قریب پہنچ گئی۔ آقا مطمئن ہیں۔ ذرا پریشان نہیں۔ اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ ''اللہ ہمیں اس کے شر سے بچا'' منہ سے یہ نکلا ہی تھا کہ سراقہ کی گھوڑی زمین میں دھنس گئی۔ یہ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔ سراقہ پھر اٹھتا ہے۔ گھوڑی پر سوار ہوتا ہے۔ گھوڑی پھر دھنس جاتی ہے۔ سراقہ سمجھ جاتا ہے کہ آج اس پہ عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے۔ فوراً ہاتھ باندھ کے کھڑا ہو گیا۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امان مانگ رہا ہے۔ آقا رحمت اللعالمین ہیں۔ امان دے دی۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑی۔ سراقہ کے نصیب جاگ گئے۔ سراقہ دشمن سے پاسبان بن گیا۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خدمت پوچھ رہا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں کہ اپنی جگہ ٹھہرو اور کسی کو ہمارا پتہ نہ چلنے دینا۔

کسریٰ کے کنگن، سراقہ اور حضرت عمر بن الخطابؓ

سراقہ واپس پلٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''سراقہ! تیری کیا شان ہوگی؟ جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے۔'' سراقہ امان کا کاغذ لے کر واپس ہوا۔ سراقہؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاسبان تھا۔ دیکھا کہ لوگ ابھی تک تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کہنے لگا۔ ادھر کی ساری کھوج اور خبر لے چکا ہوں۔ یہاں تمہارا جو کام تھا، وہ میں کر چکا ہوں۔ اس طرح سراقہ نے پاسبان بن کر دشمنوں کو دوسری راہ پر لگا دیا۔

فتح مکہ کے بعد جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین اور طائف کے غزوات سے فارغ ہو کر جعرانہ میں تشریف فرما تھے تو سراقہ وہ امان نامہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں سراقہ بن جعشم ہوں۔ اور یہ آپ کا امان نامہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''آج وفائے عہد اور نیکی کا دن ہے۔ میرے قریب آ جاؤ۔'' آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہجرت کے وہ دن آ گئے جب سراقہ کی گھوڑی پتھروں میں دھنسی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑتے ہی دشمن پاسبان بن گیا تھا۔ آقا نے سراقہ کو پاس بٹھایا اور نعمت اسلام سے سرفراز کیا۔

تاریخ کا پہیہ پھر گھومتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا دور خلافت ہے۔ قیصر و کسریٰ کے تخت تاراج ہو چکے ہیں۔ مدائن فتح ہو چکا ہے۔ کسریٰ

کے تاج اور مرصع زیورات اور دوسرے مالِ غنیمت سے مسجد نبویؐ کا صحن بھرا پڑا ہے۔ خلیفہ ثانی مضطرب ہیں۔ پریشان ہیں۔ سب کچھ پڑا ہے۔ عمرؓ کیا ڈھونڈ رہے ہیں۔ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ آخر عمرؓ کی نظر پڑ جاتی ہے۔ آنکھیں چمکنے لگتی ہیں۔ دوڑ کر کسریٰ کے کنگن جو مالِ غنیمت کے کونے میں پڑے تھے۔ اٹھاتے ہیں۔ کنگن اٹھاتے ہی ہر طرف آواز لگاتے ہیں۔ فوراً سراقہؓ کو بلائیں۔ آواز لگانے کے ساتھ فرما رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا وہ سچ ہے۔ وہ حق ہے۔ سراقہ دوڑے دوڑے آتے ہیں۔ ڈر بھی رہے ہیں۔ کہ عمرؓ نے طلب کیا ہے۔ مگر عمرؓ تو آج بہت خوش ہیں۔ سراقہ کو سب کے سامنے اپنے ساتھ بٹھایا ہے۔ کسریٰ کے کنگن سراقہؓ کے دونوں ہاتھوں میں پہنا دیے۔ سراقہ بھی رو دیے۔ عمر بھی اور سارے مسلمان بھی۔ سب کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد آ گئے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔

بیئر روحہ

بیئر شفا، پرانا کنواں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کا کنواں، ابھی تک پانی کی بو کی لگی ہوئی تھی مگر پانی نکل نہیں سکتا تھا۔ تھوڑا سا اور آگے بڑھے۔ ''بیئر روحہ'' یہ وہ کنواں ہے جہاں سے 70 انبیاءؑ نے پانی پیا۔ صحابہ کرامؓ نے پانی پیا۔ بدر کی طرف سے آتے ہوئے ایک عرب سے راستہ پوچھا۔ اس نے ایک طرف کا بتایا۔ پھر کہا میرے پیچھے آئیں۔ اپنی گاڑی موڑ کر لے گیا۔ بیئر روحہ تک پہنچایا۔ ہم مدینہ کے مہمان ہیں، اعزاز ہو رہا ہے۔ بیئر روحہ ایک ایسا عظیم الشان کنواں ہے جس کا پانی اتنے سو سال گزرنے کے بعد اب بھی استعمال ہو رہا ہے اب موٹریں لگا دی گئی ہیں۔ کنواں اصلی حالت میں موجود ہے۔ بھلوال کا ایک لڑکا بھی اس کنویں سے پانی بھر رہا تھا۔ پانی کا ذائقہ لاجواب ہے۔ گزشتہ سینکڑوں سال سے بنایہ کنواں اب بھی لاکھوں پیاسوں کو سیراب کر رہا ہے۔ لڑکا بتانے لگا کہ اس کنوئیں کا پانی آبِ شفا ہے۔ اس کا پانی پینے والا بیماریوں سے شفایاب ہو جاتا ہے۔ اس کے دوست کو کئی سالوں سے شوگر تھی۔ وہ اب روزانہ اس کنوئیں کا پانی پیتا ہے۔ اس سے اس کی ذیابیطس کی بیماری ختم ہو گئی ہے اور اب اس کی ''شوگر'' نارمل ہے۔ بدر جاتے ہوئے اور اس سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے بیئر روحہ سے پانی پیا۔ ہم نے بھی بیئر روحہ کا پانی پیا۔ پانی واقعی لاجواب اور ذائقہ دار ہے۔ اسد اللہ نے بتایا اب ہم بدر کے مقام پر پہنچنے والے ہیں۔ مدینہ کے پہاڑ مٹیالے، بھورے، لال، پتھریلے اور ریتلے قسم کے ہیں۔ ان پہاڑوں کو دیکھ کر ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔ یہ نرم گرم قسم کے پہاڑ ہیں۔ جبکہ مکہ کے پہاڑ جلال اور کمال والے ہیں۔ مکہ میں جلال ہے، اور مدینہ میں ٹھنڈک ہے، نرمی ہے۔

☆..........☆

ہم بدر میں ہیں

بدر کا علاقہ قریب آ گیا۔ پہاڑوں کی ہیئت بدلنے لگی۔ کہیں پتھریلے کالے پہاڑ ہیں۔ کہیں ریتلے اور لال مٹی کے۔ اسد اللہ کے دوست عتیق الرحمان آج کل بدر کے ایک مکتب میں مترجم اور دعوۃ اکیڈیمی میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بدر کے معرکہ کا حال بتانے لگے۔ دو پہاڑوں کے درمیان ایک ریتلے، درے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے اترے تھے۔ اللہ کی شان، ایک طرف ریتلے لال مٹی کے پہاڑ ہیں تو دوسری طرف پتھریلے پہاڑ۔ تھوڑا سا آگے چلے تو شہدائے بدر کا قبرستان آ گیا۔ غزوہ بدر میں 13 صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ شہدائے بدر کے مدفن کو دیکھنے کی سعادت ملی۔ قبرستان کے باہر بورڈ پر 13 صحابہ کرامؓ کے نام لکھے ہوئے ہیں جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ ان میں کم سن صحابیٔ رسول سیدنا عمیر بن ابی وقاصؓ کا بھی مقبرہ ہے جو 16 سال کی عمر میں جنگ میں شریک ہوئے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ تصور میں جنگ بدر کا منظر آ گیا۔

غزوہ بدر۔ یوم الفرقان

مسلمانوں کے لشکر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں 313 افراد ہیں۔ پورے لشکر میں دو گھوڑے اور 70 اونٹ ہیں جن میں سے ہر اونٹ پر دو یا تین آدمی باری باری سوار ہوتے ہیں۔ ایک اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علیؓ اور حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد غنویؓ کے حصے میں آیا جن پر تینوں حضرات باری

باری سوار ہو رہے تھے۔ کفار مکہ کے لشکر کی تعداد ابتدا میں تیرہ سو تھی۔ جن کے پاس سو گھوڑے اور چھ سو زرہیں تھیں۔ اونٹوں کی کثیر تعداد تھی۔ بعد میں بنو زہرہ کے اختلاف اور نکلنے کے باعث کفار کا لشکر 1000 کا رہ گیا۔ مکی لشکر مکہ سے نکل کر وادی عسفان، قدید سے گزر کر جحفہ تک پہنچا اور آگے بدر تک پہنچ کر اس نے ایک ٹیلے کے پیچھے پڑاؤ ڈالا ہے۔ یہ ٹیلہ وادی بدر کے حدود پر جنوبی دہانے کے پاس ہے۔ عتیق الرحمٰن نے اس ٹیلے کے پاس لے جا کر بتایا کہ یہاں کفار کے لشکر نے پڑاؤ کیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کے لشکر کے پڑاؤ کے بارے میں بتایا کہ یہاں مسلمانوں کا لشکر تھا۔ جس کو قرآن میں "العدوۃ الدنیا" کہا گیا ہے۔ معرکہ کی جگہ بھی دکھائی۔ اس کے ساتھ ہی مسجد العریش بنی ہوئی ہے۔ اس جگہ پر مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اونچائی پر ایک سایہ دار جگہ بنائی۔ جہاں سے میدان جنگ پورا نظر آتا تھا۔ بدر کے پہاڑوں کی مٹی ابھی بھی ریتلی اور چمک دار ہے۔ دھوپ میں یہ اور بھی نمایاں اور چمکیلی نظر آ رہی ہے۔ عتیق الرحمان نے بتایا کہ غزوہ بدر کے دوران ریتلی زمین پر چلتے وقت مسلمانوں کے پاؤں نہیں جم رہے تھے۔ اسی اثناء میں بارش شروع ہوگئی۔ ریت جم گئی۔ زمین سخت ہوگئی۔ دھنسنے کا خطرہ ٹل گیا۔ مسلمانوں نے بارش کا پانی ریت کی منڈھیر کھڑی کر کے حوض میں جمع کر لیا۔ اس حوض سے صحابہؓ پانی پیتے۔ اسود مخزومی کافر کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا۔ وہ آگے بڑھا کہ حوض سے پانی پیوں اور اس کو منہدم کر دوں۔ حضرت حمزہؓ نے اس پہ دو وار کر کے اس کو جہنم واصل کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہیں، روئے جا رہے ہیں، مانگے جا رہے ہیں۔ سجدے سے سر نہیں اٹھا رہے۔ دعا کر رہے ہیں یا اللہ تیرے یہ چند بندے اگر آج کامیاب نہ ہوئے تو تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا۔ صحابہ کرامؓ پریشان ہیں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے سے سر نہیں اٹھا رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ صحابہ کرامؓ پریشان ضرور ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدے سے سر اٹھانے کا کہنے کی کوئی جرأت نہیں کر رہا۔ یہاں بھی ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آ کر عرض کرتے ہیں۔ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرور مدد کرے گا۔ اللہ نے یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں سن لی ہیں اور قبول بھی کر لی ہیں۔ عتیق صاحب نے مسجد عریش کے قریب پہنچے میدان کی طرف اشارہ کر کے بتایا یہ وہ جگہ ہے جہاں معرکہ بدر ہوا۔ اللہ کی مدد آ گئی۔ اللہ نے فرشتے مدد کے لیے بھیج دیے۔ وہ سامنے ریتلے پہاڑ ہیں۔ جہاں فرشتے مسلمانوں کی مدد کو اترے تھے۔ مجھے بدر کی فضا، بدر کی ہوائیں، بڑی مبارک لگ رہی ہے۔ ان فضاؤں سے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جانثار ساتھیوں کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ دو بدو جنگ شروع ہوگئی۔ کافروں کو اپنی طاقت پہ ناز تھا۔ مسلمانوں کو اپنی ایمانی طاقت پہ۔ مسلمان وار کرتے تھے۔ وار

سے پہلے ہی کافر کی گردن کٹ کر نیچے گر جاتی تھی۔ اللہ کی مدد ساتھ تھی۔ فرشتے مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے۔ معاذؓ اور معوذؓ نے ابو جہل کو دیکھا۔ جہنم واصل کیا، حضرت علیؓ، حضرت امیر حمزہؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ نے عتبہ، شیبہ اور ولید کو مارا۔ بڑے بڑے سورما کافر اس جنگ میں مارے گئے جن کو مختلف گندے کنوؤں میں ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ بدر میں پرانے گھروں کے ابھی تک آثار موجود ہیں۔ پتھروں اور گارے سے بنے ہوئے اصل میں وہی گھر ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھے۔

امت کا فرعون، بدر کے گھر اور آقا کا خطاب

جنگ بدر واقعی یوم الفرقان ثابت ہوئی۔ اس لڑائی کے بعد مسلمانوں کی کافروں پہ دھاک بیٹھ گئی۔ اسلام کی شان وشوکت میں اضافہ ہوا۔ کفار مکہ کے بڑے بڑے سردار اس میں کام آئے اور باقی گرفتار ہوئے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے ابو جہل کا سر کاٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ رہا اللہ کے دشمن کا سر۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، واقعی اس خدا کی قسم جس کا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد فرمایا، اللہ اکبر جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے گروہوں کو شکست دی۔ ابو جہل کی نعش دیکھ کر فرمایا۔ یہ اس امت کا فرعون ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود آگے بڑھتے ہیں۔ جنگ بدر میں جہنم واصل ہونے والے کفار مکہ کی نعشوں کو دیکھ کر ارشاد فرماتے ہیں:

''کسی نبیؑ کے لیے اس کے قرابت مند جس درجہ برے ہو سکتے ہیں، تم اپنے نبیؑ کے حق میں ایسے ہی برے ثابت ہوئے!

تم نے مجھے جھٹلایا

اور دوسرے لوگوں نے میری صداقت کی گواہی دی۔

تم نے مجھے وطن سے نکالا!

اور دوسرے لوگوں نے مجھے اپنے پاس جگہ دی۔

تم میرے خلاف لڑنے اٹھے۔

اور دوسرے لوگوں نے مجھے اپنا تعاون پیش کیا!''

آگے بڑھے۔ بدر سے مدینہ جاتے ہوئے راستہ میں سڑک کے دونوں طرف سڑک کے دونوں پرانے گھروں، محلوں، مارکیٹوں کے آثار قدیمہ نظر آتے ہیں۔ بعض گھروں کی اونچی اونچی دیواریں اور بعض کی چھتیں

تک موجود ہیں۔ راستے میں کئی مقامات پر کنوئیں بھی آتے ہیں۔ جن میں سے اکثر بند ہیں۔ غزوہ بدر والی جگہ کے گھر اور راستے کے گھروں کا طرزِ تعمیر تقریباً ایک جیسا ہے۔ گارے اور 3-7 کے پتھروں کی ترتیب سے گھر بنے ہوئے ہیں۔ غالباً یہ ساری تعمیرات رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کی ہیں۔ مدینہ قریب آ رہا ہے۔ لو جی! سانس تھام لو! دل تھام لو! حرم آ گیا، مدینہ آ گیا، صدیوں سے جس جگہ آنے کی آرزو تھا۔ وہ قریب آن پہنچا۔ مسجد نبویؐ کے مینار نظر آنے لگے۔

؎ جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلا سلام

مسجد نبویؐ کے قریب آتے ہی ٹھنڈک کا، نور کا، روشنی کا احساس ہونے لگا۔ صبح سے چلتے چلتے بھوک زوروں پر تھی۔ ایک پاکستانی ہوٹل سے کھانا کھایا۔ کھانا مزیدار تھا۔ پھر سوئے حرم چلے۔ مسجد نبویؐ کی طرف قدم بڑھے۔ خانہ کعبہ کے بعد اسلام کی سب سے مقدس جگہ۔ سانس ٹھہر گئی۔ وقت رک گیا۔ اندر داخل ہوئے تو زبردست ٹھنڈک کا نور کا، روشنی کا احساس ہوا۔ وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کی۔ شاہ صاحب بولے موقع اچھا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور چلتے ہیں۔ گنبدِ خضریٰ کا دیدار کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کی جھلک دیکھتے ہیں۔ جالی مبارک پر نظر ڈالتے ہیں۔ سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ بھی ہیں، عمرؓ بھی ہیں، زندگی کے ساتھی استراحت بھی ساتھ ہی فرما رہے ہیں۔ انوار کی، روشنیوں کی بارش ہو رہی ہے۔ زائرین اور حجاج کرام کی، دنیا بھر کے مسلمانوں کی لائن لگی ہوئی ہے۔ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے ہیں، مستانے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں، عشق و مستی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کا دیدار کرنے آئے ہیں۔ اسماء سلام پیش کرنے عورتوں کی مخصوص حصے پہ جا پہنچی ہے۔ لائن گھٹتی جا رہی ہے۔ بے قراری، بے خودی، بے چینی اور وارفتگی بڑھتی جا رہی ہے۔

طارق شاہ صاحب آتے جاتے رہتے ہیں۔ سارے راستوں سے واقف ہیں۔ ایسے راستے سے لے گئے جہاں کم لوگ تھے۔ مدینہ آ گیا۔ مسجد نبویؐ آ گئی۔ روضہ مبارک بھی آ گیا۔ دیدار کا وقت آ گیا۔ ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ ہچکیاں بندھ گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ، گنبد خضریٰ کی جالیاں، اللہ اللہ یہ خوش نصیب موقع بھی ملنا تھا۔ روضہ کی جالیوں کے پاس کھڑے پہریدار نے کہا۔ جلدی کریں زیارت کریں۔ درود و سلام

پڑھیں اور آگے بڑھیں۔ مجھے ٹھہرنے دیں اس ایک لمحے کو آنکھوں میں بسانے دیں۔ یا اللہ وقت کو ٹھہرادے، مجھے دیدار کرنا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کا۔ مجھے ادھر سے نہ ہٹاؤ۔ سب کو جانے دیں مگر یہ تو سب یہی رہنا چاہتے ہیں۔ یہ سب عاشق ہیں۔ یہ سب دیوانے ہیں، مستانے ہیں۔ مسلمان جتنا بھی کمزور ہو، گناہگار ہو۔ خطاؤں والا ہو۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اس کی گھٹی میں ہے۔ سب کچھ برداشت کرلے گا مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی برداشت نہیں کرسکتا۔ عاشق رسولؐ غازی علم الدین آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ لعین نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی کی۔ غازی علم الدین پڑھا لکھا نہ تھا۔ پتہ چلا چھری لی، راج پال کی بھرے بازار میں آنتیں نکال باہر کیں۔ جہنم واصل کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت پہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق پھانسی چڑھ گیا۔ قربان ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق یہاں آئے ہوئے ہیں۔ یہیں رہنا چاہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کرنا چاہتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ کا مزار بھی دیکھا۔ سلام پیش کیا، آگے بڑھنا ضروری ہے تاکہ سارے دیوانے اور مستانے آتے جائیں۔ دیدار کریں۔ آنکھوں کو ٹھنڈا کریں۔ پرنور کریں اور آگے بڑھتے جائیں۔ عصر اور مغرب کی نمازیں مسجد نبویؐ میں ادا کیں۔ اب عشاء کا وقت ہونے والا ہے۔ صف بندی ہو چکی ہے۔

☆..........☆

مسجد نبویؐ میں علاج اور خدمت

مسجد نبویؐ میں بھی بیکانیر اور جودھ پور انڈیا کے دو مریض مل گئے۔ ایک کو کھانسی تھی۔ کھانسی کی دوا دی۔ دوسرے کو جوڑوں میں درد کی دوا دی۔ ایک پاکستانی بھی کھانس کھانس کر بے حال تھا۔ اسے بھی دوائی دی۔ یوں ہمارا مکہ کا کلینک مدینہ بھی آ گیا۔ اللہ، کعبہ اور بندہ کی یہ سطریں لکھنے کی سعادت بھی مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر ملی ہیں۔ عشاء کی اذان ہو رہی ہے۔ عشاء کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مسجد نبویؐ اتنی خوبصورت ہے، وسیع ہے، شاندار ہے، عزت والی ہے، نور والی ہے، حرمت والی ہے کہ دیکھتے ہی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ بندہ حیران ہو جاتا ہے، ایسی کشش والی مسجد ہے، ایسی جاذبیت والی جگہ ہے کہ آپ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ جذب کر لیتی ہے۔ آپ کو اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ یہاں آ کر بندہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ بے خود ہو جاتا ہے، شاہ صاحب بتا رہے تھے کہ مسجد نبوی میں اس جگہ امام مالکؒ حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ مسجد نبویؐ کو ہی اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا۔ حدیث کا درس دیتے ہوئے ہمیشہ پہلے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ پھر حدیث بیان کرتے۔ امام مالک کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت تھی۔ مدینہ اور مسجد نبویؐ سے اتنا لگاؤ تھا کہ مسجد نبوی کے علاوہ کہیں اور نہ جاتے کیونکہ دل میں بات آتی اور خدشہ رہتا کہ کہیں مسجد نبویؐ کے بغیر موت نہ آ جائے۔ عشاء کی نماز کے بعد لاہور کے محمد ارشاد آ گئے۔ اپنی گاڑی میں اپنی رہائش کی طرف چلے۔ راستے میں ''اُحد'' کے روشن پہاڑ دکھائے۔ ان پہاڑوں کو دیکھا، جہاں معرکہ اُحد ہوا تھا۔ سید الشہداءؓ اور دوسرے صحابہؓ شہید ہوئے تھے۔ رات کا کھانا ارشاد صاحب کے

ہاں کھایا۔ ادھر ہی قیام ہوا۔ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے۔ خوب مزے کی نیند آئی۔

مدینہ کی صبح

عزتوں، رفعتوں اور بلندیوں والے نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مدینہ میں ہیں، رات ارشاد صاحب کے ہاں قیام ہوا، پوری رات مسجد نبویؐ کے مینار خیالوں اور خوابوں میں آتے رہے، صبح 4 بجے آنکھ کھل گئی۔ ارشاد سلیمان صاحب آگئے۔ مسجد نبویؐ حرم کی طرف چلے۔ مسجد نبویؐ بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔ ہر طرف رونق ہے۔ نورانیت ہی نورانیت ہے۔ صبح سویرے کا وقت، عاشقانِ خدا و نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرہے ہیں نماز پڑھنے درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنے۔ اندر باہر ہزاروں عاشقان ہیں۔ خدا کے حضور جھکنے کے لیے اور نبی آخرالزماں کو سلام و درود کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے آتے جا رہے ہیں۔ مسجد نبویؐ بھرتی جا رہی ہے۔ باب سلام سے داخل ہوں۔ باب فہد سے اندر آئیں یا کسی اور دروازے سے۔ ہر دروازے پر ہجوم ہے۔ لوگ جلدی میں ہیں مرد بھی آرہے ہیں عورتیں بھی۔ عورتوں کا مسجد کے دونوں کونوں میں علیحدہ نظام ہے۔ مسجد نبویؐ کی کیا شان ہے۔ گنبد خضریٰ کے نظارے ہیں۔ نظر ڈالیے۔ پلٹ کر نہیں آئے گی۔ دیکھتے رہ جائیں گے۔ حدِ نگاہ تک ایک طرح کے ہزاروں مینار ہر طرف نور ہی نور، روشنی ہی روشنی، خوبصورتی ہی خوبصورتی، ٹھنڈک، روحانیت، ایمان پرور مناظر ارشاد صاحب بتا رہے تھے کہ مسجد کا ایئر کنڈیشنڈ پلانٹ 6-5 کلومیٹر دور لگا ہوا ہے۔ کیا زبردست نظام ہے۔ اندر باہر بڑی بڑی الیکٹرک چھتریاں لگی ہوئی ہیں۔ دوپہر کے وقت چھتریاں چھت بن جاتی ہیں۔ اور جب فولڈ ہو جائیں تو ایسے لگتا ہے کہ مسجد کے مینار ہیں۔ کیا شان ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی۔ نماز ہوئی۔ فجر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن پاک کی سعادت حاصل کی۔ مسجد نبویؐ سے اٹھنے کو دل نہیں کر رہا ہے۔

آیئے سلام پیش کریں

اشراق کے بعد سلام پیش کرنے کے لیے لائن میں لگ گئے۔ ہزاروں عاشقان موجود ہیں۔ سب آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے آگے بڑھتے ہوئے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ عقیدت سے، پیار سے، محبت سے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کے سامنے آتے ہیں۔ دنیا کی یہ مقدس ترین جگہ ہے۔ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسکن ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر سو رہے ہیں۔ استراحت فرما رہے ہیں۔ دنیا کی متبرک ترین جگہ ہے۔ روضہ کی جالی قریب آرہی ہے۔ محمد الرسول اللہ لکھا نظر آیا۔ دل تھام لو! یہی وہ جگہ ہے جو دنیا کی مقدس ترین اور سب سے عزت والی جگہ ہے۔ عقیدت بھرا آنسوؤں بھرا سلام پیش کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ کروڑوں درود و سلام۔ اے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری

امت پہ مشکل وقت ہے۔ امت پریشان ہے۔ مصیبتیں ہیں، آفتیں ہیں، پریشانیاں ہیں، تیری امت مشکل میں ہے۔ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پہ کرم کرے۔ ابوبکر صدیقؓ بھی ادھر ہیں عمرؓ بھی ساتھ ہیں۔ ان کی خدمت میں بھی سلام پیش کیا۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ سلام پیش کر کے دل کو تسلی ہوتی ہے۔ چین نصیب ہوتا ہے۔ بندہ ایسا ہلکا ہو جاتا ہے کہ لگتا ہے منوں بوجھ جسم سے اتر گیا ہے۔ آپ ادھر آئیں تو آپ کو اندازہ ہو گا۔ بندہ تو پہلی دفعہ آیا ہے جو بار بار آتے ہیں ان کو اس کا زیادہ اندازہ ہو گا۔

☆............☆

احد کے پہاڑوں کا نظارہ

احد کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کا پہاڑ قرار دیا ہے۔ لوگ اِس پہاڑ کی مٹی کو اپنے ساتھ گھروں میں لے جاتے ہیں۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہے۔ سامنے احد کے کالے مٹیالے، پتھریلے پہاڑ نظر آ رہے ہیں۔ اللہ اللہ وہ پہاڑ سامنے ہے جس پہ صحابہ کرام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح ہدایات دے کر کھڑا کیا تھا کہ یہاں سے نہ ہلنا۔ لڑائی کا معرکہ جہاں ہوا۔ سید الشہد احضرت امیر حمزہؓ جہاں شہید ہوئے۔ سب کچھ سامنے ہے۔ مقدس شہر، مقدس مقامات، جبل احد وہ پہاڑ ہے جس پہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدھ کے روز جایا کرتے تھے۔ اس سے محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پہ کھڑے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ اور عثمانؓ ساتھ تھے۔ احد پہاڑ تھر تھرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "احد ٹھہر جا" تمہیں نہیں پتہ کہ تیرے اوپر ایک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر صدیقؓ اور دو شہید کھڑے ہیں۔ احد کا معرکہ مسلمانوں کو سبق دیتا ہے کہ جس طرح کے بھی حالات ہوں امیر کی اطاعت ضروری ہے۔ جبل احد آنکھوں کے سامنے ہے۔ رہ رہ کر سید الشہداؓ یاد آ رہے ہیں۔ سیدنا امیر حمزہؓ کا مزار بھی ہے اور دوسرے شہدائے احدؓ کا بھی۔ اسماء سے کہا تیاری کر لیں۔ سوئے حرم چلتے ہیں۔ حج سے آنے سے پہلے خیال تھا کہ حرم صرف کعبۃ اللہ کو کہتے ہیں مگر ادھر آ کر پتہ چلا کہ کعبہ اللہ کا حرم اور مسجد نبویؐ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم۔ دونوں حرمین شریفین متبرک ہیں۔ اسماء کے ساتھ پیدل ہی مسجد نبویؐ کی طرف چلے۔ سامنے سے مسجد نبویؐ کے مینار نظر آ رہے تھے۔ حرم پہنچے۔ اللہ اللہ کیا شان ہے، مسجد نبویؐ کی، اسماء خواتین کی سائڈ میں نکل گئیں۔ نماز میں آدھ گھنٹہ باقی ہے۔ ابھی سے مسجد نبویؐ بھر چکی ہے۔ لوگ آتے جا رہے ہیں۔ مقدس

ماحول میں لوگوں کے چلے آنے کی مستقل آوازیں آرہی ہیں۔ ذکر واذکار، تسبیح وتہلیل، تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود وسلام کے نذرانے پیش کیے جارہے ہیں۔ مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے ہی زبردست ٹھنڈک، طمانیت قلب، سکون اور خوشی کا احساس ہوتا ہے۔ رگ و پے میں نورانیت چھا جاتی ہے۔ لگتا ہے ساری ہوائیں، ساری فضائیں، چرند پرند، پتھر ہر چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود بھیج رہی ہے۔ درود وسلام کے نغمے فضا میں گونج رہے ہیں۔ اللہ نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت اللعالمین بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر قیامت تک ہر ایک شے سے بلند کردیا۔ ورفعنا لک ذکرک۔

مسجد نبویؐ میں آنے والوں کی سب سے زیادہ کوشش ہوتی ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پہنچ کر درود وسلام پیش کریں۔ ریاض الجنہ میں نوافل پڑھیں۔ ریاض الجنہ، جنت کا ٹکڑا ہے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفہ ہے اپنی اُمت کے لیے کہ دنیا میں ہی جنت کی سیر کرسکیں کیونکہ یہاں نفل پڑھنا جنت میں نفل پڑھنے کے برابر ہے۔ جس طرح اللہ کے گھر میں حجر اسود تک پہنچنے کے لیے تگ ودو کرنا پڑتی ہے۔ دھکم پیل ہوتی ہے۔ لوگ ادب وآداب کا خیال نہیں کرتے۔ اسی طرح مسجد نبویؐ میں بھی لوگ دیوانگی میں ایسے جست لگا کر دوسروں کو روند کر ریاض الجنہ میں جگہ حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں کہ الامان الحفیظ، اس میں عورتیں بھی کمال کرتی ہیں۔ اسماء نے بتایا کہ عورتوں کے حصہ میں بڑے پیارے انداز میں اردو، ہندی، پشتو، فارسی، بنگالی میں خواتین کو ادب و آداب کا خیال رکھنے، خاموش رہنے، اپنی حرمت برقرار رکھنے مسجد نبوی کی تعظیم کرنے کا بتاتی ہیں۔ مگر نہ تو آوازیں آنا بند ہوتی ہیں نہ شور کم ہوتا ہے۔ جب ریاض الجنہ میں جگہ حاصل کرنا ہو تو وہی دھکم پیل ہوتی ہے۔ ظہر کی نماز ہوئی۔ ارشاد صاحب مسجد نبویؐ کی لائبریری لے گئے۔ دوسری منزل پہ شاندار لائبریری ہے۔ جس میں اسلام، فقہ، تاریخ اور دوسرے موضوعات پر عربی، اُردو، انگلش اور مختلف زبان میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ لائبریری کا ماحول بڑا پرسکون اور روحانیت والا ہے۔ لوگ آرام اور سکون سے کتابوں کی ورق گردانی میں مصروف ہیں۔



چلو پھر کفن پوش ہو جائیں

طارق شاہ صاحب آ گئے۔ اب سوئے مکہ روانہ ہونا ہے۔ احرام باندھنا ہے۔ ایک دفعہ پھر کفن پوش ہونا ہے۔ احرام کیا ہے، کفن ہے! احرام کی دو سفید چادریں، کفن کی بھی دو چادریں، کفن پوش کرنے سے پہلے خوب صفائی کرتے ہیں، نہلاتے دھلاتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں۔ احرام میں خوشبو نہیں لگاتے کیونکہ کفن میں واپسی نہیں ہوتی۔ احرام میں واپسی ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ ٹیکسی میں سوئے مکہ چلے۔ مسجد نبویؐ سے نکلتے ہوئے کہا کہ ابھی پھر آنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں رہنا ہے۔ درود وسلام کے لاکھوں نذرانے پیش کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کو تلاش کرنا ہے، صحابہؓ کے نقش پا دیکھنے ہیں۔ اصحاب صفہؓ کا چبوترہ دیکھنا ہے۔ ڈاکٹر احسن نے بار بار بتایا کہ مدینہ سے عمرہ کرنا بہت افضل ہے۔ یہ عمرہ افضل بھی ہے اور عمرۃ الکبریٰ بھی۔ کیونکہ یہاں میقات سے احرام باندھ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کیا تھا۔ اسماء کی پہلے دن سے یہ خواہش تھی کہ امی مرحومہ کے لیے عمرہ کرنا ہے۔ اسماء کی والدہ امی مرحومہ واقعی نیک دل، معتبر، جہاندیدہ، اصول پسند، پنج وقت نماز کی پابند، دوسروں کی ہمدرد اور ہر ایک کے کام آنے والی نیک خاتون تھیں۔ مسئلہ درپیش تھا احرام کہاں سے باندھیں۔ مسجد عائشہ سے، مسجد جرعانہ سے یا مدینہ جا کر ذوی الحلیفہ بیئر علی سے۔ دن گزرتے جا رہے تھے۔ اسماء کی بے قراری بڑھتی جا رہی تھی۔ تڑپ اور لگن ہو تو اللہ کام بنا دیتے ہیں۔ ٹیکسی بیئر علی میقات پہ رکی۔ سینکڑوں لوگ یہاں احرام باندھ رہے تھے۔ احرام کے لیے حمام، غسل خانے بنے ہوئے ہیں۔ یہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پہ عمل کرتے ہوئے احرام باندھا۔

اس دفعہ احرام باندھتے ہی ذہن کی کیفیت بدل گئی۔ ایسے لگا کہ جسم سے منوں بوجھ اتر گیا ہے۔ گناہوں، غلاظتوں، کثافتوں سے آزاد ہو کر جسم بالکل ہلکا ہو گیا ہے۔ بیرٔ علی سے لے کر حرم تک ایسے لگ رہا تھا کہ جسم ہلکا ہو کر ہواؤں میں اڑ رہا ہے۔ ایسے محسوس ہوا کہ احرام باندھتے ہی نفس، نفس مطمئنہ بن چکا ہے۔ زبردست ذہنی سکون اور اطمینان ملا۔ انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ اتنی خوشی اور اتنا سکون تو پہلی دفعہ احرام باندھنے پہ بھی نہ ملا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پہ عمل کیا۔ رگ وپے میں خوشی سرایت کر گئی۔ اس کا تاثر تمام راستے رہا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو اور نقش بھی یہاں موجود ہیں۔ احرام باندھا۔ دو نفل ادا کیے، عصر کا ٹائم تھا۔ نماز ادا کی۔ ذی الحلیفہ مدینہ کے قرب و جوار میں وہ جگہ ہے جہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جانثار صحابہؓ نے احرام باندھ کر عمرہ کیا تھا۔ اس لیے اس جگہ جا کر مسجد میں دو نفل پڑھ کر زبردست ذہنی سکون اور آسودگی ملی۔ سوئے مکہ جا رہے ہیں۔ ٹیکسی ڈرائیور اپنے موبائل پہ مصروف ہے۔ مسلسل بولے جا رہا ہے۔ باتیں کیے جا رہا ہے۔ بعض ڈرائیور حضرات چیونگم چبا کر اپنے آپ کو مصروف رکھتے ہیں۔ یہ صاحب تو بولے جا رہا ہے۔ موبائل پہ گھنٹوں بات کر رہا ہے۔ شاہ صاحب بار بار یاد دلا رہے ہیں کہ زور زور سے تلبیہ پڑھیں اتنی زور سے اور بار بار پڑھیں کہ آواز بیٹھ جائے۔ **لبیک اللھم لبیک! لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد و النعمة لک والملک لاشریک لک.** عمرہ یاد دہانی ہے کہ یا اللہ میں پھر حاضر ہوں۔ تو ہی تو ہے۔ ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میقات سے احرام باندھنے کی لذت ابھی تک باقی ہے۔ اندرونی خوشی ایسی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ بیرٔ علی میقات سے احرام باندھ کر شادی مرگ کی کیفیت ہوگئی تھی۔ مدینہ سے مکہ کی طرف گاڑی رواں دواں ہے۔ 416 کلومیٹر کا راستہ ہے۔ پہاڑ آ رہے ہیں، گزر رہے ہیں۔ سورج ڈوبنے والا ہے۔ دور پہاڑوں کی اوٹ سے مکہ کا سورج ڈوبتا نظر آ رہا ہے۔ سہانا منظر ہے۔ شفق پر لالی چھائی ہوئی ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں آہستہ آہستہ سورج غائب ہوتا جا رہا ہے۔ ڈوبتا جا رہا ہے۔ بڑا ہی دلفریب منظر ہے۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آقا بھی سورج ڈوبنے کے اس منظر کو دیکھتے ہوں گے۔ اسی نسبت سے میں بھی اس منظر کو دیکھے جا رہا ہوں اور خوش ہوتا جا رہا ہوں۔ عشاء کی نماز کے قریب حرم پہنچ گئے۔ حرم میں نماز ادا کی۔ دو دن حرم سے دور رہے۔ ورنہ ایسے لگتا تھا کہ ہم تو ادھر ہی کے باسی ہیں۔ یہی کہیں حرم میں مقیم ہیں۔ حرم ہی اوڑھنا بچھونا ہے۔

عمرے کا طواف اور سعی

نماز کے بعد پھر کفن پہنے، 7 چکروں کے چکر میں گم ہو گئے۔ 7 چکروں کی حکمت اور فلسفہ بھی عجیب ہے۔ 7 کا ہندسہ بھی بڑا اہم اور متبرک ہے۔ کائنات پر اس کے ارد گرد نظر ڈالیں تو سات ہی سات نظر آتا ہے۔ پھر

اماں ہاجرہ کی تقلید میں سعی کے سات چکر۔ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان پانی کی تلاش میں دوڑے جا رہی ہیں۔ رک نہیں رہیں، بے قرار ہیں، بے چین ہیں، بچہ ہے، ماں بچے کے لیے تڑپتی ہے، روتی ہے، گڑ گڑاتی ہے۔ بچے کو کچھ نہ ہو، خود بھوکی رہ لے گی۔ بچے کی بھوک برداشت نہیں کرے گی۔ اماں ہاجرہ کا بچہ بھوکا ہے۔ پیاسا ہے، اس کی ایڑیاں نوکیلے پتھروں پہ پڑ رہی ہیں۔ اللہ کو اماں کی سعی پسند آ گئی۔ جبرئیل آ گئے۔ اماں کی مدد کے لیے۔ اماں کی سعی کامیاب ہو گئی۔ اسماعیل کی ایڑیاں جہاں جہاں پڑیں، جبرئیل نے پر مارا۔ زم زم جاری ہو گیا۔ سعی کے سات چکر جاری ہیں۔ ہم بھی اماں ہاجرہ کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ دوڑ رہے ہیں۔ سعی کر رہے ہیں۔ اماں کی تقلید کر رہے ہیں اماں کے نقش پا پہ چل رہے ہیں۔ حج واقعی برداشت ہے، صبر ہے، کوشش ہے، ہمت ہے اور یہ سب کچھ اماں ہاجرہ کی سعی میں ہے۔ تو پھر حج ہاجرہ ہے۔ اماں ہاجرہ کو اللہ کا اور قیامت تک حج کے لیے آنے والوں کا خراج تحسین ہے۔ عمرہ ہو گیا، حلق بھی کروا لیا۔ اللہ تعالیٰ بار بار عمرہ اور حج کی توفیق دے۔ بے قراری اور بے چینی ختم ہو گئی۔ اسماء کے ساتھ امی مرحومہ کے لیے دعائیں کیں اور عمرہ کا خراج تحسین پیش کیا۔ بھوک زوروں پر تھی۔ زم زم ٹاورز سے کھانا کھایا۔ رحاب الروضہ میں ساتھیوں نے مبارکباد دی۔ نجمہ باجی نے میٹھی کھیر کھلائی۔ تھک کر چور ہو گئے۔ جلد ہی نیند کی وادیوں میں کھو گئے۔

حرم سے جانے والے ہیں

وداع کے دن قریب آ رہے ہیں۔ حرم اللہ سے حرم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانا ہے۔ صبح 4 بجے اٹھ کر سوئے حرم روانہ ہوئے۔ حرم کی چھت پر بیت اللہ کو نظروں میں بسائے نماز تہجد ادا کی۔ بار بار خانہ کعبہ کا دیدار کیا۔ دو دن سے اللہ کے گھر کو نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ مدینہ میں تھے۔ جی بھر کے دیکھا۔ حرم کی چھت پر سہانا موسم ہے۔ ہوا میں خنکی ہے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اللہ کا گھر ہے۔ حرم کی چھت، ٹھنڈی ہوائیں بدستور چل رہی ہیں۔ اللہ کے گھر کا دیدار کیا۔ اس کو آنکھوں میں بسایا۔ فجر کی نماز میں بھی بیت اللہ آنکھوں کے سامنے رہا۔ ساری عمر اس گھر کی طرف نیت کر کے نماز پڑھتے رہے اب یہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ صبح صبح امام صاحب ایسی تلاوت فرماتے ہیں جو دلوں کو موہ لیتی ہے۔ پتھر بھی سن لیں تو ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اللہ نے فرمایا، قیامت کے دن پہاڑ روئی کے گالوں کی مانند اڑیں گے تو آج مکہ میں جگہ جگہ انسانی کوششوں سے پہاڑ کٹ رہے ہیں۔ ٹوٹ کر روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔ پہاڑوں کی جگہ پلازے اور بلڈنگز بن رہی ہیں۔ اللہ کے سچے فرمان کی حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ پاکستانی ہوٹل سے چنے نان کا ناشتہ کیا۔ دو دن کے وقفے کے بعد مریضوں کی آمد پھر سے شروع ہے۔ ممبئی کے معین الدین صبح صبح ہی آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کی دوا بڑھیا ہے۔ سب آپ کی دوا

کے قائل ہو گئے ہیں۔ اللہ نے سب کو شفا دی۔ ہم مدینہ جا رہے ہیں۔ وہاں بھی خیال رکھنا۔ انشاء اللہ حاضر ہوں۔ آپ کی خدمت اور علاج کے لیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے فرمان پہ تو چل رہا ہوں کہ خدمت عین عبادت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے تو کہا تھا ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرو۔ حاجت مندوں کی حاجت روائی کرو۔ اللہ خدمت کا یہ جذبہ ہمیشہ سلامت رکھے۔

طواف کرنے کی دوڑ اور مقابلہ

حرم سے جانے میں چند دن رہ گئے ہیں۔ آخری دنوں میں ہر ایک کی خواہش ہے حرم میں خانہ کعبہ کے چکر لگانے میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارا جائے۔ کوئی روزانہ 6 طواف کر رہا ہے۔ کوئی سات۔ آج ظہر کی نماز کے لیے آتے ہوئے اندازہ ہوا کہ کافی لوگ واپس جا چکے ہیں۔ اس کے باوجود حرم میں بھرپور حاضری ہے۔ ظہر کی نماز حرم کے اندر باب عبدالعزیز سے داخل ہو کر خانہ کعبہ کے سامنے ادا کی۔ پوری نماز میں بیت اللہ آنکھوں کے سامنے رہا۔ اس وقت بھی اللہ کا گھر سامنے نظر آ رہا ہے۔ دھوپ ہے، دوپہر ہے، مگر ہزاروں دیوانے، مستانے گھوم رہے ہیں۔ شمع کے گرد پروانے چکر لگائے جا رہے ہیں۔ گرمی، دھوپ کی پروا کیے بغیر۔ لوگوں کے آنے جانے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ طواف ختم کر کے آنے والوں اور طواف کے لیے جانے والوں کا ابھی تک تانتا بندھا ہے۔ نماز کے بعد طواف کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ دھوپ بھی زوروں پر تھی۔ مگر ایسے ہوا کہ واپس جانے کا سوچا تو کعبۃ اللہ نے خود ہی اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ گھر مسلمانوں کے لیے ہر لحاظ سے مرکز نگاہ ہے۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی آدمی اس کا اسیر ہو جاتا ہے۔ اسیر تو مسلمان اس کا ازل سے ہے۔ مگر ایک دفعہ اس کو دیکھ لے تو پھر دل میں ایسی تڑپ اور لگن پیدا ہوتی ہے کہ بیت اللہ کو دیکھے بغیر، تکے بغیر چین نصیب نہیں ہوتا۔ سات چکروں والا طواف شروع ہے۔ بھئی میں نے تو صبح سے 4 طواف کر لیے ہیں۔ تیرے میں ہمت ہے تو کر کے دکھا۔ میں نے ابھی پہلا شروع کیا ہے۔ بھئی ہم تو کل سے لگے ہوئے ہیں۔ دو تو کر ہی لوں گا۔ انڈیا کے دو بابے طواف میں ایک دوسرے سے مخاطب تھے۔

موبائل فون کے غلط اثرات

موبائل فون نے لوگوں کی زندگی کو ہر طرح سے متاثر کیا ہے۔ بچوں کی تعلیم پر اس نے بہت برا اثر ڈالا ہے۔ طالب علموں کی پڑھائی پر توجہ ہی نہیں رہی۔ نوجوان نسل نے تو موبائل کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے۔ صبح سے لے کر رات تک موبائل جسم کے ایک حصے کی مانند ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ کوئی بھی کام کر رہے ہوں۔ موبائل ضرور پاس ہوگا۔ حرم میں دیکھیں لوگ ہر وقت موبائل پہ گفتگو میں مصروف نظر آتے ہیں۔ حرم میں نمازوں کے وقفے کے دوران، طواف میں غرضیکہ جہاں بھی ہوں، موبائل بج رہا ہے یا گفتگو ہو رہی ہے۔ حرم کے آداب کا کوئی خیال نہیں۔ طواف کے سات چکروں میں بھی دعاؤں کی بجائے موبائل پر مسلسل بات ہو رہی ہے یا پھر انگلیاں چل رہی

ہیں اور SMS لکھے جا رہے ہیں۔ ظفر اقبال صاحب نے بالکل صحیح کہا کہ پہلے عربوں کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی۔ اب موبائل ہے۔ موبائل سے نہ نماز میں یکسوئی اور خشوع وخضوع نظر آتا ہے اور نہ طواف کے دوران۔ مناسک حج کے دوران بعض لوگوں کی توجہ موبائل پہ فون کرنے یا سننے پہ رہی۔ ایسے بھی ہوا بلکہ دیکھا کہ طواف کے ایک چکر میں شروع سے آخر تک موبائل پہ گفتگو جاری رہی۔ طواف کے سات پھیرے جاری ہیں۔ چوتھے چکر میں ایک بدلی آسمان پر سایہ فگن ہوگئی۔ دھوپ ختم ہوگئی، ایک دم سہانا موسم ہوگیا۔ لوگ اللہ کی قدرت پہ حیران رہ گئے۔ اللہ سے دعائیں جاری ہیں۔ اپنے وطن کے لیے، بچوں کے لیے، اہل خانہ کے لیے، دوست واحباب کے لیے، لوگ کم تھے، ایک ایرانی اپنی بیوی سے بحث کر رہا ہے کہ یہ ششم چکر ہے یا ہفتم، بیوی کہتی ہے ششم ہے مگر وہ ہفتم پہ مصر ہے۔ دونوں نے اس بات پہ اتفاق کیا کہ ایک چکر اور لگا لیتے ہیں۔ طواف کے سات چکر جلدی پورے ہوگئے۔ لیکن موبائل پہ لوگوں کی گفتگو جاری ہے۔ ایک دوسرے کا چنداں خیال نہیں۔ یہ کوئی ملائشیائی اپنے گھر والوں کو اپنا حال بتا رہا ہے۔ بیت اللہ نظروں کے سامنے ہو اور آپ طواف میں ہوں تو ساری توجہ اللہ کی طرف ہونی چاہیے مگر یہاں سب کچھ ہو رہا ہے۔ دنیاوی باتیں بھی جاری ہیں۔ SMS بھی ہو رہے ہیں۔ 7 پھیروں کے بعد مقام ابراہیمؑ پہ دو رکعت نماز پڑھی۔ اور واپس رحاب الروضہ پہنچے۔ آج اسماء نے بہترین آلو قیمہ بنایا۔ مکہ مکرمہ میں گھر والا کھانا مل گیا۔ مزے آگئے۔

اللہ، کعبہ اور بندہ

کھانا ختم کیا ہی تھا کہ طارق شاہ آگئے۔ جلدی کریں، نماز کا وقت ہوگیا۔ سلیم لطیف صاحب کی دھڑا دھڑ نمازوں والی بات یاد آگئی۔ عصر کی نماز کے لیے چلے لیکن بھاگتے، دوڑتے حرم کے باہر نماز ملی۔ نماز کے فوراً بعد حرم میں ایک گھنٹہ آرام کیا۔ خوب مزے کی نیند آئی۔ اسی اثناء میں مغرب کا وقت ہوگیا۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ حرم کعبہ یا حرم نبویؐ میں بیٹھ کر لکھا گیا۔ اس وقت بھی حرم میں ہوں۔ سامنے اللہ کا گھر ہے۔ ہاتھ قلم پہ ہیں، نگاہیں بیت اللہ پہ۔ اللہ کے در کا سوالی، اللہ کے در پہ ہے۔ خانہ کعبہ کو نگاہوں میں بسائے ہوئے، اللہ کا کعبہ ہے اور یہ گدا، یعنی ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ دل ایک اور طواف کرنے کو مچل رہا ہے۔ نماز ختم ہولے۔ ایک اور طواف کرتے ہیں اس وقت تو کعبہ پہ نظریں ہیں۔ ''نواں نکور'' اللہ کا گھر آنکھوں کے سامنے ہے۔ نگاہیں اسی پر مرکوز ہیں۔ دل و دماغ کی ساری کیفیتیں، دماغ سے سارے پیغامات اس کو اپنے اندر سمونے کے لیے آرہے ہیں۔



حاجیوں کے انداز اور بے خود بنگلہ دیشی بابا

طواف میں بھی عجیب قسم کے تجربات سامنے آتے ہیں۔ سب سے زیادہ بلند آواز میں دعائیں پڑھنے والے ایرانی گروہ ہیں۔ اپنے منفرد انداز میں عربی اور فارسی میں دعائیں پڑھتے ہیں۔ عورتیں اور مرد گروپ بنا کر چلتے ہیں۔ ''مرگ بر شیطان اور مرگ بر دشمنان اسلام'' کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ انڈونیشیائی اور ملائیشیائی بھی جتھا بنا کے چلتے ہیں۔ چھوٹے قد کے ہوتے ہیں۔ جدھر راستہ مل جائے گھس جاتے ہیں۔ کسی کو تنگ نہیں کرتے۔ دھکے پڑیں تو شکایت نہیں کرتے۔ انڈین، پاکستانی، بنگلہ دیشی حجاج کا رویہ ایک جیسا ہے۔ راستہ بنانا بھی جانتے ہیں۔ دھکے دیتے بھی ہیں۔ کھا بھی لیتے ہیں۔ شکایت بھی کرتے ہیں۔ جھگڑا بھی کرتے ہیں۔ جہاں موقع ملے دوسروں کا خیال کیے بنا آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چینی گروہ دھیرے دھیرے چلتا ہے۔ دعائیں اور درود اکٹھا اور بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ سوڈان، صومالیہ، مالی، نائجیریا کے لوگوں سے بچ کر رہیں۔ ان کا راستہ چھوڑ دیں۔ چاہے عورتیں ہوں یا مرد انہیں راستہ بنانا آتا ہے۔ بوسنیا، تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان کے لوگ بھی نرم خو ہیں۔ افغانستان کے پٹھان غصے والے ہیں ان کو راستہ نہ ملے تو غصے ہو جاتے ہیں۔ سب سے زیادہ مہذب، منظم، مودّب اور سب سے زیادہ باوقار اور دھکے کھا کر مسکرا کر آگے بڑھنے والے ترکی کے مرد اور عورتیں ہیں۔ ترکی مرد اور عورتیں جوڑے بنا کر یا بڑے گروپس کی شکل میں چلتے ہیں۔ عرب حجاج کرام خاص کر سعودی، مصری، لیبیا، فلسطین، لبنان باوقار طریقے سے طواف کرتے ہیں۔ باادب رہتے ہیں۔ زیر لب دعائیں پڑھتے ہیں۔ کسی کو تنگ

نہیں کرتے دھکے نہیں دیتے۔ کوئی دھکا دے بھی تو غصے والی نظر سے دیکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

خانہ کعبہ کے 70 طواف

آج کعبۃ اللہ کے 7 پھیرے دو دفعہ لگائے۔ ہجوم خاصا کم ہو گیا ہے۔ پھر بھی حجر اسود ملتزم اور کعبۃ اللہ کی دیواروں تک جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ آہستہ آہستہ حجاج کرام اپنے وطن یا مدینہ جا رہے ہیں۔ حرم میں عشاء کی اذان ہو چکی ہے۔ عشاء کی نماز کے دوران پھر اللہ کا گھر نگاہوں کے سامنے رہا۔ امام کعبہ نے سورہ فاتحہ کے بعد سورہ المومنون کی تلاوت دل موہ لینے والے انداز میں کی۔ کامیاب مسلمانوں کی نشانیاں بتائیں۔ ساری نماز کے دوران بیت اللہ آنکھوں کے سامنے رہا۔ یہ لائنیں لکھتے ہوئے بھی اللہ کا گھر سامنے ہے۔ آج دن کا بیشتر حصہ حرم میں گزرا۔ پانچوں نماز بیت اللہ کے سامنے ادا ہوئیں۔ دو دفعہ 7 پھیرے بھی لگے۔ کوئی بڑی بات نہیں۔ بوڑھے بوڑھے بابے 7 چکروں کے سات سات پھیرے دن میں بار بار لگا رہے ہیں۔ نماز پڑھ کے واپسی کا رخ کیا، لفٹ پہ رش ہے۔ پہلے جانے کے چکر میں عدم برداشت کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ لفٹ کا ناٹک ایک گھنٹہ اور جاری رہے گا۔ اس کے بعد سکون ہو گا۔ پہلے جانے کے چکر میں یہاں بھی ایک دوسرے کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ پانچ چھ بھی ہوں تو اوپر چلے جاتے ہیں۔ رکتے نہیں کوئی اور آئے تو Overload یا ہاؤس فل کا کہہ دیتے ہیں۔ چند دن کی اور بات ہے۔ سارے ناٹک ختم ہو جائیں گے۔ ہم سوئے مدینہ روانہ ہو جائیں گے۔ حرم کو خدا حافظ کہہ جائیں گے۔ پھر آنے کا وعدہ کر کے۔ پھر آنے کی بار بار آنے کی دعائیں کر کے۔ مگر پتہ نہیں دوبارہ بلاوہ کب آئے گا؟

مکہ کلینک کی رونقیں

سونے سے پہلے ہمارے کلینک کی رونقیں پھر بحال ہو گئیں۔ بمبئی کے، مدراس (چنائی) کے، لاہور کے، ساہیوال کے سندھ کے مریض آنا شروع ہو گئے۔ انڈین بابا جی اپنی بیگم کو لے کر آئے۔ حج کمیٹی آف انڈیا کے پاس گئے تھے۔ دوا ملی فائدہ نہ ہوا۔ آپ چیک کریں، چیک کر کے دوا دی کہنے لگے کتنے روپے، دعائیں! برجستہ جواب دیا۔ خوش ہو گئے۔ دونوں دعائیں دیتے رخصت ہوئے۔ رات دوستوں کی محفل لگی۔ نوید، کاشف الرحمٰن، حافظ اشعر، طارق شاہ، ظفر اقبال، صابر بیگ، شیخ زاہد سب اپنے اپنے تجربات بیان کرنے لگے۔ کاشف الرحمٰن نوجوان ہیں۔ فربہ جسم ہیں مگر طواف میں سب سے بازی لے گئے۔ ابھی تک 49 طواف کر چکے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ نوید اور اعجاز عائشہ مسجد سے احرام باندھ کر عمرہ کر کے آئے ہیں۔ سارے کے سارے حجاج کرام عمرے اور طواف کر کے زیادہ سے زیادہ نیکیاں۔ رحمتیں اور برکتیں سمیٹنے کے چکر میں ہیں۔ اس لیے اللہ کے گھر کے ارد گرد بار بار چکر لگا رہے ہیں۔ چکر لگاتے تھکتے نہیں۔ شوق ہے، جذبہ ہے کہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

سوئے حرم اور طواف

صبح 3:45 بجے آنکھ کھلی۔ اسماء کو جگایا۔ سوئے حرم چلے۔ ہزاروں لوگ حرم کی طرف رواں دواں ہیں، بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں، بوڑھیاں، وہیل چیئر پہ بیمار اور معذور سب کی خواہش ہے کہ جلد از جلد حرم پہنچیں۔ باب عبدالعزیز سے داخل ہوتے ہی طواف کا چکر شروع کر دیا۔ اللہ کا گھر اپنی پوری تابناکیوں، روشنیوں، رحمتوں، برکتوں کے ساتھ درمیان میں کھڑا اربوں مسلمانوں کے دلوں کو گرما رہا ہے۔ تڑپا رہا ہے۔ جو موجود ہیں، خوش قسمت ہیں اپنی قسمت پہ نازاں ہیں۔ جو موجود نہیں لاکھوں نہیں بلکہ اربوں ہر روز کئی بار نیت کر کے اور منہ دل خانہ کعبہ شریف کر کے اس امید کے ساتھ اللہ کے آگے جھکتے ہیں کہ ایک دن بلاوا آئے گا اور وہ خانہ کعبہ کے سامنے ہوں گے۔

مسلمانوں کا کعبہ سے رومانس

سارے گدا مالک کے در پہ ہوں گے۔ اس گھر کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اس کو آنکھوں میں بسا رہے ہوں گے۔ طواف کے چکر شروع کر دیئے۔ موسم انتہائی خوش گوار اور رومان پرور ہے۔ بھینی بھینی خوشبو چار سو پھیلی ہوئی ہے۔ فضا دعاؤں، سسکیوں، التجاؤں اور آہوں سے گونج رہی ہے۔ کعبۃ اللہ کے اردگرد دیوانے، مستانے، دیوانیاں، مستانیاں چکر لگا کر مدہوش ہوتی جا رہی ہیں۔ مسلمان کا کعبۃ اللہ سے عجیب طرح کا رومانس ہے۔ کعبہ سے جس کا رومانس نہ ہو۔ کعبہ جس کے دل میں بسا نہ ہو۔ کعبہ کو جس نے جان جاناں نہ بنایا ہو، کعبہ کی جس کے دل میں لگن اور تڑپ نہ ہو وہ مسلمان ہی نہیں۔ اللہ سے رومانس، اللہ کے گھر سے رومانس مسلمانوں کی گھٹی میں ہے۔ ماں کی گود سے لے کر قبر تک مسلمان کے کان میں روزانہ اللہ کعبہ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، گنبد خضریٰ کے نام گونجتے ہیں۔ گونجتے رہتے ہیں، آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں۔ دل میں سمائے رہتے ہیں۔ تسبیح کا چوتھا دانہ گرا، اسماء کو ایک ٹکر پڑی۔ یہ قوم کب جائے گے۔ برداشت۔ برداشت، حج ہے ہی برداشت اور صبر کا نام۔ پانچواں چکر شروع ہو گیا۔ ہوا میں خنکی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی معطر ہوا بہت بھلی لگ رہی ہے۔ جلدی کریں نماز کا وقت ہے۔ مقام ابراہیم سے گزرتے ہوئے بابا جان ابراہیمؑ کے نقش پا کو دیکھا۔ وہ پتھر کتنا خوش نصیب ہے جس نے بابا کے پاؤں اپنے اندر سمو لیے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ابد تک مقدس بن گیا۔ چھ چکر ختم ہو گئے۔ ساتواں شروع ہے۔ طواف کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ کعبہ سے رخصت ہونے والے طواف پہ طواف کیے جا رہے ہیں۔ کوئی روزانہ 10، کوئی 8، کوئی 7۔ ہم کمزور لوگ ہیں ایک یا دو پر ہی اکتفا ہے۔ فجر کی نماز حرم کی وسیع و عریض چھت پر ادا کی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور ابر آلود فضا میں امام کعبہ کی پرسوز تلاوت نے ماحول کو روح پرور بنا دیا، نماز ختم ہوئی۔ واپسی پر پاکستانی ہوٹل سے پائے کھائے۔ لاہور یاد آ گیا۔

ہندوستانی مریض اور اپنا کلینک

صبح سے ہی مریضوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ممبئی اور مدراس (چنائی) والے تو ہمارے دیوانے ہو گئے ہیں۔ انڈین خواتین تو برملا کہتی ہیں آپ کی دوا سے ہم ٹھیک ہو گئی ہیں۔ بمبئی کے محمد خالد آئے۔ کویت میں 28 سال مقیم رہے۔ 15 سال پاکستانیوں کے ساتھ کام کیا، پاکستانیوں کی ہنر مندی کاریگری، کام سے محبت اور فرض شناسی کی تعریف کی۔ باتیں کرنے کے خوب شوقین ہیں۔ چند منٹوں میں اپنی زندگی کی پوری داستان سنا ڈالی۔ مریض آتے گئے۔ دوا لیتے رہے اور دعا دے کر جاتے رہے۔ کل ہم مدینہ جا رہے ہیں۔ اب تو جنت میں ملاقات ہو گی۔ خبر نہیں مدینہ میں ملاقات ہو یا نہ ہو۔ معین الدین کو ٹیلی فون نمبر دے دیا کہ خادم کو جب چاہیں بلا لیں۔ 11 بجے سوئے حرم چلے اب زیادہ سے زیادہ وقت حرم میں گزارنا ہے۔ دو دن سے بھی کم وقت رہ گیا ہے۔ گرمی ہے، دھوپ ہے مگر قدم خود بخود ہی مطاف کی طرف چل پڑے۔ ہزاروں بندگان خدا طواف میں مصروف ہیں۔ دیوانہ وار گھوم رہے ہیں۔ یہ سارے مجنوں ہیں۔ دیوانے ہیں فرزانے ہیں۔

بے خود بنگلہ دیشی بابا

ایک بنگلہ دیشی تو گھومتے گھومتے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے۔ اسے دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں رہی۔ بولتا جا رہا ہے، راستہ لیتا جا رہا ہے، خانہ خدا کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ لوگ راستہ دیتے جا رہے ہیں۔ اس کے راستے میں کوئی نہیں آ رہا، سب دیوانے کو راستہ دیتے جا رہے ہیں۔ وہ آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ بلند آواز میں کچھ کہہ رہا ہے۔ اللہ سے راز و نیاز کر رہا ہے۔ اس کی باتیں کسی کو سمجھ نہیں آ رہی مگر اس کے راستے سے سب ہٹ رہے ہیں۔ اسے آگے بڑھنے کا راستہ دے رہے ہیں۔ میں اس بابا سے ملنا چاہتا تھا۔ اس کی بے خودی، خود فراموشی کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔ مگر وہ تو چھلاوہ تھا۔ جو آیا۔ اس نے راستہ بنایا۔ کعبۃ اللہ کی دیواروں تک پہنچا اور ہجوم میں گم ہو گیا۔ لگتا ہے کہ وہ ایک ذرہ تھا جو مطاف کے ذروں میں گم ہو گیا۔ جس طرف بابا گیا تھا اس طرف دیکھا۔ قدم بڑھائے۔ مگر وہ کہیں نظر نہ آیا۔ یہ بابا فنا فی اللہ تو پہلے ہی تھا ادھر آتے ہی فنا فی کعبۃ اللہ ہو گیا۔

کعبۃ اللہ کے گرد 70 طواف

محمد خالد بولے میں 35 طواف کر چکا ہوں۔ میں نے سمجھا میں نے سب سے زیادہ کیے ہیں تو ایک نوجوان نے بول کر مجھے شرمندہ کر دیا۔ ''میں تو 65 طواف کر چکا ہوں''۔ کاشف الرحمٰن کی بیگم نے 70 طواف کیے ہیں۔ طواف کرنے والوں میں ناچیز بندہ بھی شامل ہو گیا۔ اللہ کے گھر کے چاروں طرف ہجوم ہے۔ اتنا زیادہ نہیں لیکن دھوپ کے باوجود بڑھتا جا رہا ہے۔ لوگ آتے جا رہے ہیں۔ اللہ کے گھر کو دیکھنا اس کا دیدار کرنا۔ اس کی

طرف محبت اور عقیدت سے دیکھنا اور اس کو بار بار تکنا بھی عبادت ہے۔ 7 چکر پھر شروع ہو گئے۔ سخت دھوپ میں پہلا چکر ختم ہوا تھا کہ ایک بدلی سایہ افگن ہو گئی۔ دوسرے چکر میں موسم تھوڑا سا ابر آلود ہوا۔ تیسرے چکر میں پھر دھوپ مگر عاشقوں کے شوق میں جنون میں کوئی کمی نہیں آئی۔ محبوب سے جب رومانس ہوتا ہے تو موسموں کی، دھوپ کی، سردی کی، تمازت کی، حدت کی، کسی چیز کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ محبوب کا دیدار ایسی لذت دیتا ہے کہ دل کرتا ہے دیکھتا رہے۔ اللہ کے گھر کا طواف ہو رہا ہے۔ اس کے گرد پھیرے لگ رہے ہیں۔ چوتھا اور پانچواں چکر ختم ہوا۔ نماز کا وقت قریب آن پہنچا۔ 7 ویں چکر کے دوران اذان ہو گئی۔

کعبہ کے امام کی شان

خانہ کعبہ کے چاروں طرف لوگوں نے صف بندی کر لی۔ امام صاحب اپنی زبردست آن، بان اور شان کے ساتھ سکیورٹی کے حصار میں آن پہنچے۔ زور سے امام صاحب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ جواب ملا۔ وعلیکم السلام، آج اپنا بھی کام بن گیا۔ سعودی عرب میں آئمہ کرام، علماء، خطباء خاص کر امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ امام کعبہ تو VVIP شخصیت ہیں۔ ان کے سامنے کوئی پر نہیں مار سکتا۔ اسد اللہ نے بتایا کہ کعبہ کے زیادہ تر امام صاحبان بڑے بڑے آفیسرز، جسٹس، چیف جسٹس، قاضی چوٹی کے وکلا اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ چیف جسٹس جو امام کعبہ بھی تھے ان کو ایک فیصلہ حکومت کے حق میں کرنے کا کہا گیا لیکن انہوں نے اصولوں کی خاطر سمجھوتہ نہ کیا اور عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ سعودی عرب میں ہر جگہ امام اور خطیب کی بہت زیادہ عزت اور قدر ہے۔ تمام مساجد کے امام اور خطباء کو اچھی تنخواہ اور ہر طرح کی سہولیات میسر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ دین کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور مدینہ یونیورسٹی جیسے اداروں میں داخلہ کو اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ بڑے نصیب کی بات ہے کہ اس وقت یہ سطریں تحریر کرتے ہوئے حرم میں ہوں۔ سامنے اللہ کے گھر ہے۔ آنکھیں اللہ کے گھر پہ ہیں اور ہاتھ قلم پر۔ ابھی ابھی مہاراشٹر انڈیا کے نثار خان آئے، کھڑے دیکھتے رہے، تکتے رہے۔ جی بھائی! کیا بات ہے۔ بولے آپ اپنا کام کرتے رہیں۔ میں تو اس متبرک جگہ کو دیکھنے آیا ہوں۔ جہاں آپ بیٹھے ہو۔ آپ کے سامنے ایک چوکور سا مستطیل نما ایریا جو کور کیا گیا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے حضور پاک نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرئیل کے ہمراہ سفر معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ میں خود اس جگہ پہ آ گیا ہوں۔ شُرطے نے پہلی جگہ سے اٹھا دیا اور ادھر لا کر بٹھا دیا۔ یا اللہ یہ تو بڑے نصیب کی بات ہے۔ میرے ذہن میں، خیالوں میں، تصورات میں واقعہ معراج آ رہا ہے۔ یہی کہیں سامنے ایک ستون پہ کنڈا لگا ہے جہاں براق بندھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے ام ہانیؓ کے گھر استراحت فرما رہے ہیں۔ جبرائیل آئے ہیں اور اجازت طلب کی ہے۔ انڈیا کے نثار خاں اس جگہ کو عقیدت سے، احترام سے، پیار سے تکے جا رہے ہیں کیونکہ ان کے

خیال میں یہی وہ جگہ ہے۔ جہاں سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر بیٹھ کر آسمانوں کی سیر کو گئے۔ دوپہر کا کھانا طارق شاہ، شیخ زاہد کے ساتھ مل کر ہوٹل کے کمرہ نمبر 903 میں کھایا۔ کھانے کے فوراً بعد نماز کے لیے حرم کی طرف چلے۔ چند اور نمازیں حرم میں ادا ہوں گی۔ اس کے بعد مدینہ جانا ہے۔

کبوتر چوک کے کبوتر

کبوتر چوک ایک مخصوص جگہ ہے۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں کبوتر اڑتے غٹرغوں کرتے۔ انسانوں کے اوپر سے درمیان سے اڑتے گزرتے اور پھدکتے نظر آتے ہیں۔ حرم کے کبوتر انسانوں سے مانوس ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سارے کبوتر اس عظیم کبوتری کی نسل سے ہیں جس نے غارِ ثور کے باہر انڈے دیے تھے۔ مرد اور عورتیں دانہ کے پیکٹ ایک ریال، پانچ ریال میں بیچتے نظر آتے ہیں۔ انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، انڈونیشیا کے حجاج کرام اکثر دانہ خریدتے اور کبوتروں کو ڈالتے نظر آتے ہیں۔ کبوتر چوک سے گزریں تو پاکستانی، انڈین، بنگلہ دیشی، افریقن اور انڈونیشی عورتیں اور مرد کبوتروں کے دانے سے کبوتروں کی طرح کچھ چگتے، چنتے نظر آتے ہیں۔ سمجھ میں نہ آئی یہ کیا چکر ہے۔ ایک پاکستانی خالہ سے پوچھا۔ کہنے لگی بھئی میں یہاں سے جو کے سات دانے چن رہی ہوں۔ میری بھتیجی بے اولاد ہے۔ اس کو دوں گی۔ اللہ اولاد دے گا۔ میری بیٹی نے یہ جو کے دانے کھائے تھے اس کو اللہ نے بیٹا دے دیا۔ لوگوں نے اپنے اپنے اعتقادات بنائے ہوئے ہیں۔ حرم آتے جاتے کبوتر چوک ایک دلفریب منظر پیش کرتا ہے۔ جب بندے ادھر سے گزرتے ہیں۔ تو اڑان لے کر فراٹے بھرتے سینکڑوں ہزاروں کبوتر اڑتے ہیں تو ایسا دل موہ لینے والا منظر ہوتا ہے کہ بندہ دیکھتا رہ جاتا ہے۔ بیسوں لوگ اپنی اور اس منظر کی ویڈیو بنا رہے ہوتے ہیں۔

بلانے کے اپنے اپنے انداز

مختلف قوموں، زبانوں کے لوگ ایک دوسرے کو بلانے کے لیے، متوجہ کرنے کے لیے مختلف لفظ اور اشارے استعمال کرتے ہیں۔ حرم میں حج کے دوران چونکہ ہر ملک، ہر رنگ و نسل کے لوگ آتے ہیں۔ تو یہاں جب وہ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں تو عجیب سماں ہوتا ہے، ہمارے ''اوئے یا سنئے'' کی طرح دوسری زبانوں کے لیے جو لفظ عموماً استعمال ہوتا ہے۔ وہ ایک ہی جیسا لگتا ہے۔ ''اوئے یا سنئے'' کی طرح اُوں، آن ایں، ہائی، پاں، ساں، آشاں، ہاں، تاں، آہو، لیکھا، آؤ، وغیرہ کی آوازیں سننے کو ملتی ہیں۔ آواز سے کام نہ چلے تو دونوں ہاتھوں سے زوردار تالی بجا کر متوجہ کیا جاتا ہے۔ شرطے اور دوسرے محافظ ہاتھوں کا استعمال خوب کرتے ہیں انہوں نے اُردو، ہندی، بنگالی، چینی کے کچھ الفاظ سیکھے ہوئے ہیں۔ جو وہ بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ کسی جگہ سے اٹھانا ہو تو کہیں گے۔ طریق، راستہ، چلو، طریق۔ نماز کے بعد حسب معمول تھوڑی دیر آرام کیا مگر آج پہلے کی طرح میٹھی نیند

نہ آئی۔ پہلے عمرہ کرنے والے ایرانی حجاج کے گروپ نے جگا دیا پھر سونے کی کوشش کی تو نیند کو کوسوں دور پایا۔ ابھی مغرب کی نماز کا انتظار ہے۔ وضو کیا۔ چلو اک طواف اور کرتے ہیں۔ ایک اور چکر میں 7 چکر لگاتے ہیں۔

بیت اللہ، پٹھان کی گٹھڑی اور بابا کا کفن

طواف کے دوران عجیب دلفریب مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ خوش نصیب ہوتے ہیں یا زور آور جو بیت اللہ کی دیواروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ ملتزم کو پکڑ لیتے ہیں۔ حجر اسود کا بوسہ لیتے ہیں۔ اللہ کے گھر کی دیواروں تک پہنچنے والے ان کو چومتے ہیں۔ پکڑتے ہیں۔ ہاتھ پھیرتے ہیں، اپنے کپڑے، صافے، ٹوپیاں، جائے نماز، کپڑوں کی گٹھڑیاں کعبہ کو دیواروں سے ملتے ہیں۔ ان کو بابرکت بناتے ہیں۔ ایک بابا جی اپنا کفن لے آئے ہیں۔ اس کو تو لازمی کعبہ کی دیواروں سے مس کرنا ہے۔ خان صاحب جائے نمازوں کی پوری گٹھڑی اٹھا لائے ہیں۔ کسی نے گرہ لگائی۔ خان صاحب یہ لنڈا کہاں سے اٹھا لائے۔ خو چا سمجھو، سب کو کعبہ کی دیواروں سے لگانا ہے اور متبرک بنانا ہے۔ خان صاحب کا بس نہ چلا تو زور سے خود ہی دیواروں کی طرف گٹھڑی اچھال دی۔ اللہ کے گھر کی دیواروں سے لگ کر خود ہی نیچے آ جائے گی۔ محبت کے، وارفتگی کے، شوق کے، جنوں کے یہ مظاہرے اچھے لگتے ہیں، مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دوسروں کا خیال رکھا جائے۔ کسی کو روندا نہ جائے۔ دھکا نہ دیا جائے۔ مغرب کی نماز تک طواف کیا اور نماز مغرب عین بیت اللہ کے سامنے ادا کی۔ نماز میں بھی نظریں کعبہ کی طرف ٹکی رہیں۔ اب بھی بیت اللہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب یہاں سے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا۔ دل ہے کہ مانتا ہی نہیں۔ ادھر ہی رہنے کو کرتا ہے۔ وداع کا وقت قریب آ رہا ہے۔ وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ نماز مغرب اور طواف کے بعد باب عبدالعزیز میں بیٹھ گئے۔ کعبۃ اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اس کی طرف دیکھنا، اس کو تکنا، اس کو پیار سے محبت سے چاہت سے، عقیدت سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا واقعی عبادت ہے اور دیکھنے سے واقعی محسوس ہوتا ہے کہ بہت کچھ حاصل ہو رہا ہے۔ مل رہا ہے۔ مغرب سے عشاء تک کچھ اور نہیں کیا صرف اور صرف کعبہ کی طرف نظریں ٹکا دیں۔ محبوب کے گھر کا دیدار شروع کر دیا۔ آنکھیں خانہ کعبہ پہ ٹک گئیں۔ ایسی نگاہیں ٹکیں کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ جسم فنا ہو گیا۔ آنکھیں رہ گئیں اور اللہ کا گھر، نگاہیں بیت اللہ میں گڑ گئیں۔ جذب ہو گئیں۔ سکیورٹی کے جلو میں، علماء کے حصار میں امام کعبہ پہنچے۔ اذان کی آواز آئی تو پتہ چلا عشاء کا وقت ہو گیا۔ عشاء کی نماز میں امام صاحب نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ قرآنی آیتیں دل میں اترتی گئیں۔ امام صاحب قرآن پڑھتے جائیں اور رات بیت جائے۔ عشاء کی نماز ہوئی۔ اس کے بعد نماز جنازہ، جونہی نماز جنازہ ہوتی ہے۔ لوگ جتھوں کی صورت میں حرم سے واپسی کا رخ کرتے ہیں۔ حرم سے سیدھا کبوتر چوک۔ کبوتر چوک بھی حرم کے قرب میں ایک مشہور و معروف مقام ہے۔ یوں تو حرم کے گرد ہر جگہ کبوتروں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آتے ہیں۔



حرم میں ایک رات

مکہ مکرمہ میں آخری دو دن رہ گئے ہیں کیوں نہ ایک رات حرم میں گزار لی جائے۔ اسماء نے مشورہ دیا۔ چلو حرم چلتے ہیں۔ رات گزارنے کے لیے۔ ایک بجے کے قریب ہوٹل سے نکلے۔ خیال تھا خاص رونق نہیں ہوگی۔ جلدی جلدی پہنچے۔ لیکن حرم کی رونقیں پہلے جیسی ہیں۔ بندگان خدا اس کے گھر گرد دیوانہ وار گھوم رہے ہیں۔ فریفتہ ہو رہے ہیں۔ دیواروں کو چوم رہے ہیں، رو رہے ہیں، چیخ رہے ہیں، آہوں سے، سسکیوں سے فریاد کر رہے ہیں۔ جلدی سے طواف میں شامل ہو گئے۔ اسماء کہنے لگی۔ آج اللہ کا گھر قریب سے کتنا نکھرا نکھرا، پیارا پیارا، اور سوہنا، من موہنا، اپنا اپنا لگ رہا ہے۔ آج تو ہم نے حطیم میں نوافل پڑھنے ہیں، رش ہے، دھکے ہیں، دل آزاری ہے، کوشش کر کے حطیم پہنچ گئے۔ اسماء کو اپنے حصار میں لے لیا۔ جلدی سے دو نوافل ادا کیے۔ کعبہ کی دیواروں کو چوما، پیار کیا اور پھر طواف کے 7 چکر۔ تسبیح کے دانے گرتے رہے۔ تیسرے چکر میں اسماء غائب ہو گئی۔ طواف کا چوتھا چکر شروع کیا تھا کہ کعبہ کی یواروں سے چمٹنے کا، ان کو حرز جان بنانے کا، ہاتھ پھیرنے کا موقع مل گیا۔

سامنے والا حاجی ہٹا۔ میں نے دیوار کے اس حصہ پر قبضہ جما لیا۔ پہلے ہاتھ پھیرے، پھر رخسار لگائے پھر اس کے چپے چپے پر اپنے ہونٹ پیوست کر دیئے، چسپاں کر دیئے، سمو دیئے۔ ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ آہیں، سسکیاں، کرلاٹیں پھر چیخیں بن گئیں۔ شادیٔ مرگ کی کیفیت ہو گئی۔ بھول گیا کہ پیچھے کون ہے۔ اللہ

اور اس کا گھر اور یہ حقیر خاکسار بندہ رہ گیا باقی سب کچھ وہاں سے غائب ہو گیا یعنی "اللہ، کعبہ اور بندہ"۔ پیچھے والے بولتے رہ گئے۔ منتیں سماجتے کرتے کرتے غصہ پر اتر آئے۔ میرے ہونٹ تو چسپاں ہو گئے۔ پیوست ہو گئے ہیں۔ مجھے کسی چیز کا ہوش نہیں۔ کیسے جدا ہو جاؤں میں اللہ کے گھر سے۔ آج سے یہ میرا گھر ہے۔ میرے اللہ کا گھر میرا ہی تو ہے۔ میں ہی ہوں اس کا چاہنے والا، میں اس گھر سے اس کے در و دیوار سے جدا نہیں ہوں گا۔ یا اللہ میں اس گھر کو پیار کرتا رہوں۔ چومتا رہوں، چاٹتا رہوں اور اسی میں زندگی کی شام ہو جائے۔ پیچھے سے ایک کرخت آواز نے سارا منظر خطا کر دیا۔ ہم بھی چاہنے والوں میں سے ہیں۔ دیوانے ہیں، ہمیں جگہ دیں۔ جگہ چھوڑنا پڑی۔ رات بیتتی جا رہی ہے۔ مگر طواف جاری ہے۔ دیوانوں، فرزانوں اور مستانیوں کے اللہ کے گھر کے ارد گرد چکر پہ چکر جاری ہیں۔ 2:30 بج چکے بالکل خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ خانہ خدا میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ 7 چکروں کے بعد ایک دفعہ پھر حطیم میں جانے کا موقع ملا۔ دو نفل ادا کیے۔ پاکستان کے لیے، بچوں کے لیے، اہل خانہ، محبین، مخلصین اور معاونین کے لیے خصوصی دعائیں کیں۔ حطیم کے ساتھ کعبہ کی دیواروں کے ساتھ لپٹنے، چومنے، چاٹنے، رخسار، جسم اور ہونٹ لگانے، مس کرنے کا موقع مل گیا۔ اللہ سے گناہوں کی، لغزشتوں کی، غلطیوں کی، خطاؤں کی، گناہوں کی معافی مانگی۔ ایک دفعہ پھر 7 چکر لگائے۔ حرم میں رات بیتتی جا رہی ہے۔ تہجد کا وقت ہونے کو ہے کیونکہ یہاں 4 بجے کے قریب تہجد کے لیے حرم سے اذان ہوتی ہے۔ آنکھوں کے سامنے اللہ کا گھر ہو تو اس سے اچھا منظر کیا ہو گا۔ یہ منظر آنکھوں میں بسانے کے لیے ہے۔ اسماء سے ملاقات ہو گئی۔ دعا کی تھی۔ یہاں دعائیں ڈائریکٹ قبول ہوتی ہیں۔ جگہ ہی ایسی ہے۔ سہانا سماں ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ بھینی بھینی خوشبو اور مہک آ رہی ہے۔ پر سوز دعاؤں نے ماحول کو خاصا سحر انگیز بنا دیا ہے۔ چلو رات بیتنے سے پہلے ایک اور طواف کرتے ہیں۔ ایک اور طواف ہو گیا۔ اس دفعہ حرم میں رات گزارنے کا سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوا کہ اسماء کو بھی اور راقم کو بھی حطیم میں داخل ہو کر نوافل پڑھنے کا موقع مل گیا۔ خانہ کعبہ کی دیواروں پر ہاتھ پھیرے۔ ملتزم تک پہنچنے میں تھوڑی سی کسر رہ گئی تھی کہ دھکوں، بدتمیزیوں نے پیچھے آنے پہ مجبور کر دیا۔ پیچھے آنے میں ہی عافیت سمجھی۔ ابھی ابھی تہجد کی اذان ہوئی ہے۔ لوگ پچھلی رات سے ادھر موجود ہیں۔ طواف کر رہے ہیں، نوافل پڑھ رہے ہیں، دعائیں مانگ رہے ہیں۔

بنگالی بابا کی آہ وزاری

قریب بیٹھا بنگالی بابا بڑے پر سوز طریقے سے ایک گھنٹہ سے اللہ کے سامنے بنگالی زبان میں فریاد کرتا جا رہا ہے۔ روتا جا رہا ہے۔ سسکیاں لے رہا ہے۔ آواز میں اتنا ترنم اور جادو ہے کہ پاس بیٹھے لوگ اسے مسلسل سن

رہے ہیں۔اس کی دعاؤں، التجاؤں سے متاثر ہورہے ہیں۔انسانوں کے ساتھ ساتھ کعبہ کا طواف کرنے والوں میں چھوٹے چھوٹے پرندے بھی ہیں جو ڈاروں کی شکل میں کعبہ کا طواف کرتے جا رہے ہیں۔ یہ پرندے اصل میں ابابیلیں ہیں۔ کہتے ہیں یہ ابابیلیں ان ابابیلوں کی نسل سے ہیں۔جنہوں نے ابرہہ کے ہاتھیوں کی فوج کا صفایا کیا تھا۔میزائل برسا کے انہیں کھائے ہوئے بھوسہ کی مانند کر دیا تھا۔اللہ کے دشمنوں کا ایسا ہی انجام ہوا کرتا ہے۔

یا اللہ مسلمانوں کے اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کا اصحاب الفیل جیسا انجام کردے۔(آمین)

حرم میں آخری دن

صبح تہجد کی نماز حرم میں ادا کی۔اللہ کا خاص کرم ہوا کہ پوری رات حرم میں گزری۔ساری رات اللہ کے گھر کا طواف ہوتا رہا۔خانہ کعبہ کی دیواروں کو پیار کرنے، ہاتھ پھیرنے، آنسوؤں، آہوں کا نذرانہ پیش کرنے کا موقع ملا۔نماز فجر بھی حرم میں ہوئی۔ بیشتر ممالک کے حجاج کرام اپنے اپنے وطن سدھار چکے۔باقی مدینہ جا چکے ہیں۔اس وجہ سے حرم میں بندوں کی رونق کم ہوتی جا رہی ہے۔مگر طواف، ہر لمحہ، ہر سیکنڈ، ہر منٹ اور ہر گھڑی جاری رہتا ہے۔اور ان شاء اللہ ابد تک جاری رہے گا۔امام کعبہ جب نماز پڑھاتے ہیں تو ان کی آواز پورے حرم میں گونجتی ہے۔اہل زبان، ثقہ عالم، ہر آیت کی جزئیات، تفصیلات، شانِ نزول، پیش منظر اور پس منظر سے آگاہ، جب آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ یہ آیات ابھی ابھی اتری ہیں۔سمجھ آئے تو بہتر۔نہ بھی آئے تو بندہ ان میں ایسے کھو جاتا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔وہ ہوتا ہے، اللہ ہوتا ہے اور اللہ کا گھر یعنی ''اللہ، کعبہ اور بندہ''۔ نیند زوروں پر تھی۔آتے ہی ناشتہ کر کے کچھ دیر آرام کیا۔ظہر کی نماز کے لیے سوئے حرم چلے۔اس وقت حرم ہے۔سامنے اللہ کا گھر ہے۔دھوپ، گرمی میں، دیوانے اور دیوانیاں طواف کیے جا رہی ہیں۔ حرم پاک سے کوچ کرنے میں اب چند گھنٹے ہی باقی ہیں۔محبوب جب قریب ہو۔جب وصل نصیب ہو جائے اور بار بار وصل ہی وصل ہو تو پھر فراق کے بارے میں سوچنا بھی عبث ہے۔فراق کے وقت آدمی ٹوٹ جاتا ہے۔بکھر جاتا ہے، چھلنی ہو جاتا ہے، اور واپس اصلی حالت میں نہیں آتا جب تک دوبارہ وصل نہ ہو۔اب فراق ہونا ہے۔یا اللہ جلدی دوبارہ وصل نصیب ہو۔ظہر کی نماز خانہ کعبہ کے عین سامنے حرم میں ادا کی۔پوری نماز کے دوران اللہ کا گھر آنکھوں کے سامنے رہا۔دھیان بیت اللہ کی طرف رہا۔اِک لمحہ کے لیے بھی نہ پلٹا۔مدینے جانے کی تیاریاں شروع ہیں۔گنتی کے چند دن مدینہ میں گزارنے ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در کا مہمان بننا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در کی فیوض و برکات کو سمیٹنا ہے۔تیز دھوپ اور گرمی میں بھی اللہ کے غلام لگے ہوئے ہیں۔ اللہ کے گھر کا طواف کر رہے ہیں۔دھوپ اور گرمی کی چنداں پروا نہیں۔دیوانہ وار گھومتے جا رہے ہیں۔پھیرے

لگاتے جا رہے ہیں۔ جن کے سات چکر پورے ہو گئے ہیں وہ واپس آ کر مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نفل پڑھ رہے ہیں۔ نماز کے بعد نمازیوں کی ایک کثیر تعداد طواف کرنے والوں میں شامل ہو گئی ہے۔ ظہر کے بعد رحاب الروضہ کے کمرہ نمبر 903 میں سارے ساتھی اکٹھے ہو گئے۔ دوائی لینے اور الوداعی سلام کرنے انڈین حجاج کرام بھی آ گئے۔ آج مدینہ جا رہے ہیں پتہ نہیں اب ملاقات ہوتی ہے کہ نہیں۔



طائف کا سفر

جب سے آئے پروگرام میں یہ شامل تھا کہ طائف کے علاقے میں ضرور جانا ہے۔ اس کی گلیوں کو ضرور دیکھنا ہے۔ اس مقام پر ضرور جانا ہے۔ جہاں طائف کے مسٹنڈوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر برسائے تھے۔ جبرئیل آئے تھے اللہ کا حکم لے کر کہ اگر اجازت ہو تو سامنے والا پہاڑ اٹھا کر اہل طائف کو تہس نہس کر دوں۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمت اللعالمین ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خون میں لت پت ہیں۔ پاؤں پہ خون جما ہوا ہے۔ ٹھہر کر فرماتے ہیں "نہیں اہل طائف کی اولاد سے ضرور لوگ ایمان لائیں گے۔" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے آج بھی اہل طائف خوش حال ہیں، سبزہ ہے، پھل ہیں، دولت کی فراوانی ہے، چین ہے، سکون ہے، امن ہے، لوگوں میں اچھائی ہے۔ خیر خواہی کے جذبات ہیں اور سب سے بڑھ کر سب کے سب مسلمان ہیں۔ ایمان والے ہیں۔ پھر وہ غلام بھی آج طائف کے سفر میں یاد آ رہا ہے۔ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انگور پیش کیے تھے۔ کہتے ہیں وہ انگوروں کا باغ ابھی تک موجود ہے۔ اس مقام پر مسجد بھی بنی ہوئی تھی۔ جس کے اب صرف آثار باقی ہیں۔ طارق شاہ اور ایبٹ آباد کے شہزاد جدون کے ساتھ عازمِ طائف ہوئے۔ بڑی مشکل سے ایک ٹیکسی والا راضی ہوا۔ عرفات، مزدلفہ سے گزر کر آگے بڑھے۔ دور سے شاہ صاحب نے مسجد نمرہ کی زیارت کروائی۔ یہ وہی مسجد نمرہ ہے جہاں سے ہر سال حج کا خطبہ دیا جاتا ہے۔ طائف کی خوشبو آنے لگی۔ طائف کے پہاڑ قریب آ گئے۔ کچھ دیر بعد طائف میں ہوں گے۔ مگر آدمی سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ اور ہے۔ طائف کے

قریب پہنچ کر واپس مڑنا پڑا مگر وہ سارا منظر وہ سارا واقعہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل طائف کو دعوت حق دینے آئے ہیں، لا الہ کا کلمہ بلند کرنے آئے ہیں، اہل طائف کے سردار جمع ہیں، بات سنتے ہی لعین ٹھٹھہ کرتے ہیں، مذاق اُڑاتے ہیں۔ مسٹنڈوں کو پیچھے لگا دیتے ہیں۔ جونہی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر برساتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک زخمی ہیں۔ خون پاؤں میں جم گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نڈھال ہیں، سائے کی تلاش میں ہیں۔ انگور کے باغ میں پہنچے ہیں۔

طائف کیا ہے؟ مسجد عداس کی زیارت

باغ کے مالک نے اپنے عیسائی غلام عداس کے ہاتھ انگور کا ایک خوشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھیجا۔ آپ جب نوش فرمانے لگے تو بسم اللہ کہا اور پھر انگور کھائے۔ یہ سن کر عداس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ بغور دیکھا اور کہا ''اللہ کی قسم! اس شہر کے لوگ تو یہ کلام نہیں بولتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا ''تم کس شہر کے ہو اور تمہارا دین کیا ہے۔'' عداس بولا میں نینوا کا باسی اور عیسائی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تو نیک آدمی یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔ عداس بولا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ میرا بھائی ہے اور میری طرح وہ بھی نبی تھا۔ یہ سن کر عداس جھکا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک اور ہاتھ پاؤں چوم لیے۔ عداس حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ عین اسی جگہ جہاں آپ نے پناہ لی بعد ازاں مسجد عداس بنائی گئی۔ جس کے کچھ آثار ابھی تک باقی ہیں۔ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں۔ ''طائف کیا ہے؟ سچی بات یہ ہے کہ مسجد عداس کی زیارت کا نام ہی طائف ہے۔ کیونکہ طائف کے سفر میں جہاں بڑے بڑے سردار نامراد ہوئے۔ عتبہ، شیبہ اور ولید بدر میں جہنم رسید ہوئے۔ عداسؓ سب میں بازی لے گیا۔ عداس کو سیدنا عداسؓ کا خطاب مل گیا۔ طائف کے پہاڑوں کے قریب پہنچتے ہی سیدنا عداسؓ کی خدمت میں خراج تحسین پیش کیا۔

آسمانوں پر ہلچل مچی ہوئی ہے۔ فرشتے انگشت بدنداں ہیں۔ اِذن کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر وہ کچھ نہیں کرتے۔ جبرئیلؑ اللہ کا حکم لے کر پہنچے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا ایسا جواب تاریخ انسانی کبھی نہیں پیش کر سکتی۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسی نسل پیدا کرے گا جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے گی''

یہی وہ موقع تھا جب کہ دوگانہ پڑھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہونٹوں سے ذیل کی درد

بھری دعا نکلی:

''الٰہی! اپنی قوت کی کمی، اپنی بے سروسامانی اور لوگوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کی فریاد تجھی سے کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ، بے کسوں کا پروردگار تو ہی ہے۔ تو ہی میرا مالک ہے۔ آخر تو مجھے کس کے حوالے کرنے والا ہے۔ کیا اس حریف بیگانہ کے جو مجھ سے ترش روئی روا رکھتا ہے یا ایسے دشمن کے جو میرے معاملے پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو پھر مجھے کچھ پروا نہیں۔ بس تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسعت رکھتی ہے۔ میں اس بات کے مقابلے میں کہ تیرا غضب مجھ پر پڑے یا تیرا عذاب مجھ پر وارد ہو، تیرے ہی نور و جمال کی پناہ طلب کرتا ہوں جس سے ساری تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور جس کے ذریعے دین و دنیا کے جملہ معاملات سنور جاتے ہیں مجھے تو تیری رضامندی اور خوشنودی کی طلب ہے۔ بجز تیرے کہیں سے کوئی قوت و طاقت نہیں مل سکتی۔''

حرم میں شب جمعہ

عصر کی نماز حرم میں ادا کی۔ شہزاد جدون سامنے سے مزیدار چائے لے آئے۔ کچھ دیر آرام کیا، مغرب کی نماز ادا کر کے طواف شروع کر دیا۔ آج حرم میں شب جمعہ ہے۔ مقامی لوگ اپنی فیملیز کے ساتھ دور دراز سے آئے ہوئے ہیں۔ حرم کے اندر، باہر اور مطاف میں، حج کے دنوں جیسا سماں ہے۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ سعودی عرب میں جمعرات، جمعہ ہفتہ وار دو چھٹیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے بہت سے مقامی لوگ اپنی فیملیز کے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء ہمراہ لیے حرم کعبہ یا حرم نبویؐ کے لیے نکلتے ہیں۔ رات حرم میں قیام کرتے ہیں اور جمعہ کی نماز پڑھ کر گھر جاتے ہیں۔ اب حرم میں اور چند گھنٹے اور باقی ہیں۔ حرم کو دیکھ کر دل میں بار بار خیال آ رہا ہے کہ یا اللہ حرم کب دوبارہ آنا ہوگا۔ کب دوبارہ اِذن ملے گا۔ کب دوبارہ وصل ہوگا۔ شب ہجر اور شب فراق کب کٹے گی۔ طواف میں بھرپور رونق ہے۔ مقامی لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ طواف کرتے ہیں۔ عمرہ بھی کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچے احرام پہنے بڑے پیارے اور مقدس لگتے ہیں۔ ایک افریقی عورت نے شیر خوار بچے کو کمر پہ لادا ہوا ہے۔ دوسرا مسلسل روئے جا رہا ہے۔ کہ مجھے اٹھاؤ، تیسرا اور چوتھا چکر بچے کی ریں ریں سنتے گزرا۔ پانچویں چکر میں طواف کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ عشاء کی نماز ہونے والی ہے۔ جلدی طواف کر لیں۔ زیادہ طواف کرنے کے چکر میں نوجوان لڑکے طواف کرتے وقت دوڑ لگاتے ہیں۔ کسی کا سکور 50 ہو گیا ہے کسی کا 60۔ نوجوان عتیق الرحمٰن 70 طواف کر چکا ہے۔ شاہ صاحب نے ایک دو کو ٹوکا۔ خدا کا خوف ذہن میں رکھ کر، احترام اور ادب سے طواف کریں۔ عشاء کی اذان کے ساتھ ہی 7 واں چکر ختم ہوا۔ دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ امام صاحب عشاء کی نماز کے لیے آئے۔ رکن یمانی کے سامنے امام صاحب کا مائیک اور مصلیٰ ہوتا ہے۔ آج

خانہ کعبہ سے موذن کو اذان دیتے بھی سنا۔ باب عبدالعزیز کے ساتھ ہی اوپر کمرہ میں موذن کھڑکی کھولے، اذان دے رہا تھا۔ عشاء کی نماز حرم میں آخری بار ادا کی۔ ساری نماز میں نگاہیں بار بار ہر بار خانہ کعبہ کا طواف کرتی رہیں۔ ساری توجہ کعبۃ اللہ کی طرف مرکوز رہی۔ اب بھی حرم میں بیٹھا ہوں۔ سامنے کعبہ ہے۔ نگاہیں ادھر مرکوز ہیں۔ یہ سطریں ضبطِ تحریر میں لائی جارہی ہیں۔ حرم کے باہر ایک میلے کا سا سماں ہے، حرم کے اندر اور باہر لوگ جتھے لگائے بیٹھے ہیں۔ اپنے خاندانوں اور دوستوں کے ساتھ، کہیں قہوے اور کھجور کا دور چل رہا ہے۔ کہیں کھانے کا، کوئی گھر سے لایا ہے۔ کوئی البیک یا KFC سے۔ یہاں آ کر سب خوش ہیں۔ شاداں و فرحاں ہیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر تلاوت میں مصروف ہوں گے۔ نوافل پڑھیں گے یا کعبۃ اللہ کا طواف ہوگا۔ ہر نماز کے بعد حرم کے مختلف کونوں میں عرب لوگ لمبے لمبے دستر خوان لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ جس پہ بیٹھنے والوں کو عربی قہوہ، کھجوریں اور مٹھائی وغیرہ پیش کی جاتی ہیں۔ شاہ صاحب نے ایک دستر خوان سے ہمیں بھی کھجوریں اور قہوہ لا کر دیا۔

مختلف ممالک کی حج سکیمیں

مختلف ملکوں کی مختلف حج اسکیمیں ہیں۔ انڈونیشیا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ یہاں سے کثیر تعداد میں حاجی آتے ہیں مگر یہ سن کر حیرانگی ہوئی کہ آپ سرکاری اسکیم کے تحت حج کرنا چاہیں تو درخواست دینے کے دس سال بعد باری آئے گی۔ پرائیویٹ اسکیم کے تحت جانا چاہیں تو چھ سال تک انتظار کرنا پڑے گا۔ جوانی میں اور جلدی حج کے لیے پیدائش کے وقت حج کے لیے نام کا اندراج کرایا جاتا ہے۔ پھر 30 یا 35 سال کی عمر میں باری آ جاتی ہے۔ یہ سب سن کر بڑا تعجب ہوا۔ ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ جب مرضی درخواست دیں پرائیویٹ سکیم کے ذریعے یا سرکاری اور جس سال چاہیں حج کر لیں۔ مگر حج پھر ہی ہوتا ہے جب کعبہ کا مالک یعنی اللہ تعالیٰ بندے کو بلاتا ہے۔ بلاوا تب ہی آتا ہے۔ جب تڑپ ہو، لگن ہو، جانے کی دیرینہ خواہش ہو اور اس کے لیے عملی تگ و دو۔

لفٹ کا ناٹک جاری ہے

پچھلے ایک گھنٹے سے لفٹ کا ناٹک جاری ہے۔ نیچے سے اوپر آتی جارہی ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو پرے کر کے پہلے سوار ہونا چاہتے ہیں۔ آج ہوٹل سے کئی گروپ واپس جارہے ہیں۔ مدراس اور بمبئی والے ابھی روانہ ہونے والے ہیں اگر چہ لفٹ پہ پہلے جیسا لوڈ نہیں ہے پھر بھی تبصرے جاری ہیں۔ ''اس کو یقین نہیں آ رہا کہ لفٹ بھری ہوئی ہے۔ آزما کر دیکھنا چاہ رہا تھا۔ سوار ہو کے دیکھ لیا تسلی ہوگئی۔ اس کو ہم پہ وشواش (یقین) نہیں۔'' دیکھو اس کے آتے ہی Overload ہوگئی۔ دیکھیں ایک نمبر والے سیڑھیوں سے کیوں نہیں جاتے۔ میس فلور والے کام زیادہ خراب کرتے ہیں۔ صبر کسی میں نہیں وغیرہ۔

☆............☆

حجرِ اسود کا بوسہ

آج تو بھئی کام آخر بن ہی گیا۔ ساڑھے چار گھنٹے تو لگ گئے۔ دھکے بھی کھائے، مکے بھی کھائے، انگ انگ ٹوٹ رہا ہے۔ ہڈیاں چٹخ گئی ہیں۔ یوں لگتا تھا آدمیوں میں دب کر مر جاؤں گا۔ اپن نے فیصلہ کیا تھا آج جو کچھ مرضی ہو جائے آج تو بوسہ لے کر لوٹنا ہے حجرِ اسود کا بوسہ ضرور لینا ہے...... کسی نے کہا بابا آگے مت جاؤ۔ خون پڑا ہے۔ اپن بولا آج چاہے اپنا خون ہو جائے اس سے پہلے بوسہ لینا ہے۔ بھئی گاؤں والوں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ ایسے ہی چلا گیا تو طعنے سننے پڑتے کہ بزدل حجرِ اسود کا بوسہ لیے بغیر ہی حج کر آیا۔ انڈیا کا نحیف و نزار، دبلا پتلا 70 سالہ بوڑھا فاتحانہ انداز میں اپنی بیگم کو کامیابی کی داستان سنا رہا تھا۔ بیگم کہنے لگی جلدی کرو، طواف کر لیتے ہوں، بھیڑ ہو جائے گی۔ بیگم اپن کو اس بھیڑ بھڑکے کی کوئی پروا نہیں۔ اپن تو ساڑھے چار گھنٹے کی بازی جیت کر آیا ہے...... ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ حج پر جائے تو حجرِ اسود کا بوسہ ضرور لے۔ نوید اسلم بھی گئے اور بوسہ لے آئے۔ کاشف الرحمٰن بھی کامیاب ہو گئے۔ عتیق الرحمان نے جان کی پرواہ کیے بغیر...... گردن حجرِ اسود کے اندر دے دی۔ بوسہ تو ضرور لے لیا مگر ایک افریقی نے گردن سے پکڑ کر باہر نکالا۔ قریب تھا نحیف و نازک نوجوان کی گردن مڑ جاتی۔

طواف کے دوران دو تین دفعہ قریب جانے کی کوشش کی مگر ہجوم کے باعث کچھ بن نہ پڑا۔ بوسہ لینے کے لیے لوگ جتھوں کی صورت میں آتے ہیں۔ ایک دوسرے کو پکڑے رکھتے ہیں۔ ایسا وقت دیکھتے ہیں۔ جب لوگ کم ہوں۔ مگر طواف تو ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ بوسہ کے لیے لائن بنائی جاتی ہے۔ اس کے باوجود وہ دھکم پیل چھینا جھپٹی، مارا ماری...... ایسی ہوتی ہے کہ الامان الحفیظ۔ گرمی میں سانس لینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ آدمی پس کر رہ جاتا ہے۔ اس کے باوجود آپ کے نصیب میں ہو تو بوسہ لینے کا موقع مل ہی جاتا ہے۔ دوستوں نے بتایا کہ حجرِ اسود میں عجیب بات ہے کہ جوں ہی آپ بوسہ لینے لگتے ہیں۔ حجرِ اسود فوراً آپ کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کوئی چیز آپ کو suck کرنے لگی ہے۔ کعبۃ اللہ کی دیواریں بھی آدمی کو کھینچتی ہیں۔ اپنی طرف لے جاتی ہیں۔ جب بھی دیواروں پہ ہاتھ پھیرا ایسے محسوس ہوا کہ آپ کے پورے جسم کو کعبہ کی دیواریں کھینچ رہی ہیں۔ عجیب سی Vibrations ہوتی ہیں۔ جنہیں صاف محسوس کیا جا سکتا ہے۔

☆............☆

شب ہجر، شب فراق

آخر وہ گھڑی آن پہنچی۔ حرم کی آخری رات، شب ہجر، شب فراق، غم کی رات، اداسی کی رات، توڑنے والی رات، بکھیرنے والی رات، دل ہلا دینے والی رات، شیرازہ بکھیر دینے والی رات...... وصل کی گھڑیاں اتنی کم تھیں...... محبوب کا دیدار اتنی کم مدت کے لیے ہوا۔ دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ بے چینی ہے۔ بے قراری ہے، اک عجیب سی بے کلی ہے، وقت تھم کیوں نہیں جاتا۔ یہ رات کیوں آئی ہے۔ یہ گھڑیاں رک نہیں رہیں۔ بلالؓ کے لیے بھی تو...... وقت تھما تھا۔ بلالؓ نے اذان نہ دی تو صبح ہی نہ ہوئی۔ میری آہوں کا اثر کیوں نہیں ہو رہا۔ حرم میں مانگی ہوئی دعائیں فوراً قبول ہوتی ہیں۔ یہاں کیا ہو گیا ہے۔ شب ہجر کیوں آ گئی ہے۔ بیت اللہ سے، خانہ کعبہ سے، اللہ کے گھر سے، میری نگاہوں کے مرکز سے، میرے دل کے ٹکڑے سے، میرے بدن کے اہم جزو سے، یعنی کعبۃ اللہ سے جدائی کا وقت ہے۔ آنسو تھم نہیں رہے۔ یا اللہ میں کیا کروں۔ دل رو رہا ہے۔ خون کے آنسو، جدائی کے آنسو، میں چیخنا چاہتا ہوں، چلانا چاہتا ہوں، رو رو کر سب کو بتانا چاہتا ہوں، رو رہا ہوں، چیخ رہا ہوں، اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ شب فراق کیوں آئی ہے۔ مجھے کیوں یہاں سے لے جایا جا رہا ہے۔ زبردستی کیوں کی جا رہی ہے۔ میں نے نہیں جانا۔ ادھر ہی رہنا ہے۔ میں تو اک ذرہ ہوں۔ میں جذب ہونے کے لیے اپنا آپ بھلا دینے کے لیے فنا فی الکعبہ ہونے کے لیے آیا تھا۔ صدیوں کے بعد تو بلاوا آیا تھا۔ کب سے روح انتظار میں تھی۔ بے قرار تھی۔ بے چین تھی۔ بیمار کو قرار آیا۔ بیماری دور ہوئی، بے چینی، بے کلی، بے قراری ختم ہوئی، اتنے تھوڑے وقت کے لیے

وصل کی گھڑیاں نصیب ہوئیں۔ گھڑی کی رفتار اتنی تیزی سے چلی، کیوں؟ کیوں؟ یہ شب غم، یہ ہجرت کی رات، یہ غم کی رات، یہ سیاہ رات، یہ جدا ہونے کی رات کیوں آئی۔

دیکھ لو! بیت اللہ کو جی بھر کے دیکھ لو۔ ایک ایک لمحے کے دیدار کو آنکھوں میں بسا لو۔ اپنے دل میں اتار لو۔ رگ و پے میں سرایت کر لو۔ آنکھیں کیوں نہیں ادھر رہ جاتیں، چاہے جسم چلا جائے جہاں اسے جانا ہے۔ روح تو ادھر رہ جائے، روح ادھر رہے گی، روح اللہ کے گھر سے کیوں کر جدا ہو سکتی ہے؟ امام کعبہ کی پرسوز تلاوت، حرم کے مؤذن کی آواز، فرشتوں کا امام کے ساتھ آمین کہنا، وہ طواف کے لمحات، اللہ کے گھر کے پھیرے۔ اللہ کے گھر کو ٹوٹ کر پیار، وہ بوسے، وہ لمس، وہ ہاتھ کے پھیرے کیسے میں دوبارہ کر سکوں گا، یہ سب میرے ساتھ رہیں گے، قیامت تک، دوبارہ جی کر اٹھنے تک، بیت اللہ کا طواف، اس کے گرد دیوانہ وار چکر یاد آئیں گے۔ گھر جانا ہے مگر پہلے مدینہ جانا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں جانا ہے۔ مگر شب ہجر شب فراق تو گزرتی جا رہی ہے۔ وصل کی گھڑیاں کتنی کم ہوتی ہیں۔ کتنے طواف ہوئے، اللہ کے گھر کے کتنے پھیرے لگے، کب آئے تھے۔ کب پہلی دفعہ اللہ کا گھر دیکھا تھا۔ کب پہلی نظر پڑی تھی۔ پہلی نظر نے اسیر کر لیا۔ قید کر لیا، دل میں گھر کر لیا، اللہ کا گھر دل میں، سانسوں میں، رگ و پے میں خون کی طرح سرایت کر گیا، صبح و شام یونہی گزرتے رہے۔ تہجد سے عشاء اور پھر شب بیداری، اللہ کا گھر ہمیشہ آنکھوں کے سامنے رہا۔ اس گھر کی دید بھی ثواب، اس کا طواف بھی ثواب، اس کو دیکھنا بھی عبادت، اس کا طواف سب سے بڑی عبادت، یہ شب جمعہ ہے، برکتوں والی رات ہے، رحمتوں والی رات ہے۔ رونے والی رات ہے۔ مگر ساتھ ہی، شب فراق بھی ہے، شب ہجر بھی ہے، جدا کرنے والی رات ہے۔ رات گزر چکی۔ وقت آ گیا ہے، طواف وداع کرنے کا اٹھیں...... وقت چلا جا رہا ہے۔ صبح ہونے کو ہے۔ تین بج گئے ہیں۔ اٹھ کیوں نہیں رہے۔ چلو طواف وداع کرتے ہیں۔ اسماء نے یاد دلا دیا کہ شب ہجر آ کے اپنا کام کر چکی ہے۔ سیاہ رات، رات کی سیاہی میں طواف وداع کا پیغام دے گئی ہے۔

طواف وداع

ہجر کی رات، فراق کی رات، اداس کر دینے والی رات بیت گئی۔ اداس کر گئی۔ مرے آنسوؤں، میری آہ و زاریوں، میری کرلاٹوں کا، چیخوں کا اس پہ کچھ اثر نہ ہوا۔ وقت تھما نہیں، رکا نہیں، پر لگا کر اڑ گیا۔ مرے آنسو...... خون کے آنسو...... بھی کچھ کام نہ آئے۔ طواف وداع کا وقت آن پہنچا۔ طواف وداع کیا ہے۔ بلاوے کا آخری طواف۔ اللہ کے گھر سے جدا ہوتے وقت، اللہ کے گھر کو چھوڑتے وقت بیت اللہ، بیت العتیق، اللہ کے گھر کے آخری دفعہ 7 پھیرے۔ طواف وداع کیا ہے۔ شب ہجر ہے، شب فراق ہے، رلانے والا۔ اداس کرنے والا

طواف ہے۔ یہ 7 پھیرے آج رُلا رہے ہیں۔ اداس کر رہے ہیں، آنسو تھم نہیں رہے، چیخ چیخ کر بتانا چاہتا ہوں۔ اعلان کرنا چاہتا ہوں میں طواف وداع نہیں کر رہا۔ میں کیوں طواف وداع کروں۔ میرا کوئی ارادہ نہیں طواف وداع کرنے کا۔ طواف وداع تو وہ کرتے ہیں جو اللہ کے گھر سے جدا ہونا چاہتے ہوں۔ واپسی کا اذن مانگنا چاہتے ہوں۔ میں تو اللہ کے گھر کا دیوانہ بن چکا ہوں۔ اس کے عشق میں فنا ہو چکا ہوں۔ اس بنگلہ دیشی بابے کی طرح جو سب کچھ بھول کر، ساری باتیں چھوڑ کر، دنیا و مافیہا کو تیاگ کر کعبہ کی طرف دوڑے جا رہا تھا۔ بھاگے جا رہا تھا...... سب اس کا راستہ چھوڑ رہے تھے۔ اس کے انگ انگ سے عشق و مستی کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں تو اک ذرہ ہوں جو بیت اللہ کے ذروں میں جذب ہو چکا ہے۔ میرے ہونٹ، میرے لب، میرا جسم، میرے رخسار خانہ کعبہ کی دیواروں میں پیوست ہو چکے ہیں۔ سنو! سنو! یہ میرا طواف وداع نہیں ہے۔ میں تو پھر آؤں گا۔ بار بار آؤں گا آتا رہوں گا۔ دیوانوں کی طرح، بنگلہ دیشی بابے کی طرح سب کچھ بھول کر، دنیا کو تیاگ کر اس گھر کی طرف بڑھتا رہوں گا، چلتا رہوں گا۔ میرے راستے میں کوئی نہ آئے اور نہ مجھے کوئی روکے۔ اسماء نے پھر کہا، وقت گزر رہا ہے، چلو طواف وداع کرتے ہیں۔

کعبۃ اللہ اور میں

بھاری آنسوؤں سے لبریز، کرلاتی آواز، مگر جذبات کو کنٹرول کرتے ہوئے اسماء نے کہا کہ چلو طواف وداع کر لیں۔ وقت بیتتا جا رہا ہے، کٹتا جا رہا ہے، لمحات کم رہ گئے ہیں۔ میرے جذبات کا بہاؤ روک دیا۔ میں تو طواف وداع نہیں کرنے آیا تھا۔ میں تو کعبہ کو حرزِ جاں بنانے آیا تھا۔ اس کو دل میں بسانے آیا تھا۔ مگر طواف وداع تو ضروری ہے۔ اسماء نے بھرائی آواز میں کہا۔ چلو حطیم کی طرف چلتے ہیں۔ دھکے، بدتمیزیاں، مکے، ہنگامہ آرائی، مگر آج حطیم میں نفل ضرور پڑھنا ہیں چاہے جتنے مرضی دھکے اور مکے پڑیں۔ داخل ہوئے۔ ایک پٹھان نے میرے ساتھ مل کر حصار بنا لیا۔ اسماء نے نفل پڑھ لیے۔ بندے کو بھی توفیق ملی۔ نفل پڑھے اور آگے بڑھے۔ تسبیح کا ایک دانہ گرا۔ پہلا چکر ختم ہوا۔ دوسرے چکر میں ہم ہیں بیت اللہ، بیت العتیق، اللہ کے گھر کے اردگرد پھرتے ہوئے آہیں، سسکیاں، کرلاٹیں اور آہ و زاریاں چیخوں میں بدل گئی ہیں۔ دل کر رہا ہے زور زور سے روؤں، اتنی بلند آواز میں روؤں کہ سب کے دل دہل جائیں۔ سب یہاں سے ہٹ جائیں۔ میں اکیلا رہ جاؤں۔ کعبے کی دیواروں کو اپنے اندر جذب کر لوں۔ سمیٹ لوں یا اس کے اندر جذب ہو جاؤں۔ کعبہ کی دیواریں، مقدس دیواریں، نور کی دیواریں اس پہ ہاتھ لگے، جسم لگا، رخسار لگے، ہونٹ لگے، ہونٹ پیوست ہو گئے، آنسو نکل نکل کر ہونٹوں پر آ کر کعبہ کی دیواروں میں جذب ہوتے گئے۔ دیواروں کو چوما، چاٹا، ایک ایک چپہ کو محبوب کے جسم کی طرح جی بھر کے چوما۔ اتنا چوما کہ بوجھل دل ہلکا ہو گیا۔ سکون آ گیا۔ تیسرا چکر شروع ہوا۔ ساری دعائیں بھول

گئیں، اپنا آپ بھول گیا۔ یاد نہیں رہا۔ طواف وداع ہو رہا ہے۔ آخری طواف ہو رہا ہے۔ اس کے بعد یہاں سے جانا ہے۔ دل رو رہا ہے۔ کرلا رہا ہے۔ چیخیں بلند ہو رہی ہیں۔ طواف جاری ہے۔ دیوانہ وار چکر جاری ہیں۔ اسماء نے کہا چھٹا چکر ہے مانگ لو، اللہ سے جو مانگنا ہے پھر نہ کہنا مانگنا یاد نہیں رہا۔ پاکستان کے لیے، اپنے بچوں کے لیے، اہل خانہ کے لیے، دوستوں کے لیے معاونین، محبین، مخلصین سب کے لیے دعائیں یاد آ گئیں۔ لبوں پہ آ گئیں یا اللہ سب کی خیر فرما۔ میرے پاکستان کو سر بلند فرما۔ اندرونی و بیرونی خطرات سے محفوظ فرما۔ اس کے دشمنوں کے طاقت ور طاغوت کو، آج کے ابرہوں کے لشکروں کو اپنے ابابیلوں کے لشکر بھیج کر ختم فرما، نیست و نابود کردے۔ تسبیح کا آخری دانہ گرا۔ طواف وداع کا یہ آخری پھیرا ہے۔ پھر جدا ہونا ہے۔ چلے جانا ہے، اللہ کے گھر سے، حرم سے، چند دنوں میں کیسی وابستگی ہو گئی، کیسا پیار ہو گیا، کیسی عقیدت ہو گئی کہ دن بھر آنکھوں کے سامنے رہتا۔ رات بھر خیالوں، خوابوں میں رہتا اور اگلے دن پھر ہم ہوتے ...... اللہ کا گھر ہوتا۔ آخری پھیرا ابھی ختم ہونے کو ہے۔ بابا خلیل اللہ کے مقام ابراہیم کو دیکھا۔ اس پتھر کو دیکھا۔ جس میں بابا ابراہیمؑ کے پاؤں کے نشان پیوست ہیں۔ یہ پتھر قیامت تک کے لیے متبرک ہو گیا۔ مقدس ہو گیا۔ مقام ابراہیمؑ یہ دو نفل ادا کیے اور یوں طواف وداع ختم ہوا۔ بوجھل دل، آنسوؤں کے ساتھ، روتے ہوئے، کرلاتے ہوئے، طوافِ وداع ختم کر کے بیت اللہ کے سامنے بیٹھ کر یہ لائنیں ضبطِ تحریر کیں ہیں۔ زیر نظر کتاب ...... ''اللہ کعبہ اور بندہ'' کے لیے۔

اللہ حافظ بیت اللہ

طواف وداع نے رُلا دیا، اداس کر دیا۔ اب کعبۃ اللہ ہے، میں ہوں، سامنے بیٹھا ہوں، تکے جا رہا ہوں، آنسو آتے جا رہے ہیں، اے اللہ کے گھر! تیری خوب یاد آئے گی۔ امید ہے دوبارہ بلاوا جلد آئے گا۔ تہجد کی نماز ادا کی۔ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر اس کو دیکھا۔ اسی اثناء میں حرم کی فضائیں اور در و دیوار ...... اللہ اکبر ...... اللہ اکبر کی فلک شگاف صداؤں سے گونج اٹھے۔ امام کعبہ فجر کی نماز میں خاص کر جمعہ کے دن سجدہ والی آیات تلاوت کرتے ہیں۔ سجدہ کر کے دوبارہ قرآن پڑھتے ہیں۔ ایسے مؤثر، سحر انگیز انداز میں قرآن پڑھتے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ نماز لمبی ہو جائے وہ پڑھتے رہیں اور ہمہ تن گوش سنتے رہیں۔ آج نماز میں بھی نگاہیں جھکنے کی بجائے کعبہ پر مرکوز رہیں۔ اللہ کے گھر کا طواف کرتی رہیں۔ نماز ختم ہوئی، نماز جنازہ ہوئی۔ اب بیت اللہ کو خدا حافظ کہنے کا وقت آن پہنچا ہے۔ جی بھر کر دیکھا۔ خدا حافظ خانہ کعبہ ...... اللہ حافظ بیت اللہ۔ اب پھر نماز میں ''منہ ول کعبہ شریف'' کی نیت کرنا پڑے گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ اللہ کا گھر آنکھوں کے سامنے ہے۔ انڈین سیّد مہدی ساتھ تھا۔ روتے ہوئے بولا۔ خانہ کعبہ کا دیدار کر لو۔ جی بھر کے بار بار سو بار ہزار بار لاکھ بار دیکھ لو۔ خانہ کعبہ کو دیکھتے جاؤ۔ پھر جانے کب

موقع ملے۔ ملے یا نہ ملے۔ حرم کے صحن سے گزرتے ہوئے ہر دالان سے، ہر اوٹ سے، ہر راہ گزر سے، پیچھے جاتے ہوئے بیت اللہ کو دیکھا۔ روتے روتے داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پشاور کا پٹھان روتے نہ دیکھ سکا۔ کیا ہوا حاجی صاحب، کعبۃ اللہ کو خدا حافظ کہہ رہا ہوں، میرے ساتھ وہ بھی رو پڑا۔ آؤ مل کر روتے ہیں۔ آہ وزاری کرتے ہیں۔ مجھے تو کل جانا ہے۔ مگر ابھی رو لیتے ہیں۔ آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر لیتے ہیں۔

انڈین طبّاح اور ہماری دوا

کمرہ میں پہنچے۔ پاکستانی ہوٹل سے ناشتہ کیا۔ مدراس (چنائی) اور ممبئی کے حاجی مدینہ جا رہے ہیں۔ ان کا طباح (دوا) لے کر گیا تھا۔ بولا میں آپ کی دوا سے ٹھیک ہو گیا ہوں!

آپ کی دوا سے بہت بہتری ہوئی!

بوڑھی خاتون دعا دے رہی ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں شفا ہے۔ اب سنڈاس صحیح آ رہا ہے...... قبض ٹوٹ گئی ہے۔ پشاور کا پٹھان بھی آ گیا۔ اس کو بھی دوا دی۔ انڈیا کے معین الدین کہہ گئے ہیں کہ مدینہ میں آپ نے ہمارا خیال کرنا ہے۔ مدینہ کے لیے رات بھر پیکنگ ہوتی رہی۔ انڈیا کے مدینے جانے والے مریض جلدی جلدی آ کر دوائی لے گئے کیونکہ وہ بے چارے کل شام 4 بجے سے پیکنگ کر کے بس کے انتظار میں تھے۔ مگر پتہ چلا کہ مدینہ میں ہوٹل خالی نہیں۔ ایک دن اور مکہ میں رکنا پڑا۔

حرم میں آخری جمعہ

10 بجے جمعہ کی تیاری اور ساتھ ہی سامان نیچے پہنچانا شروع کر دیا۔ آج حرم میں غیر معمولی رش ہے۔ جمعہ کی نماز کے لیے مقامی لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ اوپر، نیچے، صحن میں ہر طرف لوگ ہی لوگ ہیں۔ جمعہ کی نماز میں امام صاحب نے بڑے فصیح و بلیغ انداز میں خطبہ پڑھا۔ مسلمانوں اور اسلام کی سربلندی کے لیے دعا کی۔ خطبے میں بتایا کہ کامیابی اصل میں اللہ کے احکام پر چلنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ہے۔ جمعہ کی نماز میں امام کعبہ جناب عبدالرحمٰن السدیس نے ایسے رقت آمیز طریقے سے تلاوت کی کہ چار سو سناٹا چھا گیا۔ پرندے ٹھہر گئے۔ الفاظ کا صحیح زیر و بم ادا کرتے۔ آیت کے معانی کے لحاظ سے پڑھتے پڑھتے، امام صاحب کی آواز بھر آ گئی۔ نماز کے دوران خود بھی روئے۔ اور سب کو رلایا۔ نماز کے بعد زم زم ٹاورز میں کھانا کھایا۔ اب جانے کی تیاری ہے۔ حرم کو خدا حافظ کہنے والے ہیں۔ حرم سے بچھڑنے والے ہیں۔ حرم پھر کب آئیں گے۔ رات سے ہی پیکنگ شروع کر دی تھی۔ صبح 11 بجے روانہ ہونا تھا۔ اسماء کے ساتھ مل کر حرم کا رخ کیا تاکہ آخری دفعہ ایک تو خانہ کعبہ کی زیارت ہو جائے اور اس کے ساتھ ساتھ عصر کی نماز حرم میں خانہ کعبہ کے سامنے ادا ہو۔

حرم میں آخری نماز

بھاگم بھاگ پہنچے۔ مطاف میں نماز کے لیے جگہ ملی۔ امام صاحب نے اللہ اکبر کہا۔ نماز شروع ہوئی اپنی نگاہیں اور جسم کعبۃ اللہ کا طواف کرتا رہا۔ نماز نہ جانے کب شروع اور ختم ہوئی توجہ اور نگاہیں کعبۃ اللہ پر مرکوز ہیں۔ نظروں نے 7 بار نہیں لاکھوں بار خانہ خدا کا طواف کیا۔ بچھڑنے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ وہیں کھڑا رہنا چاہتا ہوں۔ حرم میں اور کعبۃ اللہ میں پتہ نہیں اتنی جاذبیت اور مقناطیسیت ہے کہ جو بندہ کو خود ہی اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

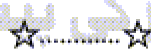
نماز کے بعد جاتے ہوئے، پلٹتے ہوئے، دالانوں سے باب عبدالعزیز کی اوٹوں سے، غرضیکہ جہاں سے بھی ہلکی جھلک خانہ کعبہ کی نظر آئی وہاں سے دیکھا، بجھے دل اور آنسو برساتی آنکھوں کے ساتھ کعبۃ اللہ کو اللہ حافظ کہا۔

اللہ حافظ ...... خانہ خدا

اللہ حافظ ...... حرم

اللہ حافظ ...... امن وسلامتی کے مسکن مکہ مکرمہ

اللہ حافظ ...... بلدالامین اور بیت العتیق



کتاب میں یہ صفحہ خالی ہے

حصہ دوم

اللہ، محمدؐ اور بندہ

شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
یہ کوچۂ حبیبؐ ہے پلکوں پہ چل کے آ

کتاب میں یہ صفحہ خالی ہے

ہم سوئے مدینہ چلے

الجوہرہ کی بس چل پڑی۔ پرانے ساتھی صابر بیگ، اعجاز، نوید اسلم، محمد زاہد شیخ، باجی نجمہ، محمد خالد اور اہل خانہ، اقبال، عتیق الرحمٰن، ظفر اقبال اور دوسرے ہم سفر ہیں۔ بس سوئے مدینہ روانہ ہو چکی۔ حرم کی گلیاں حرم کی سڑکیں، مکہ کی راہیں، مکہ کے مکان، مکہ کے راستے، اب دور ہوتے جا رہے ہیں، شہر مدینہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسکن اور مدفن آ رہا ہے۔ قریب آ رہا ہے۔ درود و سلام کی آوازیں بلند ہونے لگی ہیں۔ 416 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ مگر دل کی دھڑکنیں ابھی سے تیز ہیں۔ کعبہ کے دیوانے، مستانے، جو ہر وقت بیت اللہ کے پھیروں میں مصروف رہتے تھے۔ اب بیت النبی کو دیکھنے کے متمنی ہیں۔ اس کو آنکھوں میں بسانے کے لیے بے تاب ہیں، بے چین ہیں، مغرب کا وقت آن پہنچا ہے۔ ڈرائیور نے مکہ کے مضافات میں ہی ایک بڑی مسجد کے قریب بس روکی۔ حجاج کرام کی اور بسیں بھی رکی ہوئی ہیں۔ مغرب کی نماز با جماعت ادا کی۔ بس پھر چل پڑی۔ عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مست دیوانے، دیوانیاں درود و سلام کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ نوید اسلم نے نعتیں لگا کر ماحول کو اور مقدس بنا دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر قریب آ رہا ہے۔ مدینہ کی گلیاں قریب آ رہی ہیں۔ اسماء نے پیاس اور بھوک کا کہا۔ چند منٹ بعد گاڑی ایک چیکنگ سٹاپ پر رکی تو پانی کی بوتلیں اور بسکٹ لیے نوجوان گاڑی میں داخل ہوئے۔ مکہ اور مدینہ میں دعائیں نہیں بلکہ خواہشیں بھی نقد پوری ہوتی ہیں۔ اور آگے بڑھے تو کھانے کے ڈبے بھی آ گئے۔ عشاء کا وقت ہو گیا۔ عشاء کی نماز الصفوہ سپر مارکیٹ کے قریب مسجد میں پڑھی۔ اس جگہ ایک انڈین مطعم سے کھانا کھایا۔ رات بیتتی جا رہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر، آرزوؤں کا شہر، مسلمانوں کے لیے مقدس ترین مقام مدینہ منورہ قریب آ رہا ہے۔ راستے میں تاریخی مقام آ رہے ہیں۔ وادی قدید بھی گزر چکی ہے۔ کلومیٹر کم ہو رہے ہیں۔ ساتھیوں کے جذبات میں گرمی آ رہی ہے۔ جوں جوں مدینہ قریب آ رہا ہے۔ مدینہ کے مہمانوں کی مہمان نوازی ہو رہی ہے۔ کہیں قہوہ پیش کیا جا رہا ہے۔ کہیں کھجوریں۔

محمد اقبال کی گزارشات

لاہور کے محمد اقبال کا پچھلے سال جگر کی تبدیلی کا آپریشن ہوا۔ عشق خدا اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں گم ہیں۔ ڈاکٹروں کی ہدایت کے برخلاف سارے مناسک حج ادا کیے۔ طواف بھی خوب کیے۔ حجر اسود کو بوسہ بھی دیا۔ ان کے جذبات میں تیزی آ رہی ہے۔ ساتھیوں کو حال دل سنانا چاہتے ہیں، کہہ رہے ہیں مرے پیارے حاجی ساتھیوں مدینہ قریب آ رہا ہے۔ آرزؤں، امیدوں، تمناؤں کا شہر، نبی کا شہر قریب آ رہا ہے۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں۔ خوش نصیب ہیں۔ ساری تمنائیں پوری ہوئیں۔ بیت اللہ کو دیکھا اور اب بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے والے ہیں۔

تمنا ہے آنکھوں سے بیت اللہ کو دیکھوں
بعد اس کے بیت النبیؐ کو بھی دیکھوں

آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم میں داخل ہونے والے ہیں۔ کعبۃ اللہ کے بعد مسجد نبوی مسلمانوں کے لیے مقدس ترین جگہ ہے۔ اپنے آپ کو تیار کر لو۔ خوابیدہ آنکھیں کھول لو، اٹھ جاؤ، جاگ جاؤ۔ درود و سلام کے نذرانے پیش کرو۔ مدینہ قریب آ گیا ہے۔ حرم کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ دیکھو دور سے۔ مسجد نبویؐ کے گنبد نظر آ رہے ہیں۔ اقبال صاحب جذبات میں بولتے جا رہے ہیں۔ مریض ہیں، مگر پرواہ نہیں۔ بول بول کر بخار چڑھ گیا۔ مگر اپنے جذبات کا اظہار کر کے بیمار کو قرار آ گیا۔ گنبد خضریٰ بھی نظر آ گیا ہے۔ سبحان اللہ، یا اللہ تیرے نبی کی کیا اونچی شان ہے۔ مسجد نبوی کے روشن مینار دور سے روشن روشن چمکتے دمکتے نظر آ رہے ہیں۔ محمد علی ظہوری کی نعت کے شعر لبوں پر آ گئے۔

جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے
مکے کی فضاؤں میں، طیبہ کی ہواؤں میں
ہم نے جدھر دیکھا سرکارؐ نظر آئے

گاڑی دار الھجرہ انٹرنیشنل کونٹی نینٹل کے سامنے رکی۔ لمبا سفر تھا۔ امیدوں آرزؤں کا سفر تھا۔ مگر ساتھی خوش ہیں۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں ہیں۔ دونوں جہانوں میں رحمتیں بکھیرنے والے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں ہیں۔ اللہ کے گھر کو چھوڑ آئے مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں تو آ گئے ہیں۔ خانہ کعبہ کی شب ہجر یا شب فراق نے بہت رلایا تھا مگر اب یہاں آ کر سکون مل گیا ہے۔ چین مل گیا ہے۔ دل میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی ہے۔ بیمار کو قرار آ گیا ہے۔ سامان اتارتے اور کمروں میں جاتے صبح کے 2:50 بج گئے۔ کمرہ نمبر 506 الاٹ ہوا۔ مدینہ منورہ میں ہمارے اور اسماء کے روم میٹس بدل گئے۔ ڈاکٹر بشیر احمد اور ان کے عمر رسیدہ بھائی محمد امین ہمارے ساتھ جب کہ اسماء اور باجی نجمہ کے ساتھ مسز فاروق اور مسز جاوید ہیں۔



ہم مدینے میں ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ سے بہت محبت تھی۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے مکہ اور اس کے لوگوں کے لیے دعا کی تھی اور اس کو امن اور سلامتی کا شہر قرار دیا تھا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ اور اس کے لوگوں کی خوشحالی، خوش بختی کے لیے دعائیں کیں۔ عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں ''آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو مقدس شہر قرار دیا تھا اور اس کے باسیوں کی خوشحالی اور خوش بختی کے لیے دعا کی تھی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو مقدس سرزمین قرار دیا اور اس کے لوگوں کی خوشحالی اور خوش بختی کے لیے دعا کی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور ارشاد مبارک ہے۔ ''مدینہ حرمت والا شہر ہے۔ جس نے اس میں کوئی بدعت کی، یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، اور فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت، قیامت کے دن ایسے شخص کا نہ نفلی عمل قبول نہ ہوگا نہ فرضی۔'' احادیث مبارکہ میں مدینہ کے حرم کی مشرقی و مغربی حدود کی نشاندہی بھی کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ میں نے دونوں لابوں (حرہ شرقیہ وحرہ غربیہ) کے درمیان حرم قرار دیا ہے البتہ شمال اور جنوب کے حدود کی تعین کرتے ہوئے فرمایا ''حرم میں حدود جبل عیر اور ثور کے درمیان ہے۔'' اللہ پاک نے مدینہ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے لیے منتخب کیا۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں

نے مکہ سے ایسے علاقے میں ہجرت کی ہے جو کھجور کے درختوں سے بھرا ہوا ہے میں نے سوچا یہ شاید یمن ہے لیکن یہ مدینہ ہے۔

مدینہ میں آمدِ رسولؐ

نہ صرف مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دارالھجرۃ بنا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسکن اور مدفن بھی بنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے محبت کرتے تھے اور جب بھی کسی جگہ تشریف لاتے تو مدینہ کی طرف جلدی جلدی واپسی کرتے تا کہ جلدی مدینہ پہنچیں۔ ہجرت کے شروع کے دنوں میں صحابہ کرامؓ بیمار ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی "حضرت عائشہؓ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ سے ایسی ہی محبت ہونی چاہیے جیسے مکہ سے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اللہ مدینہ کو بیماریوں سے محفوظ، پرامن جگہ بنائے اور یہاں سے بیماریوں کو دور بھیج دے۔" مدینہ مقدس شہر ہے۔ اسی کے کئی نام ہیں۔ مدینہ طیبہ، مدینہ منورہ، مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مدینہ شریف، قبۃ الاسلام، دارالامن، دارالھجرۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری آ رہی ہے۔ مدینے میں جشن کا سماں ہے، مدینے کے باسی روز صبح اٹھتے ہیں، صبح سے رات تک مکہ سے آنے والی راہوں پر انتظار کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری آ رہی ہے۔ کتنے دن اور راتیں ایسے ہی گزرے جا رہے ہیں۔ انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی ہیں۔ بے چینی، بے کلی اور بے قراری بڑھتی جا رہی ہے۔ آخر وہ مبارک گھڑی آن پہنچی۔ وہ ساعت آ گئی۔ جس کا مدت سے انتظار تھا۔ رحمتیں، برکتیں، عنایتیں، مدینہ پہ نازل ہو گئیں۔ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری آن پہنچی۔ انصارِ مدینہ کا معمول بن چکا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں گھنٹوں کھڑے رہتے۔ ایک روز انصار مدینہ جب انتظار کرتے کرتے واپس لوٹ آئے تو ایک یہودی نے پہاڑ پر چڑھ کر پکارا کہ لو وہ تمہارے سردار آ گئے جن کا تم دنوں سے انتظار کر رہے ہو۔ انصار مدینہ دیوانہ وار قبا کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں آنکھیں بچھانے کے لیے بھاگے۔ انصار کا جذبہ محبت و فدائیت دیدنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ لے کر قبا پہنچے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلثوم بنت ہدم کے مکان میں قیام فرمایا۔ قبا پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اس جگہ مسجد بنے گی۔ اسلام کی پہلی مسجد وہ دیکھیے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گارہ لا رہے ہیں۔ پتھر لا رہے ہیں۔ مسجد بن رہی ہے۔ کھجور کے پتے آ گئے۔ تنا بھی آ گیا۔ مسجد تیار ہو گئی۔ اللہ نے قرآن پاک میں فرمادیا کہ اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

اسلام کی پہلی مسجد اور مسجد جمعہ

مسجد قبا اسلام کی پہلی مسجد، اس کے معمار کون؟ اس کے مزدور کون؟ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہؓ۔ مسجد قبا کی تعمیر میں سب سے پہلا پتھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی طرف نصب فرمایا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصب شدہ پتھر پر دوسرا پتھر رکھا۔ پھر دوسرے صحابہ کرامؓ نے مل کر مسجد تعمیر کی۔ قبا میں کچھ دن قیام کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی سالم بن عوف کے بستی میں پہنچے تو نمازِ جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی سالم کی مسجد میں خطبہ جمعہ کے بعد نماز پڑھائی۔ اس میں ایک سو افراد شامل ہوئے۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں پڑھا گیا۔ اسی نسبت سے اس مسجد کا نام مسجد جمعہ پڑ گیا...... مدینہ میں قیام کے دوران اس خوبصورت مسجد کی زیارت کا موقع ملا...... نمازِ جمعہ کے بعد بنی سالم کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "اسے چھوڑ دو، یہ اللہ کی طرف سے مامور و مقرر ہے۔ جہاں بیٹھے گی وہی میری منزل ہوگی۔" یہاں سے روانہ ہو کر آپ بنی بیاضہ، بنی ساعدہ، بنی حارث اور بنی عدی بن نجار کے محلوں سے گزرے۔

☆..........☆

چودھویں کا چاند پہاڑیوں سے اتر آیا

قصوئی بنی نجار کے محلّہ میں پہنچ کر صحابی رسول حضرت ابوایوب کی رہائش گاہ کے قریب بیٹھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہمان نوازی کی سعادت حضرت ابوایوبؓ انصاری کو نصیب ہوئی۔ مدینہ میں داخل ہونے پر مدینے کے بچوں، بڑوں، عورتوں، مردوں اور بچیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا والہانہ، جوش، جذبے اور خوشی سے استقبال کیا۔ پورے شہر کے درودیوار نعرہ تکبیر، اللہ اکبر اور جاءَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ بچیاں اور خواتین خوشی سے دف بجا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عقیدت کے پھول نچھاور کر رہی تھیں۔

☆ ہم پر چودھویں کا چاند وداع کی مبارک پہاڑیوں سے نمودار ہوا۔

☆ ہم پر شکر ضروری ہو گیا جب تک کوئی بھی اللہ کو پکارنے والا باقی رہے۔

☆ اے ہماری طرف آنے والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا حکم لائے ہیں جس کی اطاعت لازم ہے۔

☆ ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا پسندیدہ ہمسائے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ میں قیام ہو گیا، مدینہ والے خوش ہو گئے۔ ان کے نصیب جاگ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے بہار آ گئی۔ ہر سو روشنی اور نور پھیل گیا۔ اسلام کی شمعیں چار سو پھیلنے لگیں۔ ہفتے کا دن ہے۔ صحابہ کرامؓ پریشان، پریشان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم پریشانی بھانپ جاتے ہیں۔ صحابہؓ عرض کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ والے کتنے خوش نصیب ہیں۔ حج بھی ہر سال کر لیتے ہیں اور جب چاہیں عمرہ کر لیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سب کے لیے رحمت اللعالمین ہیں، اپنوں کے لیے بھی، بیگانوں کے لیے بھی۔ میرے صحابہؓ پریشان نہ ہوں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آسانی کر دی۔ یہ مسجد قبا جو ہے ناں۔ اس میں آ کے دو نفل ادا کریں۔ مقبول عمرہ ہو جائے گا۔ مدینہ میں بیٹھے بیٹھے عمرہ ہو جائے گا۔ روز پڑھیں روز عمرہ کا ثواب ملے گا۔

احرام کے بغیر عمرہ

اسلام کی پہلی مسجد، کعبۃ اللہ، مسجد نبویؐ، مسجد اقصیٰ کے بعد مقدس ترین مسجد میں ہم موجود ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہفتے کے دن اس مسجد میں آتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق ہم بھی ہفتے کے دن آئے ہیں۔ ہزاروں مرد و خواتین موجود ہیں۔ عمرے کر رہے ہیں۔ بغیر احرام باندھے، بغیر سعی کیے۔ بغیر حلق کروائے۔ بغیر طواف کیے۔ عمرہ قبول ہو گیا۔ افضل کاشف ساتھ ہیں۔ اس جگہ کی تلاش میں ہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے تھے۔ منبر کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں زائرین اور عاشقان کی لمبی لائن تھی۔ انتظار کر کے عین منبر کی جگہ پر نفل ادا کر کے واپس پلٹے۔ اگرچہ رات 2:30 بجے پہنچے تھوڑی دیر آرام کر کے مسجد نبویؐ کی طرف چلے۔ مسجد نبویؐ کے چاروں طرف روشنیاں ہی روشنیاں ہیں۔ ہر طرف لوگ ہی لوگ ہیں۔ اندر جانے کے شوقین، گنبد خضریٰ کو دیکھنے کے لیے۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دینے کے لیے، درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے۔ رنگ و نور کا سیلاب ہے۔ اندر سے مسجد بھر چکی، چھت پر چلے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ بھینی بھینی مہک آ رہی ہے۔ مسجد نبویؐ کے میناروں اور گنبدِ خضریٰ کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ مسجد نبویؐ میں فجر کی اذان گونجی۔ مکہ میں جلال تھا۔ کمال تھا۔ یہاں ٹھنڈک ہے، جمال ہے۔ نور ہے۔ روشنی ہے۔ ہر طرف نورانیت ہے۔ لوگ بھی نرم مزاج ہیں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے ہیں۔ نمازِ فجر ہوئی۔ امام صاحب کی تلاوت نے سماں باندھ دیا۔ نماز کے بعد شاہ صاحب نے کہا چلو عمرہ کے لیے چلتے ہیں۔ ساتھی حیران ہو کر کہنے لگے۔ عمرہ کے لیے کہاں۔ بولے مسجد قبا، شاہ صاحب نے صحیح کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مسجد قبا میں دو نفل پڑھنے کا ثواب مقبول عمرہ کے برابر ہے۔ مسجد قبا سے ہوٹل آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ ظہر کا ٹائم آن پہنچا۔ یہاں آسانی ہے۔ ہوٹل قریب ہے۔ ظہر کی نماز کے لیے مسجد نبویؐ کے اندر جگہ مل گئی۔ اس وقت یہ سطریں مسجد نبویؐ کے اندر بیٹھ کر لکھی جا رہی ہیں۔

نیپال کے مولانا جلال الدین

مدینہ میں بھی ہمارے کلینک کا آغاز ہو گیا ہے۔ صبح سویرے نیپال کے مولانا جلال الدین مل گئے۔

نیپال کے مسلمانوں کے حالات بتائے۔ بتایا "ہم نامساعد حالات کے باوجود اللہ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔ میں ایک مدرسہ چلا رہا ہوں۔ تین بیٹیاں عالمہ ہیں۔ نیپال کے 70 طلباء مدینہ یونیورسٹی میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ نیپال میں 10 فیصد مسلمان ہیں۔ اقلیت میں ہونے کے باوجود ہم اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔" مولانا صاحب کی طبیعت خراب تھی۔ چیک اپ کر کے دوائیں دیں۔ گروپ کے اقبال صاحب کی رات طبیعت خراب ہوگئی۔ ان کا بھی علاج کیا۔ عتیق الرحمٰن جلد بازی میں زخمی ہوگیا۔ اس کی بھی رات گئے مرہم پٹی کی۔

اللہ کا شکر ہے کہ حجاج کرام کی خدمت اور علاج کا جو سلسلہ عزیزیہ، منٰی، عرفات، مزدلفہ، حرم، رحاب الروضہ میں شروع کیا تھا وہ سلسلہ مدینہ منورہ میں آتے ہی جاری ہوگیا ہے۔ یہاں بھی لوگ فیض یاب ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیس میں جتنی بھی لوگوں کی خدمت ہو جائے کم ہے۔ عصر کی نماز کے قریب ہی حرم پہنچ گئے۔

☆............☆

درود و سلام کا نذرانہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

مسجد نبویؐ اتنی خوبصورت ہے۔ اتنی وسیع ہے اس کے مینار اور گنبدِ خضریٰ دیکھ کر بندہ مبہوت رہ جاتا ہے، حیران ہو جاتا ہے۔ جس طرف سے جائیں۔ ایک جیسی دالانیں ایک جیسے مینار۔ 80 سے زائد گیٹ ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے نام پر، بادشاہوں کے نام پر جس گیٹ سے داخل ہوں ایک ہی جیسا منظر نظر آتا ہے۔ نماز سے ایک گھنٹہ پہلے نماز کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ لوگ مسجد کے اندر اور باہر بیٹھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ریاض الجنہ میں نفل پڑھنے اور روضہ مبارک کا دیدار کرنے کے لیے کافی تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔ عصر کی نماز کے بعد خود بخود پاؤں روضہ مبارک کی طرف اٹھ گئے۔ شرمندگی ہو رہی تھی کہ ابھی تک حاضری کیوں نہ ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کیوں نہ کیا۔ شرمندگی، پشیمانی تو ویسے ہی ہے۔ اپنے گناہوں کی، اپنی خطاؤں کی، لغزشوں کی، آج تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پر جا کے عرض کرنا ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی کی زبان میں:

ے اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پریشانیاں ہیں، امت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ مسلمان پورے عالم میں پریشان ہیں۔ اغیار کی چیرہ دستیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ آپس میں بھی لڑائیاں ہیں اور اغیار تو تیرے نام لینے والوں کو مارتے جا رہے ہیں۔ تہِ تیغ کرتے جا رہے ہیں۔

؎ جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے

بوجھل قدموں کے ساتھ، آنکھیں جھکائے، پلکیں گرائے، آنسوؤں، آہوں اور درود و سلام کے نذرانے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیا اور اللہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر رحم کرنے، اس کی خطائیں معاف کرنے کی درخواست پیش کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر پاک

آج اللہ پاک نے وہ جگہ دکھائی، اس متبرک جگہ کی دید کرائی۔ اس مبارک جگہ کو دیکھنے کا موقع دیا۔ جہاں پر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھایا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر بھی دیکھا جہاں سے آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔ مسجد نبویؐ کے حرم پاک کے چپے چپے پہ ختم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے نقش پا لگے ہیں۔

میں روضہ رسولؐ کے سامنے کھڑے ہو کر سب کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ عرض کرنا چاہتا ہوں، درخواست پیش کرنا چاہتا ہوں۔ بہت ساری درخواستیں ہیں۔ مگر جالی کے پہریدار بڑے پیار سے کہہ رہے ہیں۔ دوسروں نے بھی زیارت کرنی ہے۔ زیادہ دیر نہ لگائیں۔ میں نے ابھی جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا۔ دید پوری ہوئی بھی نہ تھی۔ سلام مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ حکم ملا۔ جلدی حرکت کریں۔ پیچھے لوگوں کو زحمت ہو رہی ہے۔ جلدی جلدی درود و سلام پیش کیا۔ دوستوں کا۔ رشتہ داروں کا۔ اسلم مروت کا کہ روز یاد دلاتے ہیں یمنیٰ، حذیفہ اور ماہ نور کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا۔ اور دعا کی کہ میرے بچوں کی بھی جلد اللہ کے گھر اور مسجد نبویؐ میں حاضری ہو۔ روضہ مبارک کی جالی سے ہٹنے کو دل نہیں کر رہا تھا مگر آگے بڑھنا پڑا، ہٹنا پڑا۔ جنت البقیع کا رخ کیا جو حرم کی حدود میں واقع ہے۔ وہ جگہ جہاں ہزاروں صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع، ائمہ کرام، علماء، صالحین ہیں۔ ہزاروں لوگ اوپر گئے ہوئے تھے کہ گیٹ بند کر دیا گیا۔ کب کھلے گا کسی نے صحیح جواب نہ دیا۔ ان کو خود کچھ پتہ نہ تھا۔ کل آنا پڑے گا، مغرب کی نماز بھی حرم میں ادا کی۔ مغرب سے عشاء کا انتظار بھی زبردست قسم کا روحانی تجربہ ہے۔ مسجد نبویؐ کے اندر سے اس دوران کوئی ہلتا نہیں تاکہ مناسب جگہ عشاء تک پاس رہے۔ سب عشاء پڑھ کے جاتے ہیں۔ عشاء تک لوگ قرآن پاک کی تلاوت، ذکر و اذکار، درود و سلام میں مصروف رہتے ہیں۔ عشاء کی نماز ادا کی۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج پہلے دن پانچوں نمازیں مسجد نبویؐ کے اندر ادا ہوئیں۔ مسجد نبوی اور مسجد قبا میں زیادہ سے زیادہ وقت گزار کا موقع ملا۔ عشاء کے بعد ہوٹل واپسی ہوئی۔ سبزہ زار کے انیس بیگ تشریف لائے جو

ڈاکٹر بشیر احمد کے جاننے والے ہیں۔ تعارف ہونے پر شناسائی ہو گئی۔ بیگ صاحب دردِ دل رکھنے والے پاکستانی ہیں۔ زیارات کرانے کی پیشکش کی جو ''اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں'' کے مصداق فوراً قبول کی۔ رات کو پھر مریضوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ جس جس کو پتہ چل رہا ہے۔ وہ دوا لینے پہنچ رہا ہے۔ مسجد نبویؐ میں گزارے ہوئے لمحے سرمایہ حیات ہیں۔ جونہی ہوٹل سے مسجد نبویؐ کے مینار نظر آتے ہیں دل پر ایک عجیب سی روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

؎ جب مسجد نبویؐ کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

پھر جب گنبدِ خضریٰ پر نظر پڑتی ہے تو دل مچلنے لگتا ہے، تڑپنے لگتا ہے کہ جلد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پہنچ کر درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کر کے روضہ مبارک کی جالیوں کو دیکھ کر دلی سکون اور اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت

بقعہ نور بنی ہوئی مسجد نبویؐ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پہ فدا ہونے والے لاکھوں بندگانِ خدا، تلاوت قرآن، تسبیح و تہلیل، ذکر و اذکار، تہجد کے نوافل میں مگن، اس سے زیادہ رومان پرور، ایمان افروز اور روحانی منظر کیا ہوگا؟ مسلمانوں کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے عجیب محبت ہے۔ مسلمان چاہے کتنا ہی گیا گزرا ہو۔ گناہوں میں ڈوبا ہوا ہو۔ دین کے علم سے بالکل آشنا نہ ہو۔ اللہ کے احکام پہ عمل نہ کرنے والا ہو، زندگی گناہوں میں لتھڑی ہوئی ہو۔ شب و روز عیش و عشرت میں گزر رہے ہوں۔ لیکن ان سب کے باوجود اس کے سامنے نعوذ باللہ اگر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدکلامی اور گستاخی کر دے تو پھر وہ سب کچھ بھول کر اپنے آپ کو بھول کر گستاخ رسول کو قتل کر کے پھانسی قبول کر لیتا ہے۔ غازی علم الدین شہید بن جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار پہ آ کر تو یہ سارے متوالے، دیوانے، سب کچھ بھولے ہوئے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ حاضر ہیں۔ درود و سلام، آہوں، سسکیوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ مدینہ کی گلیوں پہ فدا ہو رہے ہیں۔ مدینہ کی گلیوں میں دھیرے دھیرے چلتے ہیں تاکہ کہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا نظر آ جائیں اور وہ انہیں اپنے آپ میں سمو لیں۔ مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے ہی دل کرتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر جلد سے جلد روضہ الرسول پہ حاضری ہو اور وہاں پہنچ کر درود و سلام کا نذرانہ پیش ہو۔ ارادہ تھا کہ فجر کے بعد تھوڑی دیر آرام کر لیا جائے۔ لیکن قدم خود بخود روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب چل پڑے۔

باب سلام کی طرف چلے تاکہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کریں۔

باب الصدیق پر بھی خوب رونق تھی۔ لوگ انتظار میں ہیں۔ شُرطے بتا رہے ہیں کہ بھئی زیارۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے باب اسلام جائیں مگر ساتھ ہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ جنہوں نے ریاض الجنہ جانا ہے وہ یہاں بیٹھ جائیں۔ ہزاروں حجاج کرام بیٹھے ہیں۔ ریاض الجنہ میں جانے کے شوق میں، وہاں نفل پڑھنے کے شوق میں، انڈین بھی، پاکستانی بھی، بنگلہ دیشی بھی، انڈونیشیا اور چین کے بھی، سارے کے سارے اندر جانے کے مشتاق ہیں۔

ریاض الجنہ میں دو نفل

اللہ نے جنت کا ٹکڑا مسجد نبویؐ میں اتارا ہے۔ وہاں نفل پڑھنا ایسے ہی ہے جیسا کہ جنت میں پڑھے۔ اسماء کل ساڑھے چار گھنٹے انتظار کر کے ریاض الجنہ میں نوافل پڑھ کر آئی۔ خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی۔ بہت خوش تھی۔ پہلے بھی کوشش کی۔ ریاض الجنہ کے شوق میں کھانا بھی بھول گئی۔ شرطے کہہ رہے ہیں صبر کریں۔ اشراق تک صبر کیا، جب تک مرضی بٹھا لیں مگر اندر بلا لیں۔ ہم بیٹھے ہیں انتظار میں ریاض الجنہ میں جانے کا موقع حاصل کرنے کے لیے۔ انڈین بابا کہہ رہا ہے کہ بھئی انتظار کر لیں۔ بہترین موقع ہے۔ صبر کریں۔ نفل ضرور پڑھیں۔ پھر پتہ نہیں موقع ملے کہ نہ ملے۔ دوسرا بابا بولا دیکھیں پہلی دفعہ موقع ساٹھ، ستر سال کی عمر میں ملا ہے۔ بابے شُرطوں کی تعریف کر رہے ہیں۔ ایک بابا بولا۔ جمرات میں شیطان کو مارا تھا۔ وہ پیچھا نہ چھوڑے گا۔ اس لیے بے صبری ہے، عدم برداشت ہے۔ روضہ رسولؐ کی زیارت اور ریاض الجنہ کے انتظار میں بیٹھنے کا انتظار اور صبر کرنے کا تو اپنا ہی مزا ہے۔ یہ عجیب نشہ ہے۔ جو ایک دفعہ چڑھ جائے تو اترتا نہیں۔ حج کے بلاوے کے انتظار میں، حرمین شریف کے انتظار میں صدیاں بیت گئیں تو بلاوا آیا۔ گو انتظار طویل ہوتا جا رہا ہے۔ اشراق کا وقت ہو گیا، لیکن انتظار کی یہ گھڑیاں بے تاب کرنے والی نہیں۔ عقیدت والی ہیں۔ مسجد نبویؐ کے چپے چپے پہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے نقش پا ہیں۔ مسجد میں آنا اور یہاں وقت گزارنا بڑے نصیب کی بات ہے۔ پھر ریاض الجنہ میں نفل پڑھنا تو بہت بڑی سعادت ہے۔ اس کے لیے جتنا بھی انتظار کریں کوئی مسئلہ نہیں۔ یہاں رحمتیں برس رہی ہیں، اللہ کی رحمتوں کا ڈائریکٹ نزول ہے۔ آوازیں آ رہی ہیں۔ شور ہے، مگر فضا میں نور ہی نور ہے، روشنی ہے، انوار کی بارش ہو رہی ہے، سکینہ نازل ہو رہی ہے، لوگ جلدی میں ہیں، آگے والے نفل پڑھ رہے ہیں، جلدی نہیں کر رہے، حالانکہ اوپر انگلش، اردو، انڈونیشیائی، ترکی اور عربی زبان میں لکھا ہوا ہے کہ ریاض الجنہ میں جلدی نفل پڑھ لیں تاکہ دوسروں کو موقع ملے۔ مگر جو جاتا ہے وہ ٹھہر جاتا ہے، اس مقدس جگہ پہ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا ہے۔ آگے بڑھنے کی اجازت ملی۔ لوگوں نے ہلہ بول دیا۔ اس مقدس جگہ پہ بے ادبی کی انتہا ہو گئی۔ لوگ ایک دوسرے کو روندتے ہوئے آگے بڑھے۔ دھکم پیل میں ایک آدھ کے کپڑے بھی پھٹ گئے۔ مگر ریاض الجنہ میں

ابھی بھی لوگوں کا قبضہ ہے۔ آگے ضرور بڑھ گئے ہیں۔ جگہ قریب آ گئی ہے۔ ریاض الجنہ میں جگہ ملنے والی ہے۔ دل کو تھام لو۔ یہ مقدس جگہ ہے وہ سامنے منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجرہ مبارک ہے۔ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حجرہ مبارک تک کی جگہ ریاض الجنہ ہے۔ اس جگہ پر ہلکے سبز رنگ کے کارپٹ بچھائے گئے ہیں۔ ساتھ ہی روضہ مبارک ہے۔ گنبد خضریٰ ہے، پہلے والا گروپ فارغ ہوا، جگہ مل گئی، مگر ابھی صرف کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔ لوگ عقیدت سے، شوق سے، وارفتگی سے نفل پڑھ رہے ہیں، رو رہے ہیں، آہ وزاریاں کر رہے ہیں، وفورِ جذبات سے بے خود ہو گئے ہیں، آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔

بھائی جگہ دے دو

میرے ساتھ کھڑا انڈین بھائی نفل پہ نفل پڑھتا جا رہا ہے دعائیں مانگ رہا ہے۔ اس سے درخواست کر رہا ہوں، منت سماجت کر رہا ہوں کہ بھائی مجھے بھی جگہ دے دو۔ وہ ایسا محو ہے۔ ایسا مستغرق ہے۔ ایسا فنا فی الرسول ہے کہ اس پر کوئی درخواست، کوئی منت سماجت، بالکل اثر نہیں کر رہی۔ اس کا عشق، اس کی عاجزی، اس کی محویت دیکھ کر میں آرام سے کھڑا انتظار کر رہا ہوں۔ اس عاشق کو میں کچھ نہیں کہہ رہا۔ آخر انڈیا کے بھائی کو ترس آ گیا۔ بڑی مشکل سے بوجھل دل کے ساتھ جگہ چھوڑ دی۔ فوراً نفلوں کی نیت باندھی۔ دو کے بعد دو نفل اور پڑھے۔ ریاض الجنہ میں آنے والے سارے بھائی خوش قسمت ہیں۔ اپنی قسمت پر نازاں ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہاں آنے کا موقع ملا، حاضری ہو گئی۔ اللہ نے دیارِ حبیب میں بلا لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ حاضر ہیں۔ ریاض الجنہ میں نفل پڑھ لیے۔ کامیابی ہو گئی، تین دن سے کوشش تھی۔ اللہ کا شکر ہے ریاض الجنہ کی زیارت ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر دیکھ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کی تلاش میں ہوں۔ ادھر کہیں اصحاب صفہ بیٹھتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے میزبان تھے۔ اماں عائشہؓ جو گھر میں ہوتا، اصحاب صفہ کی طرف بھیج دیتیں۔ نفل پڑھ کر فارغ ہوئے، تو سلام کے لیے چلے، درِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گیا۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گیا۔ پہلے روتے ہوئے بوجھل دل کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔

تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

روضہ رسولؐ کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں تو پھر ادھر ہی رہ جاتی ہیں۔ دل کرتا ہے کہ نگاہیں روضہ کی جالیوں کی دید کرتی رہیں۔ ادھر سے نہ ہٹیں۔ آقاؐ کا روضہ مبارک نظروں کے سامنے رہے۔ یہاں نور ہے۔ روشنی ہے۔ رحمت ہے۔ خوشبو ہے۔ بھینی بھینی مہک ہے۔ چار سو آقاؐ کی خوشبو ہے۔ ٹھنڈک ہے۔ روحانیت ہے۔ رومانیت

ہے۔ روضہ رسولؐ کی زیارت کر کے بندہ دم بخود رہ جاتا ہے۔ یہاں آ کر اپنی کم مائیگی کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے نصیب پہ خوشی بھی ہوتی ہے۔ بقول شاعر۔

تیری رحمت، تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب
گنبد خضراء کا سایا، میں تو اس قابل نہ تھا
بارگاہ سیدِ کونینؐ میں آ کر نفیس
سوچتا ہوں، کیسے آیا؟ میں تو اس قابل نہ تھا

روضہ رسولؐ پر آ کر بندہ اپنا آپ بھول جاتا ہے۔ اپنے نصیب پر رشک آتا ہے۔ درود وسلام کے ساتھ بقول شاعر عرض کیا۔

اے رسولِ امیںؐ، خاتم المرسلینؐ، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں
بزمِ کونین پہلے سجائی گئی، پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی
سید الاولیں، سید الآخریں، تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

جنت البقیع کی طرف چلتے ہیں

جنت البقیع میں بیٹھا ہوں۔ سامنے سے مسجد نبویؐ کے مینار اور گنبدِ خضریٰ نظر آ رہا ہے۔ اس شہر خموشاں میں بہت رونق ہے۔ ہزاروں کے حساب سے قبریں ہیں۔ مگر کسی پہ کوئی نشان نہیں۔ کوئی پکی قبر نہیں۔ سادہ اور کچی قبریں، ہر قبر پر ایک سادہ سا پتھر ہے، اس قبرستان میں سکون ہے، صفائی ہے، اطمینان ہے، انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ کیوں نہ ہو یہاں سینکڑوں جلیل القدر صحابہؓ بشمول امہات المومنینؓ دخترانِ رسول اور جگر گوشہ رسولؐ آرام فرما رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں تابعین، تبع تابعین، صلحاء، علماء ائمہ کرام محوِ خواب ہیں۔ کسی قبر پہ کوئی کتبہ نہیں، نشانی نہیں، نہ کوئی قبر نمایاں اور نہ کسی پہ کوئی مزار بنا ہوا ہے۔ حرم اور جنت معلیٰ کی طرح یہاں بھی ہزاروں کی تعداد میں کبوتر ہیں جن کو لوگ دانہ ڈال رہے ہیں۔ کبوتر مزے سے غٹرغوں غٹرغوں کرتے، دانہ چگتے ہیں اور انسانوں کے درمیان سے اڑتے ہوئے فراٹے بھرتے گزرتے ہیں۔ انسانوں کے آگے پیچھے آمنے سامنے نیچے سے کبوتروں کے غول کے غول اڑان بھرتے ہیں تو دیکھنے والا منظر ہوتا ہے۔ لوگ نقشے لے کر صحابہ کرامؓ، امہات المومنین اور ائمہ کرام کی قبروں کے پاس پہنچنے کے لیے کوشاں ہیں۔ ہر ایک کے پاس مختلف نقشہ جات ہیں۔ ایک قبر کے بارے میں بتایا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی قبر ہے،

بنگلہ دیشی بھائی نقشہ لیے بتا رہا ہے کہ گیٹ کے پاس 9 امہات المومنینؓ کی قبریں ہیں مگر کسی کی کوئی نشانی نہیں، کوئی کتبہ نہیں۔ جنت البقیع کے شروع میں اور مختلف مقامات پر سعودی اور غیر ملکی علماء اُردو، انگلش، عربی، پشتو، بنگلہ اور دوسری زبانوں میں قبرستان میں آنے والوں کو اہل قبور کو سلام کرنے اور یہاں غیر شرعی حرکات نہ کرنے کے بارے میں بتا رہے ہوتے ہیں۔ آپ کے ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ بڑے بڑے چُبھتے سوال تحمل سے سنتے ہیں اور اپنا نقطہ نظر قرآن اور حدیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ کچھ لوگ مطمئن ہوتے ہیں۔ کچھ نہیں۔ بڑا وسیع قبرستان ہے، اوپر نیچے راستے بنے ہوئے ہیں۔ قطار در قطار قبریں ہی قبریں ہیں۔ یہاں لوگوں کا شور ہے۔ آوازیں ہی آوازیں آ رہی ہیں۔ لوگ بے قراری سے تجسس سے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کس صحابیؓ کا مزار کہاں ہے۔ پتہ چل جائے تو عقیدت سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قبروں پہ کھڑے ہو کر دعا مانگنے سے شُرطے اور علماء منع کرتے ہیں۔ زیادہ دیر کسی قبر پہ کھڑے بھی نہیں ہونے دیتے۔

☆............☆

حضرت عثمانؓ ابن عفان کے مزار پر

مجھے جنت البقیع میں سب سے زیادہ تلاش سب سے زیادہ تجسس۔ سب سے زیادہ اشتیاق حضرت عثمان ابن عفان کی آخری آرام گاہ دیکھنے کا تھا۔ انہیں سلام عقیدت پیش کرنا تھا۔ آخرکار گوہر مقصود مل گیا۔ بنگلہ دیشی بھائی کے پاس نقشہ تھا اس نے بتایا کہ سامنے سب سے آخر میں بورڈ کے پاس چلے جائیں۔ جہاں زیادہ لوگ ہوں گے۔ وہی حضرت عثمانؓ ابن عفان کی آخری آرام گاہ ہے۔

تاریخ کا پہیہ چلا

یہی مدینہ ہے مسجد نبوی ہے۔ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ ذی النورین مسجد نبویؐ میں محصور ہیں۔ باغی آپؓ کو شہید کرنے پہ تلے ہوئے ہیں۔ پانی کئی دنوں سے بند ہے۔ باغی اندر داخل ہوتے ہیں۔ آپؓ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف ہیں۔ خلیفہ رسول عثمان ذی النورین پہ باغی حملہ کرتے ہیں آپؓ کی زوجہ محترمہ بچانے کے لیے آگے بڑھتی ہیں۔ ان کی انگلیاں کٹ جاتی ہیں۔ خون قرآن کریم پر گرتا ہے۔ آپؓ شہید کر دیئے جاتے ہیں۔ تین دن تک نعش مبارک بے گور و کفن پڑی رہتی ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو بھیجا ہے۔ کچھ اور صحابہ حضرت زید بن ثابت، جابر بن مطعم وغیرہ ساتھ ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی بیوہ حضرت نائلہؓ ایک چراغ لیے جنازہ کے ساتھ ہیں۔ مگر بار بار چراغ کو جلا بجھا رہی ہیں تا کہ خارجیوں کی نظر نہ پڑے۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھی جسدِ خاکی کو اٹھا کر جنت البقیع کی طرف لے جا رہے ہیں۔ نماز جنازہ میں دس سے

بارہ لوگوں نے شرکت کی اور حضرت جابر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ باغیوں اور خارجیوں سے بچ کر حضرت عثمانؓ کے جسدِ خاکی کو جنت البقیع کے آخری کونے میں جا کر رات کے اندھیرے میں دفنا دیا تاکہ کسی بدبخت کی بری نظر نہ پڑے۔

حضرت عثمانؓ کی سادہ قبر ہے۔ عام پتھروں کا ایک چھوٹا سا چوکور سا احاطہ ہے۔ جس کے اندر حضرت عثمانؓ سو رہے ہیں۔ آرام فرما رہے ہیں، حضرت عثمانؓ کی اسلام کے لیے بہت خدمات ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جب بھی مسلمانوں کو کسی مالی سہارے کی ضرورت پڑی۔ آپ نے رسول اللہ کی ایک کال پر سب کچھ نچھاور کر دیا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمانؓ نے تین سو اونٹ مع ساز و سامان کے اور ایک ہزار دینار لا کر بارگاہ نبویؐ میں پیش کیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ کی طرح حضرت عثمانؓ کی قربانی سے بہت خوش ہوئے۔ بار بار ان کو پلٹتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل صالح کے بعد عثمانؓ کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا۔ تو بھی اس سے راضی ہو۔ اللہ نے بھی حضرت عثمانؓ کی شان بلند کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیاں آپؓ کے نکاح میں آئیں۔ جب وہ رحلت فرما گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری کوئی اور بیٹی بھی ہوتی تو حضرت عثمانؓ ابن عفان کو دے دیتا۔ ذی النورین، حضرت عثمانؓ ابن عفان نے اپنی جان دے دی، مگر صرف اپنی ذات کی خاطر مدینہ میں خون خرابہ نہ ہونے دیا۔ حضرت عثمانؓ کی قبر مبارک کے پاس جا کر سکون، اطمینان نصیب ہوا۔ دل مطمئن ہو گیا۔ ایسے لگا اس جگہ انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ حضرت عثمانؓ کی قبر کے کچھ دور بیٹھ کر جنت البقیع کا حال تحریر کرنا شروع کیا ہی تھا کہ شُرطے کی آواز آ گئی، وقت ختم ہو گیا ہے، باہر چلیں۔

مدینہ میں علاج اور خدمت

ہوٹل واپس پہنچے۔ دارالھجرۃ میں بھی مریض انتظار کر رہے تھے۔ چیک اپ کیا، دوائیں دیں۔ مکہ المکرمہ اور حرم کی طرح مدینہ منورہ میں بھی لوگوں کو پاکستانی ڈاکٹر اور اس کے کمرہ کا پتہ چل گیا ہے۔ نمازوں میں وقفہ کے دوران یا پھر عشاء کے بعد مریض آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر بشیر احمد کے دوست انیس بیگ جو عرصہ 20 سال سے سعودی عرب میں مقیم ہیں تشریف لائے۔ ان کا تعلق بھی لاہور میں سبزہ زار کے علاقے سے ہے۔ ان سے کل ملاقات ہوئی تھی۔ آج ان کے ساتھ مل کر مقدس مقامات کی زیارتیں کرنا تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں واپس جانا تھا۔ ان گلیوں میں ان پتھروں پہ ان راہوں پہ آنکھیں اور پلکیں بچھانا تھیں، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ کے نقش پا لگے تھے۔ جنگ بدر سے شکست کھا کر کفار تیاریوں میں مصروف تھے۔ بہت ذلت آمیز شکست کھائی۔ اُحد کے میدان میں انتقام کے جذبے سے آئے تھے۔

☆............☆

اُحد کے پہاڑ کے سائے میں

اُحد کا میدان سج گیا۔رسول اللہ نے بہترین جنگی حکمت عملی کے تحت 50 تیر اندازوں کو جبل احد کی جنوبی سمت میں واقع سرخ رنگ کی پہاڑی، جس کا طول 180 میٹر اور عرض 40 میٹر ہے، جبل الرماۃ پر کھڑا کیا تھا تا کہ پشت کی جانب سے کوئی حملہ آور نہ ہو سکے۔ آپ نے ادھر ہی رہنا ہے۔اس جگہ کو نہیں چھوڑنا، چاہے ہمیں فتح ہو یا شکست۔ جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے کافروں کو مات دے دی۔ میں بھی اسی جبل الرماۃ پر کھڑا ہوں۔ یہاں تیر انداز کھڑے نظر آ رہے ہیں۔ نیچے معرکہ احد ہو رہا ہے۔ کفار مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر جان دینے والے ہیں مگر شیطان لعین جو ہے اس نے چند ایک کے دل میں ڈالا کہ معرکہ تو ختم ہو گیا، دشمن تو بھاگ گیا۔ ایک دو آگے بڑھے۔ ان کو دیکھ کر دوسرے بھی نیچے اترنے لگے۔ شیطان لعین نے موقع غنیمت جانا۔ سب کے دل میں ایک ہی بات ڈال دی، مال غنیمت! میں تصور کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔ تیر انداز دستہ جبل الرماۃ سے نیچے اتر رہا ہے۔ شیطان لعین اب کفار مکہ کو بتا رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیر انداز صحابہؓ کو پشت سے حملہ روکنے کے لیے کھڑا کیا تھا۔ جونہی جبل الرماۃ خالی ہوا۔ پیچھے سے خالد بن ولید اپنا لشکر لے کر آیا عقب سے حملہ کر دیا۔ گھمسان کا رَن پڑا ہے۔ شیطان لعین کھڑا مسکرا رہا ہے۔ میں احد پہاڑ کے قریب کھڑا سارا منظر دیکھ رہا ہوں۔ مسلمان صحابہ کرامؓ لڑ رہے ہیں۔ اسلام پہ رسول اللہ پہ فدا ہو رہے ہیں، قربان ہو رہے ہیں۔ سیدنا امیر حمزہؓ کافروں کا بے جگری سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ ہندہ شعر پڑھ پڑھ کر کافروں کا حوصلہ بڑھا رہی ہے۔ صحابہؓ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے

ہیں۔ حضرت حمزہؓ شہید ہوگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زخمی ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ آپ کو اٹھاتے ہیں دور پہاڑ تک لے جاتے ہیں۔ احد پہاڑ میں دیکھ رہا ہوں۔ شق ہو رہا ہے۔ آپ کو جگہ دینے کے لیے، سایہ کے لیے اوپر سے اوٹ بھی ہو جاتی ہے۔ لاکھوں سال سے یہ پہاڑ اس انتظار میں تھا کہ آخری نبی اس کے پاس آئیں گے۔ اس پہاڑ کے نصیب جاگ گئے۔ میں اسی جگہ پہ ہوں، انیس بیگ کے ساتھ احد پہاڑ کے اوپر جہاں یہ شق ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں آرام کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں خبر پھیل جاتی ہے کہ شہید کر دیئے گئے۔ (نعوذ باللہ) مسلمانوں کو خبر ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف زخمی ہوئے ہیں تو حوصلہ بڑھتا ہے۔ مسلمان پھر جمع ہوتے ہیں اور دوبارہ مقابلے میں کفار بھاگ جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی آغوش میں استراحت فرما رہے ہیں۔ اسی جگہ پہنچ کر میں نے جوتے اتار لیے ہیں۔ پہاڑوں پر نظریں جمائے دیکھ رہا ہوں۔ کونسا خوش قسمت پہاڑ ہے۔ کونسا راستہ ہے۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے تھے۔ کہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک لگا تھا۔ مجھے ان پہاڑوں سے ان راستوں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو آ رہی ہے۔ شیخ زاہد بھی اوپر چڑھ آئے ہیں۔ انیس بیگ صاحب بھی سچے عاشق رسول ہیں۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرصے سے مقیم ہیں۔ ادھر آ کر بندہ دم بخود ہو جاتا ہے۔ اپنا آپ بھول جاتا ہے۔ حسن نثار کی نعت پھر یاد آتی ہے۔

؎ تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا
کوئی مجھ سا نہ دوسرا ہوتا

کاش میں اس وقت یہاں ہوتا
کاش میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ہوتا
یہیں کہیں پہاڑوں کی اوٹ میں میرا بسیرا ہوتا
احد پہاڑ میرا مسکن ہوتا، میرا گھر ہوتا۔
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا سن کر سر کے بل آتا
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم صاف کرتا
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں سے مٹی جھاڑتا اور اس مٹی کو اپنے اندر بسا لیتا۔ آنکھوں میں ڈال لیتا
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں کے بوسے لیتا
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرہم پٹی کرتا
ڈاکٹر ہوں نا، کاش میں ہوتا اس وقت ہوتا

کسی اور کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ آنے دیتا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال رکھتا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم سے جو خون نکلتا، اس کو اپنے بدن کا حصہ بنا لیتا۔ اسے زمین پہ نہ گرنے دیتا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر جو مٹی لگتی۔ اسے خاکِ شفا بنا لیتا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے زانوؤں میں لٹا لیتا۔ اپنی ساری ڈاکٹری اپنی ساری مسیحائی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کر دیتا

کاش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جنم لیا ہوتا۔

جبل الرماۃ کے پہاڑ سے اتر کر معرکہ کی جگہ پر آ گئے ہیں۔ سید الشہداءؓ اور دوسرے 72 صحابہ شہید پڑے ہیں۔ موسم ابر آلود ہو رہا ہے۔ فضا میں خنکی ہے۔ ہندہ امیر حمزہؓ کا لاشہ دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتی ہے۔ سینہ چیرتی ہے۔ کلیجہ نکال کر چباتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیارے چچا کا زخموں سے چُور جسدِ خاکی دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ 72 صحابہؓ کو ایک بڑی قبر میں دفنایا جا رہا ہے۔ صحابہؓ کی نعشیں نظر آ رہی ہیں۔ حضرت حمزہؓ کو علیحدہ سے دفنایا گیا ہے۔ صحابہؓ اور حضرت حمزہؓ کی قبروں کے نشان باقی ہیں۔ سید الشہداءؓ امیر حمزہؓ اور دوسرے شہدائے احد کو احد کے قریب کھڑے ہو کر سلام عقیدت پیش کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ سے محبت فرماتے تھے۔ اس پہاڑ کی فضیلت میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''احد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہوگا۔'' نیز فرمایا ''احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی احد سے محبت کرتے ہیں۔'' جونہی احد سے نکلے، موسم مزید ابر آلود ہو گیا۔ کالی گھٹائیں چھا گئیں۔ انیس بیگ صاحب کہنے لگے آپ بڑے خوش قسمت ہیں۔ ایسا موسم تو سال میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔ غزوہ خندق، (غزوہ احزاب) والی جگہ اور سلع پہاڑ پر پہنچتے پہنچتے ظہر کی اذان ہو گئی۔ ظہر کی نماز مسجد خندق میں ادا کی۔ جونہی مسجد سے نکلے، ٹپ ٹپ مینہ برسنے لگا۔ مدینہ کی بدلیوں سے، فضاؤں سے، گھنگھور گھٹائیں آئیں اور برسنے لگیں۔ مینہ کے چھینٹے پڑنے لگے۔

☆............☆

غزوہ خندق۔ غزوہ احزاب

باہر بورڈ پر غزوہ خندق کا احوال لکھا ہوا ہے۔ جبل سلع سامنے نظر آ رہا ہے۔ سلع ایک کالا پہاڑ ہے جس کی لمبائی تقریباً ایک کلومیٹر ہے یہ مسجد نبویؐ سے شمال مغرب میں پانچ سو میٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اسی پہاڑ کی چوٹی کے نزدیک سنہ پانچ ہجری میں غزوہ خندق کا عظیم واقعہ پیش آیا۔ اس پہاڑ پر مختلف کیمپوں کی جگہ 7 مساجد بنائی گئیں۔ اوپر جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑاؤ تھا۔ وہاں مسجد الفتح ہے۔ نیچے مسجد سلمان فارسی، مسجد الفتح اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ تھوڑی بہت توسیع ہوئی ہے۔ مسجد سلمان فارسی جو بالکل پرانے دور کی لگتی ہے۔ اب بند کر دی گئی ہے اور مسجد ابی بکرؓ کی جگہ بڑی مسجد بنا دی گئی ہے۔ مسجد عمرؓ فاروق کو بھی اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔ جبل سلع نظروں کے سامنے آتے ہی تاریخ کا پہیہ گھوما۔

یہودیوں نے عرب کے سارے قبائل کو اکھاڑ کر 10,000 کا لشکر تیار کیا ہے اور مدینہ کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کے لیے تیار ہیں۔ مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ سے مشورہ ہوتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے مل کر خندق کھودنی شروع کی۔ دس دس افراد کا گروپ بنا۔ ہر گروپ نے 20 میٹر خندق کھودی۔ صحابہ کرام کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خندق کھود رہے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین ضربیں۔ تین سلطنتیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گروپ کے ذمے بھی 20 میٹر کھدائی ہے۔ ایک چٹان نے راستہ روکا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پہ ضرب لگائی۔ اس چٹائی کا تیسرا حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے شام کی چابیاں دی گئی ہیں" اللہ کی قسم میں ملک شام کے محل دیکھ رہا ہوں۔ دوسری بار چٹان

پر ضرب لگائی تو وہ پل بھر میں ریزہ ریزہ ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے فارس کی چابیاں دی گئی ہیں" اللہ کی قسم میں اس وقت مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری ضرب لگائی تو اس چٹان کا بقیہ حصہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اللہ اکبر! مجھے یمن کی چابیاں دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم میں اس وقت یہاں سے صنعا کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ تاریخ نے ثابت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کی کھدائی کے دوران جو پیشین گوئیاں کیں وہ بہت جلد پوری ہوگئیں۔ یمن، شام اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئیں۔ خندق تیار ہوگئی۔ یہ خندق احد پہاڑ کے قریب مسجد مستراح کے قریب سے شروع ہو کر جبل ذباب کے شمال سے گزرتی ہوئی مساجد فتح کے قریب جا کر مکمل ہوئی۔ اس کی لمبائی 2.5 کلو میٹر، چوڑائی 4 میٹر اور گہرائی 3 میٹر تھی۔ خندق کی کھدائی کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیٹ پہ پتھر باندھا ہوا تھا۔ خندق کھودنے سے فارغ ہوئے تو حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دنبہ ذبح کیا۔ اور کہا دو ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیں۔ کیونکہ دنبہ چھوٹا تھا اور یہ صرف دو چار لوگ ہی کھا سکتے تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب صحابہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ صحابیؓ رسول پریشان ہوگئے۔ کھانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے دینا شروع کیا۔ سب اور آپ کھا چکے تو کھانا باقی تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دوسروں کو ہدیہ بھیجو۔ کھانے کو آپ کا دستِ مبارک لگا۔ چند آدمیوں کا کھانا سارے صحابہؓ کے لیے کافی ہوگیا۔ برکت ہی برکت ہوگئی۔ مسلمانوں کی دفاعی حکمت عملی کامیاب رہی۔ کافروں نے 20 دن تک مسلمانوں کا شدید محاصرہ کیا۔ خندق عبور کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن ناکام و نامراد رہے۔ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے جو دعائیں کیں وہ ساری قبول ہوئیں۔ اللہ کے فرشتوں نے کفار کے خیموں کی طنابیں کاٹ دیں۔ کفار کے گھوڑے ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔ فرشتوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا تو کافر بھاگ گئے۔

مدینہ میں ابر رحمت ٹوٹ کر برسا

جبل سلع سے نکلے تھے کہ مدینہ میں ابرِ رحمت ٹوٹ کر برسنے لگا۔ موٹی موٹی مینہ کی بوندیں دل کو بھانے لگیں۔ جسم پر پڑنے لگیں۔ مدینہ کی گلیاں اور سڑکیں بارش سے سیراب ہوگئیں۔ انیس بیگ بتانے لگے کہ مدینہ میں باران رحمت کبھی کبھی برستا ہے۔ ویسے تو اس مقدس شہر میں ہر وقت انوار کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جب بارش برستی ہے تو لوگ خوشی سے گھروں سے باہر نکل آتے ہیں۔ ہوا میں خنکی ہے، تھوڑی بہت سردی محسوس ہو رہی ہے۔ بوندا باندی مستقل جاری ہے۔ مدینہ کی ہوائیں ٹھنڈی ہوگئیں ہیں۔ آہستہ آہستہ بارش میں تیز ہوگئی ہے۔ بارش کے آتے ہی سڑکوں پہ گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا ہے۔ سڑکوں پہ بھی خاصا پانی بھی جمع ہوگیا ہے۔ لوگ خاص کر جوان اور بچے بارش کا مزہ لینے کے لیے گھروں سے باہر نکل آئے ہیں۔



مسجد قبلتین اور دوسری مشہور مساجد

اب مسجد قبلتین کی طرف جانا ہے۔ مسجد قبلتین شارع خالد بن ولید کے کنارے وادی عقیق کے قریب واقع ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں خیر البشر، امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز کی امامت فرما رہے تھے۔ کہ وحی آئی کہ اب اپنے چہرے مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ کی طرف موڑ لو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ نے نماز میں ہی چہرے خانہ کعبہ کی طرف موڑ لیے۔ انیس بیگ بارش میں بڑی مہارت سے گاڑی چلا رہے ہیں۔ خوش بھی ہو رہے ہیں کہ بارش ہو رہی ہے تھوڑی ہی دیر میں مسجد قبلتین پہنچ گئے۔ بزرگ ساتھی امین صاحب اور ڈاکٹر بشیر احمد بھی ہمراہ ہیں۔ بارش میں بھیگتے مسجد کے مین گیٹ سے اندر داخل ہوئے۔ امین صاحب کو کہا آہستہ آہستہ چلیں۔ یہ وہی بدلیاں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں برستی تھیں۔ وہی آسمان، وہی فضائیں، وہی گھٹائیں، بارش کے یہ قیمتی قطرے ہیں۔ گوہر نایاب ہیں۔ انہیں جسم پر پڑنے دو۔ پڑتے رہیں دیکھیں جب بارش کے قطرے جسم پر پڑتے ہیں تو کیسی ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔ کتنا سکون ملتا ہے۔ دل کو کتنی تسلی ہوتی ہے۔

مسجد کے دربان نے دیکھ کر کہا حاجی صاحب آپ کو بارش کے بعد آنا چاہیے تھا۔ اسے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی بارش ہے۔ وہی فضائیں ہوائیں اور گھنگھور گھٹائیں ہیں۔ یہ مدینہ کا پانی، یہ بارش کے قطرے، یہ مدینہ کی گلیاں۔ وہ راہیں جن پہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تھے پتہ نہیں کب دوبارہ نصیب ہوں گے۔ دربان کہتا ہے ٹھیک ہے اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اندر جا کر دکھایا کہ پہلے رخ مسجد اقصیٰ کی طرف تھا۔ مسجد

کے داخلی دروازے کے اوپر پہلے سرخ رنگ کا مصلیٰ بنا ہوا تھا۔ یعنی اس وقت رخ پہلے رخ کے تقریباً پچھلی طرف تھا۔ لیکن جب حکم ربی آیا تو مسلمان ظہر کی نماز میں ہی خانہ کعبہ کی طرف مڑ گئے۔ اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ مسجد قبلتین میں دو نفل پڑھے۔ اس کے بعد مسجد قبا پہنچے۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی رکی تھیں۔ اندر جا کر پہلے دو رکعت پھر اور دو رکعت نماز نفل ادا کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔ فرمان ہے کہ "جو مسجد قبا میں دو نفل پڑھے گا اس کو عمرہ کا ثواب ملے گا" یعنی ہم نے تھوڑی سی دیر میں دو عمرے کر لیے۔ شارع عبدالعزیز پہ حضرت بلالؓ کے نام سے مسجد بنی ہوئی ہے۔ مسجد اوپر ہے اور نیچے مارکیٹ، یہ مسجد پہلے موذن اسلام حضرت بلالؓ کے نام پر ہے۔ وسیع و عریض مسجد ہے۔ انیس بیگ نے مسجد جمعہ کی بھی زیارت کروائی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت مدینہ کر کے قباء میں قیام فرمایا۔ جمعہ کے دن سے وہاں سے مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی مسجد قبا سے تقریباً 1 کلومیٹر کے فاصلہ پر بنو سالم کی بستی میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ بنو سالم نے اس جگہ مسجد بنائی۔ یہی مسجد بنی سالم اور مسجد جمعہ کہلائی۔ اور مساجد کی طرح اس مسجد میں توسیع بھی شاہ فہد کے دور میں ہوئی۔ اس کے مینار کی بلندی 25 میٹر ہے اور اس میں ایک ہزار کے قریب نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب احد سے واپس لوٹ رہے تھے تو سید الشہداء روڈ پر واقع مسجد مستراح والی جگہ پر آرام فرمایا۔ بنو حارثہ کا قبیلہ اس کے قریب آباد تھا۔ غزوہ احزاب سے قبل جو خندق کھودی گئی وہ یہاں سے شروع ہو کر مساجد فتح تک چلی گئی تھی۔ اس مسجد کی توسیع بھی، خادم حرمین شریفین شاہ فہد کے دور میں ہوئی۔

انیس بیگ اور مدینہ کی مارکیٹیں

آج کا دن زیارت کے حوالے بڑا اچھا گزرا۔ اللہ انیس بیگ صاحب کو جزائے خیر دے۔ عصر کی نماز حرم میں ادا کی۔ عصر کے بعد انیس بیگ صاحب نے "البیک" سے مزے دار کھانا کھلایا۔ مغرب کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کی۔ اس کے بعد عشاء تک مسجد نبویؐ میں رہے۔ عشاء کی نماز کے بعد واپسی ہوئی۔ اسماء اور باجی نجمہ نے مارکیٹ سے تحائف خریدنے تھے۔ انیس بیگ صاحب سے بات ہوئی۔ بڑے دل والے پاکستانی ساتھی نے کہا میں عشاء کے بعد آ جاؤں گا۔ عشاء کے بعد مارکیٹ کے لیے نکلے۔ انیس بیگ کے ساتھ رات 12 بجے تک مارکیٹوں میں خوب گھوم پھر کر تحائف خریدے۔ ان کی ہمت کی داد دینا پڑتی ہے۔ وہ دن بھر بلکہ رات 12 بجے تک ہمارے ساتھ رہے۔ نماز کے بعد مریضوں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا جو رات گئے تک جاری رہا۔ آج مدینہ میں ابرِ رحمت کی وجہ سے لوگوں میں بالعموم اور حجاج کرام میں بالخصوص چیسٹ انفیکشن اور کھانسی وغیرہ میں کمی ہوئی ہے۔ پھر بھی اپنا کام جاری ہے۔ مسجد نبویؐ میں بھی دوائیاں ساتھ ہوتی ہیں۔ جس کو زیادہ کھانستا یا بے حال

دیکھا۔ بیگ سے نکال کر دوائیں دیں۔

مسجد نبویؐ میں ایمرجنسی

عصر کی نماز کے لیے آ رہے تھے کہ ایک بوڑھا بابا (انڈونیشی) حرم کے صحن میں گر پڑا۔ سب لوگ بھاگم بھاگ اس کے اوپر جمع ہو گئے۔ ہر کوئی اپنی ہانک رہا تھا، کوئی کہتا ہے کہ اس کو پانی دو، کوئی کہتا اس کے اوپر پانی چھینکو، سب کو پرے کیا اور بابا جی کو چیک کیا۔ انہیں مرگی کا دورہ پڑا تھا۔ برے طریقے سے گرے تھے لیکن گرنے سے پہلے اٹھا لیا اس وجہ سے ہڈیاں بچ گئیں۔ بابا جی کو لٹا کر اُن کے سانس بحال کیے اور قمیض کے بٹن کھولے۔ تا کہ ہوا لگے اور وہ آسانی سے سانس لے سکیں۔ بابا جی کے سانس بحال ہوئے تو اُنہیں کھڑا کیا دورے کے اثرات ختم ہوئے تو اُٹھ کر چلنے لگے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ یوں ہماری ڈاکٹری مسجدِ نبویؐ میں بھی کام آ گئی۔

مسجد نبویؐ میں نماز فجر اور سلام

صبح سویرے 3 بجے طارق شاہ نے جگا دیا۔ ''آپ کے کمرے کے باہر مریض کھڑے ہیں۔'' دروازہ کھولیں۔ باہر نکل کے دیکھا کہ بیگ صاحب پریشانی کے عالم میں ادھر اُدھر گھوم رہے ہیں۔ بیگ صاحب بولے اہلیہ کی طبیعت رات سے خراب ہے۔ چکر آ رہے ہیں۔ ساری رات نیند نہیں آئی۔ ان کی اہلیہ کو چیک کیا اور دوائی دی۔ دوائی دے کر مسجد نبویؐ جانے کی تیاری کی۔ حرم میں لوگ ساری رات آتے جاتے رہتے ہیں۔ باب فہد گیٹ سے اندر داخل ہو کر دیکھا کہ صبح کے 4 بجے کے باوجود بھی لوگوں کی رونق ہے۔ آگے تک لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ٹھنڈے فرش پر جگہ ملی۔ مگر مسجد نبویؐ آ کر جو ٹھنڈک، آرام، ذہنی سکون، روحانی بالیدگی کا احساس ہوتا ہے۔ اس کا جواب نہیں۔ فجر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد قدم خود بخود باب سلام کی طرف چل پڑے۔ لوگ تو کب سے لائنیں بنائے کھڑے ہیں۔ شُرطے آوازیں لگا رہے ہیں۔ متوجہ کر رہے ہیں آرام سے چلیں۔ دوسرے کو دھکا نہ دیں۔ لیکن دیوانوں، مستانوں، فرزانوں کو صبر کرنا نہیں آتا۔ بے چین ہیں، بے قرار ہیں۔ درود و سلام کے نذرانے پیش کر رہے ہیں، رو رہے ہیں، گڑگڑا رہے ہیں لیکن چہرے خوشی سے دمک رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار پہ حاضری کی توفیق نصیب ہوئی۔ سلام کے لیے باب اسلام سے داخل ہو لائن میں لگ کر دھیرے دھیرے چل کر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانا بڑا ہی روح پرور، ایمان افروز تجربہ ہے۔ دل چاہتا ہے۔ وقت کی رفتار تھم جائے۔ وقت ٹھہر جائے اور یہ انتظار کی یہ گھڑیاں طویل ہو جائیں۔ آس پاس کے لوگ چلے جائیں اور میں اکیلا رہ جاؤں۔ صبح و شام درود و سلام کے نذرانے پیش کرتا رہوں۔ ایک ہی ورد کرتا رہوں۔ روضہ کی جالیوں اور گنبدِ خضریٰ کو تکتا رہوں۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے باری آ ہی گئی۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی جالیاں قریب آ گئیں۔ دل کی دھڑکن رک گئی۔ بآواز بلند درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا۔ آہستہ آہستہ چلتے مزید آہستہ ہو گئے تا کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے کا زیادہ وقت مل سکے۔ اس وقت بھی مسجد نبویؐ میں بیٹھا ہوں اور یہ لائنیں تحریر کر رہا ہوں۔ اشراق کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اشراق کے نفل پڑھ کر ہوٹل کا رخ کیا۔ اس کتاب کی یہ خوبی ہے۔ کہ اس کی زیادہ تر تحریر حرم پاک، مقدس مقامات، خانہ کعبہ کے سامنے یا مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر لکھی گئی۔ درود و سلام کا نذرانہ پیش کر کے طبعیت ہشاش بشاش ہو گئی۔ ہلکی ہو گئی۔ ایسے لگا کہ جسم بالکل ہلکا ہو گیا ہے۔ رگ و پے میں خوشی دوڑنے لگی۔ جونہی آپ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچتے ہیں تو چار سو عجیب قسم کی نورانیت اور روحانیت چھائی ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو یوں لگتا ہے کہ نور کی چادر تنی ہوئی ہے۔ رحمت اور سکینہ کا ڈائریکٹ نزول ہو رہا ہے۔ بقول شاعر۔

میری زندگی ہو رہی ہے نچھاور
جو روضے پہ میں لحہ بھر آ گیا ہوں
میرے پاس تک آ سکے گی نہ دنیا
قریب آپؐ کے اس قدر آ گیا ہوں

ہوٹل آ کر ناشتہ کیا کچھ دیر آرام کیا۔ اسی اثناء میں ظہر کا ٹائم ہو گیا۔ جلدی جلدی تیاری کی اور مسجد نبوی کے وسیع و عریض ہال کے اندر پہنچ گئے۔ اذان میں آدھ گھنٹہ باقی تھا۔ لوگ بڑے ذوق و شوق، لگن سے تلاوت قرآن پاک کر رہے تھے۔ نماز میں سب کی خواہش ہوتی ہے کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب جگہ ملے۔ تا کہ زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہو جائے یا پھر ریاض الجنہ میں نوافل پڑھ لیے جائیں۔ ڈاکٹر احسن نے بار بار تاکید کی تھی۔ کہ روضہ رسول پہ زیادہ سے زیادہ حاضری دینی ہے اور زیادہ سے زیادہ وقت مسجد نبویؐ میں گزارنا ہے۔ حرم کی طرح مسجد نبویؐ میں بھی ہر نماز کے بعد نماز جنازہ ہوتی ہے۔ نمازِ جنازہ کے بعد ہر کسی کی کوشش ہوتی ہے کہ ریاض الجنہ کا رخ کرے۔ ظہر کی نماز کے بعد ہوٹل کی بجائے باب بقیع سے سیدھے باہر کا رخ کیا۔

مسجد علیؓ ابن ابی طالب

مسجد نبویؐ کے صحن سے باہر 200 سے 300 میٹر کے فاصلے پر تین چار خوبصورت اور تاریخی مساجد نظر آتی ہیں۔ سب سے پہلے مسجد علی ابن ابی طالب پر نظر پڑی۔ مسجد علی، مسجد غمامہ کے شمال مغرب میں 300 میٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ مسجد عین اسی جگہ تعمیر کی گئی ہے۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عید کی نماز ادا فرمائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علیؓ نے ادھر عید کی نماز ادا کی۔ یہ مسجد اب بند ہے۔

مسجد ابوبکر صدیقؓ

اس کے بعد مسجد ابوبکر صدیقؓ کی طرف چلے۔ وہ بھی بند ہے۔ یہ مسجد نبویؐ کے صحن کے جنوب مغرب میں سو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس کے متعلق روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ عید کی نماز ادا فرمائی۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ادھر عید کی نماز ادا کی۔

مسجد غمامہ اور بادلوں کا سایہ

اس کے چند میٹر کے فاصلے مسجد غمامہ کا رخ کیا۔ مسجد غمامہ بڑی مسجد ہے۔ اس میں اب بھی نماز ہوتی ہے۔ یہ مسجد، مسجد نبویؐ کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد غمامہ میں سب سے اخیر میں عید کی نماز ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس جگہ نماز ادا فرمائی تو بادل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ افگن ہوگیا۔ اس وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد غمامہ (بادل) رکھ دیا گیا۔ مسجد غمامہ بڑی وسیع اور خوبصورت مسجد ہے۔ اب بھی یہاں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے۔ مسجد کے ہال میں دو رکعت نماز نفل ادا کی۔

مسجد عمر ابن خطابؓ

پنجاب کے دو بابے اور ایک بری بابا بھی تجسس سے میرے ساتھ شامل ہو گئے۔ پوچھنے لگے مسجد عمرؓ کدھر ہے۔ ادھر ادھر سے پوچھا۔ پتہ چلا کہ آگے ایک زیر تعمیر پلازہ کے درمیان میں ہے۔ مسجد عمرؓ مسجد ابوبکرؓ کے جنوب میں واقع ہے۔ دونوں کے درمیان 200 میٹر کا فاصلہ ہے۔ اس کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ عید کی نماز ادا کی۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے یہاں عید کی نماز پڑھی۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ یہ مسجد بھی اب بند ہے۔ شاید نئی بلڈنگ کے بننے تک اسے شہید کر دیا جائے۔ جلیل القدر صحابہ کرام کے نام کی مساجد دیکھ کر دلی اطمینان ہوا۔ عصر کی نماز کے لیے پھر حرم پہنچ گئے۔ نماز ادا کی۔ اصحاب صفہ کے چبوترے کی تلاش شروع ہوئی۔ پتہ چلا کہ باب جبرئیلؑ سے اندر داخل ہوں تو سامنے سے اصحاب صفہ کا چبوترہ نظر آتا ہے۔ عصر کی نماز کے بعد باب جبرئیل کی طرف چلے۔ گیٹ سے لوگ اندر جا رہے تھے۔ چبوترہ موجود تھا مگر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

☆..........☆

میں اصحابؓ صفہ میں شامل ہو گیا ہوں

مسجد نبویؐ میں صفہ وہ سایہ دار مقام یا چبوترہ ہے جس میں گرمی و سردی سے بچاؤ کے لیے ہجرت مدینہ کے بعد ایک سو سے زائد کچھ اصحابؓ رسول رہائش پذیر تھے۔ یہ سب لوگ غریب، نادار اور مسکین تھے۔ نہ ان کا کوئی رشتہ دار تھا نہ گھر۔ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو بھی صدقہ یا ہدیہ آتا اصحاب صفہ کو بھجوا دیتے۔ ان کی رہائش اور مسکن یہی صفہ تھا۔ یہیں وہ کھاتے پیتے تھے صبح شام رہتے اور علم حاصل کرتے تھے۔ ان میں وہ نایاب، گوہر اور مقدس ہستیاں شامل تھیں جو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے۔ اصحاب صفہ میں سے اکثر بعد میں بہترین حفاظ و قراء، محدث، مفکر اسلام، مفتی، فقیہہ اور علوم اسلامی کے فاضل علماء ثابت ہوئے کیونکہ انہوں نے زانوائے تلمذ آپ کے سامنے طے کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تربیت فرمائی تھی۔ اصحابؓ صفہ میں سب سے ممتاز حضرت ابو ہریرہؓ، محدث اعظم ہیں جن کو 5374 احادیث زبانی یاد تھیں۔ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کا کرشمہ تھا۔ میں گزشتہ تین دن سے اصحابؓ صفہ کا چبوترہ ڈھونڈ رہا تھا۔

آخر گوہر مراد مل ہی گیا۔ مسجد نبوی میں اصحابؓ صفہ کا چبوترہ نظر آ گیا۔ اصحابؓ صفہ، اصحابؓ وفا، اصحابؓ باصفا نظر آ ہی گئے۔ ان کا چبوترہ مل گیا۔ یہاں آ کر مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میں اصحابؓ صفہ کے ساتھ بیٹھا ہوں۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا ہے، ملا لیا ہے۔ ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر ہے۔ اصحابؓ صفہ

علم کے متلاشی اور غریب صحابہؓ ہیں۔ یہ وہ خوش قسمت صحابہ کرامؓ ہیں۔ جن سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کرتے تھے۔ میں بھی ادھر ہوں۔ میں بھی کمزور ہوں، ضعیف ہوں۔ کم علم ہوں، بھوکا ہوں، پیاسا ہوں۔ مجھے اصحابؓ صفہ کا حصہ بنالیں، مجھے ان میں شامل کرلیں۔ یہ صاحبان وفا، یہ علم کے شوقین، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ جان دینے والے صحابہ سارے کے سارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ہیں۔ لوگ اصحاب صفہ کے چبوترے کے چپے چپے پہ قابض ہیں۔

ایک دودھ کا پیالہ۔ 80 اصحابؓ صفہ

میں بیٹھا ہوں ادھر بیٹھا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر نظر آ رہا ہے۔ اصحابؓ صفہ بھوکے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو ہریرہؓ کو لے کر گھر آتے ہیں۔ ابو ہریرہؓ بھوک سے بے حال ہیں۔ اتنی کمزوری ہے کہ چلا بھی نہیں جا رہا۔ گھر میں دودھ کا پیالہ پڑا تھا۔ پیالہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ہریرہ کو فرمایا حق وچ اہل صفہؓ کے ساتھ ہے۔ ان کو بلاؤ وہ اہل اسلام کے مہمان ہیں۔ کیونکہ نہ تو وہ اہل وعیال والے ہیں نہ ہی ان کے پاس مال و دولت ہے۔ ابو ہریرہؓ سب کو آواز دے کر بلا لاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ہریرہ کو دودھ کا پیالہ دیا۔ یا ابی ہریرہؓ سب کو پیالے سے دودھ پلاؤ۔ ابو ہریرہؓ کے دل میں بات آتی ہے کہ ایک پیالہ دودھ سے کیا ہوگا؟ مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق ایک صحابیؓ سے شروع کرتے ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں، چھٹا، ساتواں ...... دسواں ...... بیسواں ...... تیسواں ...... چالیسواں ...... 50 واں، 79 واں، سارے اصحابؓ صفہ نے دودھ پی لیا۔ مگر پیالہ ابھی تک لبالب بھرا ہوا ہے۔ پیالے میں دودھ ختم نہیں ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اب ابو ہریرہؓ تم پیو، ایک دفعہ پیا، فرمایا اور پیو، اور پیا، سیر ہو گئے۔ ابو ہریرہؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے برگزیدہ محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث بنا کر بھیجا ہے۔ اب مجھ میں مزید پینے کی قوت نہیں تو نبی رحمت نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پیالہ لیا پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور بسم اللہ پڑھ کر باقی دودھ نوش فرمایا۔

میں بھی بھوکا اور پیاسا ہوں

میں بھی پیاسا ہو۔ بھوکا ہوں۔ صدیوں کے انتظار کے بعد آیا ہوں۔ اس پیالے سے دودھ کے چند قطرے مجھے بھی نصیب ہو جائیں۔ میرے نصیب جاگ جائیں۔ میری مدتوں کی پیاس بجھ جائے۔ مجھے ساری دنیا کے سارے علوم مل جائیں۔ میری تشنگی ختم ہو جائے۔ میں ایسا سیراب ہو جاؤں کہ پھر کبھی کچھ پینے کی حاجت نہ رہے۔

ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد پڑھ رہے ہیں۔ سامنے حضرت فاطمہؓ کا گھر ہے۔ یہاں کا

چپہ چپہ مقدس ہے۔ متبرک ہے یہاں ہر طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا لگے ہیں۔ زیر نظر کتاب کا یہ حصہ میں اصحابؓ صفہ کے چبوترے پر بیٹھ کر لکھ رہا ہوں۔ میں بھی اصحابؓ صفہ میں سے ہوں۔ کمزور ہوں۔ کم علم ہوں۔ علم کا متلاشی ہوں۔ پیاسا ہوں اصحابؓ صفہ کا جھوٹا دودھ مجھے بھی مل جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ درخواست کردی ہے۔ یہاں نور ہے، روشنی ہے، نورانیت ہے، روحانیت ہے، سکون ہے، یہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، اہل بیت کی، خلفاء راشدینؓ کی، اصحابؓ صفہ کی، جاں نثار صحابہؓ کی خوشبوئیں آ رہی ہے۔ میں کتنا خوش قسمت ہوں۔ یہ لفظ کتنے متبرک ہیں۔ اس مقدس جگہ پر لکھنے کی توفیق ہو رہی ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آقا کو ہر وقت اصحابؓ صفہ کا خیال رہتا۔ اپنے لیے گھر میں کچھ ہو یا نہ ہو۔ اصحابؓ صفہ کے لیے ضرور بھیجتے یہ عظیم لوگ۔ یہ جاں نثار لوگ، علم کے متلاشی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ فدا ہونے والے صبح وشام اس چبوترے پہ رہتے۔ علم حاصل کرتے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان تھے۔ میں بھی آج سے اصحابؓ صفہ میں شامل ہو گیا ہوں۔ ان کا حصہ بن گیا ہوں، میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان ہوں۔ ان کے در پہ جو آیا ہوں، بھوکا ہوں، پیاسا ہوں، علم کا متلاشی ہوں۔ یا اللہ مجھے سیراب کردے۔ علم سے، عمل سے، اخلاص سے، جذبے سے، جنوں سے، عشق سے، رزق سے، محبت سے، پیار سے، خوفِ خدا سے، نور سے، روشنی سے، نبی کے عشق سے میری پیاس بجھا دے۔ یہاں نور برس رہا ہے۔ روشنی ہی روشنی ہے، اس جگہ کا چپہ چپہ، انچ انچ، یہاں کا ایک ایک ذرہ مبارک ہے۔ میں ان ذروں میں ایک ذرہ بن جانا چاہتا ہوں ان ذروں میں جذب ہو جانا چاہتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جہاں جہاں نقش پا لگے ہیں۔ زمین کے جس جس حصے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا لگے تھے۔ وہاں سے جو ذرے اٹھتے تھے میں ان میں جذب ہو کر ان ذروں کا ایک حصہ بننا چاہتا ہوں۔ مجھے لگ رہا ہے۔ مجھے اصحابؓ صفہ کے چبوترے پہ بیٹھے محسوس ہو رہا ہے۔ میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے۔ اہل صفہؓ نے اصحابؓ صفہ مجھے قبول کر لیا ہے۔ اپنا حصہ بنا لیا ہے۔ میں وجد میں ہوں۔ میں مجنوں ہو گیا ہوں۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں ڈوب کر امر ہو گیا ہوں۔ میں پیاسا، میں علم کا متلاشی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پہ آ کر سیراب ہو گیا ہوں۔ مطمئن ہو گیا ہوں۔ میرا نفس، نفس مطمئنہ بن گیا ہے۔ میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میں آپؐ کا مہمان ہوں اور میں اصحاب صفہ میں سے ہوں۔

میں اصحابؓ صفہ میں سب سے کم علم، سب سے زیادہ بھوکا پیاسا اور علم کا سب سے زیادہ متلاشی ہوں۔ اصحابؓ صفہ نے مجھے اپنے چبوترے ایک کونے میں جگہ دی ہے۔ میرے نصیب جاگ گئے ہیں۔ کتنے بڑے اور جلیل القدر صحابی اصحابؓ صفہ میں شامل ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی ہیں۔ رئیس الفقہاء عبداللہ بن مسعودؓ بھی ہیں، حضرت زید بن الخطابؓ، سالم بن عمیرؓ، عبداللہ بن ام مکتومؓ، عبداللہ بن انیسؓ، عبداللہ بن زیدؓ، طلحہ بن عمروؓ، حذیفہ بن

اسیدؓ، عبداللہ بن عمرؓ سمیت 79 اصحاب صفہ کے نام ملتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ اہل صفہؓ کے ممتاز صحابہ میں سے ہیں، چند روز پہلے حضرت ابو ہریرہؓ بھوک سے بے ہوش ہو گئے۔ لوگ سمجھے مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے، کوئی گردن دبا رہا ہے، کوئی منہ پہ پانی ڈال رہا ہے کوئی کہہ رہا ہے ابو ہریرہؓ دیوانہ ہو گیا۔ پیٹ کی طرف کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، اصحاب صفہ روزے سے تھے، ان کے لیے کھجوریں آ گئی ہیں۔ ان کی تواضع ہو رہی ہے، میری بھی تواضع ہو رہی ہے کیونکہ میں بھی اصحابؓ صفہ میں سے ہوں۔ میرا وجود ان میں شامل ہو گیا ہے۔ اہل صفہؓ کے ساتھ مل گیا ہے، مغرب کی نماز اصحابؓ صفہ کے ساتھ ادا کی ہے۔ اصحابؓ صفہ افطاری کر رہے تھے مجھے بھی اہل صفہ کے توسط سے حصہ مل گیا ہے۔ کیونکہ میں بھی تو اصحابؓ صفہ میں سے ہوں۔

کافی دیر اسی چبوترے پر بیٹھے گزاری۔ دل یہاں سے جانے کو نہ کر رہا تھا۔ بنوریہ ٹاؤن کے عالم دین میرے ساتھ آ کر بیٹھ گئے ہیں۔ بتانے لگے کہ یہاں علم کے حوالے سے علم میں اضافے کی اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے دعا کریں بتانے لگے کہ اہل صفہؓ سب ممتاز افراد تھے، مگر ان میں ممتاز ترین اور مشہور ترین رئیس الفقہا عبداللہ بن مسعودؓ اور سیدنا ابو ہریرہؓ ہیں۔ حجاج کرام واپس جا رہے ہیں۔ ہمارے بھی چند دن رہ گئے ہیں۔ مدینہ کی گلیوں کو، مسجد نبویؐ کو، روضہ رسول کو، گنبدِ خضریٰؐ کو خدا حافظ کہنا ہے۔

مدینہ کی کھجوریں

حجاج کرام کے لیے سب سے زیادہ اہم ہے کہ وہ اہل خانہ اور عزیز و اقارب کے لیے مدینہ کی کھجوریں اور آب زم زم لے کر جائیں تاکہ یہ متبرک اشیاء عزیزوں اور دوستوں میں تقسیم کی جا سکیں۔ آب زم زم تو مکہ سے لے آئے تھے۔ کھجوریں خریدنا باقی تھا۔ عشاء کے بعد نوید اسلم، ڈاکٹر شاہد، اعجاز، ظفر اقبال، طارق شاہ، وہاب، محسن جاوید، شیخ زاہد کے ساتھ کھجور مارکیٹ کی طرف نکلے۔ ہر طرف مختلف انواع و اقسام کی 10 ریال سے 100 ریال فی کلو والی کھجوریں نظر آئیں۔ مکہ میں بھی کھجوریں ملتی ہیں۔ لیکن مدینہ منورہ زمانہ قدیم سے ہی کھجوروں کے باغات کی کثرت کی وجہ سے مشہور رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی کھجور میں برکت کی دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جس کسی نے صبح کے وقت سات کھجور مدینہ کے دونوں لابوں کے درمیان سے کھائے تو اس کو شام تک زہر بھی نقصان نہ دے گا۔ دل کی بیماری کے لیے عجوہ کھجور مفید سمجھی جاتی ہے۔ مدینہ میں بہت انواع و اقسام کی کھجوریں پائی جاتی ہیں۔ جن کے سائز رنگ، ذائقے مختلف ہوتے ہیں۔ مدینہ کی مشہور کھجوروں میں عجوہ، عنبر، صفاوی، شبلی، کرۃ، برحی، حلوۃ، روثانہ، ربیعۃ، بیضی، قلمی اور لبرنی شامل ہیں۔ کھجور مارکیٹ میں حجاج کرام کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ ہر طرف سے دنیا بھر کے حجاج کرام کھجور مارکیٹ آ رہے ہیں۔ ریٹ طے ہو رہے ہیں۔ کھجوریں پیک ہو رہی ہیں۔ کھجور مارکیٹ میں زیادہ دکانیں پٹھان بھائیوں کی ہیں۔ دوستوں کے مشورے سے کھجور خریدی، کسی نے عجوہ لی، کسی نے قلمی اور کسی نے مبروم۔



میں جنت میں ہوں

رات ایک بجے کا وقت ہے، میں جنت میں ہوں۔ زندہ جنت میں۔ ریاض الجنہ میں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ جنت کا ٹکڑا ہے۔" میرے نصیب جاگ گئے۔ مجھے آج سب کچھ مل گیا۔ میری امیدیں، میری آرزوئیں پوری ہوگئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمادیا وہ سچ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ میں آج وہاں ہوں۔ بیٹھا ہوں، ذکر واذکار میں مصروف ہوں۔ درود وسلام کا نذرانہ پیش کر رہا ہوں۔ اللہ نے اپنے گھر بلایا۔ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد کا۔ مسجد نبوی کا، روضہ رسول کا دیدار کرایا۔ اس سے بڑا احسان کیا ہوگا؟

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

لہٰذا ریاض الجنہ میں جی بھر کے نوافل پڑھے بار بار پڑھے۔ یہاں جنت کا سا ماحول ہے۔ ٹھنڈک ہے، خنکی ہے، مہک ہے، خوشبو ہے، روشنی ہے، نور ہے، روحانیت ہے، رومانیت ہے، پیار ہے، چین ہے، سکون ہے، میرا قلم، اور میری کتاب کے صفحات متبرک ہوگئے ہیں۔ یہیں جنت میں بیٹھا یہ سطریں قلم بند کر رہا ہوں۔ یہ بابرکت کتاب ہے۔ یہ بابرکت الفاظ ہیں جو جنت میں بیٹھ کر لکھے گئے۔ میری آرزوئیں، امیدیں، کوششیں آج سب تمام ہوگئیں، پوری ہوگئیں۔ سو نہیں رہا، خواب نہیں دیکھ رہا۔ کھلی آنکھوں سے، دل ودماغ کی توجہ کے ساتھ

میں نے جنت میں نوافل پڑھے ہیں۔ جنت میں بیٹھا لکھ رہا ہوں۔ لوگ حیران ہو رہے ہیں۔ پریشان ہو رہے ہیں۔ کوئی نفل پڑھ رہا ہے۔ کوئی رو رہا ہے۔ کوئی تلاوت کر رہا ہے۔ کسی کی آہیں ہیں۔ کسی کی سسکیاں ہیں، چیخیں ہیں، مگر یہ عام سا سادہ سا بندہ لکھنے میں مستغرق ہے۔ شُرطے سب کو اٹھا رہے ہیں۔ جلدی کا کہہ رہے ہیں۔ میری طرف دیکھتے ہیں۔ دیکھ کر پلٹ جاتے ہیں، اس مجنوں کو اس سادے سے بندے کو نہ اٹھا رہے ہیں۔ نہ کچھ کہہ رہے ہیں۔ اللہ ان کو خوش رکھے، میں لکھتا جا رہا ہوں اور لکھتا جا رہا ہوں۔ اللہ نے بے شمار نعمتیں دی ہیں۔ اس کا بے پناہ کرم ہے۔ اس کی بے پناہ عنائتیں ہیں، رحمتیں ہیں، فضل ہے، کرم ہے، مگر آج تو اس نے اپنی رحمتوں کی اپنی عنائتوں کی انتہا کر دی۔ جنت میں بلا لیا۔ جنت میں بلا کر نوافل پڑھنے کا موقع دیا۔ رونے کا، آنسو بہانے کا، سسکیاں لینے اور محبوب پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آہوں کا نذرانہ پیش کرنے کا موقع دے دیا۔ کتنے نصیب والا ہوں۔ میں کتنا خوش قسمت ہوں۔ آج کے دن کا، ان ساعتوں کا، ان لمحوں کا، ان خوش بخت گھڑیوں کا ازل سے انتظار تھا، صدیاں بیت گئیں کہ بلاوا نہ آیا تھا۔ بلاوا آیا، اللہ اپنے گھر لے آیا۔ خانہ کعبہ بلا لیا۔ اپنا گھر دکھا دیا۔ نبی کا روضہ دکھا دیا۔ جی بھر کے دیدار کروایا۔ پھر جنت میں بلا لیا۔ جنت کے اُس ٹکڑے میں بیٹھنے کی سعادت نصیب فرمائی جو کہ دنیا اور آخرت دونوں میں جنت ہے۔ نوافل پڑھنے کی، رونے کی، التجا کرنے کی توفیق دے دی، اللہ تیرا شکر ہے میں جنت میں ہوں۔ جنت میں بیٹھا لکھ رہا ہوں۔ یہ اس کتاب کے مقدر ہیں کہ اس کا بیشتر حصہ حرم پاک میں، خانہ کعبہ کے سامنے، مسجد نبویؐ میں، مقدس مقامات پہ اور سب سے بڑھ کر جنت کے ٹکڑے میں بیٹھ کر لکھا گیا۔ بقول شاعر۔

اپنے ارماں پورے کر لے، خوب جی بھر کر یہاں
اے دلِ بیتاب! لے تیرا مقام آ ہی گیا
میری جاں جس پر فدا، کون و مکاں جس پہ نثار
سامنے وہ روضہء خیر الانام آ ہی گیا

جنت کا ماحول

جنت کا ماحول ہے، ٹھنڈک ہے، رنگ و نور کا سیلاب ہے، سسکیوں، آہوں، دعاؤں، التجاؤں کی آوازیں ہیں۔ بندگانِ خدا جنت میں آ کر خوش ہو رہے ہیں۔ نور برس رہا ہے۔ سکینہ نازل ہو رہی ہے۔ فرشتے بھی یہ منظر دیکھ کر محظوظ ہو رہے ہیں۔ انگشت بدنداں ہیں، شیطان لعین اور اس کے ہرکارے منہ کے بل گرے پڑے ہیں۔ یہاں ایسی بھینی بھینی خوشبو اور مہک آ رہی ہے جو صرف اور صرف جنت کی خوشبو ہو سکتی ہے نہ ایسی مہک اور

خوشبو پہلے کبھی محسوس کی اور نہ آئندہ ہوگی۔ کیوں نہ ہو یہ جنت کی خوشبو ہے، یہ جنت کی مہک ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میرے منبر اور میرے گھر کا درمیانی حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ میں اسی جنت کے ٹکڑے میں ہوں۔ یوں تو مدینہ شریف اور مسجد نبویؐ کا چپہ چپہ متبرک اور مقدس ہے۔ لیکن ریاض الجنہ تو ان میں سے سب سے زیادہ مقدس ہے۔ منبر کے ساتھ ہی اسطوانہ مخلفہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکڑی کے ستون کو چھوڑ کر منبر پر قدم رکھا لکڑی کا ستون زور سے چلایا۔ قریب تھا کہ پھٹ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ہاتھ پھیرا تو بچے کی طرح سسکیاں لے رہا تھا۔ ہاتھ پھیرتے ہی چپ ہو گیا۔ قبر مبارک اور منبر کے درمیان اسطوانہ عائشہ ہے۔ اس کے قریب نفل پڑھنے کی بہت فضیلت ہے۔ ستون حضرت عائشہؓ کے ستون کے ساتھ قبر نبویؐ کی طرف سے دوسرا ستون جو حجرہ نبویؐ کے ستون اور ستون عائشہؓ کے درمیان واقع ہے۔ اس کا نام ستون ابولبابہ یا ستون التوبہ ہے۔ یہ تاریخی ستون ہے۔ چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں۔ حضرت ابولبابہؓ سے تھوڑی سے خطا ہوئی۔ مسجد نبویؐ میں ستون سے اپنے آپ کو باندھا ہوا ہے۔ کئی دن گزر گئے ہیں۔ وحی آ گئی۔ بریت کی خوش خبری لوگوں نے سنا دی ہے۔ ابولبابہ بے ہوش ہونے والے ہیں۔ 9 دن ستون سے بندھا رہنے کی وجہ سے رنگ پھیکا پڑا ہوا ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ اس وقت تک بندھا رہوں گا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشرف لا کر نہیں کھولیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک سے تشریف لاتے ہیں۔ خود ابی لبابہ کو کھولا۔ آزاد ہوئے تو اپنے مال کا تیسرا حصہ اللہ کی راہ میں خیرات کیا۔ حجرہ نبویؐ اور ریاض الجنت کی طرف دوسرا ملحقہ ستون سریر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس ستون اور ستون ابولبابہ کے درمیان نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھجور سے بنا ہوا پلنگ ہوا کرتا تھا۔ اس پہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرماتے تھے اور حضرت عائشہ اسی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں میں تیل لگایا کرتی تھیں اور کنگھی کیا کرتی تھیں۔ حجرہ نبویؐ مبارک کی ریاض الجنہ کی طرف دیوار کے ساتھ ایک اور ستون ہے۔ اس ستون کو ستون الحرس کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے پاس حضرت علیؓ، حضرت بلالؓ اور دوسرے صحابہ کرام باری باری پہرہ دیا کرتے تھے۔

ریاض الجنہ کا چپہ چپہ مقدس ہے۔ جہاں نظر ڈال لیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے نقش پا نظر آتے ہیں۔ ریاض الجنت میں بیٹھے خیالوں میں تصورات میں دیکھ رہا ہوں کہ وفود عرب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر رہے ہیں۔ ستون وفود اور ستون توبہ کے درمیان حضرت علیؓ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس لیے اس جگہ کو ''مصلی علی'' بھی کہتے ہیں۔ حجرہ نبویؐ کے قریب ستون تہجد کا بھی ذکر آتا ہے۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حجرہ شریف کے اندر کی جگہ کے ساتھ اسطوانہ جبرئیل کا بھی ذکر آتا

ہے۔ حضرت جبرئیلؑ وحی لاتے تو اس جگہ تشریف فرماتے۔ ریاض الجنت میں بیٹھا ان ساری متبرک جگہوں کو دیکھ رہا ہوں میرے تصور میں وہ دور آ رہا ہے۔ بار بار ان عظیم ستونوں کو دیکھ رہا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ کے نقش پا تلاش کر رہا ہوں۔ کاش نبی کے دور میں جنم لیا ہوتا۔ میں بھی ستون الحرس کا چوکیدار ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صبح و شام چوکیداری کرتا۔ حفاظت کرتا، ستون الحرس کے پاس ہی کھڑا رہتا۔ اس سے جدا نہ ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پل پل کی خبر رکھتا۔ کاش

؎ تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا
کوئی مجھ سا نہ دوسرا ہوتا

رات گئے ریاض الجنہ سے واپسی ہوئی۔ ریاض الجنہ سے نکل کر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی۔ درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو سلام عقیدت پیش کیا۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ فجر کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کی۔

☆............☆

مدینہ کی گلیاں اور متبرک کنوئیں

نماز کے بعد کچھ دیر آرام کیا۔ آج مدینہ النبیؐ میں گھومنے اور مختلف تاریخی مقامات کی زیارت کرنے کا پروگرام بنا۔ اسد اللہ گاڑی لے کر رات سے ہی ادھر تھا۔ اسد کی بدولت ہی "بدر" کی زیارت ہوئی تھی۔ طارق شاہ کے علاوہ بزرگ ساتھی محمد امین اور محمد ذھاب بھی ہمراہ ہیں۔ اسد شاہ نے کہا کہ سفر کا آغاز مسجد قبا میں دوگانہ ادا کر کے کرتے ہیں۔ مسجد قبا میں دو نفل ادا کرنا عمرے کے برابر ہے۔ مسجد قبا پہنچے۔ صبح صبح مسجد میں عورتوں اور مردوں نے خوب رونق لگا رکھی ہے۔ ہر طرف بندگان خدا ہیں۔ لوگ عمرہ کا ثواب حاصل کرنے کے لیے جوق در جوق آ رہے ہیں۔ اور نوافل پڑھتے جا رہے ہیں۔ اسد اللہ نے بتایا کہ قبا کے لوگوں کا قرآن میں خصوصی ذکر ہے کہ یہ لوگ طہارت اور پاکیزگی کا خاص خیال رکھنے والے ہیں۔ اس مسجد کے باتھ روم اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایسے خاص انداز میں بنائے گئے ہیں کہ ناپاکی یا کوئی گندہ قطرہ کپڑوں پہ پڑنے کا شائبہ بھی نہ ہو۔

"جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی۔ یعنی "مسجد قبا" وہ واقعی اس لائق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں جا کر کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے مرد ہیں کہ جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔" (القرآن۔ التوبہ:108)

مسجد کے باہر دو قبرستان ہیں۔ ایک کے بارے میں اسد اللہ نے بتایا کہ یہ مشرکین کا قبرستان ہے اور دوسرا مسلمانوں کا۔ قبا والے اہل دل اور اہل ثروت لوگ تھے اور ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں آئے تو انہوں نے کھلے دل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ اپنا سب کچھ

نچھاور کر دیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے آج بھی مسجد قبا کے اردگرد رہنے والے اہل ثروت ہیں۔

مسجد ضرار

مسجد قبا کے اردگرد ہی مسجد ضرار تھی۔ جسے منافقین نے بنایا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ جب آپ مقام ذی آوان میں پہنچے جہاں سے مدینہ ایک گھنٹہ کے راستے پر رہ جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک بن دخشم اور معن بن عدی کو مسجد ضرار کے منہدم کرنے اور جلانے کے لیے آگے بھیجا۔ یہ مسجد منافقین نے اس لیے بنائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اس میں بیٹھ کر مشورے کریں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک جا رہے تھے اس وقت منافقین نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لیے ایک مسجد بنائی ہے۔ آپ چل کر اس میں ایک مرتبہ نماز پڑھا دیں تا کہ وہ مقبول اور متبرک ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت تو میں تبوک جا رہا ہوں۔ واپسی کے بعد دیکھا جائے گا۔ واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو حضرات کو حکم دیا کہ جا کر اس مسجد کو جلا دیں اور یہ آیتیں اسی کے بارہ میں اتری ہیں۔

ترجمہ: ''اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کے لیے اور کفر کرنے کے لیے اور اہل ایمان میں تفرقہ ڈالنے کے لیے اور قیام گاہ بنانے کے لیے اس شخص کے لیے کہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہی سے برسرِ پیکار ہے اور قسمیں کھائیں گے کہ ہماری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں جا کر کبھی کھڑے بھی نہ ہوں۔''
(القرآن۔التوبہ:107)

بیرِ اریس۔ بیرِ خاتم

اسد نے مسجد قبا سے نکلتے ہوئے بتایا کہ مسجد قبا کے قریب مغربی جانب بیرِ خاتم یا بیرِ اریس تھا۔ جسے سڑک میں توسیع کی خاطر بند کر دیا گیا۔ میں چشم تصور میں دیکھ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانثار ساتھیوں کے ساتھ مسجد قبا سے نکلے ہیں۔ گرمی کا موسم ہے۔ بیرِ اریس کے قریب تشریف لاتے ہیں اور پنڈلی سے کپڑا اٹھا کر پاؤں لٹکا کر کنویں کی منڈیر پہ بیٹھ جاتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بطور دربان کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ابن خطاب اجازت لے کر آتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اجازت مرحمت فرماتے ہیں بلکہ جنت کی خوش خبری بھی۔ دونوں کے آپ کے دائیں اور بائیں طرف کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اللہ اللہ کیا شاندار منظر ہے۔ حضرت عثمانؓ اجازت لے کر سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کی خوش خبری دیتے ہیں اور ساتھ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان پر ایک بڑی

آزمائش آئے گی۔ آزمائش آئی اور اس عظیم صحابی رسول نے جان دے دی لیکن اپنی خاطر فتنہ وفساد یا خون خرابہ نہ ہونے دیا۔ اس بیئر کو بیئر خاتم بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی استعمال کی وہ آپ کے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رہی۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھی کہ کنوئیں میں گر گئی۔ اس پہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

مسجد جمعہ اور بیئر سلمان فارسی

اسد اللہ ساتھ ساتھ تاریخ کے اوراق کھولتے جا رہے تھے۔ مسجد جمعہ کے سامنے سے گزرے تو بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ میں نماز پڑھانے آئے تو اپنی اونٹنی کو جس جگہ باندھا وہ سامنے سڑک کے پار ہے۔ اس جگہ آپ کی اونٹنی کے نام سے القصویٰ سٹور بنا ہوا ہے۔ مدارس الشاوی کے نزدیک حضرت سلمان فارسیؓ کے وسیع و عریض کھجور کے باغ نظر آئے جن کے واضح نشان ابھی باقی ہیں۔ باغات کے سامنے ایک بڑا کنواں موجود ہے۔ جو اس باغ کو پانی دینے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اس کا نام بیئر سلمان فارسیؓ ہے۔ یہ کنواں موجود تو ہے لیکن اب اس کو خاردار تاریں لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔

بیئر عرس

تھوڑا سا آگے جا کر مسجد قبا کی شمالی جانب ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر مدارس شاوی کے قریب بیئر عرس ہے جس کے گرد دیوار بنا کر اوپر چھت ڈال دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا پانی پسند فرمایا اور نوش فرمایا کرتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ وفات کے بعد مجھے بیئر عرس کے پانی سے غسل دیا جائے۔ چنانچہ بیئر عرس سے سات بالٹی پانی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا گیا۔

بیئر رومہ۔ بیئر عثمان

بیئر عرس کے بعد اسد اللہ نے بیئر عثمان کی زیارت کروائی۔ بیئر عثمان مسجد نبویؐ سے 3.5 کلومیٹر اور مسجد قبلتین سے 1 کلومیٹر کے فاصلہ پر ازہری محلّہ میں وادی عقیق کے کنارے واقع ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میٹھے پانی کا یہ بڑا کنواں ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے لیے بیئر رومہ خریدے گا۔ اسے جنت میں اس سے بہتر انعام ملے گا حضرت عثمانؓ نے پہلے آدھا کنواں اور بعد ازاں پورا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ بیئر عثمان ایک وسیع و عریض باغ میں موجود ہے اور ابھی تک چل رہا ہے۔ عام پبلک کے لیے اسے صرف جمعرات والے دن کھولا جاتا ہے۔

اس کنویں کے پانی کے بارے میں بہت سی باتیں مشہور کر دی گئی ہیں۔ یہاں کا پانی پینے سے مختلف بیماریوں خاص کر امراضِ گردہ سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ کنواں ایک یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ بن عفان کی اسلام کے لیے، مسلمانوں کے لیے ناقابل فراموش خدمات ہیں۔ اس کنوئیں پر کھڑے ہو کر وہ سب مناظر یاد آ گئے کہ کس طرح خارجیوں نے باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے لیے عرصۂ حیات تنگ کیا اور اس کنوئیں کا پانی عثمان ذی النورینؓ کے لیے بند کر دیا گیا۔ جسے آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر کثیر دولت خرچ کر کے یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا۔

مسجد سقیا۔ بیئر سقیا

ترکی ریلوے اسٹیشن کے پاس سے گزرتے ہوئے مسجد سقیا نظر آتی ہے۔ یہ مسجد نبویؐ سے جنوب مغرب میں ریلوے اسٹیشن کے اندر واقع ہے۔ سقیا نام کی وجہ یہ ہے کہ اس بیئر سقیا کے پاس سے بدر تشریف لے جاتے وقت اس کنوئیں کے پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا تھا اور اس کے پاس دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اہل مدینہ کے لیے دعا مانگی تھی۔

مسجد اجابہ

مسجد نبویؐ کے شمال مشرق میں 850 میٹر کے فاصلے پر مسجد اجابہ ہے۔ اس کی تعمیر عہد نبوی میں بنو معاویہ کے محلہ میں ہوئی۔ مسجد اجابہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز تشریف لائے اور اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور کافی دیر تک دعا میں مشغول رہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں۔ دو مجھے عطا فرما دیں اور ایک کو منع فرما دیا۔ میں نے اللہ سے عرض کی کہ میری امت قحط سے ہلاک نہ ہو۔ اور میری امت غرق ہو کر ہلاک نہ ہو۔ یہ دونوں دعائیں اللہ نے قبول فرما لیں۔ تیسری دعا میں نے یہ مانگی کہ ”میری امت میں باہمی اختلاف و انتشار نہ ہو۔“ پس یہ دعا قبول نہ ہوئی۔



آگ بصریٰ اور کالے پہاڑ

اسد اللہ مدنی مدینے کی چپے چپے سے واقف ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی میں 8 سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد اب پاکستان واپسی ہے۔ یہ بتا کر اسد اللہ نے اور حیران اور خوش کر دیا کہ ان کی پیدائش بھی مدینہ میں ہوئی۔ اسی لیے وہ نام کے ساتھ مدنی لکھتے ہیں۔ چلتے چلتے وادی عاقول اور وادی قناۃ لے گئے جہاں حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے کالے پہاڑ نظر آئے۔ قریب آنے پر یہ پہاڑ جلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ اسد اللہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”قیامت اس وقت تک قیام پذیر نہیں ہوگی جب تک ارضِ حجاز سے آگ نہیں نکلے گی۔ جس آگ سے بصریٰ شہر میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہوں گی“ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا وہ سچ ثابت ہوا مدینہ میں 654ھ بروز بدھ 3 جمادی الاول میں زلزلے کے 18 شدید جھٹکے آئے۔ جمعہ کے دن حرہ شرقیہ سے آگ ظاہر ہوئی۔ افق پر سیاہ بادل چھا گئے۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ اس آگ نے ایک لاوا کی شکل اختیار کر لی۔ یہ آگ پہاڑوں کو کھاتی آگے بڑھتی رہی۔ مؤرخین کے مطابق یہ آگ اتنی شدید تھی کہ مکہ مکرمہ اور بصریٰ سے صاف نظر آتی تھی۔ تین ماہ تک آگ بھڑکتی رہی۔ آتش فشاں کا لاوا اپنا راستہ بناتا ہوا حرہ شرقیہ سے جبل وعیرہ کی طرف ہوتا ہوا وادی قناۃ شہدائے احد کی قبور کے بعد آ کر ختم ہو گیا۔ جس کے پیچھے کئی ٹن پانی جمع ہو گیا جسے سد عاقول کا نام دیا گیا۔ اسد اللہ نے جلے ہوئے پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا اور جلے ہوئے پتھر دکھائے۔ جلنے کی وجہ سے بے وزن اور بھربھرے سے ہیں اور ہاتھ میں آتے ان کا کوئی وزن محسوس نہیں ہوتا۔ اس وادی کے سارے پہاڑ آج بھی کالے رنگ کے ہیں اور جلے ہوئے لگتے

ہیں۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے جو بات نکلی وہ سچ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرما دیا وہ حق ہے۔جس جس بات کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی کی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے کے مطابق سچ ثابت ہوئی۔

کعب بن اشرف کا قلعہ

سدّ بطحان سڑک کے ایک طرف ملعون کعب بن اشرف کا قلعہ نما مکان اور باغ دیکھا۔یہ ایک مالدار یہودی شخص تھا جو شاتم رسول تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔مسلمانوں کے بارے میں بکواس کرتا رہتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔شاتم رسول، گستاخِ رسول کی سزا ہی موت ہے۔محمدؓ ابن مسیلمہ صحابی نے اس کو جہنم رسید کیا۔یہ مدینہ کا مالدار شخص تھا۔اس کے بڑے بڑے باغات اور محل تھے۔آج بھی وسیع وعریض باغات اور محل کے آثار دیکھ کر اس کی امارات کا اندازہ ہوتا ہے۔کعب بن اشرف کے قلعے کی دیواریں درمیانے حجم کے پتھروں سے بنی ہوئی ہیں۔جو کمروں اور صحن کی نشاندہی کرتی ہیں۔جنوب مشرق میں اونچی دیواریں ہیں۔قلعہ کے باہر ایک بڑا کنواں اصلی حالت میں موجود ہے۔اسد اللہ نے کعب بن اشرف کا قلعہ اس کے محلات اور باغات دکھائے جس کے ٹھیک ٹھاک آثار ابھی تک باقی ہیں۔قلعہ کی دیواریں دور سے نظر آتی ہیں۔اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو تباہ و برباد فرمائے۔

بیئر عروہ

اس کے بعد حضرت عروہ بن زبیر کا محل دیکھا۔جس کے در و دیوار ابھی تک قائم ہیں۔پتھروں کی مضبوط دیواریں کھڑی کی گئی ہیں۔کمروں کے نیچے تہہ خانہ بھی ہے۔قصرِ عروہ کے ساتھ ہی بیئر عروہ ہے۔حضرت عروہ بن زبیرؓ نے یہ کنواں کھدوایا تھا۔یہ کنواں شارع عمر ابن الخطاب پر وادیٔ عقیق کے پل کے بائیں جانب واقع ہے۔مکہ کی نسبت مدینہ منورہ میں اکثر مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کے آثارِ قدیمہ کو محفوظ کیا گیا ہے۔اور ان کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

بیئر فاطمہ بنت الحسینؓ

چلتے چلتے اسد نے شاہراہ عمر ابن الخطاب کے مغربی جانب سے تھوڑی دور بعد حضرت فاطمہ بنت حسینؓ کا محل بھی دکھایا۔جس کی دیواریں ابھی تک قائم ہیں۔اس میں کنوئیں کے علاوہ پانی کی سبیل بھی لگی ہوئی تھی جسے بیئر و سبیل فاطمہ بنت الحسین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوطلحہؓ انصاری کا "بیئرحا"

اسد اللہ کے ساتھ مدینہ کی گلیوں، بازاروں، پرانے محلوں میں پھرتے ہوئے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور یاد آ رہا تھا۔ مختلف جگہوں پر دھیرے دھیرے پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا ہوں کہ یہ وہ مقامات ہیں وہ گلیاں ہیں۔ وہ راہیں ہیں، جہاں سرورِ دو جہاں کے پاؤں لگے ہیں۔ شاید کسی جگہ کسی مقام پہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ پا پر اپنا بھی گزر ہو جائے اور یوں اپنا کام بن جائے۔ اسد نے بتایا کہ باب فہد سے مسجد نبویؐ کے اندر داخل ہوں تو چند میٹر کے فاصلے پر بائیں طرف حضرت ابوطلحہؓ انصاری کے کنوئیں کا نشان ہے۔ اس جگہ پر مستقل قالین بچھا رہتا ہے۔ اکثر زائرین اس کی تلاش میں رہتے ہیں۔ قالین کو اٹھائیں تو تین بڑے گول دائرے نظر آتے ہیں یہ نشان "بیئرحا" کے ہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ انصاری کے مدینہ میں باغ تھے اور مسجد نبوی کے سامنے بیئرحا والا باغ انہیں بہت پسند تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لاتے اور بیئرحا کا پانی نوش فرماتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی "تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ (آل عمران:92) تو حضرت ابوطلحہؓ نے یہ باغ اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کا کہا۔ بعد ازاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پہ آپ نے اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا۔

راستے میں اسد اللہ نے مطعم ابوزید سے سعودی ناشتہ کروایا۔ لوبیا سے بنی ہوئی ہریسہ کی طرز کی ڈش اور اس کے بعد سویٹ ڈش کھا کر مزا آ گیا۔ اسد نے بتایا کہ اکثر سعودی ناشتہ گھر سے باہر کرتے ہیں۔ یہ ڈش لاہور کے نان چھولوں کی طرز کی تھی۔ سویٹ ڈش کو حلوہ سمجھ لیں مگر یہ کھجور شہد، کیلے وغیرہ کو ملا کر بنائی گئی تھی۔

سقیفہ بن بنو ساعدہ اور بیئر بضاعۃ

اسد اللہ مدینۃ النبی کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ مدینہ کی ساری گلیاں اور تاریخی مقامات کا اسے پتہ ہے۔ شروع میں سقیفہ بن ساعدہ کی جگہ دکھائی۔ یہ جگہ مسجد نبویؐ کی مغربی جانب 206 میٹر کے فاصلے پر موجود باغ میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں نماز ادا کی، آرام فرمایا اور پانی پیا۔ اسی سقیفہ کی شمالی جانب کچھ فاصلے پر بنو ساعدہ کا کنواں تھا۔ جس کا نام بیئر بضاعہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا پانی استعمال کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ سقیفہ بن ساعدہ میں اکٹھے ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ اول منتخب کیا۔

شاہ فہد قرآن پرنٹنگ پریس

صبح کے اس سفر کے آخر میں شاہ فہد قرآن پرنٹنگ پریس کی عظیم الشان محل نما بلڈنگ دکھائی۔ شاہ فہد کے

اس عظیم الشان اور صدقہ جاریہ والے کارنامے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے پریس میں دنیا کی 86 سے زیادہ زبانوں میں ترجمے کے ساتھ قرآن پاک پرنٹ ہوتے ہیں۔ جدید ترین پرنٹنگ مشینوں پہ قرآن پاک پرنٹ ہو رہے تھے۔ سب کچھ خود کار نظام کے تحت ہوتا ہے۔ سال میں دس ملین قرآن پاک پرنٹ ہوتے ہیں اور دنیا میں ہدیہ کے طور پر تقسیم ہوتے ہیں۔ عالمی زبانوں کے علاوہ ہماری اپنی پشتو، براہوی، سندھی، بلوچی میں بھی قرآن پاک کے تراجم موجود تھے۔ اوپر سے پریس کا دورہ کیا۔ نیچے لاتعداد جدید ترین پرنٹنگ مشینیں، قرآن پاک کی پرنٹنگ، بائنڈنگ، پیکنگ میں مصروف تھیں۔ ہزاروں ورکرز اس مقدس کام میں لگے ہوئے تھے۔ جب سے حجازِ مقدس میں ہیں ہر جگہ و ہر مقام پر خاص کر حرمین شریفین میں خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کے کارہائے نمایاں نظر آتے ہیں۔ شاہ فہد کو قرآن سے حد درجہ محبت تھی۔ حرمین شریفین کو خوبصورت سے خوبصورت ترین اور ان کی مزید اور مزید توسیع کا جنون تھا۔ اسد اللہ نے بتایا کہ شاہ فہد ایک **Visionary** تھے۔ اللہ نے ان کو ایسا دل و دماغ دیا تھا کہ وہ ہر وقت سوچتے رہتے تھے کہ میں حرمین شریفین اور قرآن پاک کی کوئی خدمت کر جاؤں اور اس میں وہ کماحقہ کامیاب ہوئے۔ اللہ ان کی قبر پہ لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات بلند کریں۔ سعودی حکمرانوں کا خاصہ ہے کہ جب بھی وہ اقتدار میں آتے ہیں ان کے ذہن میں ایک ہی چیز سمائی ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے حرمین شریفین کی خدمت کر جائیں۔



روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ سلام پیش کرنا

ظہر اور عصر کی نمازیں مسجد نبویؐ میں ادا ہوئیں۔ شہر مدینہ میں، مسجد نبویؐ میں، گنبد خضریٰ میں تھوڑا قیام باقی رہ گیا ہے۔ جوں جوں دن قریب آ رہے ہیں اداسی بڑھتی جا رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکن پر آ کر جو ذہنی سکون اطمینان قلب اور روحانی بالیدگی حاصل ہوئی۔ اس کا کہیں اور تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مغرب کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کر کے دل پھر مچلا کہ روضہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری ہو جائے۔ حاضری کے لیے باب سلام سے داخل ہونا اور پھر انتظار کے لے لائن میں لگنا عجیب روحانی تجربہ ہے۔ دل کرتا ہے کہ بندہ اس لائن میں لگا رہے اور انتظار کرتا رہے۔ درود و سلام کے نذرانے پیش کرتا رہے۔ مگر یہاں جو شُرطے ہیں اور محافظ ہیں۔ وہ آپ کو چھوڑتے نہیں ان کا کام مشکل ہے۔ انہیں روزانہ ہزاروں نہیں لاکھوں حجاج کرام کو زیارۃ الرسول اللہ کروانی ہوتی ہے۔ سب کا خیال کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے وہ لائن کو جلدی جلدی کلیئر کرواتے ہیں۔ حاجیوں کو کبھی نرمی سے، کبھی سختی سے، کبھی عاجزی سے، کبھی پیار سے اور کبھی غصے سے آگے بڑھنے کا کہتے ہیں۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچھ علماء بھی ہوتے ہیں۔ جو حجاج کرام کو سمجھاتے ہیں کہ جلدی جلدی درود و سلام کا نذرانہ پیش کر کے آگے بڑھیں۔

روضہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آتے ہی آہیں سسکیاں، آنسو بن جاتے ہیں۔ دل رکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے یہیں ٹھہر جائیں اور روضہ مبارک کی جالیوں کو دیکھتے جائیں، تکتے جائیں۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیا۔ یمنیٰ، حذیفہ، ماہ

نور کی طرف سے اسلم مروت، ڈاکٹر احسن، فیاض ملک اور اہل خانہ کی جانب سے اور آگے بڑھے۔ باہر آ کر گنبد خضریٰ کے عین سامنے صحن میں بیٹھ گئے۔ گنبد خضریٰ نظروں کے سامنے، مسجد نبویؐ کے چمکتے مینار، ایک مسلمان کے لیے اس سے بہتر نظارہ کیا ہوگا۔ عشاء کی نماز ادا کر کے کمرے کا رخ کیا۔ لاہور سے میاں ارشاد اور سعودی عرب میں مقیم انیس بیگ صاحب تشریف لائے۔ میاں ارشاد کے والد صاحب سلیمان مرحوم دردِ دل رکھنے والے پکے مسلمان اور سچے عاشق رسولؐ تھے۔ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ ان کے صاحبزادوں شاہ صاحب، ارشاد وغیرہ نے یہاں مستقل بسیرا کر لیا ہے۔ اللہ نے کاروبار بھی سیٹ کروا دیا ہے۔ حرم کے قریب ہی مستقل رہائش لے لی ہے۔ جس کی ایک کھڑکی سے احد کے پہاڑ اور دوسری سے گنبد خضریٰ کا نظارہ ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی دوست یہاں ملنے آتا ہے مکہ اور مدینہ کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات ہوتی ہی نہیں۔ انیس بیگ صاحب کے ساتھ مارکیٹ جانا ہوا۔ وہاں سے اسماء اور باجی نجمہ نے کچھ گفٹس خریدے کیونکہ واپسی پر ہر کسی کی خواہش ہوگی کہ ہمیں شہر مکہ اور مدینے سے آیا ہوا کچھ نہ کچھ ضرور ملے۔

رات کی روشنی میں احد پہاڑ کا نظارہ

راستے میں چمکتا دمکتا روشن روشن، پیارا پیارا احد پہاڑ نظر آیا۔ اگرچہ کئی دفعہ احد پہاڑ کی زیارت کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ انیس صاحب کہنے لگے کہ رات کی روشنیوں میں احد پہاڑ پہ جانے کی بات ہی اور ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد آ گیا کہ آقاؐ احد پہاڑ سے محبت کرتے تھے اور اکثر ادھر آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ نبی جی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ تھے۔ پہاڑ میں جنبش اور حرکت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاؤں مبارک پہاڑ پر مار کر فرمایا۔ اے احد! ٹھہر جا۔ تیرے اوپر ایک نبیؐ ہے۔ ایک ابوبکر صدیقؓ ہے اور دو شہید ہیں۔ رات کی روشنی میں پہاڑ کی زیارت کی۔ سید الشہدؓ اور دوسرے شہدائے احدؓ کی آخری آرام گاہوں کے قریب جا کر ان شہدائے اسلام کو جنہوں نے آقاؐ پر اپنی جان نچھاور کر دی، سلام عقیدت پیش کیا۔ ہندہ نے سید الشہداء کا کلیجہ چبایا تھا۔ ہندہ نے جب اسلام قبول کرنے کا کہا تو آقا کو وہ سب یاد آ گیا۔ کہ کیسے سید الشہداء کی بے گور و کفن نعش پڑی ہوئی تھی۔ پیٹ چیرا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے تھے، آنسو بہائے تھے، وہی ہندہ اسلام قبول کرنے آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے وہ سارا منظر آیا ہوگا۔ مگر قربان جایئے لاکھوں بلکہ کروڑوں بار آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پہ اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کریمی پہ کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہندہ کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اجازت دے دی مگر ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ میرے سامنے مت آنا مجھے میرے چچا یاد آتے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد جب بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آتیں تو برقعہ پہن کر آتیں۔

مسجد نبویؐ کی صفائی اور انتظام

مسلمانوں کے لیے مسجد نبویؐ ہر لحاظ سے مقدس ترین مقام ہے۔ اس کے چپے چپے پہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ کے نقش پا ہیں۔ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے ایک عجیب قسم سی کی روحانیت طاری ہو جاتی ہے۔ ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے اور آدمی کا دل چاہتا ہے کہ مسجد نبویؐ میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارے۔

مسجد نبویؐ کی صفائی اور انتظام کے لیے ہزاروں کارکن، رات دن بلکہ چوبیس گھنٹے مصروف رہتے ہیں۔ صفائی ستھرائی کے تمام سٹاف کا تعلق پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش، ملائیشیا، انڈونیشیا، سری لنکا، نیپال برما سے ہے۔ سعودی عرب کے لوگ زیادہ تر سکیورٹی اور نگرانی کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ صفائی وستھرائی والے اہل کار ہر وقت کسی نہ کسی حصے کی صفائی میں مگن ہوتے ہیں۔ ہر پورشن کی صفائی کے لیے علیحدہ علیحدہ گروپس ہیں۔ مسجد حرام میں بھی صفائی کا اعلیٰ انتظام ہے۔ مگر وہاں صفائی ایکشن کے وقت جو شور و غوغا اور تیزی دکھائی جاتی ہے۔ وہ مسجد نبویؐ میں سنائی نہیں دیتا۔ یہاں صفائی کرنے والے اہلکار خاموشی سے لگے رہتے ہیں اور اپنے اپنے حصہ کا کام کرتے ہیں۔ آب زم زم کے کولروں سے لیکر ڈسٹ بن تک، ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ ذمہ داری ہے۔ آپ کو ہر وقت ڈسٹ بن صاف اور زم زم کے کولر بھرے ہوئے ملیں گے۔ رات کو ایک بجے چکر لگا تو سینکڑوں اہلکار مسجد نبویؐ کے ستونوں، قمقموں، دیواروں وغیرہ کو صاف کرتے نظر آئے۔ مسجد نبویؐ کے واش روم بھی بہت صاف ہیں۔ ان کی صفائی کا ایسا بہترین نظام ترتیب دیا گیا ہے کہ وہاں کسی قسم کی کوئی بدبو محسوس نہیں ہوتی۔ باتھ روم کے ساتھ گاڑیوں کی پارکنگ کا انتظام کیا گیا ہے۔ انڈر گراؤنڈ پارکنگ میں 10 ہزار سے زائد گاڑیاں کھڑی ہو سکتی ہیں۔

مسجد نبویؐ میں نمازوں کے اوقات حرم کی طرح ہیں۔ پورے سعودی عرب میں اول وقت میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ ظہر کی نماز 12 بجے کے قریب ہوتی ہے اور عصر 3:15 بجے۔ فرض پڑھ کر اکثر لوگ اٹھ جاتے ہیں۔ بعض کافی دیر ذکر و اذکار، تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے ہیں۔ عشاء کی نماز بھی 7:15 بجے تک ہو جاتی ہے۔

مختلف ممالک کے حجاج کرام کے روّیے

مدینہ میں اس وقت بھی لاکھوں کی تعداد میں حجاج کرام موجود ہیں۔ حجاج کرام کی صحیح تعداد کا اندازہ صبح کی نماز کے وقت ہوتا ہے۔ فجر کی نماز میں لوگ ایک دو گھنٹہ پہلے ہی آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ دارالھجر ۃ انٹر کونٹی نینٹل سے سیدھا راستہ باب فہد کو جاتا ہے۔ جہاں زیادہ تر اپنا قیام ہوتا ہے۔ فجر کی اذان ہونے تک مسجد کے تمام ہال بھر جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ حجاج کرام کی تعداد میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اپنے اپنے وطنوں کو لوٹ رہے ہیں۔ روضہ رسولؐ، مسجد نبویؐ اور گنبد خضریٰ سے جدائی کے وقت، ہر آنکھ اشک

بار ہوتی ہے۔ بعض لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہوتے ہیں۔ کس مسلمان کا دل کرے گا کہ روضہ رسول کو چھوڑے۔ گروپ کے گروپ گنبد خضریٰ کے سامنے کھڑے درود و سلام کے نذرانے پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ رو رہے ہوتے ہیں۔ اللہ سے فریاد کر رہے ہوتے ہیں کہ بار بار اپنے گھر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر بلانا۔ مسجد نبوی میں ان دنوں جنوبی ایشیا یعنی بنگلہ دیش، انڈیا، پاکستانی، ملائیشیا، انڈونیشیا، سری لنکا، برما اور نیپال کے لوگ زیادہ تر گھومتے پھرتے ملتے ہیں۔

ترکی اور عرب ممالک کے علاوہ افریقی ممالک کے حجاج کرام بھی موجود ہیں۔ حرم کعبہ کی طرح یہاں بھی ترکی کے حجاج کرام کا رویہ سب سے زیادہ قابل تعریف ہے۔ ملائیشیا اور انڈونیشیا کے لوگ بھی کوئی زیادہ چوں چراں نہیں کرتے۔ افریقی ممالک کے مرد اور عورتیں یہاں بھی اپنا زور بازو استعمال کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ یہاں کے پولیس والے اور فوج کے نوجوان بڑے احسن طریقے سے سب کو کنٹرول کرتے ہیں۔ حجر اسود کی طرح یہاں بھی ریاض الجنہ میں جگہ حاصل کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرنا پڑتی ہے۔ دھکم پیل ہوتی ہے۔

ریاض الجنہ تک فوری رسائی کے لیے ہمارے پٹھان اپنا زور لگاتے ہیں۔ جونہی گیٹ کھلتا ہے اور آگے بڑھنے کا کہا جاتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہوئے مسجد میں ایسے دوڑتے ہیں جیسے اپنے گھر یا اپنی گلی میں دوڑ رہے ہیں۔ اس دوڑ دھوپ اور دھکم پیل میں پٹھان اور افریقی برابر کے شامل ہیں۔ پاکستانی انڈین اور بنگلہ دیشی بھی کسی سے کم نہیں۔ موقع ملے تو وہ بھی اپنا کام دکھاتے ہیں۔ انڈونیشی، ملائشیائی، چینی، نیپالی بے چارے بے ضرر قسم کے لوگ ہیں۔ چھوٹے قد کے ہیں۔ کسی پٹھان یا چھ فٹے افریقی کے ہاتھ کے نیچے سے ایسے گزر جاتے ہیں جیسے ہوا کا جھونکا۔ لیکن یہ کسی کو دھکا بالکل نہیں دیتے۔ ہر وقت مسکراتے رہتے ہیں۔ حرف شکایت لبوں پہ نہیں لاتے، لے بھی آئیں تو ہمیں کونسا سمجھ آئے گی۔ عرب حجاج کرام بھی چپ چاپ زیارت کرتے ہیں اور ریاض الجنہ میں جانے کے لیے کسی قسم کی بے صبری، بے چینی یا بے قراری کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ ترکی کے حجاج کرام کی تعریف کرنا پڑتی ہے کہ جس طرح طواف کے دوران ان کا رویہ قابل تعریف ہوتا تھا۔ یہاں بھی ان کا ایسا ہی شاندار رویہ ہے۔ روضہ رسولؐ میں حاضری کا وقت ہو یا ریاض الجنہ میں نوافل پڑھنے کا وہ کبھی کسی کو دھکا نہیں دیتے۔ کوئی دھکا دے تو بھی اس کی طرف مسکرا کر بات ختم کر دیتے ہیں۔ اللہ کے گھر کی طرح یہاں بھی ان کے گروپس نظر آتے ہیں۔

☆..........☆

مسجد نبویؐ کے گنبد اور مینار

حسب معمول صبح سویرے جاگ آ گئی۔ کل کے جگراتے کے باعث جلدی سو گئے تھے۔ اٹھ کر مسجد نبویؐ چلے۔ ہوٹل کے گیٹ سے نکلتے ہی مسجد نبویؐ کا خوبصورت منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔ رنگ و نور اور روشنیوں کا سیلاب نظر آتا ہے۔ مسجد نبویؐ کے خوبصورت مینار اور گنبد دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر ہی بندہ مبہوت ہو جاتا ہے۔ مسجد نبویؐ میں حاضری سے پہلے ہی بندہ حاضر ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر۔

جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے
مکے کی فضاؤں میں، طیبہ کی ہواؤں میں
ہم نے جدھر دیکھا سرکارؐ نظر آئے

باب فہد گیٹ سے داخل ہوئے۔ اگرچہ نماز میں ابھی ایک گھنٹہ کا وقت ہے۔ مسجد کے ہال تقریباً بھر چکے ہیں۔ قالین والے حصہ پر لوگ کب سے ڈیرہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ٹھنڈے فرش پر جگہ ملی ہے۔ اذان کی آواز فضاؤں میں گونجی، ایسے لگا کہ ارد گرد کی ہر شے اللہ کا ذکر کر رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیج رہی ہے۔ اور ہر شے اللہ کی عظمت، بڑائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دے رہی ہے۔ انوار اور رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ تہجد کی نماز پڑھی۔ ملک عزیز کی سلامتی، اندرونی بیرونی خطرات سے بچاؤ، بچوں، اہل خانہ، دوست احباب، مخلصین، محبین اور معاونین کے لیے دعائیں کیں۔ مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر ہی

زیرِ نظر کتاب "اللہ، کعبہ اور بندہ" کے لیے لکھنا شروع کر دیا۔ اس عظیم جگہ کی برکت سے ہر وقت دل میں اچھوتے خیالات جنم لیتے ہیں۔ آنے سے پہلے ارادہ ضرور تھا کہ سفرِ حج پہ کچھ لکھنا ہے ایک ایسا سفر نامہ لکھنا ہے جو پہلے نہ لکھا گیا ہو کیونکہ سفرِ حج پہ پہلے ہی بہت سارے سفر نامے موجود ہیں۔ خانہ کعبہ، مسجد نبویؐ، روضہ رسول کی برکت سے اور دوسری مقدس جگہوں کی بدولت اللہ نے لکھنے کی توفیق دی اور ایسے ایسے اچھوتے خیالات ذہن میں آئے جن کا پہلے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

مدینہ اور مسجد نبویؐ میں اپنا کلینک

پہلے دن سے حاجیوں کی خدمت کا عہد کیا تھا۔ اللہ نے پہلے دن سے لے کر آج تک اور مناسکِ حج کے دوران حاجیوں کی خدمت اور علاج کرنے کی توفیق دی۔ عزیزیہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور پھر حرم پاک میں دنیا بھر کے حاجیوں کی خدمت کی۔ سب سے زیادہ خدمت اپنے گروپ اور عزیزیہ میں رہنے والے دوسرے گروپس کے حجاج کرام، ایبٹ آباد اور پشاور کے حجاج کرام اور انڈیا کے شہروں مدراس، ممبئی، بیکانیر سے آئے ہوئے حاجیوں کی۔ اس سلسلے میں اپنے آرام یا نیند کی ذرا پرواہ نہ کی۔ صبح ہو یا شام جب بھی کسی حاجی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ خدمت اور علاج کے لیے حاضر، اللہ نے برکت بھی دی۔ جس حاجی کو بھی دوائی دی اللہ نے اس کو صحت بخشی۔ انڈین خواتین تو ہمارے علاج کی بڑی دلدادہ ہو گئیں۔ بار بار کہتیں کہ ڈاکٹر صاحب آپ کی دوا بہت بڑھیا ہے۔ ہمیں اس سے افاقہ ہو گیا۔ انڈین طباخ تو ہر دفعہ آ کر کہتا۔ میں ٹھیک ہو گیا۔ اب سنڈاس ٹھیک ہو رہا ہے۔ مسجد نبویؐ میں آنے کے بعد بھی علاج اور خدمت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ حرم اور مسجد نبویؐ میں بھی کچھ دوائیاں ساتھ ہوتی ہیں۔ جب کسی کو ضرورت ہوئی فوراً حاضر کر دی۔ لوگ کھانستے بہت ہیں۔ کئی ایک بوڑھوں کو مسجد نبویؐ میں کھانسی اور دردوں کی دوا دی۔

دارالھجرۃ انٹرکونٹی نینٹل کا کمرہ نمبر 905 بھی ہمارا منی کلینک ہے۔ یہاں بھی مریضوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ کسی کو جسم میں اور ٹانگوں میں درد ہے۔ کسی کا پیٹ خراب ہے۔ کھانسی، بلغم اور چیسٹ انفیکشن تقریباً سب کو ہے۔ کسی کو بخار ہے کسی کے چل چل کے جوڑوں میں اکڑاؤ آ گیا ہے۔ کسی کو خارش ہے۔ اللہ کے فضل سے سینکڑوں مریض دیکھنے کے باوجود دوائیوں میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ اب بھی بہت ساری دوائیاں موجود ہیں۔ لاہور سے تیسری بار دوائیوں کی کھیپ آئی ہے۔ حاجیوں کے مسلسل اپنے وطن روانہ ہونے کی وجہ سے مریضوں کی تعداد میں بھی خاطر خواہ کمی ہوئی ہے۔

حج روم میٹس

حج میں مختلف موقعوں پر اکٹھے رہنا پڑتا ہے۔ زیادہ تر مقامات پر ایک کمرہ میں 4-5 افراد ہوتے ہیں۔ منیٰ میں چونکہ کمرے نہیں ہوتے، خیمے ہوتے ہیں۔ ایک خیمے میں 16 سے 30 تک افراد ہوتے ہیں۔ پورے سفر کے دوران روم میٹس کے معاملے میں ہم خوش قسمت رہے۔ شیخ محمد زاہد تو پہلے ہی ساتھ تھے۔ عزیزیہ میں پہلے محمد خالد اور بعد میں سلیم لطیف اور ڈاکٹر عمر علوی روم میٹ رہے۔ اچھی گپ شپ رہی۔ معاملات پر خوب تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ شیخ زاہد کی ڈاکٹر عمر علوی سے خوب گاڑھی چھنی۔ اکثر کھانے کے بعد دونوں کسی عزیز شے کی تلاش میں باہر چلے جاتے۔ سلیم لطیف صاحب کی دھڑا دھڑ نمازوں کی بات یاد کر کے ابھی تک ہنسی چھوٹتی ہے۔ خالد صاحب گہرے مشاہدے اور کم گفتگو کرنے والے بزنس مین ہیں۔ عزیزیہ کے بعد منیٰ میں بہت سے اچھے لوگ روم میٹ تھے۔ جن میں شفیق الرحمٰن، توفیق الرحمٰن، میاں کاشف الرحمٰن صاحب، گلزار صاحب، جاوید صاحب، محمد خالد، اختر علی، محمد بلال اور افضل کاشف قابل ذکر ہیں۔ سارے ہی اچھے لوگ تھے۔ ان سب کے ساتھ بڑا اچھا وقت گزرا۔ عرفات میں سب ایک ہی ٹینٹ تلے تھے یعنی پورا گروپ آپس میں روم میٹ تھا۔ حرم کے پاس رحاب الروضہ میں صابر بیگ اور ظفر اقبال روم میٹ تھے۔ ان کے ساتھ بھی مناسب وقت گزرا۔ اسماء اور باجی نجمہ کے ساتھ پہلے محمد خالد کی اہلیہ اور والدہ محترمہ روم میٹ رہیں۔ حرم کے دنوں میں ان کے پاس علیحدہ کمرہ رہا۔ مدینہ میں روم میٹ کی سلیکشن مسئلہ بن گئی۔ انعام الرحمٰن کبھی کسی کو ساتھ نتھی کرتا کبھی دوسرے کو۔ آخر میں دو بابے رہ گئے۔ اگرچہ سارے حاجی 40-70 کے پیٹے میں ہیں۔ مگر بابوں کو روم میٹ بنانے کے لیے کوئی تیار نہ تھا۔ انعام کو کہہ دیا ہمارے ساتھ جس کو مرضی بھیج دیں کوئی مسئلہ نہیں۔ دارالھجرۃ میں ڈاکٹر بشیر احمد اور محمد امین روم میٹ بنے اور روم میٹس کو اگر نمبر دیئے جائیں تو یہ ہمارے سب سے اچھے، سب سے زیادہ تعاون کرنے والے ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے روم میٹس ثابت ہوئے۔

مسجد نبویؐ میں درسِ قرآن وحدیث

مسجد نبویؐ میں بہت سارے آئمہ کرام فقہاء درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان میں امام مالکؒ قابل ذکر ہیں۔ کیسا ایمان پرور اور روح منظر ہوتا ہوگا جب امام مالکؒ حدیث کا درس دیتے ہوئے فرماتے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انگلی کا اشارہ روضہ رسولؐ کی طرف کرتے ساری عمر مسجد نبویؐ کو نہ چھوڑا اس ڈر سے کہیں کہ راستے میں انتقال نہ ہو جائے۔ مسجد نبویؐ میں نمازوں کے بعد مختلف مقامات پر قرآن وحدیث کا درس ہوتا ہے۔ چند ایک پاکستانی علماء، جو مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں اور PhD کی

ڈگری کے حامل ہیں۔ مسجد نبویؐ میں نماز کے بعد قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

فیصل آباد کے رہائشی مولانا عتیق الرحمٰن ہیں جو فجر کی نماز کے بعد باب فہد کے قریب قرآن اور حدیث کا درس دیتے ہیں۔ درس کے اختتام پر سوال و جواب کی نشست ہوتی ہے۔ پاکستانی حجاج کرام ہر قسم کے سوال کرتے ہیں۔ ان میں بعض چبھتے ہوئے اور اختلافی مسائل پر بھی سوال ہوتے ہیں جن سب کا جواب قرآن اور حدیث کی روشنی میں بڑے تحمل اور برداشت سے دیا جاتا ہے۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے کہ کسی کو مسجد نبویؐ میں قرآن اور حدیث کے درس کی سعادت نصیب ہو۔

محمد امین بابا کی خدمت

بابا امین بزرگ ساتھی ہیں۔ 77 سال عمر ہے مگر ہمت والے ہیں۔ حج کے دوران سارے مناسک خود ادا کیے۔ بھائی ساتھ ہیں مگر سب کچھ خود کرتے ہیں۔ شروع میں ہمارے ساتھ بالکل نہ بولے مگر اب ان سے خاصی رسم وراہ ہو گئی ہے۔ معاملات پر بحث و مباحثہ بھی ہوتا ہے۔ اپنا نقطہ نظر بھی بیان کرتے ہیں۔ ایک دن بولے میں تو ابھی تک ریاض الجنہ میں نہیں جا سکا۔ رات کو ان کو ساتھ لیا اور ریاض الجنہ میں خوب مزے سے نفل ادا کیے۔ دوسرے دن بولے میں نے جنت البقیع بھی نہیں دیکھی۔ صبح صبح فجر کے بعد ان کے ساتھ بقیع الغرقد کا رخ کیا۔ اسد اللہ کے ساتھ بھی انہیں ساری زیارتیں کرائیں۔ کمرہ میں ان کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ بابا نے ہمارے ساتھ عمرہ کے لیے جانا تھا۔ احرام دھلا ہوا نہیں تھا۔ لانڈری میں دینے جا رہے تھے۔ مگر ریٹس کا پتہ نہیں تھا۔ ایک سوٹ کے 26 ریال سن کر پریشان ہو گئے۔ بابا جی کا احرام لیا اور سرف میں بھگو کر دھو کر اور سکھا کر ان کے حوالے کیا۔ حاجی امین خوش ہو گئے۔ خوش ہو کر دعا دی۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح حاجیوں کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔

☆..........☆

مسجد نبویؐ میں نماز اور سلام

ظہر کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کی۔ کل موسم میں خنکی تھی مگر اب دھوپ نکلی ہوئی ہے۔ دھوپ میں دور سے ہی مسجد نبویؐ کے مینار اور گنبد خضریٰ چمکتے دمکتے اور نکھرے نکھرے نظر آتے ہیں۔ مسجد نبویؐ کے میناروں پر نظر پڑتے ہی عجیب طرح کی طراوت اور پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔ نماز کے بعد حسب معمول نماز جنازہ ہوئی۔ اس کے فوراً بعد سلام کے لیے باب سلام کا رخ کیا۔ نماز کے فوراً بعد لوگ سلام کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے روضہ رسول کا رخ کرتے ہیں۔ جوق در جوق حاضری کے لیے جاتے ہیں۔ اس لیے اس وقت خاصا رش ہوتا ہے۔ لیکن دل کر رہا تھا۔ ابھی زیارت کے لیے حاضر ہو جائیں۔ اگرچہ لمبی لائن بنی ہوئی تھی مگر اس لائن میں کھڑے ہو کر انتظار کرنے کا اپنا ہی مزہ ہے۔ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام واقعی بلند سے بلند تر کر دیا۔ ورفعنا لک ذکرک۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن، اسلام کے دشمن سب نیست و نابود ہو گئے۔ ان کے نام صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ ان کا نام لینے والا کوئی نہیں جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینے والے اربوں ہیں۔ جو ہر وقت ہر گھڑی ہر دم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان فدا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ورفعنا لک ذکرک۔

جونہی روضہ رسولؐ کی جالیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ آدمی بے قرار اور بے خود ہو جاتا ہے۔ عجیب قسم کی ٹھنڈک اور روحانیت کا احساس ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ وقت ٹھہر جائے۔ قطاریں ختم ہو جائیں۔ سب لوگ درود و سلام کا نذرانہ پیش کر کے چلے جائیں اور میں اکیلا رہ جاؤں۔ اکیلا بیٹھا روضہ رسولؐ کی طرف آنکھیں لگائے، اسے دیکھتا رہوں۔ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتا رہوں۔ درود و سلام پڑھتے پڑھتے زندگی کی شام ہو

جائے۔ تو اس سے زیادہ اچھے نصیب کیا ہوں گے۔ عصر کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کی۔ ہوٹل کا رخ کیا۔ شیخ محمد زاہد تھوڑے سے بیمار ہو گئے ہیں۔ ان کی مزاج پرسی کی۔

حرم کے پاس ہی بہت سی تاریخی مساجد ہیں۔ زیادہ تر مساجد دیکھ لیں۔ طریق ابوذر غفاریؓ پر ایک خوبصورت مسجد نظر آئی جو مسجد ابوذر غفاری کے نام سے موسوم ہے۔ اس خوبصورت مسجد کو اندر سے جا کر دیکھا۔ صحابی رسول ابوذر غفاریؓ یاد آ گئے۔ اس عظیم المرتبت صحابی رسول نے مسلمانوں کو دولت کے ایک جگہ ارتکاز سے منع کیا۔ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف مسلمانوں میں پہلی آواز اٹھانے والے حضرت ابوذر غفاریؓ ہی تھے۔ اس کی پاداش میں انہوں نے جلاوطنی قبول کی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر پیدل ہی اپنی پشت پر سامان لاد کر روانہ ہوئے اور تن تنہا تبوک پہنچے۔ نبیؐ جی نے دیکھ کر فرمایا "اللہ ابوذر پر رحم فرمائے۔ اکیلا چلا آ رہا ہے۔ اکیلا ہی مرے گا۔ اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ویسا ہی ہوا۔ ربذہ میں تنہا وفات پائی۔ تجہیز و تکفین کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اتفاقاً عبداللہ بن مسعود کوفہ سے واپس آ رہے تھے۔ انہوں نے تجہیز و تکفین کی۔

واپسی کے مناظر

مختلف ممالک کے حجاج کرام اپنے اپنے وطن واپس جا رہے ہیں۔ واپسی پر بڑے جذباتی مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جانے والوں کے گروپ گنبد خضریٰ کے سامنے کھڑے ہیں۔ رو رہے ہیں، چلا رہے ہیں، چیخ رہے ہیں، درود و سلام کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ ابھی چند دن پہلے تو ادھر آئے تھے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیس میں چند لمحے ہی میسر آئے۔ ظہر کے وقت حرم آتے ہوئے دیکھا کہ ملائیشیائی اور انڈونیشی افراد کی بسیں جا رہی تھیں۔ عورتیں بس کی کھڑکیوں سے مسجد نبویؐ کے میناروں کو دیکھ کر روتی جا رہی تھیں۔ اپنے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ لہرا کر، مسجد نبویؐ اللہ حافظ، مسجد حرم اللہ حافظ، گنبد خضریٰ اللہ حافظ کہتی ہوئیں کوئی نورانی مخلوق لگ رہی تھیں۔ ابھی تو محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی دید بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ نہ جانے دوبارہ دید نصیب ہو یا نہ ہو۔ مغرب کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کی۔ نماز کے فوراً بعد مسجد نبوی کے مختلف مقامات پر قرآن و حدیث کے بیان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسجد نبویؐ کے اندر مختلف مقامات پر سعودی عرب، پاکستان، انڈونیشیا، ملائیشیا کے علمائے دین جو سب کے سب مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں اپنے اپنے ملک کی زبانوں میں قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں۔

زیارۃ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تھوڑی سی دیر کے لیے درس سنا۔ پھر قدم خود بخود روضہ الرسول کی جانب چل پڑے۔ مدینہ منورہ میں اب تھوڑے دنوں کا قیام باقی ہے۔ پھر پاکستان سدھارنا ہے۔ مسجد نبویؐ کے پڑوس میں رہتے اور مسجد نبویؐ میں اللہ

کے فضل سے پانچوں نمازیں پڑھتے تو کچھ ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ ہم ادھر ہی کے باسی ہیں۔ یہیں کہیں پاس ہی اپنا بسیرا ہے، ٹھکانہ ہے۔ یہاں ہم نے ہمیشہ رہنا ہے۔ روز روضۃ الرسول کی زیارت کرنی ہے۔ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔ باب سلام پہ زیادہ لوگ نہیں تھے اس لیے جلدی سلام کرنے کا موقع مل گیا۔ جب روضہ رسول قریب آتا ہے تو دل کی حالت اور کیفیت عجیب سی ہوتی ہے۔ اپنی قسمت پر رشک آتا ہے اور گنا ہوں، خطاؤں، لغزشوں پہ ندامت ہوتی ہے۔ روضہ رسولؐ پہ آتے ہیں دل بے چین ہو جاتا ہے۔ ملک کے لیے، عالم اسلام کے لیے لبوں پہ دعائیں آ جاتی ہیں۔ بقول شاعر

سوچتا ہوں غمِ دل عرض کروں یا نہ کروں
ان دنوں فکر سے جینا حرام اے ساقی
خوار ہے عالم اسلام نصاریٰ کے تلے
آج امت کا دگرگوں ہے نظام اے ساقی
ایک امیدِ شفاعت ہے فقط زادِ سفر
جس سے ہمت سی ہے کچھ گام بہ گام اے ساقی

عشاء کی نماز باب جبرئیل کے سامنے ادا کی۔ اہل صفہ کے چبوترے پہ جانے کا خیال تھا۔ مگر وہاں پہلے سے لوگوں نے ڈیرہ لگایا ہوا ہے۔ وہ وہاں سے ہٹنے اور ہلنے کا نام نہیں لیتے، بیٹھے رہتے ہیں۔ عشاء کی نماز کا وقت ہونے والا ہے۔ اس وقت آنکھوں کے سامنے گنبد خضریٰ ہے۔ مسجد نبویؐ کا وسیع و عریض خوبصورت صحن ہے۔ آنکھیں گنبدِ خضریٰ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اگرچہ موسم میں خنکی ہے۔ ٹھنڈے فرش پر بیٹھ کر گنبدِ خضریٰ کی طرف دیکھنا زندگی کا ایک حسین ترین تجربہ اور موقع ہے، دل خوش ہے۔ نفس نفس مطمئنہ بن چکا ہے۔ مگر ساتھ ساتھ شب ہجر اور شب فراق کا سوچ کر جو اب بہت دور نہیں اک بے کلی سی، بے چینی سی محسوس ہو رہی ہے۔ مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ کو تو اللہ حافظ کہہ آئے تھے۔ اب مدینہ کو بھی اللہ حافظ کہنا ہے۔

مسجد نبویؐ کے امام بابا حذیفی

گنبدِ خضریٰ سے بھی جدائی کا وقت آنے والا ہے۔ مسجد نبویؐ کے امام بابا حذیفی کی امامت میں نماز عشاء ادا کی۔ امام صاحب بزرگ آدمی ہیں۔ ولی اللہ ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھ کر دلی سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ امام حذیفی کے بارے میں ایک دوست نے بتایا کہ کچھ دن پہلے وہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھانے آ رہے تھے کہ کسی پاکستانی کی گاڑی سے ان کی گاڑی کی ٹکر ہوگئی۔ پاکستانی نے گاڑی روک لی اور کہنے لگا کہ پہلے میرا نقصان پورا کرو۔ امام حذیفی نے کہا کہ یہ میرا فون نمبر لے لو۔ مجھے جلدی ہے۔ جانے دو۔ میں تمہارا نقصان بعد میں پورا

کر دوں گا۔ پاکستانی نے کہا نہیں مجھے تو ابھی پیسے چاہئیں۔ بابا حذیفی نے بتیرا کہا۔ میں نے اہم کام پہ جانا ہے، مجھے جانے دو لیکن تعارف نہ کروایا۔ اسی اثناء میں پولیس آ گئی اور فوراً پہچان کر بابا حذیفی کو سلام کیا۔ پاکستانی سمجھ گیا کہ اس نے کسی اہم شخصیت کو روکا ہوا ہے۔ پتہ چلا کہ یہ تو مسجد نبویؐ کے امام بابا حذیفی ہیں تو پاکستانی کی سٹی گم ہوگئی، اوسان خطا ہو گئے، معافیاں مانگنے لگا۔ پاؤں پڑ گیا۔ اللہ سے معافی مانگنے لگا۔ بابا جی کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا مگر بابا حذیفی نے کہا جو تمہارا نقصان ہوا ہے ضرور پورا کروں گا۔ ایسے اللہ والے ہیں۔ امام مسجد نبویؐ۔ اسد اللہ نے یہ بھی بتایا کہ بابا حذیفی صرف امام مسجد نبویؐ ہی نہیں بلکہ فہد قرآن پرنٹنگ پریس کے بھی سربراہ ہیں۔ مکہ مکرمہ اور حرم کی طرح مدینہ منورہ میں بھی مسجد نبوی کے آئمہ کرام کو خصوصاً اور دوسری مساجد کے آئمہ کرام کو عموماً اہم مقام حاصل ہے۔

مسجد نبوی کا نظارہ

صبح سویرے کا وقت ہے۔ مسجد نبویؐ بقعۂ نور بنی ہوئی ہے۔ بندگان خدا اور عاشقان رسول باب السلام اور باب الھجرۃ کے سامنے بیٹھے ہیں۔ منتظر ہیں کہ کب فجر کی نماز ختم ہو اور زیارۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہو یا ریاض الجنہ میں جانے کا موقع ملے۔ موسم میں ٹھنڈک ہے۔ خنکی ہے۔ مگر موسم کی کسے پرواہ ہے۔ باہر تمام لوگ ٹھنڈے فرش پر بیٹھے ہیں۔ دید کے منتظر ہیں۔ درود شریف پڑھنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ سامنے رنگ و نور کے سیلاب میں روشن روشن چمکدار مسجد نبوی کا باب سلام نظر آ رہا ہے۔ جہاں لوگ پہلے سے قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ ہر شخص کی تمنا ہے کہ اسے جلدی جلدی سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ یہاں آ کر لوگ دیوانے ہو جاتے ہیں۔ سارے کے سارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں دیوانے ہیں۔ مسلمان کی زندگی میں اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کچھ اور ہے ہی نہیں۔ مکہ مکرمہ میں اللہ کا گھر اور مدینہ میں رسولؐ کا گھر اور مسجد نبویؐ۔ یہ دونوں مرکز نگاہ ہیں اور ان کے بار بار دیدار کی ہر مسلمان کے دل میں خواہش ہوتی ہے۔

فجر کی نماز باہر صحن میں ادا کی۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد لوگ باب سلام کی طرف بھاگے۔ کچھ لوگ ریاض الجنہ میں جانے کے لیے باب الصدیق کے سامنے ڈیرہ لگا کر بیٹھ گئے۔ امین صاحب ساتھ تھے مگر راستے میں کہیں گم ہو گئے۔ درود و سلام کے لیے باب سلام گیٹ پر آہستہ آہستہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ پولیس کے سپاہی حاجیوں کو آہستہ آہستہ چلنے، صبر کرنے ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا کہتے رہتے ہیں۔ چیخ چیخ کر کہتے ہیں مگر کسی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ سب مجنوں اور دیوانے بنے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ میں پہلے جاؤں اور سلام پیش کروں۔

باب سلام سے زیارۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک

باب سلام کے گیٹ سے زیارت الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جانا۔ ایک عجیب روحانی، رومانی، ایمان پرور اور روح پرور تجربہ ہے۔ جونہی آدمی باب سلام سے اندر داخل ہوتا ہے۔ قدم قدم پر کھڑے شرطے جلدی جلدی کی رٹ لگا دیتے ہیں۔ لوگ پھونک پھونک کر دھیرے دھیرے قدم رکھتے ہیں۔ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت تک پہنچنے میں زیادہ سے زیادہ وقت لگے اور روضہ رسولؐ پر بھی آرام سے اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا جا سکے۔ مگر اس کے ساتھ کچھ لوگ یہاں بھی بے صبرے ہو جاتے ہیں اور آگے بڑھتے ہوئے دوسروں کا خیال نہیں رکھتے۔ اللہ نے صبح صبح روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرا دی۔ باب بقیع سے باہر نکلے تو لوگ کھڑے، دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ فریاد کر رہے تھے۔ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے تھے۔ اس کی بخشش اور رحمت کے امیدوار تھے۔ کچھ گنبد خضریٰ کا آخری دیدار کر رہے تھے۔ باب سلام سے آخری سلام کر کے لوٹے تھے۔ اب جدائی کا وقت تھا۔ روضہ رسولؐ اور مسجد نبویؐ کے میناروں کو بار بار دیکھ کر افسردہ اور اداس ہو رہے تھے۔ ایک افغان بابا روئے جا رہا تھا۔ آنسو بہائے جا رہا تھا، سسکیاں چیخوں میں بدل رہی تھیں۔ پشتو میں اسلام کی سربلندی، مجاہدین کی فتح، اپنے گناہوں کی مغفرت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے لیے دعائیں کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ آمین کہنا شروع کر دیا۔ تھوڑی بہت پشتو سمجھ آ رہی تھی۔ روتے روتے بے خود بابا سے کہا کہ پاکستان کو بھی دعاؤں میں شامل کر لیں۔ افغان بابا ایسی آہ وزاری کر رہا تھا کہ اس نے آس پاس کھڑے سب لوگوں کو رُلا دیا۔ افغان بابے کے ساتھ کھڑے ہو کر پاکستان کی سلامتی، اندرونی وبیرونی خطرات سے بچاؤ اور بچوں، دوستوں اور اہل خانہ کی سلامتی کے لیے دعائیں کیں۔

☆..............☆

دارالمدینہ میوزیم میں تاریخ کی سیر

8:30 بجے صبح میاں ارشاد اپنے دوست محمد احمد سومرو کے ساتھ آ گئے جو عربی لباس پہنے پہلی نظر میں سعودی لگے۔ پتہ چلا کہ اصل میں پاکستانی ہیں مگر مدینہ میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے۔ لیکن ابھی تک سعودی عرب کی شہریت حاصل نہیں کر سکے۔ یہ سن کر خاصی تشویش ہوئی کہ لوگ اپنی ساری زندگیاں ادھر گزار کر بھی شہریت حاصل نہیں کر سکتے۔ اس سلسلے میں حکومت پاکستان کو سعودی عرب کے حکام سے مل کر کوئی مشترکہ لائحہ عمل بنانا چاہیے۔ سب سے پہلے دارالمدینہ میوزیم پہنچے۔ میوزیم میں خاص طور پر سیرت نبویؐ کے مختلف ادوار کو نقشوں کی مدد سے دکھایا گیا ہے۔ ان میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام راستوں اور اس دوران پیش آنے والے واقعات کی بڑے ہی خوبصورت انداز میں عکاسی کی گئی ہے۔ مکہ سے مدینہ تک جانے کے لیے جو عام راستہ تھا وہ بھی دکھایا گیا ہے اور جس راستے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت کی اس کو نقشوں اور خاکوں کی مدد سے نمایاں کیا گیا ہے۔ محمد مدنی گائیڈ نے جس کا تعلق بھی پاکستان سے ہے بڑے خوبصورت اور پیارے انداز میں تمام نقشوں، ہجرت کے سارے راستوں کی تفاصیل سے آگاہ کیا۔ گائیڈ نے اتنے موثر اور پیارے انداز میں مکہ سے مدینہ ہجرت کے سفر کی تفصیل نقشوں اور ماڈل کی مدد سے بیان کی کہ ہجرت کے غار ثور سے لے کر قبا تک کے سفر کا سارا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ مسجد نبوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لے کر مختلف ادوار تک اس میں جو توسیع ہوتی رہی وہ بھی مختلف ماڈلز کی مدد سے دکھائی گئی ہے۔ مسجد نبویؐ کی ابتدائی تعمیر سے لے کر اس کی توسیع کے مختلف ادوار بھی

آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ میوزیم میں زمانہ قدیم میں استعمال ہونے والے لالٹین، لیمپ، چراغ، اور کپڑے رکھے گئے ہیں۔

شادی کے وقت عرب دلہن جو لباس پہنتی ہے۔ وہ بھی یہاں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مہندی، رخصتی اور نکاح کے لباس بھی الماریوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ مختلف ادوار کے سکے اور نوٹ بھی موجود ہیں۔ آپ کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ ایک وقت تھا کہ پاکستان کی کرنسی سعودی عرب میں چلتی تھی۔ ملک عبدالعزیز کے دور میں حکومت پاکستان حاجیوں کو 10 روپے والے حج نوٹ بھی دیتی تھی۔ 10 روپے کے 16 نوٹ جن پر حج نوٹ لکھا ہوتا تھا۔ 950 ریال کے برابر تھے۔ یعنی 160 پاکستانی روپے 950 ریال کے برابر تھے۔ جبکہ آج 160 روپے کے صرف 6.25 ریال ملتے ہیں جبکہ اس وقت ایک روپے کے چھ ریال ملتے تھے۔ اس کے علاوہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف ادوار تصویروں کے ذریعے اور نقشوں کی مدد سے دکھائے گئے ہیں۔ آٹا پیسنے کی پتھر کی چکیاں بھی پرانے دور کی ہیں۔ میوزیم میں قدیم اور جدید کتب کا وسیع ذخیرہ ہے۔ میوزیم میں داخل ہوتے ہی آپ کی تواضع کھجوروں اور قہوہ سے کی جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی میں مدینہ والوں نے جو شربت تقسیم کیا تھا۔ وہ گلاب کا بنا ہوا تھا۔ اسی طرز کا مزے دار شربت چھوٹے چھوٹے پیالوں میں پینے کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ جس کو بار بار پینے کو دل کرتا ہے۔ تین چار پیالے تو ہم سب نے بار بار پیے۔ میوزیم میں پرانے کھنڈرات، آثار قدیمہ خاص طور پر قوم عاد و ثمود کی وادیٔ المدائن صالح کی قدِ آدم تصاویر بہت ہی زبردست ہیں۔ یہ قوم پہاڑوں میں پتھروں کو تراش کر کے گھر بناتی تھی۔ اکثر گھر ابھی تک ویسے کے ویسے موجود ہیں۔ محمد مدنی گائیڈ نے عربی اور اردو کو مکس کر کے بڑے پیارے انداز میں نقشوں اور ماڈلز کی مدد سے سیرت نبویؐ کے ادوار اور مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع کے بارے میں بتایا۔ گائیڈ کے بغیر میوزیم کا دورہ نامکمل رہتا۔ راستے میں مسجد ابی ذر غفاریؓ بھی آئی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے نام سے "طریق ابوذر غفاری" ایک سڑک ہے۔ مدینہ کی ساری گلیاں متبرک اور مقدس ہیں۔ حرم کے اندر اور باہر پاکیزگی اور پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔ شہر میں نکلیں کہیں سید الشہداءؓ روڈ ہے۔ کہیں طریق ابوبکر صدیقؓ دوسری طرف طریق عمر ابن خطابؓ ایک طرف طریق علی ابن طالبؓ، دوسری سائڈ پر طریق حضرت عثمان ابن عفانؓ، ہر طرف صحابہ کرامؓ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا نظر آتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ یاد آ گئے یہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت محبت کرتے تھے اور انہوں نے اسلام میں دولت کی تقسیم اور ارتکاز کے بارے میں علم بغاوت بلند کیا۔ شہر میں بھی ایک چھوٹا سا اور میوزیم بھی ہے۔ المتحف الغلامی کے نام سے۔ بڑا میوزیم دیکھ کر چھوٹا میوزیم اور بھی چھوٹا لگا۔ اگرچہ یہاں ساتھ ساتھ مسجد نبویؐ کی ابتدائی تعمیر اور بعد ازاں مختلف ادوار میں توسیع کے بارے میں بنائی گئی فلم اُردو، انگلش، عربی، فارسی، اور دوسری زبانوں میں کمنٹری کے ساتھ دکھائی جا رہی تھی۔



وادی جن کا حیرت کدہ

کیا آپ یقین کریں گے؟

آپ پہاڑوں کی طرف جا رہے ہیں!

آگے سیدھی سڑک آ گئی ہے!

اب ڈرائیور گاڑی بند کر دیتا ہے!

چابی اس نے اتار لی ہے!

گاڑی نیوٹرل ہے، انجن بند ہے!

مگر گاڑی خود بخود بغیر انجن کے چلنے لگتی ہے!

چلتی جا رہی ہے!

سپیڈ پکڑ رہی ہے! سپیڈ بڑھتی جا رہی ہے!

110 کلومیٹر فی گھنٹہ تک سپیڈ جا چکی ہے۔ گاڑی ریورس بھی بند انجن کے ساتھ ہو رہی ہے!

ڈرائیور کے لیے اپنے تئیں گاڑی کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا ہے۔

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ پانی لائیں۔

پانی اوپر ڈھلوانی سطح سے نیچے گرائیں تو اصل میں پانی نیچے آنا چاہیے۔ حالانکہ یہاں پانی اوپر جا رہا

ہے۔ جی ہاں! ایسا ہے اور روزانہ ہو رہا ہے۔ مدینہ منورہ سے 20 کلومیٹر آگے جا کر ایک مشہور وادی "وادی البیضا" ہے۔ اس وادی کے آس پاس، سڑک کے دونوں طرف بلکہ آگے پیچھے اونچے، لمبے، کالے مٹیالے، پتھریلے، نوکیلے، بے ہنگم پہاڑ ہیں۔ پہاڑوں کو دیکھ کر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ بعض پہاڑ تو ایسے لگ رہے ہیں کہ بنے بنائے جن اور دیو ہاتھ، منہ کھولے کھڑے ہیں کہ ابھی اٹھیں گے اور آپ کو پکڑ لیں گے۔ جوں جوں آگے بڑھتے جائیں پہاڑ زیادہ خوفناک اور ہیبت ناک ہوتے جاتے ہیں۔ اسی لیے پاکستانیوں نے اس وادی کا نام "وادی جن" رکھ چھوڑا ہے۔ مدینہ کے مکینوں نے اس کو پکنک سپاٹ بنایا ہوا ہے۔ ویک اینڈ پہ یہاں گاڑیاں ہی گاڑیاں ہوتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہٹس (جھونپڑیاں) بنے ہوئے ہیں۔ زیادہ تر لوگ یہاں آ کر اپنے خیمے لگاتے ہیں رات قیام کرتے ہیں، ہلہ گلہ کرتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں۔ بچے، ریسنگ کار لے کے آتے ہیں۔ وادی جن کے ہیبت ناک اور خوفناک پہاڑوں تک بھی پاکستانی منچلے نوجوانوں نے پہنچ کر کافی اوپر جا کر جہاں جانا خطرے سے خالی نہیں۔ پاکستان کا جھنڈا بنا کر I Love Pakistan لکھا ہوا ہے۔

احمد نے گاڑی روک لی۔ میاں ارشاد نے کہا کہ گاڑی بند کر دو۔ انجن آف کر دو، کر دیا۔ اب گاڑی ہمارے مطابق تو بند ہو چکی تھی۔ مگر یہ کیا خود بخود چلنے لگی۔ گاڑی کو جن چلا رہے ہیں یا کشش ثقل۔ احمد سومرو کہتے ہیں ان پہاڑوں میں جاذبیت ہے۔ گاڑی آہستہ آہستہ سپیڈ پکڑنے لگی۔ چلتے چلتے گاڑی 110 کلومیٹر فی گھنٹہ تک پہنچی۔ تو احمد نے کہا اس سے آگے کنٹرول مشکل ہوگا۔ واپسی کے سفر سے پہلے گاڑی کو ایسے ہی ریورس کیا تو پھر اپنے آپ چلنے لگی۔ یاالٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ پاکستانیوں کا خیال ہے کہ ان پہاڑوں میں جن رہتے ہیں جن کی وجہ سے گاڑیاں خود بخود چلتی ہیں۔ مقامی لوگوں کا خیال ہے کہ ان پہاڑوں میں جاذبیت ہے، مقناطیست ہے، میگنیٹک فیلڈ کے باعث اس مخصوص ایریا میں گاڑیاں خود بخود چلنے لگتی ہیں۔ وادی جن میں گاڑیاں خود بخود چلنے کا مظاہرہ دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ مدینہ آئیں اور وادی البیضاء المعروف وادی جن میں قدرت کا یہ کرشمہ ضرور دیکھیں۔ شاہ صاحب نے پانی کا کین نکالا پانی کو اوپر ڈھلوان سے نیچے کی طرف گرایا۔ پانی اصل میں نیچے آنا چاہیے تھا مگر یہ تو اوپر کی جانب چلا۔ وادی البیضاء کے سفر سے حیران و پریشان واپس پلٹے۔ رستے میں ایک جگہ وادی ابوالدداد کے مقام پر چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ جہاں اونٹ اور اونٹنیاں پھر رہے تھے۔ احمد سومرو نے بتایا کہ یہاں لوگ خاص طور پر آتے ہیں۔ وادی جن جانے سے پہلے اونٹنی کا دودھ پیتے ہیں۔ جو بہت توانا اور فرحت بخش ہوتا ہے۔ اس کو پی کر ایک دم طاقت آ جاتی ہے۔ ظہر کی نماز ہونے والی تھی۔ اس لیے واپسی کا رخ کیا اور اونٹنی کا دودھ پینے سے محروم رہے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر میاں ارشاد صاحب کی رہائش گاہ پر لذیذ عربی کھانا تیار تھا۔ بھوک زوروں پر تھی اس لیے خوب جی بھر کر کھایا۔

تھوڑی دیر آرام کر کے حرم کا رخ کیا۔ عصر کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کی۔ مغرب کی نماز کے بعد روضہ رسولؐ پہ حاضری دی۔ درود شریف کا نذرانہ پیش کیا۔ جن جن دوستوں نے کہا تھا۔ خصوصی طور پر ان کی طرف سے اور بچوں یمنٰی، حذیفہ اور ماہ نور کی طرف روضہ رسولؐ پر سلام پیش کیا۔ باب الھجر ۃ کے باہر سلام کرنے والے آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے دعائیں کرتے ہیں۔ مغفرت طلب کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت چاہتے ہیں۔ وداع ہونے والے خوب روتے ہیں۔ کچھ چپ چاپ آنسو بہاتے ہیں۔ بعض زار و قطار روتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ دوبارہ حاضری کے سب مشتاق ہیں۔ سب یہاں سے جانا نہیں چاہتے۔

عشاء کی نماز کے بعد واپسی ہوئی تو طارق شاہ صاحب نے کہہ دیا کہ چلو عمرے کے لیے مکہ مکرمہ چلتے ہیں۔ آتے ہی تیاریاں شروع کر دیں لیکن نکلتے نکلتے رات کے 10 بج گئے۔

☆............☆

مکہ سے پھر بلاوا آیا ہے

عظمتوں اور رفعتوں والے بلند شان والے کعبۃ اللہ کو چھوڑتے وقت۔ طوافِ وداع کے موقع پر، کعبہ میں آخری رات گزارتے ہوئے یعنی شب فراق کی رات بار بار اللہ سے یہی دعا کی تھی کہ اللہ اپنے گھر کی بار بار زیارت نصیب فرماتے رہنا۔ دل میں قلق تھا کہ پتہ نہیں دوبارہ کب آنا ہوگا، آپ یقین کریں کہ ابھی ہفتہ نہیں گزرا۔ چھ دن ہی تو ہوئے ہیں آپ کو شبِ فراق کی داستان سنائی تھی۔ کہ کل رات اللہ کے گھر سے پھر بلاوا آ گیا۔ اللہ کے گھر میں دعائیں ایسے ہی قبول ہوتی ہیں۔ آناً فاناً پروگرام بن گیا۔ عمرہ تو مدینہ آنے سے پہلے کرلیا تھا۔ شاہ صاحب ملے۔ چلو مکہ مکرمہ چلتے ہیں اسماء سے بات ہوئی۔ اس سے اچھی کیا بات ہے کہ ایک اور عمرہ ہو جائے۔ کعبۃ اللہ کا پھر سے دیدار ہو جائے۔ اللہ کے گھر کے پھر سے پھیرے لگائیں۔ اس کو پھر سے آنکھوں میں بسائیں۔ پھر سے اس کا دیدار کریں۔ اس کو مرکز نگاہ بنائیں۔ جمعۃ المبارک کا مبارک دن ہے۔ 9 محرم الحرام ہے۔ موسم ابر آلود ہے۔ ہوا میں تھوڑی سی خنکی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ حرم پاک میں کعبۃ اللہ کے سامنے بیٹھ کر یہ لائنیں لکھی جا رہی ہیں۔ یعنی ہاتھ قلم پر ہیں۔ مگر نگاہیں اللہ کے گھر پر، کعبۃ اللہ پر، وہی بیت اللہ جس کو چھوڑتے وقت اللہ سے دعا کی تھی، استدعا کی تھی، التجا کی تھی کہ یا اللہ بلاتے رہنا۔ اپنے گھر کا دیدار کراتے رہنا۔ مقدس شہروں میں رہتے ہوئے، کعبۃ اللہ کے قریب اور مدینۃ النبیؐ میں رہتے ہوئے ایسے ہی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ مکہ جانے کی خبر گروپ میں آگ کی طرح پھیل گئی اور یہ خبر سنتے ہی دیگر دیوانے، مستانے اور خواتین تیار ہو گئیں۔ 12 عشاق کا قافلہ طارق شاہ کی قیادت میں سوئے حرم روانہ ہوا۔ ٹیکسی سٹینڈ پر بسیں، کاریں، بڑی

گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ڈرائیورز مکہ مکہ کی آوازیں لگا رہے تھے۔ جلد ہی ایک بڑی گاڑی مل گئی۔ دو سواریاں کم تھیں۔ اسماء کا کارڈ رہ گیا۔ ڈرائیور اچھا آدمی تھا۔ ہوٹل لے گیا تا کہ کارڈ لے لیا جائے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے کہیں بھی جاتے ہوئے معلم کا دیا ہوا کارڈ ضرور ساتھ رکھیں۔ ورنہ مسئلہ ہو سکتا ہے۔ ڈرائیور نے صاف کہہ دیا تھا کہ جس کے پاس کارڈ نہیں وہ گاڑی سے اتر جائے۔ رات کا پچھلا پہر گزر چکا تھا۔ مکہ جانے کے شوق میں کسی نے کھانا بھی نہ کھایا تھا۔ ایک جگہ گاڑی رکی تو سعودی عرب کی مشہور ڈش "مندی دجاج" کھائی۔ ایک پلیٹ میں چاول، سلاد، کیچپ اور روسٹ مرغ ڈال کر پیش کرتے ہیں۔ جسے تین چار لوگ مل کر کھاتے ہیں۔ بھوک زوروں پر تھی جلدی ہی ساری پلیٹ صاف ہوگئی۔ مکہ کا سفر جاری ہے۔ ساتھی تھکے ہوئے ہیں۔ جلد ہی سب نیند کی وادیوں میں کھو گئے۔ احرام باندھنے کیلئے گاڑی مسجد "ذی الحلیفہ بیرِ علی" رکی۔ یہ مدینہ والوں کا میقات ہے جہاں خوبصورت وسیع وعریض مسجد شجرۃ بنائی گئی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کیلئے احرام باندھا تھا۔ اس لئے اس جگہ پہنچ کر اور احرام باندھ کر بہت زیادہ خوشی اور دلی سکون ملتا ہے۔ یہاں آ کر ایسے محسوس ہوتا ہے کہ بندہ تمام فکروں سے آزاد ہو گیا ہے۔ سب ساتھیوں نے احرام باندھا اور دو دو نفل ادا کیے۔ ڈرائیور جلدی کرنے کا کہتا رہا۔ سفر کے دوران ڈرائیور نے ہلکی عرب موسیقی والی کیسٹ لگا رکھی تھی کیونکہ اس کے سارے مسافر سو رہے تھے۔ اس نے جاگنا تھا۔ مسافروں کو حرم پہنچانا تھا۔ 416 کلومیٹر کا لمبا سفر گاڑی 140-120 کلومیٹر کی رفتار سے بھاگی جا رہی ہے۔ راستے کٹتے جا رہے ہیں۔ حرم آنے سے ایک گھنٹہ پہلے جب مکہ مکرمہ کی روشنیاں نظر آنی شروع ہوگئیں، ڈرائیور نے سب کو جگا دیا۔ اٹھو آنکھیں کھولو۔ مکہ مکرمہ آ گیا ہے۔ حرم آنے والا ہے۔ حرم کے مینار اور گھڑی دور سے نظر آنا شروع ہو گئے۔ رفیق صاحب اور ان کی بیگم وفور جذبات سے بول نہ سکیں۔ یا اللہ تیرا شکر ہے۔ پھر اپنے گھر بلا لیا۔ اسماء کہنے لگی ایسا تو سوچا بھی نہ تھا کہ اللہ اتنی جلدی دوبارہ بلالے گا۔ شاہ صاحب بار بار سب کو تلبیہ **لبیک اللھم لبیک! لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد و النعمۃ لک والملک لاشریک لک۔** پڑھنے کا کہہ رہے تھے۔ ایک دفعہ پھر **لبیک اللھم لبیک** کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اللہ کا شکر ہے۔

ایک دفعہ پھر طواف اور سعی

لو جی حرم اور قریب آ گیا۔ ڈرائیور کو کرایے کی فکر پڑ گئی۔ اس کو ریال اکٹھے کر کے دیے تو خوش ہو گیا۔ شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہی دعاؤں کی درخواست کرنے لگا۔ 3:30 صبح ہم حرم پہنچ گئے۔ وضو وغیرہ سے فارغ ہوتے ہی سیدھا خانہ خدا کی جانب چلے۔ ایک دفعہ پھر بیت اللہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ اس پر پہلی نظر پڑی تو سب ساتھی خوشی سے رو دیے۔ دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھے۔ ملک عزیز کی سلامتی کیلئے دعائیں کیں۔ بچوں، اہل

خانہ اور دوستوں کے لئے ساری دعائیں یاد آ گئیں۔طواف پہلے کی طرح جاری تھا۔کعبۃ اللہ کا طواف ہر وقت جاری رہتا ہے۔شب جمعہ اور محرم کی وجہ سے مقامی لوگوں کی ایک کثیر تعداد حرم میں موجود ہے اور طواف کر رہی ہے۔عمرہ کرنے والوں کی بھی ٹھیک ٹھاک تعداد ہے۔ہم بھی طواف کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔اللہ کے گھر کے پھیرے، کعبۃ اللہ کا طواف ایک بہت ہی روحانی، روح پرور اور رومان پرور تجربہ ہے۔مسلمانوں کا کعبۃ اللہ سے بہت گہرا رومانس ہے۔ایسا رومانس جو ابدی ہے جو کبھی کم نہیں ہوتا۔مسلمان جوان ہو یا بوڑھا کعبۃ اللہ سے اس کا رومانس بڑھتا چلا جاتا ہے۔جوں جوں وقت گزرتا ہے اس رومانس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔کمزور سے کمزور اور گنہگار سے گنہگار مسلمان کے دل میں یہ خواہش ہر وقت رہتی ہے وہ کعبۃ اللہ جائے۔حج کرے، خانہ خدا کا دیدار اور طواف کرے۔اسماء نے چھوٹی تسبیح کا دانہ گرا کر اعلان کر دیا۔پہلا چکر شروع، گرین لائٹ سے ہاتھ حجر اسود کی جانب کر کے اللہ کی حمد اور بڑائی بیان کر کے استلام کرتے ہیں۔رات گزرتی جا رہی ہے۔مگر اس کے باوجود اللہ کے گھر کے ارد گرد بے شمار طواف کرنے والے موجود ہیں۔لوگوں کا جوش و خروش ہے۔حجر اسود پر پہلے جیسا ہجوم ہے۔ہنگامہ ہے۔دھکم پیل ہے۔زیادتی ہے۔جبر ہے اور عدم برداشت ہے۔اس لئے عافیت اسی میں سمجھی کہ دور ہی رہا جائے اور سنت نبویؐ کے مطابق حجر اسود کی طرف ہاتھ کر کے اللہ کی حمد اور بڑائی بیان کر کے استلام پہ اکتفا کیا جائے۔لیکن دوسرے تیسرے چکر میں خانہ خدا کی دیواروں کا لمس لینے کا، ان کو چومنے کا اور رکن یمانی پہ ہاتھ پھیرنے کا خوب موقع ملا۔حطیم میں بھی آسانی سے دو نفل پڑھنے کی جگہ مل گئی۔

پانچواں چکر شروع ہوا تو لوگوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا۔موسم انتہائی خوشگوار ہے مطلع ابر آلود ہے۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ہلکی ہلکی مہک ہے۔خوشبو ہے۔انوار کی بارش ہو رہی ہے۔سکینت نازل ہو رہی ہے۔بندگان خدا کا طواف جاری ہے۔اوپر چھوٹے چھوٹے جانور بھی طواف کر رہے ہیں۔فرشتے بھی بیت المعمور میں طواف میں مصروف ہیں۔چھٹا اور ساتواں چکر بھی پورا ہوا۔آٹھواں استلام کیا۔دو نفل پڑھے۔اب سعی کرنی ہے۔سعی حج اور عمرہ کا اہم جزو ہے۔سچ لکھوں کہ مناسک حج اور عمرہ میں مجھے اماں ہاجرہ کی سعی سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے۔سب سے اچھی لگتی ہے۔سعی حج اور عمرہ کا ایک اہم عمل ہے۔اللہ کو بھی تو سعی اچھی لگی تھی۔فرشتوں نے بھی اس کو پسند کیا تھا۔طواف کے بعد سعی کرنے میں بھی ایک عجب حکمت ہے۔طواف کے بعد بندہ ٹھیک ٹھاک تھکا ہوتا ہے۔دل چاہتا ہے آرام کرے۔تھوڑا سا سکون لے لے لیکن طواف کے بعد سعی کا عمل جس میں طواف سے زیادہ کوشش ہے۔طواف سے زیادہ چلنا پڑتا ہے۔دوڑنا پڑتا ہے۔اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ کے ہر حکم کو، ہر حالت میں بجالانا ضروری ہے۔تھکاوٹ ہے، تھکن ہے، دل آرام کرنے کو کر رہا ہے مگر حکم ہے کہ طواف کے بعد اماں ہاجرہ کی تقلید میں سعی کرو اور اللہ نے طریقہ اور طریق (راستہ) بھی وہی رکھا ہے جو اماں ہاجرہ کا تھا۔

☆..........☆

حج ہاجرہ ہے۔ ہاجرہ حج ہے

اماں ہاجرہ کی قربانی، ان کا صبر، ان کی سعی، ان کی بے قراری اور بے چینی، سب لازوال اور بے مثال ہیں اماں ہاجرہ کی سعی صبر ہے، برداشت ہے، اللہ کے ہر حکم کے آگے بے چون وچرا سر تسلیم خم کرنا، اپنے بچے کیلئے بے قرار اور بے چین ہونا، ہر حال میں راضی برضا رہنا، وسائل پہ یقین نہ کرنا، بغیر وسائل کے اللہ پاک سے سب کچھ ہونے کا یقین کرنا۔ یہی سب کچھ تو حج ہے۔ حج بھی صبر ہے۔ برداشت ہے۔ ہمت ہے۔ حوصلہ ہے۔ اور اماں ہاجرہ کی سعی بھی تو یہی کچھ ہے۔ یعنی حج ہاجرہ ہے۔ اور ہاجرہ حج ہے۔ صفا کی پہاڑی، چٹیل، بے آب وگیاہ وادی نوکیلے پتھر، کھانے پینے کا توشہ ختم، اپنی اکیلی جان ہوتی تو خیر تھی مگر چھوٹا دودھ پیتا بچہ، دور دور تک آبادی یا پانی کے نشان نہیں۔ خلیل اللہ اماں ہاجرہ کو چھوڑنے آئے تو اماں بار بار پوچھتی ہیں۔ استفسار کرتی ہیں، سوال کرتی ہیں۔ مجھے اور بچے کو کیوں یہاں چھوڑ رہے ہو؟ ابراہیمؑ چپ ہیں۔ اماں بار بار جواب نہ ملنے کی وجہ سمجھ جاتی ہیں۔ آخر میں کہتی ہیں کہ اتنا تو بتادیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ ابراہیمؑ ہاں میں جواب دیتے ہیں۔ اماں ہاجرہ مطمئن ہو جاتی ہیں۔ ابراہیمؑ چلے جاتے ہیں۔ کچھ دن گزر گئے، توشہ ختم ہو گیا۔ بچہ بھوک سے بلک رہا ہے۔ نہ کھانے کو کچھ نہ پینے کو۔ دور دور تک کوئی نہیں۔ نہ کوئی ذی روح، نہ آبادی، نہ پانی۔ اماں ہاجرہ بے قراری میں، بے چینی سے دوڑنے لگتی ہیں، صفا سے مروہ، مروہ سے صفا۔ ہم بھی اماں ہاجرہ کے پیچھے ہیں، جہاں اماں تیز دوڑتی ہیں۔ میں بھی ان کی تقلید میں تیز دوڑ رہا ہوں۔ اللہ کو اماں کی سعی اتنی پسند آئی۔ اتنی اچھی لگی کہ اس کو شعائر اللہ بنا دیا۔ قرآن میں ذکر کر دیا۔ حج اور عمرہ اماں ہاجرہ کی طرح سعی کیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسماء نے کہا سعی کے پانچ چکر ہو گئے۔ ساتویں چکر میں

فرشتہ آ گیا۔ اسماعیلؑ کی ایڑیاں جہاں جہاں لگیں جبرئیلؑ نے پر مارا۔ پانی نکل آیا۔ ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ اماں ہاجرہ خوشی سے دیوانی ہو گئیں۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ پانی خود پیا بچے کو پلایا۔ مگر پانی رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اماں ہاتھوں سے روکنے کی کوشش کرتی رہیں۔ پانی نکلتا جا رہا ہے۔ اماں خوش ہیں، بچے کی پیاس بجھ گئی۔ اماں ہاجرہ کا تحفہ یہ پانی اللہ نے صرف آپ کے اور آپ کے بچے کی پیاس بجھانے کیلئے بلکہ ساری دنیا کے کروڑوں اربوں مسلمانوں کی قیامت تک پیاس بجھانے کیلئے بھیجا۔ اماں نے پانی کو "زم زم" کہہ کر نہ روکا ہوتا تو پتہ نہیں ساری دنیا اس میں ڈوب جاتی۔ اماں کو ساتویں چکر میں پانی ملا تھا۔ ساتویں چکر کے درمیان میں اسماء کو بھی آبِ زم زم مل گیا۔ خوب سیر ہو کر آبِ زم زم پیا اور ایک دفعہ پھر مروہ پہ کھڑے ہو کر اللہ سے دعائیں کیں اور اماں ہاجرہ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

تیسری دفعہ ٹھنڈے ہونا

اسی اثناء میں فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حرم میں فجر کی اذان کا مزا ہی اور ہے۔ جب مؤذن فجر کی اذان دیتا ہے تو لگتا ہے وقت تھم گیا ہے۔ ہر چیز ساکن ہو کر اللہ کی بڑائی بیان کرنے میں مصروف ہے۔ حرم میں نمازِ فجر میں جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی میں پہلی رکعت میں سجدہ تلاوت والی آیات پڑھتے ہیں۔ فجر کی نماز، اللہ کا حرم، کعبۃ اللہ آنکھوں کے سامنے اور امامِ کعبہ کی تلاوت، اس سے زیادہ بابرکت اور رحمت والا منظر اور کیا ہوگا۔ نماز ادا کر کے بال اتروائے۔ حج کے اس سفر میں تیسری دفعہ ہم ٹھنڈے ہو گئے۔ کچھ دن پہلے ہی حذیفہ پوچھ رہا تھا بابا آپ کی ٹھنڈ کیسی ہے۔ نماز کے بعد دو تین گھنٹے آرام کیا۔ آج جمعۃ المبارک کا مبارک دن ہے۔ اگرچہ حرم میں حجاج کرام بہت کم رہ گئے ہیں۔ لیکن جمعہ کے دن مقامی لوگ اور قریب کے شہروں میں رہنے والے افراد اپنی فیملیز کے ساتھ حرم کا رخ کرتے ہیں۔ اس لیے حرم میں خاصی رونق ہے۔ مطاف کا ایریا اور خانہ کعبہ کے سامنے کا برآمدہ بھر چکا ہے۔ دھوپ کے باوجود طواف جاری ہے۔ خانہ کعبہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کی دید، اس کو تکنا، آنکھوں میں بسانا عین عبادت ہے۔ ایک ستون کے پاس جگہ ملی جہاں سے خانہ کعبہ کا مکمل دیدار ہو رہا ہے۔ بار بار نگاہیں ادھر اٹھتی جا رہی ہیں۔ چراغ دین صاحب اور ان کی بیٹی روبینہ نے بتایا کہ طوافِ وداع بھی کرنا ہے، مجھے تو اس کا علم نہیں۔ جو بھی مکہ مکرمہ آئے۔ عمرہ یا حج کرے تو مناسک حج اور عمرہ کے بعد اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ مکہ مکرمہ چھوڑتے وقت خانہ کعبہ کو خدا حافظ کہتے ہوئے پہلے اس کے گرد سات چکر لگائے اور اس کے بعد دعاؤں کے ساتھ رخصت ہو۔ طوافِ وداع کے سات چکر پورے کیے۔ طوافِ وداع کے بعد خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ سے بار بار دعا کی یا اللہ اپنے گھر بار بار بلاتے رہنا۔

حرم میں جمعہ کی نماز

جوں جوں جمعہ کی نماز کا وقت قریب آ رہا ہے۔ لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ حج کے دنوں میں مقامی لوگ بہت کم نظر آتے ہیں۔ میاں ارشاد اور محمد احمد نے بتایا کہ حج کے دنوں میں مقامی لوگ حرمین شریفین میں اس لیے کم آتے ہیں تاکہ اللہ کے مہمان آسانی سے اپنا فریضہ حج اور دوسرے مناسک حج سرانجام دیں۔ اور مقامی لوگوں کی وجہ سے انہیں کوئی پریشانی نہ ہو۔ طارق شاہ نے کہا چلو نماز سے پہلے طواف کرتے ہیں۔ دھوپ چمک رہی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ مطلع ابر آلود بھی تھا۔ طواف شروع کر دیا۔ ایک دفعہ پھر خانہ کعبہ کے پھیرے، عظمتوں اور رفعتوں والا خانہ کعبہ ایسی زبردست کشش والا ہے کہ آدمی اس کی طرف خود بخود کھنچا چلا جاتا ہے۔ نہ اس کو دیکھ کر آنکھیں تھکتی ہیں نہ اس کا طواف کر کے آدمی سیر ہوتا ہے۔ بار بار اس کو دیکھنے اور اس کے گرد پھیرے لگانے کو دل کرتا ہے۔ طواف کے دوران عجیب منظر دیکھا کہ خانہ کعبہ کے گرد پرندے بھی انسانوں کی طرف طواف کر رہے ہیں۔ انسانوں کے ساتھ پرندوں کے پھیرے بھی جاری ہیں۔ ساتواں چکر ختم ہوا۔ ساتھ ہی جمعہ کی اذان ہوگئی۔ امام صاحب آ گئے۔ کعبہ شریف کے امام کی بھی اپنی شان ہے۔ امام صاحب نے خطبے میں قرآن وحدیث پر چلنے۔ اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے بارے میں بیان کیا اور محرم کے دنوں کی اہمیت بیان کی۔ یوم عاشورہ اور اس سے پہلے روزہ رکھنے کی اہمیت بیان کی۔ خطبہ کے دوسرے حصے میں رو رو کر دعائیں کرائیں۔ جمعہ کا خطبہ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھ کر سنا۔ نماز بھی خانہ کعبہ کو مرکز نگاہ بنا کر ادا کی۔ صبح اکثر ساتھیوں نے آب زم زم پی کر روزہ رکھ لیا تھا۔ رات بھی کھانا کم کھایا تھا۔ آب زم زم کے پانچ چھ گلاس پی کر طبیعت سیر ہوگئی۔ ایسے لگا کہ بھرپور سحری ہوگئی ہے۔ حرم میں نفلی روزہ رکھنے کا مزا آ گیا۔ ابر رحمت پھر برسنے لگا۔ ٹپ ٹپ مینہ برسنا شروع ہوا۔ چند قطرے جسم پر پڑے۔ روح تازہ ہوگئی۔ نماز کے بعد حرم میں خوب مزے کی نیند آئی۔ ابھی ابھی نماز عصر ہوئی ہے۔ اس وقت خانہ کعبہ کے عین سامنے مطاف میں بچھائے ہوئے قالینوں پر بیٹھے ہیں۔ روزہ داروں کا روزہ افطار کرانے کیلئے دسترخوان بچھے ہوئے ہیں۔ موسم ابر آلود اور سہانا ہے۔

حرم میں افطاری

تیونس کے عبدالسلام ساتھ بیٹھے ہیں۔ عبدالسلام پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہیں اور مدینہ یونیورسٹی میں ریاضی پڑھاتے ہیں۔ ان سے تفصیلی تبادلہ خیالات ہوا۔ عرب دنیا میں انقلاب کا تذکرہ ہوا۔ مجاہدین فلسطین کی غزہ میں کامیاب کارروائیوں کے بارے میں بات ہوئی۔ شام میں مجاہدین کی کامیابی کیلئے دعا کی گئی۔ اور اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ عالم اسلام کو اگر صحیح قیادت مل جائے تو آج بھی طاغوت اور دنیا کی فرعونی طاقتوں کا آسانی سے

مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ جوں جوں افطاری کا وقت قریب آتا جا رہا ہے توں توں حرم میں لوگوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین میں اب تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ ان مقدس شہروں میں گزارے ہوئے لمحات سرمایہ حیات ہیں۔ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے خانہ کعبہ پر نظریں جمائے اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اپنے گھر کی بار بار زیارت کروائے۔

9 محرم کا نفلی روزہ ہے۔ حرم ہے۔ کعبۃ اللہ ہے۔ افطاری ہونے والی ہے۔ بیت اللہ کے عین سامنے دستر خوان لگے ہوئے ہیں۔ عربوں کی مہمان نوازی ضرب المثل ہے۔ کسی نے دستر خوان بچھایا ہے۔ کوئی کھجوریں بانٹ رہا ہے۔ کوئی پھل لا رہا ہے۔ کوئی قہوہ لا رہا ہے۔ کوئی گلاسوں میں آب زم زم لا رہا ہے۔ عجیب ماحول ہے۔ روحانیت ہے۔ نور ہے۔ سامنے اللہ کا گھر ہے۔ اللہ کے بندے، مکہ کے باشندے، روزہ داروں کی خدمت کیلئے موجود ہیں۔ ہر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر درود وسلام پیش کر رہا ہے۔ دعائیں جاری ہیں۔ اللہ سے مغفرت طلب کی جا رہی ہے۔ افطاری کا انتظار ہے۔ سب اللہ کے سامنے آہ وزاری کر رہے ہیں۔ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ دوسری طرف طواف جاری ہے۔ تسبیح وتہلیل، ذکر واذکار، تلاوت قرآن پاک کی محفلیں سجی ہوئی ہیں۔ اللہ پاک ایسی محفلوں کے بارے میں ہی فرشتوں کے سامنے انسان پر اپنے تفاخر کا اظہار کرتے ہیں۔ اس مبارک موقع پر سب یاد آ رہے ہیں۔ خصوصی طور پر اور سب سے بڑھ کر پیارا وطن پاکستان، جس کے لیے دعائیں جاری ہیں۔ اللہ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ جن جن دوستوں، رشتہ داروں ساتھیوں نے دعاؤں کے لئے کہا، وہ سب یاد آ رہے ہیں۔ اللہ سب کی دلی مرادیں پوری کرے۔ آج حرم میں خانہ کعبہ کے سامنے افطاری کا بڑا مزا آیا۔ تیونس کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر روزہ افطار کیا۔

ماں کی دعا

مغرب کی نماز کعبہ کے امام عبدالرحمٰن السدیس نے پڑھائی۔ ان کے متعلق طارق شاہ نے بتایا کہ بچپن میں بڑے شرارتی تھے۔ ماں نے مہمانوں کیلئے کھانا بنایا، شرارتاً اس میں مٹی ڈال دی۔ ماں بھی ولی اللہ تھیں۔ پتہ نہیں کس کیفیت میں تھیں کہ بچے کو ڈانٹنے کی بجائے دعا دی، اللہ تمہیں کعبہ کا امام بنائے۔ ماں کی دعا قبول ہوئی اور آج عبدالرحمٰن السدیس نہ صرف امام کعبہ ہیں بلکہ ان کی ایک جھلک دیکھنے اور ان سے ہاتھ ملانے کے لاکھوں خواہش مند ہوتے ہیں۔ افطاری اور نماز مغرب کے بعد زم زم ٹاور سے کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہوئے۔ بابا امین بولے آخری نماز ہے مطاف میں خانہ کعبہ کے سامنے جا کر پڑھتے ہیں۔ باب عبدالعزیز سے داخل ہو کر خانہ کعبہ کے سامنے پہنچے، صف بندی ہو چکی تھی۔

کالے برقعے اور چوغے

آج حرم میں عربوں کا قبضہ ہے۔ ہر طرف کالے برقعے اور لمبے چوغے پہنے عرب نظر آتے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ حج کے دنوں میں بہت کم ان دونوں مقدس مقامات پر آتے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے اللہ کے مہمانوں کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔ چونکہ اب زیادہ تر حجاج کرام واپس جا چکے ہیں اس لئے پورا حرم مقامی لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہر طرف عرب ہی عرب نظر آ رہے ہیں۔ خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے پاکستان جانے سے پہلے ایک دفعہ پھر اپنے گھر بلا لیا۔ اور پورا دن خانہ کعبہ کے سامنے گزارنے کی توفیق عطا فرمائی۔ عشاء کی اذان حرم میں گونجی تو ایسے لگا کہ ہر شے اللہ کی بڑائی بیان کر رہی ہے نماز عشاء میں امام صاحب نے سماں باندھ دیا۔ اس انداز سے تلاوت کی کہ یوں لگا یہ آیتیں آج ہی نازل ہوئی ہیں۔ اللہ ڈائریکٹ اپنے بندوں سے مخاطب ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ ہر طرف بھینی بھینی خوشبو اور مہک ہے۔ نماز میں دھیان خانہ کعبہ کی طرف رہا۔ پوری نماز میں توجہ خانہ خدا کی طرف مرکوز رہی۔ نماز کے بعد دعاؤں کے ساتھ خانہ کعبہ، خانہ خدا، بیت اللہ کو اللہ حافظ کہا۔

مدینہ واپسی

کچھ ساتھی مدینہ جا چکے ہیں۔ دس باقی ہیں۔ اکٹھے روانہ ہونے والے ہیں۔ مدینہ سے آئے تھے اب دوبارہ مدینہ جانا ہے۔ مدینہ کی گلیوں میں پہنچنا ہے۔ روضۂ رسولؐ پہ حاضری دینی ہے۔ گنبد خضریٰ کو دیکھنا ہے ریاض الجنہ جانا ہے۔ اصحابؓ صفہ کے چبوترے پہ جانا ہے۔ ٹیکسی سٹینڈ سے حرم صاف نظر آ رہا ہے ٹیکسی میں بیٹھ کر حرم کا نظارہ ہو رہا ہے۔ اللہ کا حرم، نبی پاکؐ کا مولد مکہ انہی گزرگاہوں اور انہی راہوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلا کرتے تھے۔ پھرا کرتے تھے اور دعوت حق دیا کرتے تھے۔ صحابہؓ آپ پر فدا ہوتے تھے...... دو ساتھی چلے گئے گاڑی میں سواریاں پوری نہیں ہوئیں۔ حرم کا نظارہ ہو رہا ہے چلو جتنی دیر یہاں ہیں، جتنی ساعتیں ادھر ہیں حرم کے روشن روشن چمکدار بقعۂ نور بنے ہوئے مینار آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہے ہیں۔ دل کو سکون دے رہے ہیں۔ گاڑی سوئے مدینہ روانہ ہونے والی ہے۔ رات گئے مکہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جونہی گاڑی حرم سے روانہ ہوئی سب ساتھی سو گئے۔ مدینہ کے قریب ڈرائیور نے جگایا کہ اٹھو مسجد نبویؐ کے مینار نظر آ رہے ہیں۔



مسجد نبویؐ میں یوم عاشور

رات 1 بجے کے بعد مکہ سے مدینہ پہنچے۔ صبح 4 بجے طارق شاہ سحری کے لیے ''البیک'' کا کھانا لے کر آ گئے۔ آج یوم عاشور ہے۔ امام کعبہ نے کل عاشورہ اور اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ کل روزہ خانہ کعبہ کے سامنے افطار کیا تھا۔ عرب، پاکستانی، سوڈان، تیونس، بنگلہ دیش کے مسلمان ارد گرد بیٹھے تھے۔ یوم عاشورہ کا نفلی روزہ رکھ کر حرم کی طرف چلے۔ مسجد نبویؐ میں ابھی بھی لوگوں کی رونق ہے۔ اللہ کا خاص کرم ہے کہ کل فجر کی نماز خانہ کعبہ کے امام کے پیچھے کعبۃ اللہ پر نظریں جمائے ادا کی۔ اور آج ابھی ابھی مسجد نبویؐ میں فجر کی نماز ادا کرنے کی سعادت ملی ہے۔ نماز کے بعد حسب معمول نماز جنازہ ادا کی۔ مسجد نبویؐ میں ہر نماز کے بعد نماز جنازہ ہوتی ہے۔ اب باب اسلام تک جانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہونا ہے۔ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔ باب سلام میں داخل ہوتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں۔ اگر چہ پہلے جیسا رش نہیں رہا مگر لوگ آتے جا رہے ہیں۔ شُرطے اب بھی لوگوں کو صبر کرنے اور جلدی جلدی سلام پیش کرنے کا کہہ رہے ہیں تا کہ دوسروں کو موقع مل سکے۔ درود و سلام کے لئے نبی کے روضے پہ حاضری کیلئے لائن میں لگنا بھی حد سے زیادہ ایمان پرور، اور روح پرور تجربہ ہے۔ مختلف رنگ و نسل قوموں، زبانوں کے لوگ ایک ہی لگن، ایک ہی جستجو، یعنی روضہ رسول تک پہنچنے کی آرزو میں ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی زبان کا ایک لفظ نہیں جانتے۔ مگر سب ایک ہی ورد کر رہے ہیں، ایک ہی کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ درود و سلام بھیج رہے ہیں۔ کچھ

رو رہے ہیں مگر چہرے سب کے دمک رہے ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر واقعی بلند سے بلند تر کر دیا۔ "ورفعنا لک ذکرک" روضہ رسولؐ پر پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درود سلام پیش کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر ابن خطاب کو بھی سلام عقیدت پیش کیا باب الھجرۃ سے باہر نکل کر جنت البقیع کا رخ کیا۔ شہر خموشاں میں لوگوں کے قدموں کی آواز کے علاوہ کوئی اور آواز نہ تھی۔ اگرچہ مختلف جگہوں پر سعودی اور سعودی سند یافتہ غیر ملکی علماء مجمع لگائے مختلف زبانوں میں لوگوں کو قبرستان میں آنے کے آداب اور یہاں غیر شرعی حرکات نہ کرنے کے بارے میں مسلسل بتا رہے تھے۔ لوگوں کے چبھتے سوالوں کا جواب بھی دے رہے تھے۔ چونکہ آج یوم عاشورہ ہے اس لئے لوگ 10 محرم الحرام کے بارے میں زیادہ سوال کر رہے ہیں۔ اس قبرستان میں لگتا ہے کہ ہر وقت انوار کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اتنے زیادہ جلیل القدر صحابہؓ، شہدا، تابعین، تبع تابعین، اولیاء اللہ، آئمہ کرام یہاں دفن ہیں۔ حضرت عثمان ابن عفانؓ کی قبر مبارک کے پاس پہنچ کر میں کچھ دیر عقیدت کے ساتھ کھڑا رہا ذہن میں تاریخ کے ورق الٹتے رہے۔ تاریخ اس طرح کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کسی حکمران نے خون خرابے سے بچنے کیلئے، باغیوں کو کچلنے کیلئے، سب کچھ ہونے کے باوجود طاقت استعمال نہ کی ہو اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی ہو۔ صحابی رسول اور ذی النورین عثمانؓ کے علاوہ یہ کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرے صحابہ کرامؓ کی بھی قبریں ہیں، امہات المومنینؓ بھی یہیں کہیں استراحت فرما رہی ہیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ بھی ادھر ہی ہیں۔ حضرت تمیم داریؓ کی قبر بھی ادھر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننھے صاحبزادے حضرت ابراہیم بھی اسی قبرستان میں دفن ہیں۔

شُرطے، جلدی کرو بھئی صاحب

میں یہاں ٹھہرنا چاہتا تھا۔ تاریخ کے اوراق کی مزید ورق گردانی کرنا چاہتا تھا، مزید قبروں کی تلاش کرنا چاہتا تھا کہ شرطے آ گئے، جلدی کرو۔ بھائی صاحب، ٹائم ختم ہو گیا۔ شُرطوں نے اردو، انگریزی، پشتو، بنگلہ کے چند الفاظ سیکھ لئے ہیں اور وہ مجمع کو کنٹرول کرنے کیلئے ان کا بخوبی اور موقع محل کی مناسبت سے استعمال کرتے ہیں۔ جیسے طریق۔ راستہ۔ صبر۔ صبر، جلدی جلدی۔ چلو چلو۔ اٹھو

جلدی کرو بھائی صاحب۔ اسماء نے بتایا کہ حرم اور مسجد نبوی کی تھانیدارنیوں کے اطوار بھی ایسے ہی ہیں انہوں نے بھی چند الفاظ رٹے ہوتے ہیں چل اٹھ راستہ چھوڑ، باجی اٹھ، باجی صبر کر، ان الفاظ کے علاوہ باڈی لینگویج، اشاروں اور تالی کا بکثرت استعمال ہوتا ہے۔

یہ شُرطے حج کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ان کے رویے مختلف ہیں۔ مکہ مکرمہ

والے سخت مزاج ہیں۔ مدینہ منورہ والے نرم خو ہیں مگر انتظام کرنا، اپنی بات منوانا، مجمع کو کنٹرول کرنا انہیں آتا ہے۔ ایسا نہ ہو تو ہر شے درہم برہم ہو جائے۔

ایک دفعہ پھر ریاض الجنۃ میں

واپسی پر باب الصدیق بالکل خالی نظر آیا۔ اندر جا کر دیکھا تو موقع غنیمت جانا۔ شاید ریاض الجنۃ میں جانے اور دو نفل پڑھنے کا موقع مل جائے۔ آرام سے اندر جا کر بیٹھ گئے۔ لوگ اندر جانے کیلئے کھڑے تھے۔ بے چین اور بے صبرے ہو رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اجازت ملی۔ جائیے اندر جائیے۔ جنت نیچے اتر آئی ہے۔ نفل پڑھ لیں۔ مگر پڑھیے دو ہی۔ شُرطے کی پوری توجہ آپ پر ہے۔ دو سے زیادہ پڑھے تو آپ کو اٹھا دے گا۔ تھوڑی سی کوشش سے جگہ مل گئی۔ ریاض الجنۃ کا ماحول بھی جنت جیسا ہے۔ یہاں جنت کی خوشبو اور مہک محسوس ہوتی ہے۔ ایسی ٹھنڈک اور دلی سکون ملتا ہے جس کا اندازہ ادھر آ کر ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ کا شکر ادا کیا جس نے یہاں آنے کا موقع دیا جلدی جلدی نفل پڑھے۔ دوبارہ پڑھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ شُرطے کی نظر پڑ گئی اور اس نے کہا کہ جاؤ حاجی جا کر سلام کرو تا کہ کوئی اور نفل پڑھ لے۔ سلام کیلئے روضہ رسولؐ پر حاضری دی۔ دعا کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت طلب کی۔

اے خاصہ خاصانِ رسلؐ وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا۔ اور آگے بڑھے۔ اللہ کا شکر ادا کیا جس نے آج دو دفعہ سلام پیش کرنے کی سعادت بخشی۔ اب رخصت کا وقت آنے والا ہے۔ چند ساعتیں رہ گئی ہیں۔ مدینہ کی گلیاں، مسجد نبوی کی نمازیں، گنبد خضریٰ اور مسجد نبویؐ کے مینار بہت یاد آئیں گے۔ دل میں اداسی چھانے والی ہے۔ بے کلی سی لگی ہوئی ہے۔ بے چینی ہے۔ مسجد نبویؐ کے علاوہ کہیں اور جانے کو دل ہی نہیں کر رہا۔ ظہر کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کی۔ کچھ دیر مسجد میں ہی آرام کیا۔ افطاری کیلئے پھر مسجد نبوی کا رخ کیا۔ مسجد نبویؐ میں اگرچہ ابھی خاصے لوگ ہیں۔ مگر ان کی تعداد میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ اپنے ہوٹل سے بھی کافی لوگ جا چکے ہیں۔ اسماء اور باجی نجمہ بھی پیکنگ میں لگی ہوئی ہیں۔ لاہور میں اہل خانہ سرگودھا سے پہنچے ہوئے ہیں۔ دوست واحباب سب منتظر ہیں۔ مگر ادھر اداسی ہے، بے چینی ہے، بے کلی ہے۔ روضہ رسولؐ اور گنبد خضریٰ سے جدائی کا وقت قریب آتا جا رہا ہے بے قراری بڑھتی جا رہی ہے۔

☆............☆

مسجد نبویؐ میں نرالی افطاری

کمرے سے افطاری کیلئے کھانے پینے کی اشیاء لیں۔ امین صاحب نے دو سیب دے دیئے۔ کھجوریں پانی اور دودھ بھی لے لیا۔ باب فہد سے اندر مسجد نبویؐ میں آنے کی کوشش کی۔ محافظ نے گیٹ پر روک لیا۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔ باہر افطاری کریں۔ افطاری کی اشیاء لے کر آپ اندر نہیں جاسکتے۔ آنکھ بچا کر دوسرے گیٹ سے اندر داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن وہی جواب۔ (کل شئی موجودہ) "ہر چیز اندر موجود ہے۔" آپ کی افطاری کا اہتمام ہے، اب کیا کیا جائے۔ بنگلہ دیشی بابے بیٹھے تھے۔ اشیائے خورد ونوش سے بھرا لفافہ ان کے حوالے کیا۔ بابے نعمت غیر مترقبہ پا کر خوش ہوگئے۔ کھانے پینے کی ان ساری چیزوں کا ایک ذرہ بھی اپنے نصیب میں نہ تھا۔ یہ بنگلہ دیشی بابوں کا حق تھا۔ جو انہیں مل گیا۔ ہمارے نصیب کا اندر دستر خوانوں پر موجود ہے۔ کھجوریں ہیں، عربی روٹی ہے، ڈرائی فروٹ اور دہی ہے۔ ان سے روزہ افطار ہوگا۔ مسجد نبویؐ کے اندر رمضان شریف کا ماحول ہے۔ ہر طرف دستر خوان لگے ہوئے ہیں۔ افطاری کے انتظار میں لوگ بیٹھے ہیں۔ ایک طرف سعودی سند یافتہ پاکستانی عالم دین مسائل بیان کر رہا ہے۔ لوگوں کے سوالوں کا جواب دے رہا ہے۔ مسجد نبویؐ میں جگہ جگہ دستر خوان لگے ہوئے ہیں جن پہ افطاری کیلئے کھانے پینے کی مختلف اشیاء رکھی ہوئی ہیں۔ ایک جگہ بیٹھ گئے کہ میاں ارشاد کا فون آ گیا روضہء رسولؐ کے سامنے پہلی چھتری کے نیچے آ جائیں۔ وہاں طیبہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر عبدالعزیز ایم پی کا بلی موجود ہیں۔ مسجد نبویؐ میں عجیب منظر ہے۔ سنتے تھے ایسے مناظر رمضان میں ہوتے ہیں۔ آخری چھتری تک پہنچتے پہنچتے 8-10 جگہ بچے ہاتھ پکڑ پکڑ کر استدعا اور درخواست کرتے رہے کہ ہمارے دستر خوان پہ آئیں۔ عاشورہ کا روزہ افطار کریں۔ ننھے ننھے خوبصورت پیارے بچے عربی میں درخواست کرتے فرشتے لگ رہے تھے۔ آپ اللہ کے مہمان ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ہیں۔ ہماری خوش بختی ہوگی۔ ہمارے مہمان بھی بنئے۔ دو بچوں نے اس انداز میں کہا کہ ان کی درخواست پہ بیٹھنا پڑا۔ وہ دوسری طرف گئے تو

آگے بڑھے۔ اتنے زیادہ دستر خوان لگے ہوئے تھے کہ آگے جانے کا راستہ نہ مل رہا تھا۔ ہر کسی کی خواہش تھی کہ ہم ان ساتھ بیٹھیں۔ ان کے ساتھ افطاری کریں، سنتے تھے کہ عرب بہت مہمان نواز ہوتے ہیں۔ آج اس کا مشاہدہ اور تجربہ بھی ہو گیا ڈاکٹر عبدالعزیز کابلی نے بھی میاں ارشاد کے ساتھ مل کر دستر خوان لگایا ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب بڑی محبت سے ملے۔ میں نے کہا کہ یہ دستر خوان تو کمال کی شے ہے۔ ڈاکٹر صاحب بولے یہ ہماری خوبصورت روایتیں ہیں۔ ارشاد صاحب کے والد مرحوم کے ساتھ ہم ہمیشہ اس جگہ پر دستر خوان لگاتے آئے ہیں۔

دستر خوان پر کھجوریں، روٹیاں، خشک میوہ جات، قہوہ، ٹھنڈا پانی سب نعمتیں موجود ہیں۔ افطاری کا وقت ہوا۔ سب نے مل کر افطاری کی۔ مسجد نبویؐ میں افطاری کا مزا آ گیا۔ نماز اور افطاری سے فارغ ہو کر روضۂ رسولؐ پہ حاضری دی۔ درود شریف کا نذرانہ پیش کیا اسی اثناء میں عشاء کا وقت ہو گیا مسجد نبویؐ کے بے مثال امام بابا حذیفی کی امامت میں نماز پڑھ کر مزا آ گیا۔

شبِ فراق۔ شبِ ہجر

آج شبِ ہجر ہے، شبِ فراق ہے، غم کی رات ہے حزن کی رات ہے، مدینہ کی گلیاں چھوڑنے والے ہیں، گنبد خضریٰ سے مسجد نبویؐ کے میناروں سے جدائی کا وقت ہے۔ اس وقت مسجد نبویؐ میں بیٹھا ہوں۔ روضۂ رسولؐ سامنے ہے، مسجد نبویؐ میں رنگ و نور اور روشنیوں کا سیلاب ہے، ہر طرف نور ہی نور ہے، روشنی ہے، ہر شے بقعہ نور بنی ہوئی ہے۔ یہاں زیادہ وقت گزارنا نصیب نہ ہوا۔ ابھی تو تڑپ باقی ہے۔ لگن باقی ہے۔ تشنگی ہے۔ پیاس ہے۔ وصل کی مدت اتنی کم رہی۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیس میں، مدینہ کی گلیوں میں، مدینہ کی شاہراہوں میں، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گزرگاہوں میں آتے جاتے وقت پر لگا کر اڑ گیا۔ عشاء کی نماز تو پڑھ لی کل فجر کی نماز یہاں آخری نماز ہو گی۔ پھر اپنے وطن جانا ہے۔ بچوں کے پاس جانا ہے۔ مگر یہاں سے جانے کو دل نہیں کر رہا۔ مدتوں بعد، صدیوں بعد تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پر حاضری ہوئی تھی۔ کب سے آنکھیں دید کی منتظر تھیں، دیکھنے کی مشتاق تھیں۔ وقت آیا۔ وصل ہوا تو فراق اتنی جلدی کیوں! ہجر کی رات نہ آئے۔ فراق کی گھڑیاں نہ آئیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کے ساتھ یہیں کہیں تھوڑی سی جگہ مل جائے اور زندگی کی شام ہو جائے۔ یہی تمنا ہے یہی آرزو ہے یا اللہ مدد فرما۔ بقول شاعر۔

کاش میرے محبوب کی دھرتی، مجھ پہ نفیسؔ یہ شفقت کرتی
اپنے اندر مجھ کو سموتی، صلی اللہ علیہ وسلم

عشاء کے بعد میاں ارشاد کے ہاں سے کھانا آ گیا۔ مدینہ منورہ کی بریانی اتنی لاجواب اور مزیدار تھی کہ سارے ذائقے بھول گئے۔ سب نے چٹخارے لے لے کر انگلیاں چاٹیں اور مزے سے بریانی کھائی۔



مسجد نبویؐ میں آخری رات

یہ ہجر کی رات ہے۔ غم کی رات ہے۔ کیوں نہ یہ شب مسجد نبویؐ میں گزرے، ریاض الجنہ میں گزرے۔ دنیا میں جنت میں گزرے۔ اللہ نے دنیا میں ایک ہی جنت اتاری ہے۔ باقی سب کچھ اوپر ہے۔ بڑی خوش قسمتی ہے۔ خوش بختی ہے۔ کہ میں اس غم کی رات، ہجر کی رات ریاض الجنہ میں ہوں، نفل پڑھ رہا ہوں یہاں خاموشی ہے۔ کوئی شور نہیں، لوگ توجہ سے دھیان سے، دل جمعی سے نوافل پڑھ رہے ہیں۔ مسجد نبویؐ میں ریاض الجنہ میں، مدینۃ النبیؐ میں یہ آخری لمحات ہیں۔ پاکستان سے مکہ مکرمہ اور پھر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ، کافی دن تھے مگر سب گزر گئے۔ اب جدا ہونے کا وقت ہے۔ صرف چند گھڑیاں باقی ہیں۔ ہجر کی رات، شب فراق آ چکی ہے۔ اس سیاہ رات نے گھیراؤ کر لیا ہے۔ اس وقت ریاض الجنہ میں انوار کی بارش ہو رہی ہے۔ سکینہ نازل ہو رہی ہے۔ ریاض الجنہ رات ہونے کے باوجود بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ رنگ و نور کا سیلاب ہے۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے۔ ریاض الجنہ میں بیٹھے ہوئے نوافل پڑھتے ہوئے ایسے محسوس ہو رہا ہے جیسے منوں بوجھ اتر گیا ہے۔ گناہوں کا بوجھ، خطاؤں کا بوجھ، لغزشوں کا بوجھ، غلطیوں کا بوجھ اور دنیا کا بوجھ، اپنا آپ ہلکا محسوس ہو رہا ہے۔ اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہو گی کہ میں ریاض الجنہ میں ہوں۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے منبر اور گھر کے درمیان کی جگہ ریاض الجنہ ہے۔ ایک طرف ستون حنانہ ہے۔ وہ لکڑی ہے جس سے ٹیک لگا کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے ہیں۔ آپ کیلئے منبر بن گیا تو یہ لکڑی ایسے روئی کہ جیسے حاملہ عورت کراہتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت سے پیار سے سہلایا۔ تو لکڑی کی چیخ و پکار بند ہوئی۔ لکڑی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

جدائی منظور نہ تھی۔ میں تو گوشت پوست کا جیتا جاگتا انسان ہوں۔ خطا کار ہوں، گنہگار ہوں، خطاؤں کا پتلا ہوں، سیاہ کار ہوں مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں ڈوبا ہوا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تو ہیں مسلمانوں کا سب کچھ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر آنکھوں کے سامنے ہے۔ سامنے ایسے لگ رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر غسل فرما کر نکلے ہیں۔ بال مبارک گیلے ہیں، اماں عائشہؓ دیکھ رہی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال کھلے ہیں۔ ان بالوں پہ تمام دنیا قربان۔ اماں عائشہؓ تیل لے کر آئی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پہ تیل لگا رہی ہیں۔ یہ اسطوانہ سریر کی جگہ ہے۔ ساتھ ہی اسطوانہ الحرس ہے جہاں حضرت علیؓ ہر وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کیلئے کھڑے رہتے ہیں۔

مجھے ایسے لگ رہا ہے۔ ایسے محسوس ہو رہا ہے۔ میں خیالوں کی دنیا میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں پہنچ گیا ہوں۔ سامنے اسطوانہ توبہ ہے۔ ابی لبابہؓ نے اپنے آپ کو باندھ رکھا ہے۔ ابی لبابہؓ سے خطا ہوئی۔ اس کی پاداش میں اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیا۔ نہ کھا رہے ہیں نہ پی رہے ہیں۔ بے ہوش ہوتے جا رہے ہیں۔ صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کر رہے ہیں۔ ابی لبابہؓ کی دعا قبول ہوگئی۔ برأت کا حکم آ گیا۔ صحابہ کھولنے آئے مگر ابی لبابہؓ کہتے ہیں۔ میں ادھر ہی مر جاؤں گا۔ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ کے مجھے کھولیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گئے ہیں۔ ابی لبابہ کی رسی کھول رہے ہیں۔ ابی لبابہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ سامنے حضرت فاطمہؓ کا گھر ہے۔ سب کچھ یاد آ رہا ہے۔ دل بے قرار ہے۔ بے چین ہے۔ کاش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جنم لیا ہوتا۔ یہ ذہن میں آتے ہی میں واپس آ گیا ہوں۔ ریاض الجنہ میں ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے سامنے ہوں۔ ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما رہے ہیں۔ سو رہے ہیں میں رخصت کی اجازت لینے آیا ہوں۔ جدائی ہو رہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آخری دفعہ سلام کرنے آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیں گے۔ تو جاؤں گا۔ ہجر کی گھڑیاں کتنی ظالم ہوتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں آ کر، مدینہ کی گلیوں میں پھر کر، ہر جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا کو تلاش کرتا رہا۔ مدینہ کی گلیوں میں جہاں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا لگے، جس جس جگہ آپ گئے، جن جن پہاڑوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے، میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے ان کی تقلید میں ہر جگہ پہنچا کہ کہیں تو مجھے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش پا نظر آ جائیں تو میں ان کو آنکھوں میں بسالوں۔

اپنے جسم کا حصہ بنالوں اور اس نقش پا کو دیکھتے دیکھتے عمر بتادوں۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی عرض ہے۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

امت منتشر ہے، بکھری ہوئی ہے، شیرازہ بکھرا ہوا ہے، طاغوت کا غلبہ ہے، اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لینے والی امت اس وقت سخت مشکل میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیواؤں کو مارا جا رہا ہے۔ ختم کیا جا رہا ہے۔ کفار اس وقت کفار مکہ اور مکہ کے یہودیوں سے زیادہ ظالم بنے ہوئے ہیں۔ سازشیں کر رہے ہیں، اللہ اور تیرے نام کو مٹانے کے درپے ہیں۔ امت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی ضرورت ہے۔ اللہ کی مدد، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ ہی ہوگی۔ اب رات بیتتی جا رہی ہے۔ شُرطے میری طرف بغور دیکھ رہے ہیں۔ یہ کون ہے جو لکھنے میں مستغرق ہے۔ نہ قرآن پڑھ رہا ہے، نہ نفل، نہ دعائیں مانگ رہا ہے، یہ کون جنونی شخص ہے اسے کیا ہوگیا ہے۔ بے خود ہے، بے قابو ہے، لکھے جا رہا ہے اور لکھے جا رہا ہے۔ پتہ نہیں کیا لکھے جا رہا ہے۔ میں ریاض الجنہ سے نکل کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در کی طرف جا رہا ہوں۔ آخری سلام کرنے، آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنے، درود وسلام پیش کرنے اور اجازت لینے، انشاء اللہ ہجر کی یہ رات، یہ فراق کی رات کٹ جائے گی۔ وصل کے لحات پھر آئیں گے۔ مدینہ کی گلیاں پھر بلائیں گی، بلاوا پھر آئے گا۔ بیت اللہ سے بلاوا آئے گا اور بیت النبیؐ سے بھی الوداع۔ اے ارض مقدس، الوداع۔ گنبدِ خضریٰ، الوداع۔ مسجد نبویؐ، الوداع، الوداع۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی ہے جانے کی۔ مگر جانے کو دل نہیں کر رہا، دل مچل رہا ہے، بے قرار ہو رہا ہے۔ پھر بھی جانا تو ہے۔ اجازت جو مل گئی ہے۔ آخری سلام قبول ہو چکا ہے۔ الوداع روضہ رسولؐ، الوداع گنبد خضریٰ، الوداع مسجد نبویؐ، الوداع! الوداع، اللہ حافظ۔

مسجد نبویؐ میں آخری نماز

رات آخری سلام تو کر لیا تھا۔ الوداع بھی کہہ دیا تھا۔ جانے کی اجازت بھی مل گئی تھی۔ مگر طبیعت سیر نہیں ہوئی۔ تشنگی باقی ہے۔ فجر کی اذان مسجد نبوی میں گونجی۔ ایسے لگا۔ ہر شے اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ رہی ہے۔ مسجد نبویؐ کے سارے میناروں، سارے گنبدوں، سارے دروازوں سے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ بندگانِ خدا رات سے ہی منتظر ہیں۔ بہت سارے عشاق آج رخصت ہو رہے ہیں۔ فجر کی یہ نماز مسجد نبویؐ میں ان کی آخری نماز ہے۔ فجر کی نماز میں دھیان روضہ رسول کی جانب لگا رہا۔ ایک دفعہ پھر حاضری دے دی جائے۔ ایک دفعہ پھر زیارۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو جائے۔ ایک دفعہ پھر روضہ رسولؐ کے سامنے، گنبدِ خضریٰ کے سامنے آنسوؤں کے نذرانے پیش ہوں، درود وسلام سے زبان رطب اللسان ہو۔ درود پڑھتے پڑھتے زندگی کی شام ہو جائے۔ نماز فجر کے بعد عشاق باب سلام کی طرف لپکے۔ بابا امین ساتھ ہیں۔ آخری سلام کرنا ہے۔ لو جی پیشی ہو

گئی۔ آنکھیں پرنم، سر جھکا ہوا، لغزشوں، گناہوں، خطاؤں میں لتھڑا، دنیاوی جھمیلوں کے چکر میں گم، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں پیش ہے۔ درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا، بار بار پیش کیا، شُرطے سے نظریں بچا کر روضہ رسولؐ کے سامنے کھڑا رہا، کھڑا رہا اور کھڑا رہا۔ آخر نظر پڑ گئی۔ شُرطے نے کہا۔ جلدی بھئی۔ جلدی کریں، جلدی کریں۔ آگے جانا پڑا۔ شُرطے سے بحث لاحاصل آگے بڑھنا پڑا۔ مڑ مڑ کر بار بار زور سے بلند آواز سے درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ آخری سلام پیش کیا۔

مدینہ والو! سدا خوش رہو۔

مکہ والو! تم سب پر ہمیشہ سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ حرمین شریفین کو عظمتوں اور رفعتوں والے مکہ اور مدینہ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ مزید بلندیاں، عظمتیں اور رفعتیں حاصل ہوں۔ (آمین) مکہ والوں نے، مدینہ والوں نے، بچوں نے، بڑوں نے، مردوں وعورتوں نے سب نے 40 دن تک ہمارا خوب خیال رکھا۔ کیسے بڑے دل والے لوگ ہیں۔ حج کے دنوں میں اور اس کے بعد جب تک ہم مکہ اور مدینہ میں رہے۔ یہ لوگ حرمین شریفین میں نظر نہ آئے تا کہ اللہ کے مہمان تنگ نہ ہوں۔ ان کو پرابلم نہ ہو۔ جہاں جہاں گئے۔ محبت سے، خوش دلی سے استقبال کیا۔ پیار اور محبت نچھاور کیا۔ مکہ اور مدینہ کے بڑے بھی لاجواب، بچے بھی باکمال، عاشورہ والے دن چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ہاتھ پکڑ پکڑ کر اپنے دسترخوان پر لے جاتے رہے۔ ننھے منے عرب بچے نے میرا بیگ کھجوروں سے بھر دیا۔ ایک اور بچے نے روٹیوں والا تھیلا آگے کر دیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ امن اور سلامتی والے شہر ہیں۔ ان شہروں میں ہر وقت رحمت برستی ہے۔ سکینہ نازل ہوتی ہے۔ اللہ نے دونوں شہروں کو امن اور سلامتی کا گہوارہ بنایا ہے۔ امن اور سلامتی کے باسیو خدا حافظ۔ میرے پاس الفاظ ختم ہو گئے ہیں۔ میں سر جھکا کر عقیدت کے ساتھ، احترام کے ساتھ پرنم آنکھوں سے میرے مکے اور مدینے کے باسیو! تمہیں اللہ حافظ کہتا ہوں۔ اللہ تمہارا ہمیشہ حامی وناصر ہو۔ اور سدا تم سب پر رحمتیں اور عنایتیں برستی رہیں۔

جنت البقیع کا آخری چکر

بابا امین نے جنت البقیع نہیں دیکھا تھا سلام کے بعد قبرستان کا رخ کیا۔ مطلع ابر آلود ہے۔ ابھی ابھی نماز فجر ہوئی ہے۔ فضا میں خنکی ہے۔ بقیع غرقد میں داخل ہوتے ہی بندے پہ عجیب سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہاں سینکڑوں لوگ پہلے سے موجود تھے۔ باقی آتے جا رہے تھے۔ لوگ شوق سے، محبت سے قبرستان میں پھر رہے تھے۔ کوئی کسی قبر کی تلاش میں ہے کوئی کسی کی۔ بہت سے افراد پرانی کتابیں اور نقشے لے کر آئے ہیں۔ اور ان کی مدد سے قبروں کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ شُرطے اور سعودی سند یافتہ علماء لوگوں کو سمجھا رہے ہیں۔ بتا رہے ہیں کہ قبرستان میں آنے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ ایک حاجی نے قبرستان سے مٹی اٹھائی، شُرطے نے دیکھ لیا۔ عالم نے

بھی دیکھا اسے سمجھایا کہ یہ غیر شرعی حرکت ہے۔اسے سمجھ آ گئی مٹی واپس پھینک دی۔شہر خموشاں کے باسیوں کو حدیث کے مطابق سلام کرو۔جلیل القدر صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ، تابعین، ائمہ کرام ہزاروں کی تعداد میں اس قبرستان میں استراحت فرما رہے ہیں۔ایسے لگ رہا تھا کہ پورے قبرستان کے ارد گرد ایک نور کا ہالہ سا بنا ہوا ہے۔نور کی چادر اس کے اوپر تنی ہوئی ہے۔

مجھے پھر حضرت عثمان ذی النورینؓ کی قبر پہ جانا تھا۔وہاں پہنچ کر سلام عقیدت پیش کیا۔حضرت عثمانؓ کی اسلام، کے لیے قربانیاں اور ان کی مظلوم شہادت یاد آئی۔ مجھے جنت البقیع میں سب سے زیادہ مقدس، سب سے زیادہ بابرکت، سب سے زیادہ نور والی جگہ حضرت عثمانؓ کی قبر لگتی ہے۔ یہاں آ کر میں تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرتا ہوں۔ بابا امین نے بتایا وہ دیکھیں ڈاکٹر صاحب، نئی قبریں بھی بن رہی ہیں۔ اس قبرستان کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ ساری قبریں کچی اور تقریباً ایک جیسی ہیں۔ قبروں پہ پتھر رکھے ہیں۔ایک سرہانے پہ ایک پاؤں کی طرف۔ چھوٹی چھوٹی قبریں ہیں۔شہر خموشاں میں سکون ہے، امن ہے، چین ہے، سلامتی ہے،لوگ ہی لوگ ہیں مگر شُرطے سب کو کہہ رہے ہیں جلدی کریں۔ بھائی صاحب، جلدی کریں۔آپ نے بقیع کا وزٹ کر لیا ہے۔تو باہر جائیں۔اور لوگ بھی اندر آنے کے منتظر ہیں۔ بقیع سے باہر نکلے۔تو مسجد نبویؐ کے مینار اور گنبدِ خضریٰ نکھرے نکھرے نظر آئے۔ بابا امین سے کہا۔ موقع ہے۔ جی بھر کے دیکھ لو۔ مسجد نبویؐ کے در و دیوار کو، گنبدوں کو، میناروں کو اور گنبدِ خضریٰ کو...... صحن میں بیٹھ گئے۔ نظریں گنبدِ خضریٰ سے ہٹ نہ رہی تھیں۔ مسجد نبویؐ کے مینار اب خوابوں میں، خیالوں میں، تصوروں میں رہیں گے۔یاد آئیں گے، ہمیشہ یاد آئیں گے، یاد آتے رہیں گے جب تک دوبارہ نہ آئیں۔انشاءاللہ دوبارہ آئیں گے۔جلد دوبارہ حاضری ہوگی۔

دنیا بھر کے حاجیوں کی خدمت

حج کے ساتھ حاجیوں کی خدمت کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ پہلے دن سے لے کر آخری رات بلکہ آج صبح تک مریض آتے رہے۔علاج ہوتا رہا۔سب دوائیاں موجود تھیں۔حاجیوں کا خوب علاج ہوا۔دنیا بھر سے آئے ہوئے حاجیوں کا، انڈیا، ملائیشیا، انڈونیشیا، چین، پاکستان کے شہروں ایبٹ آباد، پشاور، فیصل آباد، لاہور، گوجرانوالہ اور دوسرے شہروں کے مریض آتے رہے۔دوائیاں لے کر شفایاب ہوتے رہے۔دعائیں دیتے رہے۔مدراس (چنائی) اور بمبئی کے بابے اور خالائیں تو ہماری دیوانی ہوگئیں۔ڈاکٹر صاحب! آپ کی دوا بڑھیا ہے۔ہم شفایاب ہوگئے۔بہتر ہوگئے۔اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔جو دوائیں بچ گئیں وہ بھی مدینہ منورہ کے باسیوں کے حوالے کیں تاکہ مدینہ والے ہماری دوائیں استعمال کریں اور ہمیں دعائیں دیں اور ان دعاؤں کے طفیل جلد دوبارہ بلاوا آ جائے۔



مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی یادیں

آخر وہ گھڑی آ گئی۔ وہ وقت آ گیا۔ بسیں آ گئیں۔ سامان لوڈ ہو گیا۔ وداع کا وقت آن پہنچا۔ مدینہ کی گلیوں کو، مدینہ کی راہوں کو، مسجد نبویؐ کے میناروں کو جی بھر کے دیکھ لو۔ ان فضاؤں کو، ہواؤں کو محسوس کر لو۔ سانسوں میں بند کر لو۔ شاہ جی بولے۔ دعائیں کریں۔ آنسو بہائیں، خدا حافظ مسجد نبویؐ کے مینار و خدا حافظ۔ وہ سامنے احد پہاڑ ہے۔ سید الشہداءؓ کا مزار ہے۔ شہدائے احدؓ کی آرام گاہ ہے۔ مدینہ کا چپہ چپہ، انچ انچ متبرک ہے۔ مقدس ہے، بس جا رہی ہے، مدینہ کی راہوں سے، سڑکوں سے گزر رہی ہے۔ سارے ساتھی آب دیدہ ہیں۔ وقت گزر گیا۔ 40 دن کا پتہ ہی نہ چلا۔ مکہ مکرمہ میں مدینہ منورہ میں آ کر ایسے لگتا تھا صدیوں سے یہاں رہ رہے ہیں۔ ادھر ہی کے باسی ہیں۔ مگر شاہ صاحب نے صبح صبح آ کر بتایا مہلت ختم ہو گئی۔ دن بیت گئے۔ اب واپسی ہے۔ مدینۃ النبیؐ سے۔ بہت یاد آئیں گے، یہ دن

وہ کعبۃ اللہ کا دیدار، اللہ کے گھر کے گرد پھیرے، اماں ہاجرہ کے پیچھے پیچھے سعی

اور پھر مسجد نبویؐ کے میناروں کی دید، گنبدِ خضریٰ کا نظارہ

مسجدِ نبویؐ اور حرم کی اذان اور نماز، مسجد نبویؐ میں اذان کی گونج، مسجد نبویؐ کے بے شمار گنبد

ریاض الجنہ، سب سے بڑھ کر زیارۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب سلام سے داخل ہونا، سلام کرنا درود و سلام کا نذرانہ پیش کرنا، بار بار سلام کے لیے جانا

عرب بچوں کا اپنے دستر خوان پر بلانا

دو بار عمرے کے لیے مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے مکہ کے سفر

ذی الحلیفہ سے احرام باندھ کر کفن پوش ہونا، مدینہ کی گلیوں کے راہی ہونا

مقدس مقامات کی زیارتیں کرنا

کبھی غارِ حرا میں کبھی غار ثور میں، احد کے پہاڑ پر، غزوہ خندق کی جگہ والے سلع پہاڑ پر

مدینہ کے میوزیم میں، بیئر عثمان، بیئر عروہ، بیئر عرس اور بیئر طلحہ کا دیدار

بیئر روحہ سے شفا والا پانی پینا۔ ہر وقت ہر گھڑی آب زم زم سے سیر رہنا

ہر گھڑی ہر لمحے مضطرب اور منتظر رہنا، کبھی بیت اللہ کے لیے

کبھی طواف کے لیے، نماز کے لیے، نوافل کے لیے، سلام کے لیے

ریاض الجنہ کے لیے، بقیع کے لیے، راتوں کا جگراتا

کعبۃ اللہ کے سامنے بیٹھنا، اللہ کے گھر کو بار بار تکنا، اس کا دیدار کرنا۔ کرتے جانا

وہ بیت اللہ کی دیواروں کا لمس، اللہ کے گھر کی دیواریوں کو محبوب کی طرح دیوانہ وار بوسے دینا

طواف کے وہ پھیرے۔ سب سے بڑھ کر اماں ہاجرہ کی تقلید میں سعی کے پھیرے

کفن پوش ہو کر سب کچھ تیاگ کر، منٰی میں قیام، مزدلفہ کی وہ کھلے آسمان تلے رات

شیطان کو کنکریاں، کفن پوش ہونے کے ساتھ ساتھ **Complete Surrender**

عاجزی کے ساتھ سر جھکا کے، بال منڈوا کے اللہ کی راہ میں قربانی

مکہ اور مدینہ میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جان نثاروں کے نقش پا کی تلاش

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جاں نثار صحابہ کرامؓ کے ناموں سے منسوب مساجد کے چکر

مسجد قبا کے چکر، مسجد قبا میں بغیر احرام باندھے عمرہ کرنا، مسجد قبلتین کا دیدار

وادی جن کا حیرت کدہ، ذوالحلیفہ میقات پر احرام باندھنا

یہ سب یاد آئے گا۔ 40 روز کا پتہ بھی نہ چلا۔ ابھی کل ہی تو ادھر آئے تھے۔ ایسے ہی گزر گئے۔ جو شروع ہوتا ہے وہ ختم بھی ہوتا ہے۔ دوام صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے۔ باقی سب فنا ہونے والا ہے۔ مدینہ منورہ کی حدود ختم ہونے والی ہے۔



مدینہ منورہ کی گلیوں، مسجد نبویؐ کے میناروں کو سلام

مدینہ منورہ کی گلیوں کو مسجد نبویؐ کے میناروں کو سلام، گنبدِ خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں کو سلام، ارضِ مقدس کے رہنے والوں، ہمارے لیے فرش راہ بچھانے والوں، مکہ کے باسیوں کو مدینہ کے مکینوں سب کو سلام۔ بسیں رواں دواں ہیں، جدہ کی طرف، سارے ساتھی آبدیدہ ہیں، پریشان ہیں، آنکھیں پرنم ہیں، جدائی کا غم، بچھڑنے کا غم، یہ سارے تو بڑا بولنے والے تھے، عورتیں تو بیٹھتے ہی شروع ہو جاتی تھیں۔ سب کو چپ سی لگ گئی ہے۔ ایک دوسرے کی طرف کن آنکھیوں سے اور چور نگاہوں سے کیوں دیکھ رہے ہیں۔ اللہ دیا تو ویسے ہی نہیں بولتا تھا۔ رشیدہ بیگم تو ایک لحہ چپ نہ رہتی تھی۔ روبینہ بٹ تو ہمیشہ بولتی رہتی تھی۔ عتیق الرحمٰن بھی باتیں کرنے میں کسی سے کم نہ تھا۔ اور بھی بولنے والے تھے۔ اصل میں سب کے دل غم سے چور ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے تو ایسے لگتا تھا کہ ہم ہیں ہی یہاں کے باسی۔ سالوں سے صدیوں سے ادھر ہی رہ رہے ہیں۔ اب یہیں رہنا ہے، ادھر ہی بسیرا ہے، یہی اصل مسکن ہے۔ سچی بات بھی یہی ہے کہ مسلمان دنیا کے کسی گوشے میں ہو۔ دنیا کے کسی خطے میں ہو۔ کسی قوم یا رنگ ونسل سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کا جسم تو کسی اور جگہ ہوتا ہے۔ ضرور ہوتا ہے، مگر اس کی روح مکہ اور مدینے کے گرد ہی گھومتی ہے اور روح کے ساتھ جب جسم کا حج کے لیے آنا ہوتا ہے۔ پھر روح اور جسم کا تعلق اللہ سے ہو جاتا ہے۔ ڈائریکٹ تعلق بغیر کسی واسطے کے۔ وہاں تو روح ہوتی ہے۔ اللہ تو ہر جگہ ہوتا ہے۔ بیت اللہ ہوتا ہے اور بندہ اور پھر مدینہ منورہ میں تو جب بندہ روح کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانے پر حاضری دیتا ہے تو سب کچھ بھول جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں ایسا مستغرق ہوتا ہے۔ ایسا بے خود ہوتا ہے۔

ایسا بے قرار ہوتا ہے۔ ایسا بے چین ہوتا ہے، کہ اسے دنیا میں بھی اگر کچھ نظر آنا باقی رہ جاتا ہے۔ اس کے خوابوں خیالوں کا کوئی اور مرکز رہ جاتا ہے تو وہ صرف اور صرف گنبد خضریٰ اور روضہ رسولؐ ہوتا ہے جہاں جا کر جب وہ سلام پیش کرتا ہے تو اسے ایسے لگتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ دنیاوی جھمیلوں، دنیاوی مسئلوں، مصیبتوں کو تیاگ کر ادھر جو آیا ہے تو اسے سب کچھ مل گیا ہے۔ اس نے گوہر مقصود پا لیا ہے۔ وہ ہلکا ہو گیا ہے۔ آزاد ہو گیا ہے۔ جس طرح احرام باندھ کر اس نے رنگ و نسل، امیری غریبی، چھوٹے بڑے، گورے کالے ذات برادری اور عہدے کے سارے فرق مٹا دیئے تھے۔ سب محمود و ایاز، غریب امیر، افسر، اہلکار، وزیر چپڑاسی ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے تھے۔ سب ایک ہو گئے تھے۔ ہر طرح کے دنیاوی فرق اور امتیاز مٹ گئے تھے۔ احرام اور کفن ایک ہیں۔ دونوں انسان کو اس کی اصلیت یاد دلاتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں انسان کا رخ مالک حقیقی کی طرف ہو جاتا ہے۔ احرام باندھ کر وہ دنیا کے تمام بکھیڑوں، تمام فکروں، تمام دنیاوی آلائشوں، کثافتوں سب کو چھوڑ کر کہتا ہے۔ **لبیک اللھم لبیک** "اے میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ حاضر ہوں میرے اللہ میں حاضر ہوں۔" بس تو ہی سب کچھ ہے۔ میں کچھ نہیں۔ بس جاتی جا رہی ہے۔ مسجد نبویؐ کے مینار اب نظر نہیں آ رہے۔ سب ساتھیوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہے۔ اُحد کے پہاڑ نظر آ رہے ہیں۔ شاہ صاحب بھی چپ تھے۔ ان کی آواز نے سکوت توڑا۔ یہ سامنے اُحد کے پہاڑ ہیں۔ ان کو جی بھر کے اور محبت سے دیکھ لو۔ ان کے تصور کو آنکھوں میں بسا لو۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پہاڑوں سے محبت کرتے تھے۔ یہاں آیا کرتے تھے۔ یہاں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا شہید ہوئے تھے۔ 70 صحابہؓ نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ آقا زخمی ہوئے تھے۔ وہ دیکھئے سامنے احد پہاڑ شق ہوا تھا۔ آقا کا بستر بننے کے لیے، آقا کو جگہ دینے کے لیے، احد پہاڑ بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ ثور پہاڑ نظر آ رہا ہے۔ حرم کی حدود سے نکل رہے ہیں۔ فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرم کی حدود دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ حرم کی حدود سے نکل آئے ہیں۔ حرم کی حدود جہاں سے شروع ہوتی ہے۔ وہاں سڑک کے دونوں طرف بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ یہ راستہ ہے "غیر مسلموں کے لیے" غیر مسلم حرم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ شکر ہے کوئی تو ایسی جگہ ہے جہاں غیر مسلموں کے، اللہ کو نہ ماننے والوں کے، انکار کرنے والوں کے ناپاک قدم نہیں پڑتے۔

مدینہ منورہ کے مقدس پہاڑ اور ہجرت کا سفر

گاڑی جاتی جا رہی ہے، بڑھتی جا رہی ہے، مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے ہجرت کا سفر یاد آ رہا ہے۔ کہ کس طریقے سے، کن راہوں سے گزر کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت کی تھی۔ 1423 سال پہلے کا مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ تصور کریں۔ اونچے، لمبے، کالے، ٹیالے، پتھریلے، پہاڑ، بے آب و گیاہ وادیاں، نہ پانی نہ کچھ اور، دور دور تک آدم کا نشان نہیں۔ ابوبکر صدیقؓ اور

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اندھیرے میں دشمنوں سے بچتے ہوئے پیدل چلے جارہے ہیں۔ اللہ چاہتے تو یہ کچھ مشکل تھا نبیٔ پاک اور ابوبکر صدیقؓ کو ایک لمحے میں فرشتوں کے ذریعے مکہ سے مدینے پہنچادیتے۔ جس طرح ایک لمحے میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے سفر پہ روانہ ہوئے تھے۔ لیکن آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ رہتی دنیا تک کے لوگوں اور مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ کیونکہ صرف مسلمانوں کے ہی نہیں بلکہ رحمت اللعالمین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایک عمل دراصل مسلمانوں کو سبق دیتا ہے۔ بتاتا ہے، کہ گوہرِ مقصود اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب بندہ اسے حاصل کرنے کے لیے دل جمعی سے، ہمت سے، سارا زور لگادے، اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بندے کے بس میں جو ہو، وہ کرگزرے۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ (انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے وہ کوشش کرے)۔ تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہجرت کا سفر سارے انسانوں کے لیے۔ سارے مسلمانوں کے لیے سبق ہے کہ انسان کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے اپنی ساری توانائیاں صرف کردینی چاہئیں۔ جب انسان اپنی پوری پوری کوشش کرلے تو پھر اللہ کی مدد آتی ہے۔ ہجرت نبوی کا یہ سبق ہے کہ اسلام کی سربلندی اور اسلامی ریاست کے قیام کے لیے انسان کو اپنا گھربار، جان مال، اہل وعیال اور قبیلہ سب کچھ بھی چھوڑنا پڑ جائے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں۔ سعادت وشرف کی بات ہے .... قربانی یثرب کو مدینہ منورہ میں بدل دیتی ہے اور پھر مسلسل جدوجہد مدینہ منورہ کی تاریخ کو بہترین ریاست میں تبدیل کردیتی ہے۔ وادیاں گزرتی جارہی ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے لیے دشوار گزار راستہ اختیار کیا تھا۔ راستے میں جحفہ بھی آتا ہے۔ وادی قدید بھی۔ یہ وہی وادی قدید ہے۔ جہاں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے تھے۔ کہ وہاں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک عورت ام معبدؓ نے اپنی بکری پیش کی۔ سوکھی مریل سی بکری کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ لگے تو بکری دودھ دینے لگی، سب نے سیر ہوکر اس بکری کا دودھ پیا۔ عورت کا میاں آگیا۔ اس نے بتایا کہ آج تو رحمت ہی رحمت ہوگئی ہے۔ اسے کیا معلوم کہ آج اس کے گھر میں رحمت اللعالمین آئے ہوئے ہیں۔ وادی قدید گزر چکی۔ ام معبد کی وادی قدید کو سلام وعقیدت پیش کیا۔ اب تھوڑا سفر رہ گیا ہے، جدہ شہر آنے والا ہے۔

جدہ حج ٹرمینل پر

جدہ سعودی عرب کا جدید ترین شہر ہے۔ دنیا بھر کے لوگ یہاں نظر آتے ہیں۔ فلک شگاف کئی کئی منزلہ عمارتیں، بڑے بڑے اسٹورز، شاپنگ پلازے، ساحلِ سمندر، جہاں لوگ ہی لوگ نظر آتے ہیں۔ مگر شکر ہے کہ عرب عورتیں وہاں بھی پورے پردے میں ہوتی ہیں۔ برقعہ اور حجاب عرب عورت کا لازمی جزوِ بدن ہے۔ جدہ شہر کی روشنیاں نظر آنا شروع ہوگئی ہے۔ ہم شہر کے مضافات میں پہنچ گئے ہیں۔ قریب آکر اندازہ ہونا شروع ہوگیا ہے

کہ جدہ کتنا جدید ترین شہر ہے۔لو جی سفر ختم ہوا۔ حج ٹرمینل آ گیا۔ حج ٹرمینل ایئر پورٹ سے پہلے ہے اور میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔کئی بھول بھلیوں سے گزر کر اور چیکنگ کروا کر بس ایئر پورٹ پر پاکستانیوں کے لیے مخصوص جگہ پر پہنچی۔ اتنے دنوں بعد پاکستان کا جھنڈا نظر آیا تو دل خوش ہو گیا۔ اپنا وطن اپنا ہی ہوتا ہے۔ اپنے وطن کی کیا بات ہے۔حج کے سفر میں، مکہ مکرمہ میں، مدینہ منورہ میں، بیت اللہ کے سامنے اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر سب سے زیادہ دعائیں، سب سے زیادہ التجائیں، پاکستان کے لیے کیں، خود بخود دعاؤں اور التجاؤں میں پاکستان کا نام پہلے آتا تھا۔ دعاؤں کا مرکز پاکستان ہی رہا۔ اپنا سب کچھ پاکستان ہی سے وابستہ ہے۔ پاکستان ہے تو ہم ہیں۔ پشاور کے پٹھان کی بات دل کو بہت بھائی تھی کہ ''ڈاکٹر صاحب میں نے ایک طواف پاکستان کے لیے کیا'' یہ ہے ایک پٹھان کی پاکستان کے لیے محبت، میں نے بھی پٹھان کی تقلید میں ایک طواف اور ڈھیروں دعائیں پاکستان کے لیے کیں۔

☆............☆

جدہ سے لاہور

شیطان کا حملہ

بس سے اترے، انسان بھی اللہ نے عجب چیز بنائی ہے۔ احرام باندھے ہوئے روپ کچھ اور تھا۔ طواف کرتے ہوئے جذبات کچھ اور ہوتے ہیں۔ روضہ رسولؐ پہ حاضری دیتے ہوئے انسان سب کچھ بھولا ہوتا ہے۔ کیفیت بدلی ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ سے واپسی ہوتے ہوئے سب رو رہے تھے، آنسو بہا رہے تھے مگر یہاں جدہ ایئر پورٹ پر جونہی بس سے اترے، تو تقریباً سب کی کیفیت ہی بدل گئی۔ سب کو ایک ہی فکر پڑ گئی۔ نمازوں کا خیال نہ رہا۔ مغرب آئی، گزر گئی۔ عشاء کا وقت ہو گیا۔ میرا سامان کہاں ہے۔ شاہ جی! میرے دو بیگ نہیں آئے۔ میری زم زم کی بوتلیں لیک ہو گئی ہیں۔ میری کھجوریں کہاں ہیں؟ میں نے سامان بس نمبر ایک پر لوڈ کروایا تھا۔ اس میں موجود نہیں۔ چار بیگ مل گئے، پانچواں کہاں ہے۔ ٹرالیاں تو سب آ گئی ہیں مگر میرا سامان نہیں آیا۔ میرے سامان کا کیا ہو گا؟ عجب نفسا نفسی کا عالم، ہر بندہ پریشان، سامان کے بارے میں فکر مند، ہر کسی کو ٹرالی کی فکر، ابھی فلائٹ میں آٹھ نو گھنٹے کا ٹائم ہے۔ مگر سب مضطرب اور پریشان ہیں۔ ٹرالیوں میں سامان آتا جا رہا ہے۔ جس کا مل گیا وہ مطمئن اور جس کا نہیں ملا وہ مضطرب اور منتظر ہے، پریشان ہے، بے قرار اور بے چین ہے...... گھنٹہ لگا مگر سب کا سامان مل گیا۔ تسلی ہو گئی، انسان اصل میں بے صبرا ہے، ذرا سی پریشانی سے بے قرار ہو جاتا ہے، سامان ملا سب کو قرار آ گیا۔ چین سے بیٹھ گئے اگلے مرحلے تک کے لیے۔ اب حجاج کرام نماز کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ کھانا کھانے کا انتظام کرنے لگے۔ کچھ چین سے بیٹھ گئے۔ سارے حاجیوں نے خوب خریداری کی تھی۔ کھجوریں، آب

زم زم اور دوسرے تحائف سے سب لدے پھندے واپس جدہ پہنچے ہیں۔ وزن کی مقررہ حد سے بشمول ہمارے سب نے تجاوز کیا ہوا تھا۔ اب کیا ہوگا زیادہ وزن کیسے Adjust کروائیں۔ میرا تمیں کلو زیادہ ہے۔ پانی کے دو کین زیادہ ہیں۔ میرے پاس کھجوریں 40 کلو ہیں۔ اب کیا ہوگا؟ ابلیس کے کارندے ادھر بھی پھر رہے تھے۔ اس کو بارہا کنکریاں ماری تھیں۔ اس نے اپنا بدلہ تو لینا ہی تھا۔ حاجی کے کان میں چپکے سے سرگوشی کرتا۔ کوئی مسئلہ نہیں۔ 30 کلو وزن زیادہ ہے، 40 کلو زیادہ ہے، 50 کلو زیادہ ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ میں مسئلہ حل کروا دیتا ہوں۔ 100 ریال دیں، 200 ریال دیں۔ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اللہ دیا نے بھی کافی کچھ اکٹھا کیا تھا۔ شاپنگ پہ سارے ریال خرچ کر ڈالے۔ ان کی بیگم بہوؤں، پوتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں والی ہیں۔ سب کے لیے کچھ نہ کچھ لینا پڑا۔ سارے ریال ختم ہو گئے۔ گٹھڑیاں ہی گٹھڑیاں تھیں۔ کاؤنٹر پر گئی۔ سامان بہت زیادہ ہے۔ 20 ریال فی کلو چارجز پڑیں گے۔ ہنگامہ ہو گیا۔ میرے پاس تو ایک ریال نہیں۔ شاہ صاحب کو بلاؤ۔ سب کے کام آنے والے اور ہر آن سب کی خدمت کرنے والے مستعد طارق شاہ ادھر بھی حاضر ہو گئے۔ اِدھر اُدھر سے ریال پکڑ کر اللہ دیا اور بیگم کا کام کرایا۔ بولی میرے 200 ریال لگے اور سامان پار۔ میرے 50 ریال لگے۔ رسید دکھائیں وہ تو ملی ہی نہیں۔ شہباز سینئر پاکستان کے نامور ہاکی سٹار یہاں PIA کے جنرل منیجر ہیں۔ ان کے توسط سے یہاں بھی پروٹوکول مل گیا۔ اپنا سامان بھی کلیئر ہو گیا۔ دوسرے دوستوں کا بھی۔ ایک مولوی صاحب نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آنکھ بچا کر اپنے دو بیگ ہمارے سامان میں رکھ دیئے۔ مگر شیخ صاحب کی تیز آنکھ نے چوری پکڑ لی۔ مولوی صاحب پورے راستے شیخ صاحب سے آنکھ نہ ملا سکے۔ بورڈنگ کارڈ مل گئے۔ مسافروں کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اب انتظار کریں۔ فلائٹ تو رات 2 بجے ہے۔ اِدھر اُدھر بیٹھ کر وقت پورا کریں۔ کبھی مسجد میں، کبھی راہداریوں میں، پھرتے رہے، بھوک زوروں پر تھی، مزیدار دال چاول مل گئے۔ مزے سے کھائے۔ مسجد میں آرام کر رہے تھے کہ مژدہ ملا، فلائٹ تین گھنٹے لیٹ ہے۔ ابھی تو دس بجے ہیں۔ ساتھ والے بولے۔ ہم کل شام سے بیٹھے ہیں۔ اب جا رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ پتہ نہیں کیا ہوگا۔ ٹرمینل پر دو تین جگہ مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک مسجد میں لیٹ گئے۔ اسماء اور باجی نجمہ عورتوں کی طرف چلی گئیں۔ یہاں ہر مقام پہ مسجد میں عورتوں اور مردوں کے لیے نماز پڑھنے کا علیحدہ علیحدہ انتظام ہے۔

امیگریشن اور چیکنگ

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ رات 12 بجے کے قریب اِذن ملا۔ قطار بنالیں۔ امیگریشن کا مرحلہ آ گیا۔ لمبی لائنیں لگ گئیں۔ پاسپورٹ چیکنگ ہوگی۔ سعودی کسٹم والے آپ کے پاسپورٹ چیک کریں گے۔ Exit کی مہر لگے گی۔ لمبی لمبی قطاریں بن گئیں۔ سفر آہستہ آہستہ کٹنے لگا۔ اسماء اور ہم جدا ہو گئے۔ 2 گھنٹے لگ گئے۔ PIA کا عملہ سب کو کہہ رہا ہے۔ چاقو، چھری، قینچی، بیلٹ اور دھات کی کوئی بھی چیز ہے تو جمع کرا دیں۔ ورنہ چیکنگ کے دوران مسئلہ ہوگا۔ چند لوگوں نے جمع کرا دیں۔ کچھ کی سکینگ (Scanning) کے دوران نکلیں۔ سب ضبط

ہوئیں۔ دو گھنٹے اس مرحلے میں لگ گئے۔ بریفنگ ختم ہونے کے بعد سب لوگ اندر ہال میں آ کر بیٹھ گئے۔ اب سب کے سب مطمئن تھے۔ بیتے ہوئے دنوں اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں گزارے ہوئے لمحات کو یاد کر رہے تھے۔ پاکستان میں اپنے اپنے گھروں میں اہل خانہ اور عزیز و اقارب سے رابطے ہو رہے تھے۔ فلائٹ کے بارے میں بتایا جا رہا تھا۔ کچھ لوگ اب بھی یادوں میں کھوئے ہوئے تھے۔ گھنٹہ بعد اذن ملا۔ جہاز تیار ہے۔ سوار ہونے کے لیے لائن لگا لیں۔ جو سامان بک ہو چکا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب ہینڈ کیری میں بھی بہت کچھ تھا۔ ایک دو دوستوں نے اپنا کچھ بوجھ ہلکا کر کے ہمیں دیا۔ شیخ زاہد بھی کسی اور کے سامان سے لدے پھندے تھے۔ شاہ صاحب کے پاس بھی بہت کچھ تھا۔ لیکن یہاں PIA والوں نے کوئی خاص اعتراض نہیں کیا۔ اللہ دیا کی بیگم یہاں بھی ناراض تھیں کہ پتہ نہیں بار بار میرے سامان کا کیوں پوچھ رہا ہے۔ میرے بیگ کیوں چیک کر رہا ہے۔ 200 ریال تو شاہ صاحب سے لے کر دے چکی ہوں۔ پھر بھی ان کی تسلی نہیں ہوئی۔ شہباز سینئر صاحب کی مہربانی سے سیٹیں بھی اچھی مل گئیں۔ انعام الرحمٰن اور طارق شاہ ساتھ ہیں۔ جہاز کو کلیئرنس ملنے میں ایک گھنٹہ لگ گیا۔ کسی مسافر کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ اس کے چیک اپ اور علاج میں کافی وقت لگ گیا۔ صبح 5 بجے کے قریب فلائٹ سوئے پاکستان روانہ ہوئی۔

جدہ سے لاہور

فجر کی نماز کا وقت تھا۔ اگلی سیٹوں کا سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوا کہ جہاز کے اندر نماز کے لیے مناسب جگہ مل گئی۔ جدہ کی فضاؤں میں جہاز کے اندر ہی اذان دی۔ انعام الرحمٰن صاحب نے اپنی خوبصورت تلاوت کے ساتھ امامت کروائی۔ اگرچہ بہت تھوڑے حاجی نماز میں شامل ہوئے۔ باقی لمبی تان کے سوتے رہے۔ آخر دن بھر کے سفر اور رات جگراتے کے باعث تھکے ہوئے تھے اور یہ کونسا حرم یا مسجد نبویؐ کی نماز تھی۔ جہاز چلتے ہی اکثر لوگ سو گئے۔ پیچھے بیٹھے میواتی اماں اور بابا اپنی خوبصورت زبان میں سادہ اور میٹھے انداز میں گزرے دنوں کو یاد کر رہے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی باتوں کو یاد کر کے آنسو بہا رہے ہیں۔

احمد دین: مکہ کی کیا بات ہے؟

اماں: ہاں بھئی حرم اور مسجد نبویؐ کی نمازیں تو ساری زندگی یاد رہیں گی۔

احمد دین: مجھے تو مسجد نبویؐ کی نمازیں اور روضہ رسولؐ پہ حاضری نہیں بھولتی۔

اماں: مجھے تو سلام کرنے کا بہت کم موقع ملا۔ ہر وقت عورتوں کا ہجوم ہوتا تھا۔

اماں: میں نے تو حجر اسود کے پاس جانے کی بڑی کوشش کی مگر اتنے دھکے ملے کہ مرتی مرتی بچی مگر خانہ کعبہ کی دیواروں کو تو میں نے کئی مرتبہ ہاتھ لگایا۔

احمد دین: میں نے تجھے منع کیا تھا کہ ادھر نہیں جانا۔ پھنس جاؤ گی۔

اماں: میں نے کہا ایک دفعہ تو کوشش کر لوں۔

جہاز کے اندر علاج اور خدمت

اسماء بھی حرم کی باتیں اور مسجد نبویؐ کی باتیں کرتی رہی۔ نیند زوروں پر تھی۔ مگر پھر بھی سب یاد آ رہا تھا۔ زندگی کے حسین ترین دن 40 دن جو 40 سالوں بلکہ 40 صدیوں پر محیط تھے۔ زندگی سے اگر ان چالیس دنوں کو نکال دیا جائے تو باقی کچھ نہیں بچتا۔ باقی رہ جاتا ہے۔ صفر۔ یعنی زیرو۔ کیونکہ مسلمان کی اصل اور اس کا رابطہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو ہے وہ یا تو بیت اللہ کے ذریعے ہے یا دوسرے حرم شریف مسجد نبویؐ کے ذریعے۔ باقی سب فراڈ ہے۔ مصنوعی ہے، ختم ہونے والا ہے۔ وہ لمحے، وہ قیمتی ساعتیں تو رہ رہ کر یاد آئیں گی۔ جب بھی کوئی مرحلہ درپیش ہوگا۔ جب بھی داستان زندگی مرتب ہوگی۔ تو وہ 40 دن زندگی کے حسین ترین دن ہوں گے۔ سب سے نمایاں ہوں گے۔ جہاز کی اُڑان تیزی سے جاری ہے۔ جدہ سے نکل کر ابوظہبی، دبئ، مسقط، گوادر، کراچی کے قریب پہنچنے والے ہیں۔ جہاز سے آواز آئی کہ ایک مسافر کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔ کوئی ڈاکٹر ہے تو اسے دیکھ لے۔ ادھر ادھر سے تین چار ڈاکٹر نکل آئے۔ ہم بھی آگے بڑھے۔ سب نے کہا آپ دیکھیں چیک کریں۔ اماں کو دیکھا۔ دوا دی۔ اماں کی طبیعت سنبھل گئی۔ اللہ نے جہاز میں بھی ہمارا سلسلہ خدمت اور علاج جاری رکھا۔ پہلے دن سے آخری گھنٹہ تک علاج اور خدمت ہوتی رہی۔ اللہ قبول کرے۔ (آمین)



لاہور ایئرپورٹ پر استقبال

سامنے مانیٹر پر وقت فلائٹ، جہاز کی رفتار، بلندی، پہنچنے کا ٹائم اور جہاز کا روٹ سب آ رہا ہے۔

11 بجے کے قریب پہنچنا تھا۔ ایک گھنٹہ رہ گیا تو سب اٹھ گئے۔ اگرچہ فلائٹ والوں نے سب کو کہہ کر دیا تھا کہ موبائل فون بند رکھیں۔ موبائل کھل گئے۔ رابطے شروع ہو گئے۔ ہم پہنچنے والے ہیں۔ آدھ گھنٹہ باقی ہے۔ فرطِ جذبات سے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ارضِ مقدس سے لوٹے تھے۔ مگر اپنا پاکستان بھی تو مقدس سرزمین ہے۔ اپنا وطن ہے، اپنی ماں ہے، اپنی دھرتی ہے، ایئر ہوسٹس کی آواز آئی کہ لاہور آ گیا ہے۔ اپنا اپنا دستی سامان سنبھال لیں۔ سب کھڑے ہو گئے۔ جہاز آہستہ آہستہ رکنے لگا۔ کھڑا ہو گیا۔ دروازے کھل گئے۔ ہر کسی کی خواہش تھی کہ پہلے میں نکلوں۔ لائن میں کھڑے ہو گئے۔ دوسروں نے جو اپنا بوجھ ہلکا کر کے ہمیں دیا تھا۔ شاہ صاحب وہ پہلے ہی ان کے حوالے کر آئے۔ یوں ہم بھی ہلکے ہو گئے۔ جہاز سے نیچے اترتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا۔ جس نے خیر خیریت سے اپنے وطن پہنچایا۔ ایئرپورٹ پر سب سے پہلے بشیر، محمد اشفاق، شاہد بٹ، طارق امین اور محکمہ کے دوسرے سٹاف نے استقبال کیا۔ عمار میر اسسٹنٹ کلکٹر کی قیادت میں پوری ٹیم استقبال کے لیے موجود تھی۔ پھولوں کے ہاروں سے لاد دیا گیا۔ ایئرپورٹ کے اندر والد صاحب، والدہ محترمہ، حذیفہ، اور یمنیٰ نظر آئے۔ یمنیٰ اور حذیفہ فوراً چمٹ گئے۔ ابو اور امی سے گلے ملے۔ وفورِ جذبات سے آنسو آ گئے۔ باہر ہزاروں لوگ اپنے اپنے رشتے داروں کو لینے کے لیے موجود تھے۔ ہم تو اکیلے نکلے تھے۔ مگر سب کی تسلی ہو گئی کہ فلائٹ آ گئی ہے۔ خاندان کے سارے افراد، سرگودھا سے والد صاحب، والدہ صاحبہ، بڑے بھائی منیر احمد، مسعود الرسول، ڈاکٹر نوید اور ان کی فیملیز، لاہور سے فرخ، فہیم اور ان کی بیویاں اور بچے، دوست واحباب موجود تھے۔ اسلم مروت نے پہلے دن سے لے کر آخری دن تک گھر سے اور حرمین شریفین میں رابطہ رکھا۔ یمنیٰ اور بچوں کی خیریت معلوم کرتے رہے اور

یہاں بھی اپنی پگڑی اور اونچے شملے کے ساتھ موجود ہیں۔ سب نے خوش آمدید کہا۔ پھولوں کے ہار پہنائے۔ سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔ ماہ نور کا امتحان تھا۔ توفیق لے کر پہنچ گیا۔ آتے ہی لپٹ گئی، چمٹ گئی۔

بچوں کا استقبال

یمنٰی نے ڈرائیور کو کہہ دیا تھا کہ ہمارے آنے سے پہلے بابا کو اندر داخل ہونے نہیں دینا۔ گھر کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ در و دیوار نئے اور سجے ہوئے لگ رہے تھے۔ گھر کے باہر بڑے بڑے لفظوں میں خوش آمدید لکھا ہوا تھا۔ بچوں نے آتے ہی پھول پتیوں اور خیر مقدمی سپرے کی بوچھاڑ کر دی۔ اسلام آباد سے برادر نسبتی شاہد، حذیفہ، یمنٰی، ماہ نور، نعمان، عبداللہ، عریش احمد، ابوبکر، نویرہ گزشتہ دو راتوں سے گھر کی سجاوٹ میں لگے ہوئے تھے۔ اشفاق اور چچا نے سارے گھر کو وائٹ واش اور پینٹ کروایا ہوا تھا۔

رونقیں ہی رونقیں تھیں۔ خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔ سب کچھ دیکھ کر سفر کی تھکان اتر گئی۔ اللہ یونہی خوشیاں دکھاتا رہے۔ اپنے گھر کی زیارت کرواتا رہے۔

گھر کے باہر سارے ملازمین کی ٹیم موجود تھی۔ کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ رات گئے تک دوست احباب آتے رہے۔ مبارکبادیں وصول ہو رہی ہیں۔ ابھی ابھی پرانی سم (Sim) ڈالی ہے۔ SMS آنا شروع ہو گئے ہیں۔ پرانے رابطے بحال ہو رہے ہیں۔ مکہ اور مدینہ کی باتیں ہو رہی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ جو بھی ملنے آئے وہ پوچھتا رہے اور میں مکہ مکرمہ کی، مدینہ منورہ کی، حرمین شریفین کی، بیت اللہ کی، روضہ رسولؐ کی۔ ریاض الجنہ کی، مسجد نبویؐ کی، گنبد خضریٰ کی، غار حرا کی، غار ثور کی، احد، بدر اور خندق کی۔ بیئر روحہ، بیئر ابوطلحہ، بیئر عثمان، مسجد غمامہ، مسجد جمعہ، مسجد قبلتین، مسجد قبا، مسجد نبویؐ کے میناروں گنبدوں، کعبۃ اللہ کے پھیروں۔ اماں ہاجرہ کے پیچھے پیچھے سعی، احد کی لڑائی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کی اپنی زبان سے صفائی، حضرت بلالؓ کے زخموں پر پھاہے رکھنے کی باتیں کرتا رہوں، کرتا رہوں اور کرتا رہوں اور انہی باتوں میں انہی تذکروں میں زندگی کی شام ہو جائے۔ زندگی تمام ہو جائے۔

☆......☆......☆

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	الدرالمنثور فی بیان معالم مدینۃ الرسول	انجینئر ڈاکٹر عبدالعزیز کاکی
2	سوئے حرم	حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد
3	سیرۃ المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی
4	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مولانا شبلی نعمانی، مولانا سید سلمان ندوی
5	رحمۃ للعالمین	قاضی محمد سلیمان سلمان، منصور پوری
6	مدینۃ النبی	ڈاکٹر رانا محمد اسحاق، ڈاکٹر رانا خالد مدنی
7	عشقِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	نواز رومانی
8	محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	نعیم صدیقی
9	اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	تالیف: ڈاکٹر شوقی ابوخلیل
10	اللؤلؤ والمرجان	مولانا محمد داؤد راز، شیخ الحدیث مولانا عبدالحکیم صاحب
11	برگِ گل	سید نفیس الحسینی
12	الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری
13	منہ ول کعبے شریف	مستنصر حسین تارڑ
14	قافلۂ شوق کے مسافر	پروفیسر محمد اکرم رضا
15	رحمت کائنات	قاضی محمد زاہد الحسینی
16	راہِ جنت	پروفیسر محمد منظور علی شیخ
17	نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش	پروفیسر محمد اکرم رضا
18	توفیقِ ثناء	پروفیسر محمد اکرم رضا

19	فضائلِ حج	حضرت مولانا محمد ذکریا صاحب
20	سفرِ آرزو	ملک مقبول احمد
21	زم زم کی تاریخ اور اس کے فضائل	تالیف: ڈاکٹر محمود محمد حمو، ڈاکٹر احمد محمد شعبان
22	تاریخ مدینہ منورہ	ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی
23	بخاری شریف	
24	فضائل القرآن المجید	مرتبہ: محمد اشرف ہمدانی
25	صحابہء کرامؓ کا ذوق عبادت	سید ارتضیٰ علی کرمانی
26	لبیک۔ مسائل و معلومات حج وعمرہ	تالیف: محمد معین الدین احمد
27	امتِ مسلمہ کی عمر	امین محمد جمال الدین
28	اسرار روحانت اور کامیاب زندگی	قمر اقبال صوفی
29	روحانی قوت اور دانش انسانی	قمر اقبال صوفی
30	پاکیزہ زندگی	علامہ عبدالستار عاصم
31	غار حرا میں ایک رات	مستنصر حسین تارڑ
32	بیان مناسکِ حج وعمرہ	حضرت مولانا شمس الحق صاحب
33	منہاج القرآن	ڈاکٹر برہان احمد فاروقی
34	حقیقت اسلام۔ اعتراضات، سوالات وجوابات	ڈاکٹر ذاکر نائیک
35	خطبات قرآن	ڈاکٹر ذاکر نائیک
36	خزینہء دارین	
37	فضائل اعمال	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
38	اسلام ایک روشن حقیقت	ڈاکٹر حمودہ عبدالعاطی
39	تفسیر سورۃ التوبہ	پروفیسر حافظ محمد سعید
40	قرآن آیات اور سائنسی حقائق	ڈاکٹر ہلوک نور باقی۔ مترجم: سید محمد فیروز شاہ
41	رہنمائے حج وعمرہ	اعداد طلال بن احمد العقیل
42	محمدؐ۔ صبر وثبات کے پیکر اعظم	مولانا عبدالرحمٰن کیلانی
43	منظوم مفہوم قرآن مجید	مترجم: علامہ چودھری اصغر علی کوثر وڑائچ
44	کتاب فلاح	پروفیسر محمد منظور علی شیخ
45	تاریخ ارض القرآن	سید سلیمان ندوی

46	تاریخ اسلام	اکبر شاہ خان نجیب آبادی
47	تفسیر ابن کثیر	اسمٰعیل بن کثیر الدمشقی
48	تفہیم القرآن	الاستاذ السید ابوالاعلیٰ المودودی
49	رحمۃ للعالمینؐ	محمد سلیمان سلمان منصور پوری
50	رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	ڈاکٹر حمید اللہ
51	زاد المعاد	حافظ ابن قیم
52	صحیح البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری
53	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج القشیری
54	غزوہ احد	محمد احمد باشمیل
55	غزوہ بدر الکبریٰ	محمد احمد باشمیل
56	القرآن الکریم	
57	مدینہ منورہ کی زیارت کے شرعی آداب	
58	نبیؐ کی خانگی زندگی حقیقت کے آئینے میں	خاور رشید بٹ
59	حج اور عمرہ کے مسائل	محمد اقبال کیلانی
60	تاریخ بقیع الغرقد	ترتیب: ہلال محمد شعبان
61	اسرار ربانی	مظہر الحق مظہر
62	توحید عملی	ڈاکٹر اسرار احمد
63	Hajj (The Pilgrimage)	Dr. Ali Shariati
64	Islamic Art and Architecture	Robert Hillenbrand
65	Islamic Art	Barbara Brend
66	The World of Islam	Bernard Lewis
67	Golden Period of Islamic History	M. D. Farooq
68	مکہ مکرمہ	محمود محمد حمو
69	روزنامہ "دنیا"	
70	روزنامہ "جنگ"	
71	روزنامہ "نوائے وقت"	

میں نے مکہ مدینہ کے معطر حوالہ سے بیشمار رودادیں پڑھیں لیکن ڈاکٹر آصف محمود جاہ پہلا حاجی ہے جو وہاں بھی مخلوق کی خدمت و مسیحائی میں مگن رہا اور یوں ایک حج کے دوران جانے کتنے حج کر گزرا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ خدمت کے ذریعہ بھی عبادت اس کی عادت ہے۔ پاکستان میں کہیں زلزلہ آ جائے۔ سیلاب چھا جائے یا کوئی اور آفت تو اللہ کا یہ بندہ اپنے جیسے دیوانوں کی ٹیم اور دواؤں کی گٹھڑی لے کر پہنچ جاتا ہے۔ ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' پڑھتے وقت مجھے شدت سے احساس ہوا کہ حج کا یہ سفرنامہ ہاتھوں اور قلم سے نہیں، عاشقی کی انگلیوں سے، سرشاری کی سیاہی میں ڈبو کے لکھا گیا ہے۔ (حسن نثار)

حج کا سفر اسلام کا خوبصورت ترین فریضہ ہے۔ یہ دراصل سفرِ عشق ہے۔ اس سفر کا حقیقی مزا وہی لے سکتا ہے۔ جس میں رنگِ عشق ہو اور ڈاکٹر آصف محمود جاہ کی تحریر میں وہ رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قارئین کے لیے مفید اور مشعل راہ بنائے۔

(مولانا طارق جمیل)

''اللہ، کعبہ اور بندہ'' سفرِ حج کا ایک ایسا براہ راست، آنکھوں دیکھا حال ہے جس کے بارے میں ایک مختصر دیباچہ نہیں کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اسے پڑھتے ہوئے ایک کسک، ایک آرزو جنم لیتی ہے کہ کاش میری آنکھیں آصف محمود جاہ کی آنکھیں ہوتیں، وہ سب پُرنور، مجنوں خیز اور سرمدی مناظر جو اُن کی آنکھوں نے دیکھے میری آنکھیں بھی دیکھتیں۔ بے شک سفرِ حج کے آج تک سینکڑوں نہیں ہزاروں سفرنامے لکھے گئے اور آئندہ زمانوں میں لکھے جاتے رہیں گے۔ لیکن ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' بھی ڈاکٹر آصف محمود جاہ کے ہاتھوں اور پاؤں کی باتوں کی گواہیوں کے باعث اپنے ایک الگ اور ممتاز مقام پر فائز رہے گا۔ (مستنصر حسین تارڑ)

آصف محمود جاہ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جنہیں دیارِ حبیب سے بلاوا آیا اور وہ اس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ یوں یہ روحانی کیفیت ایسی ہوتی ہے جسے الفاظ کے جامے میں ڈھالنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے کہ لفظ اس کیفیت کا نہ تو بوجھ اٹھا پاتے ہیں اور نہ ہی کوئی حرف اس کی صحیح روح کو بیان کر سکتا ہے۔ لیکن اگر آصف محمود جاہ جیسی نظر اور ان کی طرح کا گداز دل رکھتا ہو تو پھر اللہ، کعبہ اور بندہ جیسا سفرنامہ ءحجاز جنم لیتا ہے۔ اس کے ہر صفحے پر ایک حیرت کا جہان ہے، بندگی کی ایک معراج ہے اور عشق کی سلگتی ہوئی چنگاریاں ہیں۔ یہ سفرنامہ ایک محرومِ دید کی آتشِ شوق میں اضافہ کرتا ہے اور وہاں جا کر لوٹ آنے والے کو پھر اس دیار کی ہڑک لگا دیتا ہے۔

(اوریا مقبول جان)

بہت سے حضرات نے اپنے سفرِ حج کے تاثرات لکھے ہیں۔ ڈاکٹر آصف محمود جاہ کی کتاب ''اللہ، کعبہ اور بندہ'' بھی ان کے تاثرات کا آئینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو دوسروں کے لیے بھی نفع بخش بنائے۔ (سید سلمان ندوی، ساؤتھ افریقہ)

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40- اُردو بازار، لاہور۔

فون: 37232336'37352332 فیکس: 37223584

www.ilmoirfanpublishers.com

E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com